# خطباتِ حرمین

## مسجدِ نبوی

1423ھ

# فہرستِ خطبات

# اذ کار کی اہمیت اور عمر انسانی سے عبرت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ
1/1/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ اس کا تقوی ہی ایک سہارا ہے، اسی منہج اور راستے پر گامزن رہو جس پر سلف امت اور قرون مفضلہ کے لوگ تھے، اللہ کا شکریہ ادا کرو ان نعمتوں پر جن سے تمہیں سرفراز کیا، آرزوں کو کم کرو اور اچانک آجانے والی موت کیلئے تیاری میں لگ جاؤ، کیونکہ بندہ جب میں کمی آرزوئیں کرتا ہے تو اس وقت وہ عمل سے دور ہوتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔ [سورۃ حشر: 18]

مسلمانو! یقیناً ماہ وسال اور شب وروز یہ سب کے سب اعمال کے اوقات اور عمروں کی تقدیر ہے، جنہیں جلد ہی ختم ہو جانا ہے مگر رات اور دن آتے جاتے رہیں گے کبھی کمزور نہیں پڑیں گے، یہ دونوں وہ سواریاں ہیں جو ہر دوری کو قریب، ہر قریب کو دور اور ہر وعدے کو قیامت کے دن تک پہونچا کر رہیں گے اور نیک بخت وہی ہے جو دھوکے والی چیزوں میں نہیں پڑتا۔ اور دنیاوی حرص وطمع سے دھوکہ نہیں کھاتا، کتنے ایسے ہیں جو کل کے انتظار میں چلے گئے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ}

اور اللہ کسی جان کو ہر گز مہلت نہیں دے گا جب اس کا وقت آگیا اور اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔ [سورۃ منافقون: 11]

مسلمانو! یہ سال تمہاری عمر ہی کا ایک حصہ تھا جس کے ایام نکل گئے۔ جس کا سورج غائب ہو چکا اور چاند مضمحل پڑ گیا، جو اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ یہ دنیا جائے قرار نہیں ہے، اصلی جائے قرار اور ٹھکانہ اسکے بعد میں آنے والا دار البقاء ہے جنت کی صورت میں یا دوزخ کی شکل میں اس لئے دنیا اور اسکے جال میں دور رہو، اسی دنیا نے کتنے ان لوگوں کو دھوکہ دے دیا ہے جو ہمیشہ کی چاہت رکھتے تھے، اور کتنے دنیاداروں کو پچھاڑ چکی ہے، صحیح بخاری میں آتا ہے: (وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔[1] (صحیح بخاری)

اللہ کے بندو! سال گزرتا ہے اس حال میں کہ وہ تمہارے لئے گواہی رہتا ہے یا تمہارے خلاف حجت بنتا ہے، اس لئے آخرت کے لیے اچھا توشہ جمع کرلو، کافی اور شافی جواب کی تیاری کرلو، اپنی عمروں کو نیکیوں کی کثرت سے معمور کرلو، ماضی کی غلطیوں کی تلافی کرلو اور قیمتی اوقات کو

---

1) صحیح بخاری: 6416۔

غنیمت سمجھو اور لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کے آنے سے قبل پوری تیاری کرلو، مستدرک حاکم میں ہے :(اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ، فما بعد الدنيا من مستعتب ولا بعد الدنيا دارٌ إلا الجنة أو النار)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اپنے بڑھاپے سے قبل اپنی جوانی کو، اپنی بیماری سے قبل اپنی تندرستی کو، اپنی فقیری سے قبل اپنی امیری کو، اپنی مشغولیت سے قبل اپنی فراغت کو اور اپنی موت سے قبل اپنی زندگی کو، اس دنیا سے نکل جانے کے بعد کوئی ملامت کرنے والا نہیں ملے گا اور اس دنیا کے بعد جنت و دوزخ کے سوا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ملے گا۔[1] (مستدرک حاکم)

ہر وہ شخص سن لے جس کی عمر کا بہت کم حصہ باقی رہ گیا ہے جسے کچھ پتہ نہیں کہ کب یہاں سے رخصت ہو جائے، جو اپنی سانسوں کو گن رہا ہے۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اسکے لئے تیاری کرلو، دن گزرنے سے قبل ہی اس سے فائدہ اٹھالو، تمہارے لئے سب سے قیمتی تمہاری جان ہے چنانچہ اسے ہلاکت میں مت ڈالو، صحیح مسلم میں ہے :(عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:..... كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا)

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:.... ہر ایک آدمی (بھلا ہو یا برا) صبح کو اُٹھتا ہے یا پھر اپنے تئیں آزاد کرتا ہے (نیک کام کر کے اللہ کے عذاب سے) یا (برے کام کر کے) اپنے آپ کو تباہ کرتا ہے۔[2] (صحیح مسلم)

اے وہ شخص جسے محرومی نے بیٹھا رکھا ہے، گناہوں نے کاہل بنا دیا ہے، کتنے سال تم نے گنوا دیئے، اور انہیں لہو ولعب اور سونے میں بتا دیئے۔ کتنے قبیح امور کا تم نے ارتکاب کیا، کتنے ناصحین سے تم نے اعراض کیا، کتنی نمازوں کو تم نے ترک کیا، کتنی نظر بازی کی، کتنے حقوق تم نے ضائع کئے، کتنے منہیات کا تم نے ارتکاب کیا، کتنے شر وفتن تم نے پھیلا دیئے اور موت کو بھلا بیٹھے؟ یہ وہ وقت ہوگا جب تمہاری زبان بوجھل ہو جائے گی، دونوں ہاتھ شل ہو جائیں گے، آنکھیں پتھرا جائیں گی، تمہارے گھر والے اور پاس پڑوس کے لوگ تم پر روئیں گے، تم اس حالت نزع کو بھی بھول بیٹھے جس وقت تمہاری روح نکالی جائیگی، جس وقت کرب کا عالم ہوگا، تم آہیں بھر رہے ہوگے، تمہارے بدن کا رنگ بدل چکا ہوگا، تمہاری پیشانی عرق آلود ہوگی، دیکھو یہ رسول اکرم ﷺ ہیں اللہ کے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مکرم بندہ نہیں کیونکہ آپ اللہ کے خلیل اور چنندہ بندے تھے، جس وقت آپ کی وفات ہوتی ہے، آپ کے سامنے ایک گھڑے میں پانی بھرا ہوتا ہے، آپ اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈالتے ہیں پھر اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو پوچھتے ہیں اور فرماتے ہیں: لا إله الا الله إن للموت سكرات.. جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اللہ کے بندو! کہاں ہیں وہ لوگ جن کے ساتھ ہم نے ایک لمبا وقت گزارا تھا، جن کے ساتھ ہم پیار ومحبت سے ملا کرتے تھے، کتنے احباب کو کھو چکے ہیں، کتنے اعزاء واقارب کو ہم اپنے ہاتھوں سے دفن کر چکے ہیں، کیا موت نے کبھی کسی مریض پر رحم کیا اسکی کمزور حالت کو دیکھ کر؟ کیا کسی شخص کو بخش دیا اسکے بچوں پر رحم کر کے کہ یہی ان کیلئے کمانے والا ہے؟ کیا کسی گھر کے ذمیدار کو معاف کر دیا گھر والوں پر رحم کرتے ہوئے؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو پچھلے سال ہمارے ساتھ ہوا کرتے تھے؟ ان کے پاس لذتوں کو مٹانے والی، شہوات کو توڑنے والی اور

1) مستدرک حاکم: 4/341۔
2) صحیح مسلم: 223۔

گروپوں کو منتشر کرنے والی یعنی ان کے پاس آئی اور ان سے مجلسوں اور مسجدوں کو خالی کرا دیا، انہیں اب آپ قبروں میں اندھے منہ پڑے سے دیکھو گے، وہاں ان کا کوئی پرسان حال نہیں پاؤ گے اور نہ تو وہ اپنے لئے کسی نفع نقصان کے مالک ہوں گے، وہ اب اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جس دن قومیں اپنے رب کو پکاریں گی، ساری مخلوق جس دن میدان محشر میں جمع ہوگی، جس دن کی ہولناکی سے کندھے ہل رہے ہوں گے، آنکھیں آنسو بہا رہی ہوں گی اور دل حساب وکتاب کے خوف سے پھٹ رہے ہوں گے۔

اے وہ شخص جس پر سال بسال گزرتے جا رہے ہیں اور وہ غفلت کی نیند میں سویا ہوا ہے، اے وہ شخص جس پر سال بسال گزرتے جا رہے ہیں اور وہ گناہوں کے دریا میں غرق ہے، رب کے واسطے بتاؤ آخر تم نے اپنی توبہ کس دن کیلئے مؤخر کر دی ہے؟ اور کس سال کیلئے تم نے اپنے رجوع بچا کر رکھا ہے؟ اگلے سال کیلئے یا یہ سال گزرنے کے بعد، تمہارے لئے تو پوری زندگی بھی کافی نہیں ہے کیونکہ تمہیں تقدیر کا علم نہیں اس لئے لیت ولعل کو چھوڑ کر توبہ کیلئے جلدی کرو، اور اپنے دل کی اصلاح کرلو قبل اس کے کہ مکمل طور سے بگڑ جائے، اور اپنی عمر پر پہرہ بٹھا کر رکھو اور کوزہ زدہ شخص سے ویسے ہی دور بھاگو جیسے تم شیر سے دور بھاگتے ہو، رحلت کا وقت قریب ہے، عمر ایک امانت ہے، جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا، سنن ترمذی میں آیا ہے: (عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ ")

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا، اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے سلسلے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا"۔[1] (سنن ترمذی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں شرمندہ نہیں ہوا کسی چیز پر اس دن سے زیادہ جس دن کا سورج ڈوب گیا اور جس سے میری عمر میں کمی ہو جاتی ہے مگر میرے عمل میں اضافہ نہیں ہوتا۔

مسلمانو! کل کے گزرنے پر کہاں گئیں حسرتیں؟! مردوں کے دفنانے پر کہاں گئے آنسو؟ کہاں ہے تیاری اس دن کیلئے جب سورج تمہارے بالکل قریب آچکا ہوگا؟! اپنے رب سے توبہ کرو قبل اس کے کہ ساری چیزیں منہدم ہو جائیں، سب کچھ مکدر ہو جائے اور زندگی سے امید کی ڈور ٹوٹ جائے اور قبل اس کے کہ مکانوں سے مکین خالی ہو جائیں، گھر تباہ ہو جائیں، گھنٹوں، ایام اور سالوں کے گزرنے کو غنیمت سمجھو، تم میں سے ہر کوئی اپنا محاسبہ کرے، یقیناً سعادت مند ہے وہ شخص جس نے اسے سمجھا اور اپنا محاسبہ کرلیا اور کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اسکی متابعت کی اور اسکی سرزنش کی۔ آؤ اس دیار کی طرف جہاں کے مکین کبھی مرتے نہیں جہاں کی عمارتیں کبھی گرتی نہیں جہاں کے لوگ کبھی بوڑھے نہیں ہوتے، جہاں کا حسن کبھی ختم نہیں ہوتا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: (مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا

---

1) سنن ترمذی: 2416۔

يَفْنَى شَبَابُهُ)
جوشخص جنت میں جائے گا چین سے رہے گا بے غم رہے گا، نہ کبھی اس کے کپڑے گلیں گے، نہ جوانی اس کی ختم ہوگی۔"(یعنی سدا جوان ہی رہے گا کبھی بوڑھا نہ ہوگا)۔[1] (صحیح مسلم)

اللہ کے بندے! اپنی عمر سے فائدہ اٹھا لہو ولعب کو کنارے لگا دے، رات میں اٹھ کر رب سے مناجات کر، اللہ سے توبہ کر، صحیح مسلم کے اندر آیا ہے:(عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بیشک اللہ عزت اور بزرگی والا اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے رات کو تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور ہاتھ پھیلاتا ہے دن کو تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرے یہاں تک کہ آفتاب نکلے پچھم سے۔[2] (صحیح مسلم)

جو ایام باقی ہیں ان میں نیکی کما لو تاکہ ماضی کے گناہوں کو بخش دیا جائے کیونکہ اگر اگلی زندگی میں برائی کیا تو ماضی اور مستقبل سب کا محاسبہ ہوگا ،ارشاد باری تعالی ہے :{ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ * فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ * فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا * وَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا * وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ * فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا * وَيَصْلَى سَعِيرًا * إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا * إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ * بَلَى إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا }

اے انسان! بے شک تو مشقت کرتے کرتے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے، سخت مشقت، پھر اس سے ملنے والا ہے۔ پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔ اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔ [سورۃ انشقاق:6-15]

مسلمانو! یقیناً ایام لپیٹ دیے جائیں گے، عمریں فنا ہو جائیں گی، بدن سوکھ جائیں گے، نیک بخت وہی ہوگا جس کی عمر لمبی ہوگی اور اس کا عمل اچھا ہوگا اور بدبخت وہ ہوگا جسکی عمر لمبی ہوگی اور اسکا عمل برا ہوگا، سنن ترمذی میں ہے:(عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: " مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ " قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: " مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ ")

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے بہتر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا:"جس کی عمر لمبی ہو اور عمل نیک ہو"، اس آدمی نے پھر پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بدتر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا:"جس کی عمر لمبی ہو اور عمل

---

1) صحیح مسلم:2836۔
2) صحیح مسلم:2759۔

براہو"۔[1] (سنن ترمذی)

لہذا آخرت دانے بنو دنیا والے نہ بنو کیونکہ آج عمل کادن ہے کوئی حساب وکتاب نہیں، اور کل صرف حساب وکتاب ہوگا کوئی عمل نہیں، اور اعمال کادارومدار خاتمے پر ہے، اور آدمی انہیں چیزوں پر مرتا ہے جن پر وہ جیتا ہے، اور جن چیزوں پر مرے گا انہیں پر کل اٹھایا جائے گا، صحیح مسلم میں ہے: عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ فرماتے تھے: "ہر بندہ قیامت کے دن اس حالت پر اٹھے گا جس حالت میں مرا تھا۔" (یعنی کفر یا ایمان پر تو اعتبار خاتمہ کا ہے اور آخری وقت کی نیت کا ہے)۔

مسلمانو! توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اور توبہ کرنے والوں کے قافلے صبح وشام آرہے ہیں، لہذا تم بھی توبہ کرنے میں جلدی کرو قبل اس کے کہ موت آجائے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ [سورۂ تحریم:8]

{وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ}

اورتم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ [سورۂ نور:31]

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) سنن ترمذی:2330۔

# دعاء کی فضیلت اور اس کے آداب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

8/1/1423ھ

## تخلیق وتدبیر کائنات:

مسلمانو! زمین وآسمان میں کوئی بھی کام اللہ کی قضاء وقدر اور منشاء ومرضی کے بغیر سرانجام نہیں ہو پاتا اور نہ ہی کوئی اچھا و پسندیدہ یا برا ناپسندیدہ وقوع پذیر ہوتا ہے سوائے اللہ کی مشیت ومرضی کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ [49] وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾

"ہم نے ہر چیز اندازہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم تو پلک جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔" (القمر:49-50)

اللہ ہی تمام امور کی تدبیر وانتظام کرتا ہے اور وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾

"اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اتنا اونچا بنایا، پھر عرش پر جلوہ نما و رونق افروز ہوا اور سورج و چاند کو کام میں لگا یا ہر ایک، ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے، (اس طرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے روبرو جانے کا یقین کرو۔" (الرعد:2)

## اسباب سعادت وشقاوت:

اللہ نے سعادت وخوشی کے لیے کچھ اسباب متعین فرمائے اور شقاوت و بدبختی کے بھی اسباب و ذرائع مقرر فرمائے اور مسببات کو اسباب پر مرتب فرمایا، اسی نے اسباب پیدا کئے اور اسی نے ہی اسباب کے آثار کی تخلیق فرمائی، اس کی مشیت وارادے کو دوسری کوئی چیز مجبور نہیں کر سکتی. وہ چاہے تو کسی چیز کو بلا سبب بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ﴾

"وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے۔" (البروج:16)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

"دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی ہی برکتوں والا ہے۔" (الاعراف:54)

## اللہ کے یہاں معزز:

دعاء اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے۔ اللہ نے یہ خیر وبھلائی کے حصول اور شر و برائی کے دفعیہ کے لیے مشروع فرمائی ہے۔ دعاء خیرات و برکات کے حصول کا عظیم ذریعہ اور مصائب ومشکلات کے دفعیہ کا ایک بڑا سبب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لَا

يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ "(ترمذی)

"تقدیر سے کوئی احتیاط و تدبیر نجات نہیں دے سکتی البتہ دعاء وہ ہتھیار ہے جو ان مصائب کے لیے بھی مفید ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان بلاؤں کے لیے فائدہ مند ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئیں۔"[1]

## جالب خیر اور دافع شر:

دعاء خود تقدیر میں سے ہے اور یہ ان اسباب میں سے ہے جو ہر خیر کو لانے والی اور ہر شر کو بھگانے والی ہیں اور اللہ تعالی نے بکثرت آیات میں اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ وہ دعاء کریں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

"اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر کنی کتراتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔" (المومن:60)

## حقیقت دعاء:

اور دعاء کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام ضرورتوں کو پورا کروانے کے لیے اللہ تعالی کی طرف رغبت کی جائے، اسی طرح مصائب و مشکلات کے دور کرنے اور دنیوی و اخروی شرور و مکروہات کو ہٹانے کے لیے صرف اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جائے۔ اور دعاء کے ذریعے اللہ رب العالمین کی عبادت بھی ہوتی ہے کیونکہ دعاء اللہ کے ساتھ قلبی تعلق اور اسی کی خالص رضاء جوئی و اخلاص کو شامل ہوتی ہے اور اس میں کسی غیر اللہ کی طرف التفات و توجہ نہ دینا بھی شامل ہوتا ہے کہ کوئی بھی نفع حاصل کرنے یا نقصان و ضرر کو دور کرنے کے لیے صرف اسی کی چوکھٹ پر سر رکھا جائے اور کسی دوسرے کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا جائے۔

دعاء اس بات کے یقین کو بھی شامل ہوتی ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ بہت ہی علم والا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا، زندہ قائم و دائم سخی و کریم، احسان کرنے والا اور سدا نوازنے والا ہے۔ اس کے جود و کرم کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی اس کا احسان و نوازشیں کبھی ختم ہونے والی ہیں۔ ان اور ایسی ہی دیگر عظیم صفات کی وجہ سے صرف اللہ تعالی ہی سے امیدیں باندھی جاتی ہیں، اسے ہی پکارا جاتا ہے اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چاہے ان کی کتنی زبانیں ہیں وہ سب اسی سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔

## دعاء: ایک عبادت:

دعاء میں بندے کا اپنے رب کے دروازے کا فقیر ہونا اور اپنے رب کی طرف مجبور ہونا بھی شامل ہوتا ہے اور یہ سب در اصل عبادت ہیں۔

دعاء کی شان بہت بلند ہے اور اس کے آثار بہت عظیم القدر ہیں، یہی وجہ ہے کہ دعاء کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی

---

1) ترمذی، حدیث:2139۔

میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"

"دعاء عبادت ہے۔"[1] (ابوداؤد، ترمذی۔ حسن صحیح)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"

"دعاء عبادت کا مغز (اصل) ہے۔"[2] (ترمذی)

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ليس شيءٌ أكرم على الله من الدعاء)

اللہ کے نزدیک دعاء سے زیادہ مکرم چیز اور کوئی نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعاء ایک عبادت ہے تو یہ صرف اللہ تعالی سے ہی ہونی چاہیئے۔ اللہ کے سوا کسی مقرب فرشتے، کسی مرسل نبی، کسی ولی اور کسی جن کو نہیں پکارا جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔" (الجن:18)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾

"اور وہ (بھی اللہ کے بندے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔" (الفرقان:68)

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوقات میں سے کسی نبی، فرشتے، ولی، جن، صاحب مزار، کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو پکارا وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گیا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾

"جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کافر فلاح و استکاری نہیں پائیں گے۔" (المومنون:117)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ [106] وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

"اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اسی کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم سے کوئی بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (یونس:106-107) اور ارشاد

1) ترمذی، حدیث:3372۔

2) ترمذی، حدیث:3371۔

باری تعالی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ[40] قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾

"اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتے سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا اولی دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کی عبادت کیا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔" (سبا:40-41)

## ہر وقت، ہر چیز کے لیے دعاء:

اللہ والو! بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی دعاء کرنے پر مجبور ہے تاکہ وہ اس خیر کو پا سکے جو اسے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے اور اس شر و مکروہ چیز کو دور کر سکے جو دنیا و آخرت میں اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ جو شخص دعاء کرنے کی توفیق پا گیا اس کے لیے، اللہ نے عظیم خیر و بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ پس اسے چاہیے کہ وہ دعاء کرنے کو لازم پکڑ لے، اور مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے رب سے وہ ہر چھوٹی و بڑی چیز مانگے جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ"

"تم میں سے ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنے رب سے اپنی ہر حاجت طلب کرے حتی کہ جوتے کا تسمہ بھی اسی سے مانگے۔"[1] (ترمذی)

اگر مسلمان اللہ کی ہر نعمت اور چھوٹی بڑی ہر چیز پر غور و فکر کرے تو اسے یقینا معلوم ہو جائے گا کہ ان چیزوں کو ایجاد کرنے کی اس میں کوئی طاقت نہیں تھی اور اگر اللہ تعالی اسے یہ نعمتیں اپنے فضل و کرم سے عطا نہ کرتا تو اس میں انہیں پانے اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوئی طاقت نہ تھی۔

جس نے دعاء کو معمولی سمجھا اور اس کی قدر نہ کی اس نے خیر عظیم سے اپنے حصے کو بہت ہی کم کر لیا اور جس قدر بھی اس نے دعاء کم کی اسی قدر زیادہ اسے شر پہنچنے لگے گا۔

## دعاء اور اس کی قبولیت:

اے مسلمان! یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ دعاء کے ساتھ ہی اس کی قبولیت بھی جڑی ہوئی ہے، چاہے وہ اسی وقت قبول ہو جائے یا کچھ عرصہ کے بعد قبول ہو لیکن وہ رائیگاں نہیں جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے دعاء کی فکر ہے، میں اس کی قبولیت کی فکر نہیں کرتا، جب مجھے دعاء کرنا ہو تو اس کی قبولیت بھی ہو جائے گی۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللهَ تَعَالَى بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُكْثِرُ. قَالَ: اللهُ أَكْثَرُ"

"اس روئے زمین پر جو بھی مسلمان ہے وہ جو بھی دعاء کرے اللہ اسے اس کی حاجت مہیا کر دیتا ہے یا اس کی دعاء کے بقدر اس سے کوئی شر و

1) ترمذی، حدیث: 3604۔

برائی دور کر دیتا ہے بشرط یہ ہے کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے۔صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: تب تو ہم بکثرت دعائیں کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تو اس سے بھی زیادہ سننے ماننے اور دینے والا ہے۔"[1] (ترمذی حسن صحیح)

امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ اضافی کلمات بھی روایت کئے ہیں:

"یا پھر اللہ اس دعاء کرنے والے بندے کے لیے اس کی دعاء کے بقدر اجر وثواب لکھ دیتا ہے۔" (یعنی آخرت میں)

## دعاء اور تعلق باللہ:

اے مسلمان! ہمیشہ دعاء کرتے رہیں۔اللہ کے ساتھ اپنے دل کے ناطے جوڑیں رکھیں اور اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع ورغبت رکھیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اگر کوئی کام کرنا چاہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے اور اسے اپنی قدرت و مشیت سے پیدا فرما دیتا ہے۔

## اسلام و اہل اسلام کے لیے دعائیں:

اور اپنی دعاؤں میں اسلام اور مسلمانوں کو بھی شامل کریں مسلمانوں کے آئمہ وقائدین اور عوام الناس کے لیے بھی دعائیں کریں اور یہ دعائیں کریں کہ اللہ اسلام کو عزت سے نوازے اور دنیا میں کہیں بھی بسنے والے اہل اسلام مسلمانوں کو عزت بخشے اور اللہ تعالی اسلام اور اہل اسلام کو ہر جگہ پر محفوظ رکھے اور دشمنان اسلام کو ذلیل ورسوا کرے، ان کے شر کو رد کر کے اور ان کی سازشوں کا قلع قمع کرے اور ان کے مکرو فریب کے بچھائے ہوئے جالوں کا ستیاناس کرے۔ایسی دعائیں آج کے دور میں خاص طور پر کرنی چاہیں کیونکہ دور حاضر میں مسلمانوں کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا ہے، ان کے غم اور پریشانی بہت بڑھ چکی ہیں اور وہ ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں جس سے انہیں اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کے مطابق دعائیں کرنی چاہیں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا تھا: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

"پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی بخشش طلب کرو۔" (محمد:19)

اور حدیث شریف میں ہے: "جو مسلمانوں کے حالات میں دلچسپی نہیں لیتا اور انہیں سنوارنے کا اہتمام نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں ہے۔"

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [55] وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

(لوگو) اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کھاتے ہوئے اور اس سے امیدیں رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے

1) ترمذی، حدیث: 3573۔

قریب ہے۔" (الاعراف:55-56)

## اخلاص و دلی توجہ سے دعاء:

اللہ کے بندو! بندے کا اخلاص اور دلی توجہ کے ساتھ دعاء کرنا اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

"اور (اے نبی ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دیں کہ میں تو تمہارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں تو انہیں چاہیئے کہ حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔" (البقرہ:186)

اور ارشادِ الہی ہے:﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

"اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔" (المومن:14)

## جامع دعائیں:

مسلمان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایسی دعائیں اختیار کرے جو جامع قسم کی ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوَى ذَلِكَ)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جامع دعائیں پسند فرماتے اور جو دعا جامع نہ ہوتی اسے چھوڑ دیتے۔" (ابو داؤد باسناد جید)

## مسنون دعائیں:

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ماثور و مسنون دعائیں حسب استطاعت زبانی یاد کرلیں۔ نبی اکرم ﷺ سے ہر حال اور ہر حاجت کی دعاء اور ذکر مروی ہے۔

## پہلے عمل صالح پھر دعاء:

دعاء سے پہلے مستحب یہ ہے کہ بندہ کوئی عمل صالح پیش کرے اور اللہ کی ان کلمات سے حمد ثناء بیان کرے جن سے خود اس نے اپنی حمد و ثناء بیان فرمائی ہے اور پھر نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور اس کے بعد دعاء کرے کیونکہ نبی ﷺ پر درود بھیجنے تک دعاء زمین و آسمان کے مابین لٹکتی رہتی ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

## اسماء حسنی سے توسل:

دعاء میں اللہ تعالی کے اسماء حسنی سے توسل کرے خصوصا اسماء حسنی میں سے وہ نام لے جو بندے کی حاجت کے مناسب حال ہو جیسا کہ اس کا طریقہ سکھلاتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

"اور (اللہ سے یہ کہتے ہوئے) دعاء کرو کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو نہایت رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔" (المومنون:118)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور ہمیں رزق عطا فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔" (سورہ مائدہ:114)

## اوقات قبولیت دعاء:

اور یہ بھی مستحب ہے کہ بندہ دعاء کے لیے ان اوقات کو تلاش کرے جن میں دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ رات کا آخری تہائی حصہ، آذان و اقامت کا درمیانی وقت، بارش نازل ہونے کے دوران، نمازوں کے آخر میں، بیت اللہ شریف کو دیکھنے پر اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑی وغیرہ میں دعائیں کریں۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين)

# اصول معاشیات شرعی پیمانے پر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین آل الشیخ حفظہ اللہ
15/1/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! یقیناً مذہب اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں واضح رہنمائی فرمائی ہے۔ کوئی ایسا گوشہ نہیں ہوگا جس میں کوئی خبر یا حکم موجود نہ ہو، نصوص وحی کی روشنی میں ہر میدان کے اندر واضح پیغام موجود ہے۔ تعمیری پہلو ہو یا اسلامی، تکوینی گوشہ ہو یا علمی ہر پیمانے پر اسلامی احکام اور اصول موجود ہیں۔ گویا انسانی سماج کا ہر گوشہ اسلامی رہنمائی سے محروم نہیں ہے، بلکہ مکمل ربانی جامع اصول کی روشنی میں رہنمائی پائی جاتی ہے۔ جہاں اتحاد کی دعوت ہے نہ کہ انتشار کی تعمیر ہے نہ کہ تخریب، سعادت مندی ہے نہ کہ بدبختی، اصلاح ہے نہ کہ بگاڑ، جہاں بلند مقاصد اور اعلی اہداف کی طرف دعوت ہے، ارشاد ربانی ہے: {مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ}

ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔ [سورۂ انعام: 38]

مزید ارشاد ہے: {وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ}

اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔ [سورۂ نحل: 89]

اور شریعت اسلامیہ نے انسانی زندگی کے جن گوشوں پر خصوصی دھیان دیا ہے ان میں سے اقتصادی پہلو بھی ہے جسے ٹھوس بنیادوں، اعلی اقدار اور بلند مقاصد پر قائم کیا ہے، قرآن نے اس کے اصولوں کو بیان کیا ہے، سنت رسول نے اس کے قواعد کو واضح کیا ہے، کتاب وسنت کے نصوص میں غور وفکر کرنے والا پائے گا کہ دین اسلام مال کے حصول میں کس طرح بہتر رہنمائی کرتا ہے، کہ اسے مباح اور حلال طریقوں سے کمایا جائے، جس میں دین اسلام کے اصولوں کی نہ مخالفت ہو اور نہ ہی اسلامی اخلاقی اقدار سے متصادم ہو، ارشاد باری تعالی ہے: {فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ}

پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو۔ [سورۂ جمعہ: 9]

مزید ارشاد ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ} [سورۂ نساء: 29]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو۔

اس بارے میں احادیث نبویہ کے اندر بھی بہترین توجیہ موجود ہے، ارشاد نبوی ہے: (لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ)

قیامت کے دن کسی بھی بندے کا قدم اس وقت تک ہل نہیں سکتا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے، انہیں

میں سے مال کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟۔[1] (سنن ترمذی)

مزید ارشاد نبوی ہے: (إِنَّهُ لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ)

ہر گوشت کا ٹکڑا جو سود سے پرورش پایا تو اسکے لئے دوزخ ہی بہتر جگہ ہے۔[2] (سنن ترمذی)

اسلامی اقتصاد کی خصوصیات میں سے ہے کہ یہ عقیدہ و اخلاق سے جڑا ہوتا ہے۔ اسلام کے اندر اقتصاد کو دین و اخلاق سے جوڑ دیا جاتا ہے تا کہ اس میدان میں کام کرنے والے اخلاق کریمہ اور خصال حمیدہ کے حامل ہوں۔

اس میدان میں اگر آپ دین اسلام کی عظمت اور اس کی خصوصیات، اسکے نظام و قانون کا پتہ لگانا چاہیں گے تو شمار نہیں کرسکیں گے یہاں پر کچھ اصول اور قواعد نیز خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں تا کہ اسلام کی فضیلت اور اہمیت کا پتہ چل سکے:

**پہلا اصول:** معاملات میں سچائی اور امانت داری، یہ دونوں صفتیں ایک مومن کے اندر عمومی طور پر پائی جاتی ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ}

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے بندوں کے ساتھ رہو۔ [سورۃ توبہ: 119]

مزید ارشاد ہے: {إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا}

بیشک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اہل حق کو ادا کردی جائیں۔ [سورۃ نساء: 58]

یہ دونوں صفتیں بطور خاص معاملات میں کچھ زیادہ ہی مطلوب ہیں، ارشاد نبوی ہے: (التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ)

ایک سچا امانت دار تاجر نبیوں، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔[3] (سنن ترمذی)

اور صحیحین کے اندر آیا ہے: (فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا)

اگر ان دونوں نے خرید و فروخت کے اندر سچائی اور صفائی سے کام لیا تو برکت ڈال دی جائے گی، اور اگر جھوٹ سے کام لیا تو برکت ختم کردی جائے گی۔[4] (صحیح بخاری)

اور سچائی جس طرح مسلمانوں کے ساتھ ضروری ہے اسی طرح غیر مسلموں کے ساتھ بھی ضروری ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے بیع و فروخت اور اپنے تمام معاملات میں سچائی کو لازم پکڑا تو اس کا یہ اثر رہا کہ دین اسلام میں بہت سے لوگ جوق درجوق داخل ہوتے رہے یہاں تک کہ بعض علاقے ایسے پائے گئے کہ پورا کا پورا علاقہ مسلمان ہوگیا۔

اور امانت داری ایسی صفت ہے کہ ایک مسلمان اسے ہر حال میں لازم پکڑتا ہے چاہے ایک مسلمان کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ، دوست اور

---

1) سنن ترمذی: 2417۔
2) سنن ترمذی: 614۔
3) سنن ترمذی: 1209۔
4) صحیح بخاری: 2079۔

امانت داری ایسی صفت ہے کہ ایک مسلمان اسے ہر حال میں لازم پکڑتا ہے چاہے ایک مسلمان کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ، دوست کے ساتھ ہو یا دشمن کے ساتھ، ارشادِ نبوی ہے: (أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ)

جس نے بھی آپ کو امانت سونپی ہے اسے ادا کردو، تم کبھی خیانت نہ کرو اس شخص کے ساتھ بھی جس نے آپ کے ساتھ خیانت کی ہو۔[1]

**دوسرا اصول:** بیع وفروخت اور تمام معاملات میں تسامح اور نرمی اختیار کرنا، ارشادِ نبوی ہے: (رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمْحًا، إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى)

ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔[2] (صحیح بخاری)

یہ تسامح اور نرمی کا اصول بہت ساری صورتوں میں نمائندگی کرتا ہے جیسے تنگ دست مقروض کے قرضے کی ادئیگی میں مہلت دینا بلکہ اسکے ساتھ معاملات میں حتی الامکان نرمی برتنا، کیونکہ ارشادِ باری تعالی ہے: {وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ}

اور اگر وہ تنگ دست ہو تو خوشحالی تک ڈھیل دے دینا۔ [سورۃ بقرہ:280]

اور صحیح بخاری کے اندر آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أُتِيَ اللَّهُ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَقَالَ لَهُ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا، قَالَ: يَا رَبِّ، آتَيْتَنِي مَالَكَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، فَقَالَ اللَّهُ: أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ، تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي)

اللہ عزوجل کے پاس اس کا ایک بندہ لایا گیا جس کو اس نے مال دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور اللہ سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔ بندے نے کہا: اے میرے مالک! تو نے اپنا مال مجھ کو دیا تھا میں لوگوں کے ہاتھ بیچتا تھا اور میری عادت تھی درگزر کرنے کی (اور معاف کرنے کی) تو میں آسانی کرتا تھا مالدار پر اور مہلت دیتا تھا نادار کو۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر میں تو زیادہ لائق ہوں معاف کرنے کے لیے تجھ سے، درگزر کرو میرے بندے سے۔[3] (صحیح بخاری)

اسی میں سے یہ بھی ہے کہ بھاؤ کو ختم کردیا جائے یعنی اگر خریدار اس میں رغبت نہیں رکھتا ہے تو اس بیع کو فسخ کرسکتا ہے، ارشادِ نبوی ہے: (مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ)

جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کرلے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کردے گا۔[4] (سنن ابی داود)

اس کی تشریح یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی سے کوئی سامان خریدا، مگر اس کو اس سامان کی ضرورت ختم ہوگئی یا کسی وجہ سے اس خرید پر اس کو پچھتاوا ہوگیا، اور خریدا ہوا سامان واپس کردینا چاہا تو بائع نے سامان واپس کرلیا، تو گویا اس نے ایک مسلمان پر احسان کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اس پر احسان کرے گا۔

---

1) سنن ابی داود:3535۔
2) صحیح بخاری:2076۔
3) صحیح بخاری:2077۔
4) سنن ابی داود:3460۔

**تیسرا اصول:** آپسی لین دین اور تمام معاملات میں باہمی رضامندی کا ہونا، چنانچہ اسلام نے کسی بھی عقد کی صحت کیلئے رضامندی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، اور اس طرح کے مالی تصرفات میں طرفین کو اختیار دیا گیا ہے تاکہ کسی کو مجبور نہ کیا جائے یا کسی کے دلی خواہش کے بغیر اسکے مال سے کچھ نہ لے لیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے: {إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ}

**تیسرا اصول:** آپسی لین دین اور تمام معاملات میں باہمی رضامندی کا ہونا، چنانچہ اسلام نے کسی بھی عقد کی صحت کیلئے رضامندی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، اور اس طرح کے مالی تصرفات میں طرفین کو اختیار دیا گیا ہے تاکہ کسی کو مجبور نہ کیا جائے یا کسی کے دلی خواہش کے بغیر اسکے مال سے کچھ نہ لے لیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے: {إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ}

مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو۔ [سورۃ نساء:29]

اور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: (إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ)

یقینا بیع وفروخت آپسی رضامندی کے ساتھ ہے۔[1] (سنن ابن ماجہ)

معلوم رہے اسلام کے اندر اموال کی بھی حرمت ہے، چنانچہ یہ بھی ضرورات خمسہ میں سے ہے جن کی حفاظت کی ضمانت اسلام نے لی ہے۔

ارشاد نبوی ہے: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ إِلَّا بِطِيبَةِ نَفْسِهِ)

کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی لاٹھی اسکی خوش دلی کے بنا لے لے۔[2] (مسند البزار)

مزید فرمایا: (لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ)

کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان بھائی کا مال اسکی خوش دلی کے بغیر لے لے۔[3] (مسند ابی یعلی)

اسی اصول کے پیش نظر اسلام نے ان تمام معاملات کو حرام کر دیا ہے جو ظلم پر مبنی ہو، اس کی واضح مثال قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کی حرمت ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)

(قرض ادا کرنے میں) مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔[4] (صحیح بخاری)

اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا: (لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ)

قرض ادا کرنے میں مالدار کے ٹال مٹول کرنے سے اس کی عزت اور اس کی سزا حلال ہو جاتی ہے۔[5] (سنن ابی داود)

مزید آپ ﷺ نے مزید فرمایا: (مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ)

---

1) سنن ابن ماجہ: 2185۔

2) مسند البزار: 3717۔

3) مسند ابی یعلی: 1570۔

4) صحیح بخاری: 2287۔

5) سنن ابی داود: 3628۔

جوکوئی لوگوں کامال قرض کےطور پرادا کرنے کی نیت سے لیتا ہےتو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گااور جوکوئی نہ دینے کے لیے لے،تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔[1](صحیح بخاری)

اسی میں دھوکہ دہی اور فریب بھی آئے گااس کے تمام انواع واشکال کے ساتھ،جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:(وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)

جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[2](صحیح مسلم)

اورمزید فرمایا:(لا يحل لامرء مسلم يبيع سلعةً يعلم أن بها داءً إلا أخبر به)

کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسا سامان بیچے جس کے اندرکوئی خرابی ہواوراس کی اطلاع نہ دے۔(موطاامام مالک)

بلکہ اسلام نے ایسی بیع کا علاج بھی بتایا ہے کہ اگر غلطی سے ایسی خرید وفروخت ہو جائے تو خریدار کو اختیار حاصل ہے کہ خرابی کا علم ہونے کے بعد سامان کو واپس کر دے۔

اور اسی لئے شریعت محمدی کے اندر دھوکے والے معاملات میں عام اصول بنائے گئے ہیں،چنانچہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دھوکے والے معاملات سے منع کیا ہے۔دھوکے کا مطلب یہی ہے کہ خریدار خریداری کے بعد سامان سے خوش نہ ہو۔

اسلامی بھائیو!انہیں اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے ہراس معاملہ داری سے روک دیا ہے جس سے مواخات اورآپسی بھائی چارہ نیز مومنوں کے درمیان آپسی محبت کے منافی ہو،اوراس سے مسلمانوں کے مابین بغض وحسد کی بیج ڈالنے کا سبب ہو،یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک بیع پر دوسری بیع کو اور ایک بھاؤ پر دوسرے بھاؤ کو منع کر دیا ہے۔اسی طرح کسی بیع پر دام بڑھانے کو منع کر دیا ہے۔

مسلمانو!انہیں اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے محتاجوں کی ضرورت کے استغلال سے سختی کے ساتھ روکا ہے،چنانچہ رسول اکرم ﷺ ہمیشہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے پر لوگوں کو ابھارتے تھے،ارشاد نبوی ہے:(الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے،نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے،اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوتا ہے،جو اپنے کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے اللہ اس کی وجہ سے اس سے قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے گا۔[3](ترمذی وابوداؤد)

اسکے علاوہ مختلف بہانوں سے حاجت مندوں کی ضروریات زندگی کے استغلال سے بھی اسلام نے منع کر دیا ہے،اور یہ بالکل قطعی طور پر اسلامی اخلاق میں سے نہیں ہے،اسی وجہ سے اسلام نے جمع خوری سے منع کیا ہے۔ارشاد نبوی ہے:(مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ)

---

6)صحیح بخاری:2387۔

1)صحیح مسلم:101۔

2)ترمذی:1426۔

جوجمع خوری کرتاہے وہ گنہگار ہے۔[1] (صحیح مسلم)

اوراحتکار اور جمع خوری علمائے اسلام کی اصطلاح میں سامان کو روکے رکھنا جب کہ مارکیٹ میں اسکی شدید ضرورت ہوتا کہ اسکی قلت ہو جائے اسکی قیمت بڑھ جائے۔ارشاد باری تعالی ہے: {وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ}

اورلوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔[سورۃ اعراف:85]

اللہ کے بندو!انہیں اصولوں میں سے ایک احسان بھی ہے اوراحسان کااصول شریعت اسلامیہ کے اندرایک عام اصول ہے۔ارشاد باری تعالی ہے: {إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ}

بے شک اللہ عدل اوراحسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے،وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے،تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔[سورۃ نحل:90]

اورارشاد باری تعالی ہے: {وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ}

احسان کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[سورۃ بقرہ:195]

اقتصادی معاملات کے اصولوں میں سے صلح کی مشروعیت اور اس پر ابھارنا بھی ہے،ارشاد باری تعالی ہے: {وَالصُّلْحُ خَيْرٌ}

اور صلح بہتر ہے۔[سورۃ نساء:128]

اورارشاد نبوی ہے: (الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ, إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا, أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)

صلح مسلمان کے درمیان نافذ ہوگی سوائے ایسی صلح کے جو کسی حلال کو حرام کردے یا کسی حرام کو حلال۔[2] (ترمذی)

اوراحسان کے پہلو میں سے یہ بھی ہے کہ قرض کی ادائیگی میں بغیر کسی شرط کے بہتر طریقہ اپنایا جائے،ارشاد نبوی ہے: (إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)

بہتر تم میں وہ لوگ ہیں جو قرض اچھی طرح ادا کریں۔[3] (صحیح مسلم)

اوراحسان کے پہلو میں سے یہ بھی ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو خریداروں کے ساتھ رحم دلی اور شفقت کا حکم دیتا ہے،چنانچہ اسکے لئے مسلمانوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ سامان کو حتی المقدور سستے داموں میں فروخت کرو۔اور اسلام ایسی تعلیم دیتا ہے جس سے کسی بھی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔چنانچہ خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان سامان کی خرید وفروخت کیلئے کسی ثالث کا ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ ثالثی کی صورت میں سامان کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور بالآخر اسکا خمیازہ خریدار ہی کو بھگتنا پڑتا ہے،ارشاد نبوی ہے: (لَا يَبِعْ حَاضِرٌ

---

3) صحیح مسلم:1605۔

1) ترمذی:1652۔

2) صحیح مسلم:1602۔

لِبَادٍ) کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے۔[1] (صحیح مسلم)

یعنی بیچ میں کوئی ثالث نہ بنے جیسا کہ امام بخاری نے اسی پر باب باندھا ہے۔

اور احسان ہی کی صورت یہ بھی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (لَا تَلَقَّوْا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ)

جو مال باہر سے آرہا ہو اس سے آگے جا کر نہ ملے جب تک وہ بازار میں نہ آئے۔[2] (صحیح مسلم)

یعنی شہر سے باہر ہی جا کر مارکٹ آنے والوں سے سامان نہ خریدلو کہ انہیں لا کر تم بازار میں مہنگے داموں فروخت کرو کیونکہ اس سے سامان کی قیمت میں اضافہ ہو جائے گا جس کا نقصان خریدار کو اٹھانا پڑے گا۔

مسلمانو! اسلامی اقتصاد کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جس بھی کام کا سودا ہو چکا ہے اسے بہتر سے بہتر تیار کر کے دیا جائے۔ کیونکہ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو بھی حکم دیا ہے کہ ہر عمل کو بہتر اور اخلاص کے ساتھ کیا جائے، اور یہ ایک مسلمان کا اخلاق اور عادت ہے جس میں یہ ممتاز ہے، ارشاد نبوی ہے: (إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ)

بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے بہتر سے بہتر طریقے سے انجام دے۔[3] (طبرانی)

اسی طرح اسلام نے کام کرنے والوں کے حقوق کی ادائیگی بہتر طریقے سے کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اسلام کے اندر مزدوروں کے بھی اگر واجبات ہیں تو ان کے حقوق بھی ہیں، چاہے ان کا تعلق سماج کے عام افراد سے ہو یا حکومت کے افراد سے ہو۔ چنانچہ ان کے حقوق میں سے ہے کہ انہیں ایسے کام کا مکلف بنایا جائے جس کے کرنے کی اسے طاقت نہ ہو اسکا بوجھ نہ اٹھا سکے جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے: {لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا}

اللہ کسی کو کسی ایسی چیز کا مکلف نہیں بناتا جس کی اسے طاقت نہ ہو۔ [سورۃ بقرہ: 286]

اور ارشاد نبوی ہے: (جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیچے ان کو کر دیا (یعنی تمہارے ملک میں) تو کھلاؤ ان کو جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ ان کو جو تم پہنتے ہو اور مت تکلیف دو ان کو ان کی سکت سے زیادہ اگر ایسا کام لو تو تم بھی اس میں شریک ہو جاؤ۔[4] (متفق علیہ)

اللہ کے بندو! احسان ہی کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مزدور کے کام پورا کرتے ہی اسے پوری پوری اجرت دیدی جائے، ارشاد نبوی ہے: (أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ۔

مزدور کو اس کی اجرت دے دو قبل اس کے کہ اسکا پسینہ سوکھے۔[5] (ابن ماجہ)

---

3) صحیح مسلم: 1520۔
4) صحیح مسلم: 1517۔
1) طبرانی: 897۔
2) صحیح مسلم: 1661۔
3) ابن ماجہ: 2443۔

اور صحیح بخاری کے اندر ارشاد نبوی ہے: (ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ)

تین قسم کے لوگوں کا میں قیامت کے دن مخالف بن کر آؤں گا۔ اور جو رسول اللہ کا مخالف ہوگا وہ ضرور مغلوب ہوگا، انہیں تینوں میں اس شخص کا نام بھی لیا جس نے کسی کو اجرت پر رکھا اس سے پورا کام لیا مگر اجرت نہیں دی۔[4] (صحیح بخاری)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، ان عظیم اصولوں اور عمدہ توجیہات کی پابندی کرو تا کہ معاشرے میں محبت کا دور دورہ ہو اور خیر عام ہو۔

اللہ کے بندو! اسلامی نظام بنی نوع انسانیت کیلئے ایک عظیم نعمت ہے۔ جو سلامتی اور سعادت کا ضامن ہے۔ ہر خیر و بھلائی اور اطمینان و سکون کا روادار ہے۔ اس لئے امت مسلمہ پر واجب ہے کہ اس نعمت کو زندگی کے ہر گوشے میں لازم پکڑے، اور ہر معاملے میں اسے لاگو کرے، اسی میں اصلاح اور کامیابی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ}

اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ [سورۃ مائدہ:50]

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

4) صحیح بخاری:2270۔

# اسلام مسلمہ اصولوں اور ترقی کے دعووؤں کے بیچ میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

22/1/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

سب سے پہلے میں آپ کو اور خود کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ [سورۃ آل عمران:102]

یقیناً دین اسلام جسے اللہ تعالی نے آخری شریعت اور آسمانی رسالت کے طور پر بھیجا ہے اس کے اندر ثابت قدمی، عالمگیریت اور زمانے کے ساتھ چلنے کی صلاحیت موجود ہے اور یہی اس دین کا اعجاز ہے اور ہر زمان ومکان کیلئے اس کے مناسب اور لائق ہونے کی نشانی ہے۔

چنانچہ اس کے مسلمہ اصولوں میں سے جن کے اندر کوئی تبدیلی اور حذف و اضافہ نہیں ہوسکتا وہ ایمان وعقائد کے مسائل ہیں، صفات باری تعالی، فرشتے، جنت و دوزخ، آخرت، عذاب قبر اور ان کے علاوہ دیگر غیب کے مسائل میں مطلقاً کسی طرح کا اضافہ قابل قبول نہیں ہے۔

نمازوں کا تعلق چاہے وہ فرائض ہوں یا نوافل ان میں بھی کسی طرح کا اضافہ ممکن نہیں ہے، چنانچہ اس طرح کی عبادتوں میں جیسے نماز وروزہ، زکاۃ وحج وغیرہ میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح مسلمہ اصولوں میں سے جن میں یقینی طور پر کسی حذف و اضافے کا امکان نہیں ہے جادو، قتل نفس، زنا، سود خوری یتیم کا مال کھانا، پاکیزہ مومنہ خاتون پر الزام لگانا، چوری، غیبت اور چغلخوری کا تعلق انہیں میں سے ہے جن کے حرمت پر سب کا اجماع ہے۔

اسی طرح ان مسلمہ اصولوں میں جن کے اندر کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی سچائی، امانت داری، عفت و پاکبازی، صبر، وفاداری اور حیاء وغیرہ ہے جن کے فضائل پر سب کا اتفاق ہے۔

اسی لئے اسلام نے ایک پاکیزہ اور صاف سماج کے وجود اور جاہلیت کے تمام انحرافات کے خاتمے کا حریص ہے، اسی لئے اختلاط اور اسکے اسباب کو روکتا ہے، اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنے اور اس سے مصافحہ کرنے کو حرام ٹھہراتا ہے، نظر نیچی رکھنے پر ابھارتا ہے اور مسلم خاتون کو ایسے لباس کو اپنانے کا حکم دیتا ہے جو اس کے پورے بدن کو ڈھانپے رکھے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے خاندان اور سماج سے متعلق امور میں وہ قطعی احکام ہیں جو محکم نصوص سے ثابت ہیں جیسے طلاق کی اباحیت، تعدّد زوجات کا جواز، شوہر پر نفقہ کا واجب ہونا، خاندان پر اسکی قوامیت کو ثابت کرنا، اس لئے اب کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ طلاق کو کسی سے مقید کرے، تعدّد زوجات کو مقید کرے، اختلاط کی دعوت دے، آزادیٔ نسواں اور ترقی وروشن خیالی کے نام پر حجاب کو ترک کردے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے تربیت کے مبادیات، مناہج اور اسالیب بھی ہیں جو شریعت الہیہ سے ماخوذ ہیں، جس کی یہ شان ہے کہ ہر نئی

نسل کو ربانی منہج پر ڈھال دیتی ہے جس میں سعادت مندی کی ضمانت ہوتی ہے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ مرد عورت دونوں اسلام کے میزان میں دو ایسے بازو ہیں جن کے بغیر زندگی قائم ہی نہیں ہو سکتی، اور یہ زندگی اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب دونوں کے مابین اتفاق نہ ہو، چنانچہ اللہ تعالی نے عورت کو بالکل اسی مہم کیلئے پیدا کیا ہے جس مہم کے لیے مرد کو پیدا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ}

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ [سورۃ ذاریات:56]

اسلام کے قانون میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، چنانچہ اس پر بھی شرعی تکالیف کو بجالانے کی ذمہ داری ہے، اور اسکے لئے بھی جائز ہے کہ وہ بھی دنیا و آخرت کے علوم میں سے جو چاہے حاصل کرے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے مرد و عورت میں سے ہر ایک کو ایسے خصائص سے نوازا ہے جو ان کے مہم اور کاز کے مناسب ہے پھر دونوں کے مابین بہت سے مابہ الامتیاز فروق کر دیئے ہیں، چنانچہ ایک عورت اپنی جسمانی بناوٹ میں مرد سے بالکل مختلف ہے، اسی طرح عورت کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ بہت جلد متاثر ہوتی ہے، قبول کی صلاحیت زیادہ پائی جاتی ہے، نرم مزاجی اسکی فطرت میں ہے، حیاء اور شرم کا پتلا ہے، برداشت کا مادّہ کم ہے، سخت حالات کا سامنا کرنے کی صلاحیت بھی کم ہے، ان سب میں الہی حکمت پوشیدہ ہے تاکہ وہ زندگی میں اپنی فطرت کے مطابق اپنی ذمیداریاں ادا کرے اور باقی سخت ذمیداریاں مردوں کے لیے چھوڑ دے جیسا کہ شریعت، فطرت اور حکمت کا تقاضا ہے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلم معاشرہ اپنے عقائد وافکار، اقدار و اخلاق اور مبادیات و اصول ہر اعتبار سے غیر مسلم سماج سے ممتاز ہوتا ہے کیونکہ مسلم سماج کا مصدر، مقصد اور طریقہ سب الگ ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ اس بات کے شدت سے حریص تھے کہ مسلمان اپنے تمام معاملات میں غیروں سے ممتاز رہیں، اور مسلم سماج کا ممتاز ہونا ہی شرعی مقصود ہے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے یہ بھی ہے کہ دین اسلام کو مختلف خانوں میں بانٹا نہیں جاسکتا، بلکہ عقیدے، عبادت، اخلاق و معاملات اور آداب وارشادات ہر باب میں ربانی شریعت سے ہی لیں گے۔ اسلام مجرد عقیدے کا نام نہیں ہے جس میں عبادت اور عمل نہ ہو اور نہ ہی مجرد عبادت کا نام ہے جس میں اخلاق نہ ہو، اور نہ ہی محض اخلاق کا نام ہے جس میں عبادت نہ ہو، اور نہ ہی فقط عقیدہ و اخلاق اور عبادت کا نام ہے جو نظام حکمرانی سے خالی ہو۔

ہم امت مسلمہ کے اندر مسلمہ اصولوں پر گفتگو کر رہے ہیں ایسے زمانے میں جہاں مختلف علوم وفنون، مختلف مفاہیم اور تصورات کے اندر رائج ہیں، ایسے زمانے میں جس میں نئے پیش آمدہ مسائل آتے رہتے ہیں، ایسے زمانے میں جو ایک گلوبل ولیج یعنی ایک بستی کی طرح ہوگیا ہے، جس میں کوئی ایسی گھڑی اور لمحہ نہیں گزرتا ہے جس میں تجدید، ترقی یا تقدم کی بات نہ ہوتی ہو، بلکہ مسلمانوں کی زندگی میں بھی ترقی اور تجدید اہم مسائل بن چکے ہیں۔

ترقی اور تطور کا مطلب ایک زینے سے دوسرے زینے تک جانا ہے، قرآن کریم کے اندر ارشاد ہے: {وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ أَطۡوَارًا}

حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا۔ [سورۃ نوح: 14]

اور تطور لغت میں ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کو کہتے ہیں وہ چاہے بری حالت سے اچھی حالت کی طرف ہو یا اچھی حالت سے بری حالت کی طرف۔

لیکن موجودہ دور میں ترقی اور تطور کا مطلب صرف آگے کی طرف پڑھنا ہوگیا ہے جبکہ اسلام کے میزان میں تغیر و تطور کبھی اچھی حالت کی طرف ہوسکتی ہے تو کبھی بری حالت کی طرف بھی ہوسکتی ہے جیسے کہ انسانی جسم ہے۔ شروع میں اچھی حالت کی طرف بڑھتی ہے مگر نوجوانی کے بعد بری حالت کی طرف گامزن ہوجاتی ہے یہاں تک کہ بڑھاپے سے موت کے آغوش میں لیجا کر چھوڑ دیتی ہے۔

اللہ کے بندو! دین حق کبھی بھی کسی بھی ترقی اور تطور کا مخالف نہیں ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرے میں اور انسانیت کیلئے نفع بخش ہو، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ دین اسلام ہر اس علم وعمل اور حرکت پر ابھارتا ہے جو نفع بخش ہو، اسی لئے اسمیں کسی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آپ دیکھیں گے اسلام کے ابدی کتاب قرآن پاک کو کہ کس طرح آدم علیہ السلام کے قصے میں علم پر اور نوح علیہ السلام کے قصے میں کشتی سازی پر اور داؤد علیہ السلام کے قصے میں آہن گری پر گفتگو کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے قصے میں معاشیات پر اور ذوالقرنین کے قصے میں باندھ اور پل بنانے پر علمی بات کرتا ہے، اور رسول اکرم ﷺ خود اپنی زندگی میں لوگوں کے تجربات اور کاوشوں کا اعتراف کرتے ہیں جیسا کہ تابیر نخلہ والی روایت اس کی گواہ ہے جس میں آپ کہتے ہیں: (أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ)

تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات میں زیادہ جان کار ہو۔[1] (صحیح مسلم)

یہی دین اسلام ہے کہ جو زندگی کی دوڑ میں کبھی رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ اسے آگے بڑھانے میں مدد کرتا ہے۔

معاشرے کے اندر ترقی اور تطور اسی طریقے پر ہونا چاہیئے جو انسانیت کیلئے نفع بخش ہو اور جو ہر زمانے کیلئے یکساں ہو نیز رسول اکرم ﷺ نے جس سماج کی بنیاد رکھی تھی اسی کو نمونہ بنایا جائے، دین اسلام کے تمام تصورات اور مفاہیم کی روشنی میں، اور انہیں مفاہیم کی روشنی میں تمام علوم و فنون اور تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی جائے اور انہیں پروان چڑھایا جائے، لیکن وہ مفہوم جو تجدید و ترقی اور روشن خیالی کے نام پر الحاد اور فحاشی پھیلانے کا ضامن ہو اسلام ایسی ترقی سے براءت کا اظہار کرتا ہے نیز مسلمانوں کو ایسی ترقی سے دور رہنے کی تاکید کرتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اسی میں ہے کہ ترقی اور روشن خیالی کے نام پر معاشرے کے اندر انحراف والحاد پھیلایا جارہا ہے، مسلمانوں کو عقیدہ واخلاق سے عاری کرکے بدکردار اور مغربی تہذیب میں پرویا جارہا ہے۔

اللہ کے بندو! بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اس خام خیالی میں ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق دین اسلام اور نبی اکرم کی سنت سے ہے اسے رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا نام دیکر اس سے جان چھڑانے کی بات کہی جاتی ہے، یہ پرچار کرکے کہ ایسی قدیم چیزیں اب جدید دور کے موافق نہیں ہیں، حالانکہ دور اول کے عقیدہ وعمل اور افکار ونظریات پر قائم ہونے کو رجعیت پسند نہیں بلکہ ایک سچا مسلم کہا جائے گا، یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعدائے اسلام حقیقت میں مسلمانوں کو ان کے دین سے بیزاری کو عام کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگ مرتد ہوکر ملحد ہوجائیں۔ اگر

[1]) صحیح مسلم: 2363۔

تقدم وترقی کا مطلب اخلاق وفضائل سے عاری ہونا ہے، نیز برائیوں کی وادی میں انسانیت کو ڈھکیلنا ہے تو ایسی ترقی پر ہزار بار لعنت کیونکہ ہر ترقی محمود نہیں ہوتی۔ چنانچہ بے حیائی، بدخلقی، عریانی، فسق وفجور اور شراب وکباب کی ترقی، نت نئے جدید گناہوں کا ارتکاب کبھی محدود نہیں ہو سکتے، اسی طرح شہوات کو بھڑکانے، خواہشات نفس کی پیروی ہلاکت اور بربادی کی طرف انسان کو لے جائے گی چاہے اس کا نام ترقی رکھ دیا جائے یا جدت پسندی۔

حقیقت یہ ہیکہ ترقی کا مقصد اور غایت اگر سعادت مندی اور خیریت پر منتج ہوتا ہو تو ایسی ترقی باعث خیر وفضیلت اور اچھی مانی جائے گی لیکن اگر اس ترقی کا مقصد اور غایت بدبختی اور برائی پر منتج ہوتی ہو تو ایسی ترقی جہالت اور رزالت مانی جائے گی۔

اللہ کے بندو! تطور اور ترقی کے نام پر اسلام کو نرم اور معتدل بنانے کی کوشش کرنا منکر امور میں سے ہے اور اسی نام پر شریعت اسلامیہ کے اندر لچک پیدا کرنے کیلئے حذف واضافے کی بات کرنا نہایت گھٹیا بات ہے اور مذہب اسلام کے اندر اس بات کی اجازت ضرور ہے کہ علمائے ربانیین اور فقہائے مجتہدین اجتہاد کر کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرتے ہیں، البتہ یہ اجتہاد قواعد کلیہ کی روشنی میں ہوں البتہ ثابت اصولوں اور مسلمہ قواعد کو بدلا نہ جائے۔

ہر قوم ترقی اور کامیابی کا خواہاں ہوتی ہے بطور خاص امت مسلمہ کہ اسکی کامیابی اور ترقی ہمیشہ علمی وعملی میدان میں زمانے کی ترقی کا ضامن ہوتی ہے۔ اسے اس بات سے کوئی فکر نہیں کہ دوسرے لوگ ترقی کس میدان میں اور کہاں تک کر رہے ہیں، امت مسلمہ اپنی ہر ترقی کتاب وسنت کے مطابق انسانیت کیلئے نفع بخش بنانا چاہتی ہے، جس کے اندر یہ دین اسلام کو اولیت دیتی ہے، ایمان واخلاق کو ترجیح دیتی ہے، مادی ترقی کو ثانوی درجہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ کوئی بھی ترقی جو انسانیت کے لئے نفع بخش ہو اسلام اسے سپورٹ کرتا ہے، بشرطیکہ اس سے عقیدہ، دین اور اخلاق واقدار میں کوئی رکاوٹ نہ ہو یعنی اسلام ایسا ترقی یافتہ شخص چاہتا ہے جو ایک پاکباز متعلم اور دیندار مسلم ہو تا کہ متساہل، دین سے دور، واجبات کو ضائع کرنے والا، اور کسی شرعی قاعدے کی پابندی نہ کرنے والا ہو۔ اسی طرح اسلام ایسی پاکیزہ خاتون کو سچی مسلمہ تصور کرتا ہے جو متعلمہ ہو، اسلامی حجاب پر فخر کرنے والی ہو، اختلاط سے دور ہو، عزت وکرامت کو حسن مانتی ہو، تعلیم وتربیت اسلامی دائرے میں ہو، ہر حال میں اسلامی اصولوں کی پابندی کرتی ہو چاہے وہ ماں ہو، یا بیوی نئی نسل کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہو۔

یقیناً ہمارے راسخ اقدار جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں وہی نئی نسل کی تیاری میں ضامن ہو سکتے ہیں اور صراط مستقیم سے دوری کبھی بھی منزل مقصود تک پہونچا سکتی، دوسری قوم کی تقلید اس امت کے اندر نہیں پائی جاتی، ایسی صورت میں امت اپنی خصوصیات کھو بیٹھے گی، خواہشات نفس کا بندہ بنا دے گی، اپنی حیثیت ختم کر دے گی بالآخر دین ودنیا ہر دو جگہ نونہالان قوم کو ضائع کر دے گی۔

کیا اس امت کی ذمہ داری نہیں ہے کہ نوع انسان کو مادی تہذیب کی بدبو سے نکال کر روحانی تہذیب سے ملا دے؟ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دوسروں کی تقلید چھوڑ کر اسلامی تہذیب کی روشنی میں دعوت عام دے۔

کیا اس امت کی ذمہ داری نہیں ہے کہ موجودہ بدبودار مغربی تہذیب کا نعم البدل پیش کرے؟! آخر کیسے ممکن ہو پائے گا جب یہ خود اسی تہذیب کی تقلید کرے گی اور اسی کو اپنا آئیڈیل مانے گی، اس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے گی؟!

مسلم معاشرے کے لیے نمو و ترقی اسی وقت قابل تعریف ہوگی جب ایک مسلمان کی زندگی کے لیے بنیادی اہداف کو پورا کرتی ہے جن میں سب سے اہم عبادت الٰہی، خلافت ربانی تعمیر ارضی شامل ہے۔ اور جس قدر بھی ان اہداف کو پورا کرنے میں انسان کامیابی حاصل کرے گا اس قدر اسے ترقی اور نمو سمجھا جائے گا ارشاد باری ہے: {يا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَوَلَّوا عَنهُ وَأَنتُم تَسمَعُونَ وَلاَ تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعنَا وَهُم لاَ يَسمَعُونَ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ البُكمُ الَّذِينَ لاَ يَعقِلُونَ وَلَو عَلِمَ اللَّهُ فِيهِم خَيرًا لأسمَعَهُم وَلَو أَسمَعَهُم لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعرِضُونَ يا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا استَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحيِيكُم وَاعلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَينَ المَرءِ وَقَلبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيهِ تُحشَرُونَ وَاتَّقُوا فِتنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُم خَاصَّةً وَاعلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ العِقَابِ وَاذكُرُوا إِذ أَنتُم قَلِيلٌ مُّستَضعَفُونَ فِي الأَرضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُم وَأَيَّدَكُم بِنَصرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُم تَشكُرُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ بے شک تمام جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں، جو سمجھتے نہیں۔ اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انھیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انھیں سنوا دیتا تو بھی وہ منہ پھیر جاتے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔ اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔ [سورۃ انفال:20-26]

جب ہم فلسطین اور مسجد اقصی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو خود کو ایسے بحران کے سامنے پاتے ہیں جن کے بیان سے زبان وقلم عاجز ہو جاتے ہیں، سیاہی خشک ہو جاتی ہے اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ اس وقت ہم آخر کس قوم کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟ وہ غیر مسلح قوم جسے قتل عام کا سامنا رہتا ہے، وہ اقصی جس کی حرمتوں کی پامالی کی جارہی ہے، یا اس عالمی خاموشی پر زسے لقوہ مار رکھا ہے، یا ان حقوق کے بارے میں جنہیں ضائع کیا جارہا ہے یا اس ملت کے بارے میں جو مدہوش سوئی ہوئی ہے یا اس عالمی دہشت گردی کے بارے میں جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

قبلۂ اول مسجد اقصی اور فلسطین کے خلاف سازش اس وقت ایسی حقیقت بن چکی ہے جس کا انکار ممکن نہیں، دن بدن اور لحظہ بلحظہ مزید پیچیدہ ہوتا جارہا ہے۔ ہر مسلمان ذمیدار ہے کہ امت مسلمہ کی بیداری میں اپنا حصہ ڈالے، مسجد اقصی اور فلسطین کے مسئلے میں کسی بھی طرح ہو سکے اسکی خدمت کرے تاکہ مظلوم فلسطینی قوم سے ظلم کا خاتمہ ہو جو فلسطین اور بیت المقدس کے لیے لڑ رہی ہے۔

ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ فلسطینی ایشو کبھی ختم نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کیا کبھی آپ نے یہ سنا ہوگا کہ ایک ارب لوگوں کے دل میں جو عقیدہ موجود ہو وہ کبھی مر سکتا ہے؟ لوگ اسی عقیدے کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیں گے مگر اس عقیدے کو مرنے نہیں دیں گے۔

بیت المقدس اور فلسطین اسراء ومعراج کی سرزمین ہے جس کے لئے مسلمانوں نے قربانیاں پیش کی ہیں، ابتدائے اسلام ہی سے جس کی خاطر لاکھوں شہدا پیش کیئے ہیں، اور پیش کر رہے ہیں۔ آج آپ کو انہیں دیکھ کر رشک آئے گا کہ یہ قوم کس طرح ہر طرح کے ظلم وستم کے آگے ثبات قدمی سے ڈٹ کر کھڑی مقابلہ کر رہی ہے، ان شاء اللہ ضرور ایک دن آئے گا کہ اسی بحران کے پیٹ سے کامیابی کی خوشخبری سنائی دے گی۔

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

# قبلۂ اوّل کی پکار

امام وخطیب: شیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
29/1/1423ھ، 12/4/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اسلام اللہ تعالیٰ کا آپ کے لئے پسند کردہ دین متین ہے اور یہ کسی سے کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرتا. یہ دین علم وعمل کا جامع، عبادت واعتقاد میں میانہ رو، اخبار وواقعات کے بیان میں سچا وصادق اور احکام میں عدل وانصاف پر مبنی دین ہے، لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے روشن راستے سے گمراہی یا جہالت کی راہ اختیار کی اور اندھیری اور بے آب وگیاہ وادی کا راستہ اپنایا۔

## یہودیوں کی گمراہیاں اور ان کا کفرانِ نعمت:

یہ سنت الٰہی ہے کہ وہ ظالم کا راز فاش کر کے چھوڑتا ہے، چاہے وہ کئی زمانے گزر جانے کے بعد ہی کیوں نہ چاک کرے. ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ﴾

”اور اسی طرح ہم آیات کو مفصل بیان کرتے رہتے ہیں، تا کہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔“ (انعام:۵۵)

یہودی سب سے گمراہ ترین قوم ہے ان کے دین” یہودیت“ میں کجی اور حقد وبغض بالکل واضح ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ان کے حالات کا بڑی تفصیل وصراحت اور بعض جگہ اشاروں کنایوں میں سیکڑوں آیات میں تذکرہ کیا ہے اور ان کے اوصاف خبیثہ بیان فرمائے ہیں اور پورے عادلانہ بیان کے ساتھ ہی ان سے امت اسلامیہ کے لوگوں کو متنبّہ کیا ہے کہ یہی یہود اہل ایمان اور مسلمانوں کے صفِ اول کے دشمن ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾

”آپ لوگوں میں سے یہودیوں اور مشرکوں کو اہل ایمان کے شدید ترین دشمن پائیں گے۔“ (المائدہ:۸۲)

انہوں نے ہمیشہ اسلام کا انکار اور اس کے ساتھ دشمنی کا رویہ ظاہر کیا اور انھوں نے ہمیشہ نفاق ومنافقین کو ہی ہمیشہ گلے لگایا اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں. اور مسلمان ہمیشہ سے ان کی عداوت ومکر کی آگ میں جھلستے چلے آرہے ہیں. ان میں سے احمق لوگوں کی زبانیں تو اپنے خالق کے خلاف بدزبانی کرنے سے بھی باز نہیں رہیں، ان کے نبی علیہ السلام نے ان کے لیے امر ونہی اور بشارت وتخویف دونوں کو یکجا کیا لیکن انہوں نے ہمیشہ ان چیزوں کو بہت برے ہاتھوں لیا. یہ اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ کھلی جگہوں، پرفضاء مقامات اور ایسے مقامات پر رہے کہ دھوپ کی گرمی سے بچانے کے لیے انھیں بادلوں کی چھت مہیا کی گئی. کھانے کے لیے (آسمانوں سے) من وسلوی نازل کیا گیا جو کہ لذیذ ترین جانور کے گوشت پر مشتمل تھا. پینے کے لیے شہد جیسا مزیدار پانی دیا گیا، اور ان کے استعمال کے لیے پتھریلی چٹان سے بارہ چشمے جاری کئے گئے لیکن ان لوگوں نے ان تمام نعمتوں کا انکار کیا اور ان کا متبادل طلب کیا جو کہ ان نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی رکھنے والی چیزیں نہیں تھی. انھوں نے لہسن، پیاز، دال اور ککڑی طلب کی اور یہ ان کم عقلی وکم فہمی کا نتیجہ تھا. وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ہی صحیح وصواب سمجھتے

ہیں جبکہ حق ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ رہا ہے جن پر یہ تشدّد کرتے آئیں۔

## کتاب اللہ سے فرار:

انھیں تورات عطا کی گئی مگر انھوں نے قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ ایک پہاڑ کو اس کی جڑوں سے اُکھاڑ کر ان کے سروں پر منڈلاتا چھوڑیں اور پھر حکم فرمایا کہ اگر تم تورات کو قبول نہ کرو گے تو یہ پہاڑ تم پر گرا کر تمہیں ملیا میٹ کر دیں گے، تب جا کر مجبوراً انھوں نے تورات کو قبول کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر سائبان کی طرح ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ ان پر گرا کہ گرا (اور کہا گیا کہ) ہم نے جو کتاب تمہیں دی ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑلو اور قبول کرلو اور یاد رکھو کہ جو احکام اس میں ہیں ان سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ گے۔“ (الاعراف:۱۷۱)

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازشیں:

جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تو ان یہودیوں نے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اکسایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں پہنچائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے اور بارہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف غداری کی اور سازشیں کیں۔ قبیلہ یہود بنونضیر میں منگوا کر ایک ایسی جگہ بٹھایا جہاں اس مکان کی چھت سے بہت بڑے پتھر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کرنے کی گھناؤنی چال چلی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے خبر بھیج کر وہاں سے اٹھوا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پوری بکری بھون کر رکھی گئی جو کہ زہریلی کر دی گئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمیں سے صرف ایک بوٹی منہ کو لگائی اور خبردار کر دیئے گئے مگر اس زہر کی قاتلانہ تاثیر اتنی قوی تھی کہ صرف اتنے سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا زہر اتنا اثر کر گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر اس سے متاثر رہے اور بالآخر اسی کے اثر کو بوقت وفات بھی محسوس کیا۔

## نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا وار:

انھوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکروفریب کا رویہ اپنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا بھرپور وار کیا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس کرتے کہ آپ نے کچھ کیا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کام نہ کیا ہوتا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس جادو سے شفایاب کیا اور اس کی تاثیر سے آپ کو خلاصی عطا فرمائی۔

## یہود کی دیگر صفات قبیحہ:

یہودی ایسی قوم ہیں کہ فتنوں کو ہوا دیتے ہیں، جنگوں کی آگ بھڑکاتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں حسد و بغض اور نفرت وحقد کے بیج بوتے ہیں اور عداوت و دشمنی کی تخم ریزی کرتے ہیں، یہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔ یہ حق کو چھپاتے اور کلام اللہ میں تحریف وتبدیلیاں کرتے ہیں، یہ تلبیس ومکر اور تلبیس وکتمان حق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

:﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کر کے حق کو کیوں چھپاتے ہو جبکہ تم اچھی طرح جانتے بھی ہو۔" (آل عمران:71)

## بدعہدی اور قتل انبیاء:

یہ یہود عہد و پیمان کو توڑنے اور میثاق و معاہدات کی خلاف ورزی کرنے میں معروف ہیں انہوں نے کئی انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا کہ جن کے بغیر ہدایت پہنچنا ممکن ہی نہیں ان میں کسی کو ذبح کیا اور کسی کے سر پر آری چلائی .انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بہایا.اور حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آری چلا کر انہیں دولخت کر دیا.انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کی سازش رچائی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی بھی بار ہا ہر ممکن کوششیں کیں.اور اس میں خیر و بھلائی کا ذرہ بھی نہیں ہوتا جو انبیاء علیہم السلام کے قتل کے درپے ہو ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾

"جب بھی کوئی رسول علیہ السلام تمہارے پاس وہ (احکام وتعلیمات) لے کر آئے جنہیں تمہارے دل ناپسند کرتے تھے تو تم نے تکبر کی راہ اختیار کی ،بعض انبیاء علیہم السلام کی تم نے صرف تکذیب کی اور بعض انبیاء علیہم السلام کو تو تم نے قتل ہی کر ڈالا۔" (البقرہ:۸۷)

## کفران نعمت اور احسان فراموش:

یہ اللہ تعالٰی کے انعامات اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے ہیں ۔آپ اگر ان پر احسان کریں گے تو یہ آپ کے ساتھ برائی کریں گے،آپ ان کا اکرام واحترام کریں گے تو یہ سرکشی پر اتر آئیں گے.اللہ تعالٰی نے انہیں موسی علیہ السلام کی معیت میں غرق ہونے سے بچایا مگر انھوں نے اللہ تعالٰی کا شکر ادا نہیں کیا بلکہ غرور وتکبر اور انکار و معصیت میں آ کر موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے اللہ تعالٰی کے سوا کسی اور کو پرستش و عبادت کے لیے مقرر فرمائیں تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اللہ تعالٰی کی عبادت کر سکیں اور وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی عزت وتوقیر بھی نہیں کیا کرتے تھے حتی انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا:﴿لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ﴾

"ہم اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم واضح طور پر اللہ تعالٰی کو خود نہ دیکھ لیں.ان کی اسی گستاخی کے نتیجہ میں ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ان پر آسمانی بجلی گری۔" (البقرہ:۵۵)

## حاسد قوم:

یہ حسد پرور قوم ہے،اگر کسی پر کوئی نعمت دیکھیں گے تو وہ اس سے چھیننے کی بھرپور کوششیں کریں گے،اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس نعمت کے مستحق صرف وہی ہیں ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:" إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ حُسَّدٌ"

"یہود بڑی حاسد قوم ہے۔"[1] (صحیح ابن خزیمہ)

## سود خوری:

انھوں نے سود کے ذریعے افراد اور معاشروں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے، حرام خوری ان کی رگ رگ میں رچی ہوئی ہے، مسلمانوں کی دولت وثروت اپنے پاس کھینچے لئے جاتے ہیں اور ان کی اقتصادی حالت کو تباہ کرتے چلے آرہے ہیں. ان کے معاملات میں حرام اشیاء اور امور کو داخل کئے جارہے ہیں. اپنے فقر و افلاس کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ خیانت میں مہارت کے ذریعے تعلقات جوڑ کر انھیں فقیر و مفلس کر دینے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

## غرور وتکبر کی انتہاء:

دوسروں پر غرور وتکبر سے باز نہیں آتے، مسلمانوں کے ضعف وکمزوری کے زمانے میں ان کے سامنے اپنی عظمت و بڑائی کے گیت گاتے نہیں تھکتے اور مسلمانوں کی قوت کے عہد میں ان کے جوتوں کے تلوے چاٹنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے. اپنے دل میں وہ اپنے آپ کو برگزیدہ قوم سمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو وہ اپنے خادم اور نوکر چاکر شمار کرتے ہیں کہ وہ ان کی خدمت اور ضرورتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ان کی زبانیں دروغ گوئی وکذب بیانی، فحاشی اور بدکلامی سے باز نہیں آتی، انھوں نے تو اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے اس عظمت والے کے بارے میں بدزبانی کر دی کہ اس کا ہاتھ باندھا ہوا ہے اور اس تمام تر دولتوں کے مالک وغنی کے بارے میں یہ زہرہ سرائی کر دی کہ وہ فقیر وتنگ دست ہے اور ہم غنی و مالدار ہیں۔

## ان کی الزام تراشیوں کے بعض نمونے:

انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ طاہرہ حضرت مریم علیہا السلام کے خلاف بدزبانی کی اور تہمت طرازی سے کام لیا، انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں زبان درازی کی، آپ ﷺ کو جادوگر اور جھوٹا کہا۔

## اخلاقی انحطاط اور تخریب کاری کی کوششیں:

ان کی ان سب حرکات وافعال کے نتیجہ میں ان پر پے در پے لعنتیں نازل ہوئیں اور وہ طرح طرح کے فتنوں اور عذابوں میں مبتلا کئے گئے۔ وہ عورت کے فتنہ میں مبتلا ہوئے اور انھوں نے بے پردگی واباحیت کی ترویج کی ۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ" (صحیح مسلم)

"بنی اسرائیل کو سب سے پہلے جس فتنے میں مبتلا کیا گیا وہ عورت کا فتنہ تھا"[2]

انھوں نے مرد وزن کو سبز باغ دکھائے اور آزادی ومساوات، انسانیت اور اخوت وبھائی چارگی کے کھوکھلے نعروں کی آڑ میں فحاشی واباحیت،

---

1) صحیح ابن خزیمہ، حدیث:574۔

2) صحیح مسلم، حدیث:2742۔

فتنہ وفساد اور اخلاقی تخریب کاری و بگاڑ کی سر توڑ کوششیں کیں۔مسلم نوجوان نسل کو غفلت میں مبتلا کر کے ان پر عورت اور شہوت کی اخلاقی گراوٹوں کے ساتھ حملہ کیا۔وہ خود نسوانی فتنہ و بگاڑ میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو اس فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے انھوں نے بھرپور کوششیں شروع کر رکھی ہیں کہ جن کا نہ کوئی ٹھوس عقیدہ ہو،نہ مبادیات و اصول اور نہ ہی اخلاق و مروت ہو،نوجوانوں کے جنسی جذبات بھڑکا کر ان کی عقل وفکر کو ملوث کرنے کے درپے ہیں.اس کے لئے انھوں نے کبھی گندی فلموں کو آزمایا اور کبھی سیٹلائٹ چینلز کا ہتھیار آزمایا۔ مسلمان عورت کے حجاب و پردہ اور شرم وحیاء پر بڑا حسد کرتے ہیں اور اسے وہ بے پردگی وآوارگی کی دعوت دیتے ہیں اور اخلاق و کردار کی طہارت سے ہٹانے کی کوششیں کرتے نہیں تھکتے.انھیں اپنی فحش عورتوں کا سا لباس اور کردار اختیار کرنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں تاکہ اسے اس کی اصل فطرت سے منحرف کیا جاسکے.مسلمان نوجوان نسل کے لڑکوں اور دوشیزاؤں کے لیے شہوت پرستی کے راستوں کو بنا سنوار کر پیش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنے دینی اور اخلاقی اقدار سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور شہوت پرستیوں اور لطف اندوزیوں کے اسیر وغلام بن جائیں۔

اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

”وہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے میں کوشاں ہیں جبکہ اللہ تعالٰی کو فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے لوگ پسند نہیں ہیں۔“ (المائدہ:64)

## خاندانی ومعاشرتی توڑ پھوڑ کی کوششیں:

یہودی لوگ مسلمان خاندان میں توڑ پھوڑ کرنے،خاندانی ومعاشرتی تعلقات وروابط،دینی بنیادوں اور معاشرتی رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تاکہ یہ امت مسلمہ ایسی بے مہار ہوجائے کہ ان میں فحاشی و بداخلاقی کے تمام بیج بوئے جاسکیں اور حسن کردار اور عمدہ اخلاق کی بیخ کنی کی جاسکے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ﴾

”ان پر ذلت ورسوائی سائے کی طرح مسلط کر دی گئی ہے وہ جہاں بھی رہیں ان کا مقدر یہی ہے،سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالی کی رسی پکڑ لیں (مسلمان ہوجائیں) یا پھر یہ کہ وہ بندوں (مسلمان حکومت) کی پناہ میں آجائیں (اور جزیہ دینے لگیں) یہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے ہیں اور ان پر فقر وتنگدستی مسلط کر دی گئی ہے۔“ (آل عمران:١١٢)

## بزدل قوم:

یہ لوگ مقابلے کے وقت میدان کارزار میں انتہائی بزدل ثابت ہوئے ہیں انھوں نے تو اپنے نبی علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ:﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾

”تم جاؤ اور تمہارا رب تمہارے ساتھ مل کر (دشمن سے) لڑے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔“ (المائدہ:٢٤)

﴿لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ﴾

”یہ موت سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور جنگ سے بہت ڈرتے ہیں،یہ سب مل کر بھی تم سے مقابلہ نہیں کر سکتے،ہاں یہ بات اور ہے کہ قلعہ بند

مقامات میں ہوں یا دیواروں کی آڑ میں ہوں۔" (الحشر:14)

یہ زندگی سے پیار کرتے ہیں اور اس کی بقاء کے لیے ہر فدیہ دینے کے لیے تیار رہتے ہیں، اپنے کفر کے ساتھ ساتھ یہ ان گنت ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى﴾

"آپ انھیں متحد سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے دل دراصل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔" (الحشر:14)

## الفت ومحبت سے عاری:

ان کا باہمی اختلاف بڑا شدید ہے اور ان کا تنازعہ بڑا گھناؤنا ہے اور الفت ومحبت تو قیامت تک کے لئے ان کے مابین مفقود ہے کیونکہ ارشادِ الٰہی: ﴿وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾

"ہم نے روز قیامت تک کے لیے ان کے درمیان بغض وعداوت ڈال دی ہے۔" (المائدہ:64)

ان کی بغاوت وفساد بہت عام ہے اور ان کے فضائح ورسوائیاں اور قبائح وبرائیاں لاتعداد وبے شمار ہیں، ان کے اخلاق و کردار سے لوگ پناہ مانگتے ہیں. ان کی اکثریت دجّال کی پیروکار ہوگی. اللہ تعالیٰ نے ان کے طریقوں سے سترہ مرتبہ تو فرضی طور پر پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے. کیا اس کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو اللہ کی پسندیدہ قوم کہلوانے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) کیونکہ جو اخلاق و کردار اور اوصاف قبیحہ و صفات رذیلہ ان کے آباد و اجداد کی بیان کی گئی ہیں وہی ساری کی ساری چیزیں آج ان کی اولاد و احفاد میں بدرجہ اتم موجود ہیں، مقدس سرزمین فلسطین میں مسلمانوں پر ظلم وستم، لوگوں کو گھروں سے نکال نکال کر بے گھر کرنا، اور گھروں سے نکال کر دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنا، ان کے گھروں کو مسمار کرنا، معصوم بچوں کو قتل کرنا، بے قصور لوگوں پر جبر واستبداد، ان کی املاک پر ناجائز قبضہ، عہد شکنی، معاہدوں سے انحراف وغداری، مسلمانوں کی توہین وتذلیل اور ان کے مقاماتِ مقدسہ کی بے حرمتی جیسے تمام جرائم کا وہ ارتکاب کئے چلے جا رہے ہیں۔ کیا اب بھی وہ اللہ کی پسندیدہ و برگزیدہ قوم کہلوانے کے مستحق ہیں؟ ہرگز نہیں۔

## اسبابِ فتح ونصرت:

مسلمانو! دشمن پر فتح ونصرت حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک تمام مسلمان اس جھنڈے تلے جمع نہ ہو جائیں جو کہ علمِ توحید اور وحدانیت الٰہی کا جھنڈا ہے۔ یہ اس وقت تک بھی ممکن نہیں جب تک کہ آپ اسباب و ذرائع سے استفادہ نہ کریں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو خوب استوار نہ کرلیں گے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ [7] وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾

"اے ایمان والو، اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا، اور جو لوگ کافر ہوئے، ان کے لئے ہلاکت ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال غارت و برباد کر دے گا۔" (محمد:7-8)

ان مذکورہ بالا اعمال وتعلقات سے امت میں قوت آئے گی اور دشمن پر اس کی دہشت و رعب طاری ہوگا۔ اگر خود امت اسلامیہ ہی گناہوں کی

وادی میں گم ہوگئی، غفلت ولاپرواہی میں کھوگئی اور اپنے خالق ومالک سے دور ہوگئی تو پھر مسجد اقصٰی کا مسئلہ حل ہونا تو درکنار یہ اور مشکل ہوجائے گا۔

ہمیں اپنے باطن کی اصلاح کرنی چاہیئے ،قول وعمل اور کردار کو عقیدہ کے اسلحہ سے لیس کرنا چاہئے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کی یہودی سازشوں سے باخبر وہوشیار رہنا چاہیئے۔

ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو محرّمات اور پرکشش شہوت پرستی کے عناصر سے محفوظ رکھیں۔خواتین پر توجہ دیں اور انھیں ایسے امور میں مشغول ومصروف رکھیں جوکہ ان کے لئے دینی نقطۂ نظر سے مفید ونفع بخش ہوں ،اور انھیں فتنہ وفساد اور مخرب اخلاق افعال واعمال سے بچا کر رکھیں انھیں بےحجابی وبے پردگی اور مرد وزن کے کھلے میل جول واختلاط سے محفوظ رکھیں اور تمام مرد وزن کو علوم شرعیہ کی تعلیم کے ذریعے تحفظ دیں ،انھیں تعلیمی اداروں میں اچھی تربیت اور عمدہ نگرانی مہیا کریں اور اس سلسلہ میں مسئولین کمال امانت داری سے یہ ذمہ داری نبھائیں۔

اسی طرح ہمیں خانگی اور خاندانی امور ومعاملات کی بھی اصلاح کرنی چاہیئے۔خاندان کو دشمنوں کی چالوں میں آکر اندر سے کھوکھلا نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں سے کوئی دور بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے میں یہودی کا ہاتھ نہ رہا ہو۔کیا اس کے بعد بھی وہ اللہ تعالٰی کی پسندیدہ قوم میں شمار ہوں گے؟ یا وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب مانے جائیں گے؟

## مسئلہ فلسطین اور مسلمین:

مسلمانو! یہ یہودیوں کی چند صفات قبیحہ ہیں جوکہ شیطان کے مکروفریب میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ اس قوم کی عقل وفکر اور کردار سے کھیل رہا ہے۔یہ اللہ تعالٰی کے غضب سے دوچار قوم ہے جسے ہر وہ مسلمان جانتا ہے جسے اللہ تعالٰی نے نعمت ہدایت سے نواز رکھا ہے،یہ قوم یہود بزدل، پست ذہن وفکر، بوقتِ مقابلہ خوف زدہ ،ڈرپوک ،اور بوقت جنگ گھبرا کر آگے بھاگ نکلنے والی قوم ہے اور مسلمانوں کو اس قوم پر فتح حاصل ہونا ایک یقینی امر ہے لیکن مسلمان ہی کمزور پڑ گئے تو یہود قوت اختیار کر گئے اور وہ اپنا ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور انھوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دیا۔مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مبارک سرزمین فلسطین پر بسنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں اور اپنی صفوں میں اتحاد واتفاق پیدا کریں ،اپنے داخلی تمام اختلافات کو ختم کریں اور پورے دردِ دل سے گڑگڑا کر اللہ تعالٰی سے دعائیں مانگیں۔

## مسئلہ فلسطین اور سعودیہ:

نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا، جب سے کہ مسئلہ فلسطین نے سر اٹھایا ہے اس مملکتِ سعودی عرب نے مسجد اقصٰی کو آزاد کروانے کے لیے بڑا مضبوط سیاسی کردار ادا کیا ہے تاکہ مسلمان جس طرح حرمین شریفین میں آزادانہ نماز ادا کرسکتے ہیں اسی طرح ہی مسجد اقصی میں نماز ادا کرنے کی نعمت سے مالا مال ہوسکیں۔

مسلمانو! اپنی فتح ونصرت کے اسباب کو اپناؤ، اپنے نوجوان بچوں اور عورتوں کی اصلاح میں کوشاں رہو، اپنے گھروں کا ماحول سدھارو اور کافر دشمنوں کی مشابہت اختیار کرنے سے بچو اور اپنے دین اسلام کو اپنا سرمایہ افتخار سمجھو، اپنے دشمن پر فتح پا جاؤ گے. دشمن کے مکر وفریب اور ان کی غداری سے بچ کر رہو، وہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، اور نہ ہی ان کے عقیدہ و دین میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوششوں سے باز آتے ہیں۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اللہ تعالیٰ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔" (یوسف:21)

﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرے بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غالب ہے۔" (الحج:40)

سبحان ربك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# نصرت وطاقت کے راستے مسلمانوں کے واسطے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ

6/2/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، کیونکہ آخرت کے لئے اس کا تقوی سب سے افضل توشہ اور سب سے عمدہ انجام کار ہے۔

مسلمانو! قوموں کا عروج وزوال ایک مسلمہ حقیقت ہے کبھی کسی قوم کو عزت ملتی ہے کبھی ذلت، کبھی کثرت ہوتی ہے، کبھی قلت، کبھی امیری ملتی ہے، کبھی فقیری، کبھی کوئی تو علم وصناعت میں مشہور ہوتی ہے، کبھی ضیاع و جہالت میں یعنی قوموں پر مختلف حالات پیش آتے ہیں۔ بیدار مغز اور بلند ہمت قوم وہی ہوتی ہے جو گرچہ نقصان اٹھا چکی ہو، مصیبتوں میں مبتلا ہو چکی ہو اور دشمنوں کے جال میں پھنس چکی ہو مگر جلد ہی اپنی غفلت کی چادر پھینک دیتی ہے اور گہری نیند سے بیدار ہو جاتی ہے۔ اپنی کمیوں کو پورا کر لیتی ہے، ماضی کے نقصانات کی تلافی کر لیتی ہے۔ پھر اس طرح مضبوطی کے ساتھ کھڑی ہو جاتی ہے کہ کوئی دھوکے باز اسے دوبارہ دھوکہ دینے کی جرأت نہیں کرتا اور کوئی چالباز دشمن اس تک پھک نہیں سکتا۔

اس وقت امت مسلمہ تباہ کن جنگوں کا شکار ہے۔ اس کا نظام پوری طرح منتشر ہے، اتحاد کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے بدبودار جنگ مسلط ہے جس کی قیادت فاجر کفار کر رہے ہیں جو مکار، خائن اور غدار ہیں، مومنوں کے تعلق سے کسی چیز کی کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ یہ مبارک سرزمین فلسطین ہے جہاں صبح و شام تباہی کے کھیل ہوتے ہیں، ہر وقت بحرانی کیفیت ہے، تکالیف کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ بچوں کے چیخ و پکار، محاصرہ کی تنگی اور جیلوں کی سختی، بیواؤں کی آہیں، یتیموں کے آنسو، جنازوں کے قطار، منہدم گھروں کے لاچار، مسجدوں کی بے حرمتی اور ان جیسے بے شمار حادثات کا ملجا وماوی ہے۔ سرزمین فلسطین جنہیں دیکھ کر دل بھرنے لگے ہیں کلیجے پھٹنے لگتے ہیں، بدن لرزنے لگتے ہیں۔ یہ روزمرہ کے حادثات مسلمانوں کو آواز دیتے ہیں، انہیں مدد کیلئے پکارتے ہیں مگر کیا اس پکار کو ہے کوئی سننے والا؟! ان بکھرے ہوئے لہو اور جسمانی اعضاء کیلئے ہے کوئی مدد کرنے والا؟ کیا اس قدر بڑ تعداد اور مالداری کے باوجود مسلمانوں کیلئے مناسب ہے کہ اپنے ان بھائیوں کو بھیڑیئے نما غاصب یہودیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں جو ٹینکوں اور بموں کا نشانہ بن جائیں میزائیلوں اور جنگی جہازوں کی زد میں آئیں اور کافروں اور ظالموں کا لقمہ تر بن جائیں؟!

مسلمانو! یہ وہ حوادث اور مصائب ہیں جو نصیحت کرنے کے لیے کافی ہیں تاکہ مسلمان اپنی حالت کو پہچان سکیں اور ان سے عبرت پکڑ سکیں، اور کامیابی کے اسباب سے واقف ہو سکیں ہاں وقتی طور پر بے سود رد عمل سے دور ہیں، جس میں سوائے نعروں کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اپنا راستہ درست کریں اور ذلت وتباہی کے اسباب سے بچنے کا حل تلاش کریں۔

مسلمانو! امت مسلمہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لے کہ اسے جو کچھ مصیبت لاحق ہے وہ اللہ رب العالمین کے حقوق میں کمی کرنے اور اسکی شریعت سے پہلوتہی برتنے کی وجہ سے ہے۔ اس وقت ضروری ہو گیا ہے کہ شریعت کے احکام کا احترام کرے، اس کے حدود کی

پابندیکرے۔مغربی تہذیب کی آندھی کو روک دے، جو امت کی نئی نسل کو چاٹ رہی ہے، اسے انحراف والحاد کے راستے پر لگا رہی ہے، جس سے آج کا نوجوان سب سے بڑی امانت یعنی دین کی حفاظت میں خیانت، افراط وتفریط، دھوکہ اور تدلیس کا شکار ہے، جس امانت کو مغربی تہذیب کی آندھی اور اسکے تخریبی حملوں سے محفوظ رکھنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

مسلمانو! بصارت اور بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والے کو دین اسلام کے مبادیات اسکے اقدار و نظام کے درمیان اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کے درمیان واضح فرق نظر آئے گا۔امانت داری، سچائی اور نصیحت و خیر خواہی اسی میں ہے کہ امت مسلمہ جب تک اپنی کمیوں کا اعتراف نہیں کرے گی اور حاضر و مستقبل پر سایہ فگن خطروں کا ادراک نہیں کرے گی اور اسکی اصلاح معالجے کیلئے اپنے واجبات کو ادا نہیں کرے گی تو نونہالان امت اور نئی نسل کی دین و دنیا ایسے ہی برباد ہوتی رہے گی بلکہ اسکے اثرات اور نتائج دیر پا اور لامحدود ہوں گے۔ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام نے غزوۂ احد کے اندر رسول ﷺ کی صرف ایک ہی حکم کی خلاف ورزی کی تھی جس کی وجہ سے انہیں سخت مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑا تھا پھر آج ہم جس قدر منکرات و فواحش اور اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں آخر ہم کیوں نہیں طرح طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے؟!

مسلمانو! اگر امت مسلمہ اللہ کی نصرت اور اسکی تائید چاہتی ہے، اور یہ کہ اسکی مجد و شرافت واپس آجائے، تو ضروری ہے کہ اپنی زندگی کو مکمل طور سے اسلامی شریعت کے موافق گزارے اور سیاست بھی دین کے مطابق کرے، مفسدین کے آثار کو مٹا دے، شر و فساد کے چشموں کو خشک کردے اور دین کے مقاصد کو پورا کرنے اور اسکی قوت و طاقت کو اکٹھا کرنے میں لگ جائے۔سماج کا پوری طرح اصلاح کرے، چاہے اسکا تعلق اخلاق و سلوک سے ہو یا عقائد و ایمان سے یا سماجیات سے ہو یا معاشیات سے، اس طور پر کہ اسکی ساری کوششیں چیلنجوں اور سازشوں کے سامنے ڈھیر نہ ہو جائیں اور پھر دوبارہ ذلت و ادبار کی کھائی میں واپس جانا پڑے۔

یہ سچے اصلاح کا کام وقتی نہیں یا کسی خاص ظروف کے تحت نہیں ہونا چاہئے بلکہ پائیدار ہو، ایمان راسخ اور عقیدہ صادقہ نیز اس ذمیداری کے احساس کے ساتھ ہو کہ کل قیامت کے دن اللہ رب العالمین ہر بندے سے اسکی ذمیداریوں کے بارے میں سوال کرے گا جس نے پورا کیا اس سے بھی اور جس نے پورا نہیں کیا اس سے بھی ارشاد نبوی ہے: (كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)

تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔پس لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔اور ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔اور غلام اپنے آقا (سید) کے مال کا حاکم ہے اور اسسے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے

میں (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔[1] (صحیح بخاری)

مسلمانو! یہود ونصاری اور ملحدین جیسے دشمنان اسلام دین اسلام کے خلاف کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے، ہر لمحہ وہ اسی پلاننگ میں رہتے ہیں کہ دین اسلام کو کیسے انسانی زندگی سے دور کر دیا جائے، حقیقی زمین سے اسے نکال دیا جائے، اسے بدنام کر کے محدود اور محصور کر دیا جائے اور عالم اسلامی کو مغربی تہذیب کے تابع بنا دیا جائے، ان دشمنان اسلام کا ساتھ خود عالم اسلامی کے اندر موجود مغرب پرست منافقین اور لبرل فاسق وفاجر دیتے ہیں، کبھی یہ کتاب وسنت کے نصوص کی تاویل کرتے ہیں تو کبھی علمائے اسلام کو بدنام کرتے ہیں تو کبھی دعاۃ و مبلغین پر دشنام طرازی کرتے ہیں، کبھی یہ مخلوط تعلیم، آزادئ نسواں کی دعوت دیتے ہیں جہالتوں کا ڈیرا ہے، خطروں سے پر مہلک افکار کا بسیرا ہے، شر وفساد اور اختلاف وانتشار کا سماں ہے، اصلاح کے لباس میں سماج کے اندر نفاق وانتشار پھیلاتے ہیں۔ ان کی مثال اس پھل کی ہے جو عمدہ اور پاکیزہ درخت سے ٹوٹ کر نیچے گر گیا ہو اور تعفن زدہ ہو کر برباد ہو چکا ہو، اب ایسے پھل سے استفادہ کیسے کیا جاسکتا ہے چنانچہ یہ اصلاح کے نام پر صرف فساد پھیلاتے ہیں ،ارشاد باری تعالی ہے: { وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ * أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ }

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! یقیناوہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔ [سورۂ بقرہ: 11-12]

امت مسلمہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک طرف خود اصلاح سماج اور اس کے وسائل ومبادیات پر غور وفکر کرے تو دوسری طرف اصلاح کے نام پر ان مفسدوں سے آگاہ رہے جن کی پرورش و پرداخت دشمنان اسلام کی گود میں ہوئی ہے کیونکہ امت مسلمہ نے ان کے کارناموں سے صرف کڑواہٹ ہی حاصل کیا ہے۔

امت مسلمہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہر طرح کے رائے ومشورہ اپنے ان مامون علماء سے لے جن سے کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا، نہ ہی ان سے کسی دھوکے کا خوف ہوتا ہے کیونکہ یہ تو امت کے ضمیر اور دشمنان اسلام کے غیض وغضب ہیں، عقیدے کے محافظ اور دین کے چشم و چراغ ہیں، ملکۂ بلقیس کی زبانی نقل کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے: { قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ } [سورۂ نمل: 32]

کہا اے سردارو! تم میرے معاملے میں مجھے حل بتاؤ۔ میں کبھی کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں، یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود ہو۔

اور صحیح بخاری کے اندر ہے: (وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيرُونَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُورِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوا بِأَسْهَلِهَا فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلَى غَيْرِهِ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جتنے امام اور خلیفہ ہوئے وہ ایماندار لوگوں سے اور عالموں سے مباح کاموں میں مشورہ لیا کرتے تا کہ جو

1) صحیح بخاری: 2554۔

کام آسان ہو اس کو اختیار کریں پھر جب ان کو قرآن اور حدیث کا حکم مل جاتا تو اس کے خلاف کسی کی نہ سنتے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی پیروی سب پر مقدم ہے۔[1] (صحیح بخاری)

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ایک شخص کی رائے ایک دھاگے کی طرح ہے دو شخص کی رائے اس رسی کی طرح ہے جو بٹی ہوئی نہ ہو اور تین شخص کی رائے بٹی ہوئی رسی کی طرح ہے۔

مسلمانو! مرض کی تشخیص کر لینا اور غلطیوں اور ان کے اسباب کا پتہ لگا لینا اور ساتھ ہی ان کی تلافی کا بندوبست کر لینا اصلاح و تعمیر کے عظیم وسائل میں سے ہے، مگر جب ایسے لوگوں کو ملک وملت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو امانت دار نہیں ہوتے، جو روحانی طاقت اور اہلیت سے خالی ہوتے ہیں، افکار و میلانات میں انحراف کا شکار ہوتے ہیں ایسے لوگ درحقیقت قوم وملت کیلئے ناسور اور ہر تباہی کی جڑ ہوتے ہیں، ارشاد نبوی ہے: (إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)

جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔ اس نے کہا ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔[2] (صحیح بخاری)

ابن بطال نے (إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ) کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ حکام کے لیے اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو امین بنایا ہے اور ان پر ان حکام کے لیے نصیحت و خیر خواہی کو فرض کر دیا ہے۔ اب ایسی صورت میں ضروری ہے کہ ذمہ داریوں کی تقسیم میں اہل دین کا خیال کیا جائے لیکن اگر حکام دوسروں کو ذمہ داریاں سونپتے ہیں تو گویا اس امانت کو ضائع کر رہے ہیں جو اللہ نے انہیں سونپا تھا۔[3] (فتح الباری: 11/ 334)

اور اللہ تعالی جسے بھی مسلمانوں کے امور و معاملات کا ذمہ دار بنا رکھا چاہے اس کا تعلق خلافت و حکومت سے ہو یا وزارت و امارت سے یا قضاء و صدارت سے یا کسی بھی طرح کی کوئی قائدانہ ذمہ داری ہو، اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنا مشیر بنائے جو نیک، صالح، خیر خواہ اور خیر و بھلائی کا حکم کرنے والے ہوں، ظلم و فساد سے روکنے والے ہوں، ارشاد نبوی ہے: (مَا بُعِثَ مِنْ نَبِيٍّ، وَلَا كَانَ بَعْدَهُ مِنْ خَلِيفَةٍ، إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، فَمَنْ وُقِيَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ) (صحیح بخاری و سنن نسائی)

کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا اور نہ اس کے بعد کوئی خلیفہ ایسا ہوا جس کے دو مشیر و راز دار نہ ہوں۔ ایک مشیر و راز دار اسے بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے اور دوسرا اسے بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا جو خراب مشیر سے بچ گیا وہ (برائی اور فساد سے) بچ گیا۔[4]

---

1) صحیح بخاری:
2) صحیح بخاری:59۔
3) فتح الباری:11/ 334۔
4) صحیح بخاری:7198۔

مسلمانو! امت مسلمہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پیش آمدہ تمام مسائل اور مشکلات کا حل نکالتے رہے اور مسلمانوں کے چھوٹے بڑے کسی بھی معاملے میں کم علم اور فاسق لوگوں کو بولنے کا موقع بالکل نہ دے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: (سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ, يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ, وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ, وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ, وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ, وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ, قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ)
مکروفریب والے سال آئیں گے، ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن، اور اس زمانہ میں (رویبضۃ) بات کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: (رویبضۃ) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حقیر اور کمینہ آدمی، وہ لوگوں کے عام انتظام میں مداخلت کرے گا۔"[1] (سنن ابن ماجہ)

مسلمانو! امت مسلمہ پر یہ واجب ہے کہ عقیدے اور شریعت کے تقاضوں، نیز دین کی مصلحت کو ہر چیز پر مقدم رکھے، اللہ اور اسکے رسول کی محبت کو ہر رشتہ داری اور دنیا کے ہر منصب پر، اسی طرح ہر موقف اور ہر تعلق پر اور تمام معاملات میں فوقیت دے، اور ساتھ ہی یہ یقین رکھے کہ ہر پریشانی کے ختم ہونے اور دنیاوی اصلاح ہونے کا محض ہی ایک سبیل ہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو یقیناً اس وعید میں شامل ہوں گے جسے سن کر کلیجہ پھٹ جاتا ہے اور دل بیٹھ جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: {قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ}
کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ [سورۃ توبہ: 24]

ارشاد نبوی ہے: (كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ)
جس کا مقصود زندگی آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں استغناء و بے نیازی پیدا کر دیتا ہے، اور اسے دل جمعی عطا کرتا ہے، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس کا مقصود طلب دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کی جمع خاطر کو پریشان کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس اتنی ہی آتی ہے جو اس کے لیے مقدر ہے۔[2] (سنن ترمذی)

اور جو اللہ اور اسکے رسول کے عہد و پیمان کو توڑتا ہے تو اللہ تعالی اس پر اسکا دشمن مسلط کر دیتا ہے پھر اسے ذلیل کر دیتا ہے اس کے ہاتھ کی نعمت چھین لیتا ہے، ارشاد نبوی ہے: (يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ: خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، ونزلن بكم وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ

1) سنن ابن ماجہ: 4036۔
2) سنن ترمذی: 2465۔

مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ. وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَكَاةَ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ إِلَّا أَلْقَى اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)

مہاجرین کی جماعت! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے اور وہ تم پر نازل ہو جائیں گی، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تم اس میں مبتلا ہو، (وہ پانچ باتیں یہ ہیں) پہلی یہ کہ جب کسی قوم میں علانیہ فحش (فسق و فجور اور زناکاری) ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں، دوسری یہ کہ جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں، تیسری یہ کہ جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، چوتھی یہ کہ جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے علاوہ لوگوں میں سے کسی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے چھین لیتا ہے، پانچویں یہ کہ جب ان کے حکمراں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔[1] (سنن ابن ماجہ)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اور ان لوگوں میں سے بنو جو اپنے رب پر اچھی طرح ایمان لاتے ہیں، اپنے تمام معاملات کو اپنے رب کے سپرد کرتے ہیں، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں نیز اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار ہم پر ہر نعمت نچھاور کرے اور ہر مصیبت سے محفوظ رکھے۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اسکا مراقبہ کرو، اسکی اطاعت کرو نافرمانی سے دور رہو ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُواْ اتَّقُواْ اللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِينَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ [سورۃ توبہ:119]

مسلمانو! امت مسلمہ کیلئے یہ بالکل جائز نہیں کہ وہ سلوک و تربیت اور اخلاقی امور میں اپنے سے کم تر اور گھٹیا قوموں سے موازنہ اور مقابلہ کرے، اور نہ ہی اسکے لئے جائز ہے کہ اسی بنیاد پر اپنی غلطیوں کا دفاع کرے، بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی موجودہ حالت اور پوزیشن کو کتاب وسنت کے نصوص پر پیش کرے؛ کیونکہ قوموں کے عروج و زوال میں یہی میزان حق اور مقیاس صادق ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا: جو اپنے افعال و احوال کو کتاب وسنت پر پیش نہ کرے تو اسے مردوں میں شمار نہ کرو۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ حَمْدِي زَيْنٌ وَإِنَّ ذَمِّي شَيْنٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ"

---

1) سنن ابن ماجہ:4019۔

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (آپ کے دروازے پر) کھڑے ہو کر (پکار کر) کہا: اللہ کے رسول! میری تعریف میری عزت ہے اور میری مذمت ذلت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ صفت تو اللہ کی ہے (یہ اللہ ہی کی شان ہے)۔"[1] (سنن ترمذی)

مسلمانو! امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مبارک اصلاحی پروگراموں میں سد ذرائع کا خیال رکھے تاکہ مفاسد اور برائیوں سے دور رہے چاہے یہ قاعدہ ڈائریکٹ مفاسد تک پہونچنے سے روکنے والا ہو یا مباح کے واسطے مفاسد سے روکنے والا ہو یا کبھی مباح کے ذریعے کسی مفسدے کا قصد نہیں ہوتا مگر اکثر مفسدے تک پہونچ جاتا ہے، کبھی مفسدہ ہی مصلحت پر راجح ہو جاتا ہے ایسی تمام صورتوں میں سد ذرائع کے قاعدے پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مسلمانو! امت مسلمہ کے اصلاحی پروگرام میں ہر کوئی سب سے پہلے اپنی اصلاح سے شروع کرے، کیونکہ کوئی بھی اصلاحی پروگرام اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب اس سے جڑا شخص خود اپنی اصلاح پہلے کرلے پھر اپنے گھر والوں اور رشتے داروں کی اصلاح کرے پھر تمام طبقات اور جماعتوں کی طرف قدم بڑھائے۔

علما دعاۃ اور مصلحین پر واجب ہے کہ وہ علم کے پھیلانے اور دعوت دین کے میدان میں اپنی ذمیداری اچھی طرح سے نبھائیں، بلند ہمتی اور عزیمت کا پہاڑ بن جائیں، کمزوری اور عاجزی کو قریب بھی پھٹکنے نہ دیں، حکمت اور تجربے پر مبنی ان کا ہر کام ہو تا کہ ناکامی دور ہی سے تماشا دیکھتی رہ جائے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ}

اور کہہ دے تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ [سورۃ توبہ:105]

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) سنن ترمذی:3267۔

# نیکی واحسان

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

1423/2/13ھ،موافق 2002/4/26

حمدوثناء کے بعد!

اے اہل ایمان! اللہ تعالی نے اہل ارض وسماء کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے اور اپنے بندوں میں جسے چاہا اسے اس کی ہدایت نصیب فرمائی۔ پس وہ لوگ صحیح وسلامت رہتے ہوئے اور خیرات وبرکات پاگئے اور شرور ومکروہات سے نجات حاصل کر گئے۔

## دین کے تین مراتب:

اللہ تعالی نے اس دین اسلام کے تین مراتب بنائے ہیں: مرتبۂ اسلام، مرتبۂ ایمان اور ان سے اعلی مرتبۂ احسان۔

احسان اسلام کا افضل واعلی ترین درجہ ہے کیونکہ اللہ تعالی کا قرب نفس اور مخلوق پر احسان کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے اور جب انسان ان دونوں میں سے ہر ایک کو یکجا کرلے تو وہ اللہ تعالی کا مقرب ترین بندہ بن جاتا ہے۔

## احسان کا مقام:

احسان سے مراد نفس کو تمام عبادتوں اور انواع خیرات کے ذریعے نفع پہنچانا اور نفس کو تمام محرّمات (حرام کردہ امور) سے بچا رکھنا اور مخلوق کو تمام انواع خیر واحسان کے ساتھ نفع پہنچانا ہے۔ احسان، اہل عمل صالح کے لیے سب سے افضل واعلی منزل، عبادت کا سب سے اونچا درجہ اور اللہ کے نیک بندوں کا سب سے عمدہ حال ہے۔ ارشادِ الہی ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾

”دینی اعتبار سے اس سے اچھا کون ہوسکتا ہے؟ جو اپنے آپ کو اللہ تعالی کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکو کار. ساتھ ہی (حضرت) ابراہیم حنیف (یکسوئی والے) کے دین کی پیروی بھی کر رہا ہو۔“ (النساء:۱۲۵)

### (1) حفاظتِ الٰہی:

اللہ تعالی نے دونوں جہانوں میں عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا ہے. اہل احسان وخلوص پر اپنی خصوصی عنایت وکرم فرمایا ہے، اپنی قدرت سے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اپنی رحمت سے انہیں بے شمار بھلائیاں عطا کی ہیں۔

### (2) تائید ونصرت اور عنایت الٰہی:

احسان کے ثواب کا اندازا اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ عمل میں احسان وخلوص والے شخص کے لیے اللہ تعالی نے اپنی مدد ونصرت، تائید وعنایت، حفاظت وتعاون اور اس کے تمام حالات کی اصلاح اور اسے توفیق خیر کے ساتھ اپنی معیت خاص عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾

”یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ، اس کا تقویٰ و ڈر اختیار کرنے اور عمل میں خلوص و احسان والوں کے ساتھ ہے۔“ (النحل:128)

## (3) حبّ الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ جو اپنے قول و عمل میں احسان و خلوص والا ہوگا اس کے لئے اس احسان و خلوص کا ثواب یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت حاصل ہوگی جو اس کے جلال و مقام کے شایان شان ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے ہر طرح کی بھلائیاں عطا کر دیتا ہے اور اس سے تمام برائیاں دور کر دیتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

”یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (البقرہ:195)

## (4) غموں سے نجات:

احسان پر ملنے والا ثواب و بدلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو ہر غم سے نجات، ہر تنگی سے کشائش، ہر بلاء و مصیبت سے بچاؤ اور عافیت دیتا ہے اور انہیں دشمن کے مکر و فریب سے نجات دلاتا ہے اور احسان کرنے والوں پر طرح طرح کی نعمتیں اور انعامات و خیرات نازل کرتا ہے اور ان کے لئے اچھی عافیت و انجام لکھ دیتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی (بنیامین) کے بارے میں انہی کی زبانی فرمایا ہے:﴿قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان و کرم فرمایا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے احسان کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا۔“ (یوسف:90)

اور ارشاد ہے:﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾

”ہم احسان و اچھا عمل کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتے۔“ (الکہف:30)

## (5) علم و نور:

احسان کرنے والوں کو ہی اللہ تعالیٰ یہ بدلہ و ثواب بھی عطا کرتا ہے کہ وہ ان کے دلوں میں ایسا علم ودیعت کر دیتا ہے جس کی بدولت انسان حلال و حرام اور حق و باطل میں فرق کر سکتا ہے اور اسے ایسا نور عطا کر دیتا ہے جس سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں اور شکوک و شبہات کی تمام تاریکیاں رفع ہو جاتی ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی و شہوت پرستی کا مرض زائل ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

”اور جب یوسف علیہ السلام پختگی کی عمر کو پہنچ گئے، ہم نے انہیں قوتِ فیصلہ اور علم دیا اور احسان کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ (یوسف:22)

## (6) رحمت و جنت:

نیکی و احسان کے اجر و ثواب اور بدلہ میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخری دور کے نیکو کاروں کو پہلے والے نیکو کاروں سے ملا دیتا ہے اور

انہیں بھی ان کے فضل وثواب میں شامل کر دیتا ہے اور ان پہلے پچھلے تمام محسنین کا حشر اکٹھے ہی کرتا ہے، ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور ان پر اپنی نعمتوں کا اہتمام کرتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"اور وہ مہاجرین وانصار سابق ومقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو کار ہیں اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوگیا اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالی نے ان کے لیے ایسی جنتیں مہیا کر رکھی ہیں جن کے نہریں جاری ہونگی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" (التوبہ: 100)

## (7) ثناءِ حسن اور دعائیں:

احسان کا ثواب واجر یہ بھی ہے کہ تمام جہانوں کا ربّ ایسے بندے کی بڑی تعریف کرتا ہے، احسان کرنے والوں کے لئے ہمیشہ دعائیں ہوتی رہتی ہیں اور ان پر بکثرت برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ[79] إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

"نوح علیہ السلام پر دونوں جہانوں میں سلامتی ہو، ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔" (الصافات:80)

﴿سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ[109] كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

"ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی ہو، احسان کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔" (الصافات:110)

﴿سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ[120] إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

"موسیٰ وہارون علیہما السلام پر سلامتی ہو، ہم محسنین کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔" (الصافات:121-120)

یہ معاملہ اگر چہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے لیکن جو شخص بھی احسان کرے گا۔ اس کے احسان کے مطابق اللہ تعالی ہر کسی کو بدلہ دیتا ہے۔

## (8) بھلائی کا حصول اور برائی سے دور:

احسان ونیکو کاری کا ہی اجر وثواب یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ ہر طرح کی بھلائیاں مہیا کرتا ہے اور انہیں ہر طرح کے شرّ اور برائی سے دور رکھتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾

"جو لوگ بھلائی واحسان کرتے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور دارِ آخرت تو بہت ہی اچھا ہے اور کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر (جنت) ہے۔" (النحل:30)

## (9) جنّت ودیدارِ الٰہی:

آخرت میں احسان کا پھل تو بہت ہی بڑی جزاء اور ثواب عظیم کی شکل میں ہو گا۔ ارشارِ الٰہی ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا

﴿الْإِحْسَانُ﴾

"احسان کا بدلہ، احسان کے سوا اور کیا ہے۔" (الرحمن:60)

اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

"جن لوگوں نے احسان و نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور مزید برآں بھی، اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ ہی رسوائی۔ یہی لوگ جنتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (یونس:26)

اس آیت میں حسنیٰ (بھلائی) سے مراد جنت اور مزید برآں سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس موضوع کی احادیث صحت کے اعلیٰ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے دن ان مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کے وجہِ کریم کی زیارت کو احسان و نیکی کی جزاء بنانا بہت ہی مناسب تھا کیونکہ بندہ اس دنیا میں اپنے ربّ کی اس خشوع وخضوع اور حضورِ قلب سے عبادت کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا قیامت کے دن اس کا اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا اسی احسان کی جزاء ہے، اور یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جب کفار کے دل اللہ کی معرفت و پہچان اور اس کی نگرانی سے روک دیئے گئے تو قیامت کے دن ان کی آنکھیں اللہ کے دیدار سے تو روک دی جائیں گی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾

"ہرگز نہیں! اس (قیامت کے) دن یہ (کفار) اپنے ربّ کے دیدار سے محروم رکھے جائیں گے۔" (مطففین:15)

## (1) احسان کیا ہے؟

وہ احسان کیا ہے؟ جس کا اتنا بڑا درجہ بتلایا گیا ہے، اور جس کا اتنا اجر وثواب ملنے والا ہے؟۔

اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ

"احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ تم گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"[1]

(صحیح مسلم عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

اس کا معنی یہ ہے کہ: بندہ اللہ کی عبادت یوں کرے کہ گویا وہ اللہ کے قریب ہو کر اس کی عبادت کر رہا ہے اور اس کے سامنے کھڑا اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے دل میں خشیتِ الٰہی ہو، اس کی تعظیم ومحبت ہو اور عبادت میں خیرخواہی ہو اور اس کے اتمام واکمال اور اتقان وحسن کی بھرپور کوشش کرے۔

معجم طبرانی کبیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی مختصر سا عمل بتایئے؟ نبی ﷺ

---

1) صحیح مسلم:8۔

نے فرمایا: " صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ، فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ " ( معجم طبرانی کبیر عن انس رضی اللہ عنہ )
"تم نماز اس طرح پڑھو کہ گویا یہ تمہاری آخری الوداعی نماز ہے اور اگر تم اللہ تعالی کو نہیں دیکھ رہے تو کم از کم اتنا تو یقین ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"[1]

یعنی اگر یہ درجہ حاصل نہ کر پائے کہ وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے تو کم از کم دوران عبادت اتنا تو شعور واحساس ہو کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے اور اس سے اس کا ظاہر و باطن کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے، اور حضرت حارثہ والی حدیث جو کہ متصلا اور مرسلا دونوں طرح سے مروی ہے، اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: " كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ ؟ قَالَ : أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا . فَقَالَ : " انْظُرْ مَا تَقُولُ ؟ فَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيقَةً . فَمَا حَقِيقَةُ إِيمَانِكَ ؟ " فَقَالَ : قَدْ عَزَفَتْ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا ، وَأَسْهَرْتُ لِذَلِكَ لَيْلِي ، [267/3] أَظْمَأْتُ (1) نَهَارِي ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُونَ فِيهَا ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فِيهَا . فَقَالَ : " يَا حَارِثُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ " ( معجم طبرانی کبیر )[2]
"اے حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے اللہ تعالی پر ایمان کی حالت میں صبح کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہو اس پر اچھی طرح غور کرلو، کیونکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اپنے نفس کو دنیا سے الگ کرلیا ہے۔ میں راتوں کو جاگتا (قیام کرتا) ہوں، دن کو پیاسا رہتا ہوں (روزہ) اور مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اپنے ربّ کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور میں گویا اہل جنت کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کررہے ہیں اور میں گویا اپنی آنکھوں سے اہل جہنم کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ کس طرح لوٹا لوٹا کر جہنم میں ڈالے جاتے ہیں۔ فرمایا: تم نے دیکھ لیا، پس اب اپنے دل میں ایمان کا نور محفوظ رکھو۔ احسان یہ ہے کہ تم نماز کو صحیح ترین طریقہ سے ادا کرو اور اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے میں کوشاں رہو اور رات کی ان گھڑیوں میں اللہ تعالی سے مناجات وسرگوشیاں کرو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور مخلوق الہی پر احسان کرتے رہو۔ اور اللہ تعالی نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ [17] وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ [18] وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾
"وہ تو اس سے پہلے بھی نیکو کار تھے، وہ راتوں کو بہت کم سویا کرتے تھے اور بوقتِ سحر اللہ تعالی سے توبہ واستغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔" (الذاریات: 16-19)

(2) احسان، نفس، شیطان، کفار و منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کا نام ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ [146] وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

---

1) طبرانی الاوسط، حدیث: 4427۔
2) معجم طبرانی کبیر، حدیث: 3367۔

[147] ﴿فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"بہت سے انبیاء علیہم السلام کے ہم رکاب ہو کر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں، انہیں بھی اللہ تعالی کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ ہی وہ دبے اور اللہ تعالی صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے، اسے معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں کی قوم کے خلاف ہماری مدد فرما، اللہ تعالی نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا کی اور اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران: 138.134)

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"جو لوگ خوشحال و شدّت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ غصہ پی جانے اور لوگوں سے درگزر کر جانے والے ہیں، اللہ تعالی ایسے احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (آل عمران: 134)

(3) احسان، اللہ تعالی، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے آئمہ و حکّام اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا بھی نام ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

"کمزوروں اور بیماروں اور جن کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، ان پر کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے احسان کرنے والوں پر الزام کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اللہ تعالی بڑی مغفرت و رحمت والا ہے۔" (التوبہ: 91)

(4) حق کی پیروی کرنا، اس سے محبت کرنا اور وحی کو صحیح سالم دلوں، سننے سمجھنے والے کانوں اور اشکبار آنکھوں سے دیکھنا بھی احسان ہے۔

اللہ تعالی کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ [83] وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ [84] فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں کو اشکبار دیکھتے ہیں اور سبب یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، لہذا آپ ہمیں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی لکھ دے جو ماننے اور شہادت دینے

والے ہیں۔اور ہمارے پاس کون ساعذر ہے کہ ہم اللہ تعالی پر اور جو حق ہمیں پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کردے گا،اس لیے انہیں اللہ تعالی ان کے اس قول کی بناء پر ایسی جنتیں دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی،یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیکی واحسان کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے۔" (المائدہ:83-85)

## احسان: عمل مقربین:

احسان،مقربین کا عمل،عابدین کی غرض وغایت اور فوز وفلاح پانے والوں کا درجہ ہے،مسلمان کو چاہیئے کہ وہ احسان کے بلند درجات پانے اور اس کی خیرات وبرکات حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ فلاح پانے والوں کی راہ چلنے والا ہو جائے اور سالحین کے طریقہ والا بن جائے تاکہ قیامت کے دن نبی ﷺ کے جھنڈے تلے انہی کے ساتھ اس کا حشر بھی ہو۔اللہ تعالی نے احسان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَأَحۡسِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾

"احسان کرو،اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (البقرہ:195)

اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:"إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ" (صحیح مسلم)

"اللہ تعالی نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔"[1]

اللہ تعالی کے لیے اخلاص کے ساتھ اپنے اعمال کو سنوارو اور ان سے تمہاری غرض وغایت صرف رضاء الہی کا حصول ہو۔چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا﴾

"جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو،اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔" (الکھف:110)

اپنی اطاعت وعبادت کو نبی اکرم ﷺ کی پیروی کے ذریعے قابل قبول بنائے کیونکہ نبی ﷺ کی اطاعت سے ہی اللہ تعالی کی محبت ملے گی۔

چنانچہ ارشادِ الہی ہے:﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾

"کہہ دیجئے (اے نبی ﷺ) کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو،اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دیں گا،اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے۔" (آل عمران:31)

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح مسلم،حدیث:1955۔

# عمل صالح میں پہل اور اس کی تیاری

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

20/2/1423ھ

حمد وثناء کے بعد:

مسلمانو! تقوی اختیار کرو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ کامیابی سے سرفراز ہوسکو۔

اللہ کے بندو! یہ جان لو کہ بندے کی کامیابی، اس کی سعادت مندی اور خالق کائنات کے نزدیک اس کے درجات کی بلندی کا سبب اس کا ایمان، اس کا اخلاص اور کثرت سے اس کے اعمال حسنہ ہی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: {وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ} [سورۃ سبا: 37]

اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔

اور چونکہ اللہ رب العالمین کے نزدیک اعمال صالحہ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالی نے اس کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرمایا: {فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}

سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمھیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ [سورۃ بقرہ: 148]

مزید ارشاد باری تعالی ہے: {وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ}

اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ [سورۃ آل عمران: 133]

اور خود رسول رحمت پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے یوم آخرت کے لئے توشہ اکٹھا کرنے اور رب العالمین کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے اور بھلائیوں کی طرف جلدی کرنے پر ابھارا ہے اور رغبت دلائی ہے؛ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تُنْظَرُونَ إِلَّا إِلَى فَقْرٍ مُنْسٍ، أَوْ غِنًى مُطْغٍ، أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ، أَوْ هَرَمٍ مُفَنِّدٍ، أَوْ مَوْتٍ مُجْهِزٍ، أَوِ الدَّجَّالِ فَشَرٌّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِ السَّاعَةِ فَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ) [نسائی، مستدرک حاکم، سنن ترمذی، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، مگر علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

"سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، تمہیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو سب کچھ بھلا ڈالنے والا ہے؟ یا ایسی مالداری کا جو طغیانی پیدا کرنے والی ہے؟ یا ایسی بیماری کا جو مفسد ہے (یعنی اطاعت الٰہی میں خلل ڈالنے والی) ہے؟ یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو کھو

دینے والا ہے؟ یا ایسی موت کا جو جلدی ہی آنے والی ہے؟ یا اس دجال کا انتظار ہے جس کا انتظار سب سے برے غائب کا انتظار ہے؟ یا اس قیامت کا جو قیامت نہایت سخت اور کڑوی ہے"۔[1]

اعمال صالحہ ہی دراصل ہماری عمر کی قیمت اور زندگی کا بدلہ ہے،لہذا جس نے بھی اپنی عمر کو اعمال صالحہ سے نہیں بھر دیا وہ خسارے میں رہے گا اور اپنی دنیا وآخرت کو برباد کر لے گا، ارشاد باری تعالی ہے: {قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ}

کہہ دے بے شک اصل خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا سن لو! یہی صریح خسارہ ہے۔[سورۃ زمر:15]

اور اعمال صالحہ اور نیک اعمال انہی کو کہا جائے گا جن کے کرنے کا حکم اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ہو یا پھر وجوب یا استحباب کے طور پر رسول اکرم ﷺ نے ان کے کرنے کا حکم دیا ہو، یا پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے جن کے کرنے سے روکا ہو یا پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالی کا تقرب حاصل کرنے نیز اجروثواب کی امید میں جن کے کرنے سے روکا ہو۔

اعمال صالحہ اس وقت مکمل اجروثواب کے ساتھ پورا پورا فائدہ مند ہوں گے جب وہ خالص سنت کے مطابق ہوں گے، دل پورے طور پر شرک وریاء سے خالی ہوگا، نیز وہ تمام رکاوٹوں اور باطل کرنے والی اشیاء سے دور ہوں گے۔اور اعمال صالحہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خاص وعام ہر طرح کے فتنے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مذکورہ مبارک حدیث کے اندر رسول اکرم ﷺ نے ہر طرح کی رکاوٹوں اور موانع سے پہلے، بلکہ قبل اس کے کہ انسان کسی عام یا خاص فتنے میں مبتلا ہو، اعمال صالحہ کی طرف بڑھنے اور انہیں انجام دینے کی رغبت دلائی ہے، کس قدر عظیم ہے اللہ اور اس کے رسول کی یہ وصیت!!

رسول اکرم ﷺ کے قول (سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو) کا مفہوم یہی ہے فتنوں میں پڑنے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، رکاوٹوں کے آنے سے پہلے نیز فتنوں کا سامنا کرنے سے پہلے اعمال صالحہ کا اہتمام کرو۔

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (کیا تمہیں ایسے فقر کا انتظار ہے جو سب کچھ بھلا ڈالنے والا ہے؟) سے ان لوگوں کو پھٹکارا گیا ہے اور انہیں ڈانٹ پلائی گئی ہے جو اپنے دینی امور میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں، یعنی آخر اب تم کب اللہ کی عبادت کرو اور نیک اعمال کرو گے؟! کیونکہ جب تم کم مشغولیت اور جسمانی طاقت کے باوجود اللہ کی عبادت نہیں کرو گے تو آخر اس وقت اس کی عبادت کیسے کرو گے جب مشغولیت بڑھ جائے گی اور جسمانی طاقت کمزور پڑ جائے گی؟! شاید تم اسی فقر کا انتظار کر رہے ہو جو سب کچھ بھلا دینے والا اور خود اپنی ذات کے لئے مشغول کر دینے والا ہے، جس کی فکر میں پڑ کر پھر کسی کا خیال نہیں رہے گا، صرف اور صرف اپنی ذات کے لئے روزی روٹی کی فکر سر پر سوار ہوگی کہ دو وقت کی روٹی کہاں سے مل جائے اور گھر کی ضرورت پوری ہو جائے، اس وقت اگر عبادت بھی کرو گے تو دل ودماغ تشویش اور غم وفکر کا شکار ہوں گے۔

---

[1] سنن ترمذی:2228۔

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا ایسی مالداری کا جو طغیانی پیدا کرنے والی ہے؟) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مالداری جو طغیان اور ظلم میں مبتلا کرنے والی ہو، اور طغیان ہر چیز میں حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: {كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى * أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى}

ہرگز نہیں، بے شک انسان یقینا حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہوگیا ہے۔ [سورۃ علق:6-7]

اور مال انسان کے لئے یقینا فتنہ ہے اگر اس کا حق پورا نہیں کرتا اور اس کے اندر حقوق اللہ کو پہچان کر ہر صاحب حق کی طرف اس کا حق نہیں پہونچاتا ہے، اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ مالداری انسان کو جہنم کے پل تک پہونچا دیتی ہے، اس لئے کہ اس نے اس مال کو حرام طریقے سے کمایا ہوتا ہے، یا پھر اسے حرام کاریوں، شہوتوں اور حرام لذتوں کی تکمیل میں خرچ کیا ہوتا ہے، یا پھر اس میں منہمک ہو کر عبادت اور اطاعت الہی سے غافل ہو جاتا ہے، اور اس کے حصول میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے کہ اسے آخرت کی بالکل فکر نہیں ہوتی، یا پھر وہ بخالت کی وجہ سے حقوق ادا نہیں کرتا، ارشاد باری تعالی ہے: {فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ}

تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔ [سورۃ توبہ:55]

اور ارشاد باری تعالی ہے: {وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ}

اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس میں انھوں نے بخل کیا۔ [سورۃ آل عمران:180]

اور حدیث پاک میں آیا ہے: (مَا مِن صَاحِبِ كَنزٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ- أي: ثعبانا- فَيَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ وَيَقُولُ: أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ)

جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور خزانہ دیا اور پھر اس نے اس کی زکوۃ نہیں ادا کی تو (آخرت میں) اس کا مال نہایت زہریلے سانپ بن کر جس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔[1]

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا ایسی بیماری کا جو مفسد ہے) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بیماری اپنی شدت سے بدن کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی یا سستی اور کاہلی کی وجہ سے دین کے لئے ضرر رساں ہوگی، یا پھر عقل کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی اس طرح وہ عبادت میں کوئی لذت نہیں پائے گا، اور عبادت ایسی شکل میں نہیں کر پائے گا جس میں اجر وثواب کی امید ہوتی ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو کھو دینے والا ہے؟) سے مراد وہ بڑھاپا اور درازیٔ عمر ہے جس میں آدمی کھوسٹ

1) صحیح بخاری:2228۔

پنے کی وجہ سے ہذیان اور اوٹ پٹان بکنے لگتا ہے، عقل ماؤف ہو جاتی ہے، (فند) بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے کھوسٹ پنے اور عقل کے ماؤف ہونے کو کہتے ہیں، اور انسان کی یہ حالت اطاعت وعبادت میں رکاوٹ بنتی ہے، والعیاذ باللہ۔

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا ایسی موت کا جو جلدی ہی آنے والی ہے؟) سے وہ موت ہے جو اچانک واقع ہو جاتی ہے، کہ آدمی اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا موقع ہی نہیں پاتا، کہ اپنے رب کے سامنے یہ مجرم گنہگار بندہ بن کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے، کہ جس کے لئے اس کے رب نے اس کے گناہوں کی وجہ سے دردناک اور رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے، اسی طرح وہ نہ ہی کوئی واجب یا مستحب وصیت کر پاتا ہے تا کہ اپنے وارثین کو وضاحت یا بیان دے سکے، نہ ہی اس کی عمر میں کچھ اضافہ ہو پاتا ہے کہ کچھ نیکی کما لے، ارشاد باری تعالی ہے:

{حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ * لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ}

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ تا کہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔ ہر گز نہیں، یہ تو ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور ان کے پیچھے اس دن تک جب وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔ [سورۃ مومنون:99-100]

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا اس دجال کا انتظار ہے جس کا انتظار سب سے برے غائب کا انتظار ہے؟) کا مطلب خروج دجال ہے، اور یہ سب سے بڑا فتنہ ہو گا تخلیق کائنات سے لے کر قیامت تک، اس فتنے سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہے، اور یہ دجال بنو آدم ہی کا ایک فرد ہو گا، وہ دائیں آنکھ کا کانا ہو گا، وہ رب العالمین ہونے کا دعوی کرے گا، فتنے اور آزمائش کے طور پر اللہ سبحانہ وتعالی اس کے ہاتھ پر معجزات اور خرق عادات چیزوں کا ظہور کرے گا، چنانچہ وہ آسمان سے کہے گا: تو بارش برسا، پھر وہ بارش برسانے لگے گا، اور زمین سے کہے گا: سبزہ اگا، پھر وہ سبزہ اگانے لگے گی، اور صحراء سے کہے گا: تو اپنا خزانہ نکال، پھر وہ اپنا خزانہ نکالنے لگے گا، وہ کوڑھ اور برص کے مریضوں کو شفا دے گا، بحکم اللہ مردوں کو زندہ کرے گا، اس کے پاس کھانوں اور غلہ جات کا ڈھیر ہو گا، جب کہ اس وقت مومنوں کے پاس کھانے پینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہو گی سوائے ذکر واذکار اور تسبیح کے، جو کہ ان کے لئے کھانے پینے کا کام کرے گا، اس وقت دجال کی اطاعت ہر منافق مرد اور منافق عورت کرے گی، اس کے اکثر پیروکار یہودی، اولاد زنا ہوں گے، اسی طرح عورتیں بھی ہوں گی کیونکہ دنیا اور اس کی زیب وزینت میں یہ جلدی گرفتار ہو جاتی ہیں، اسی طرح بے وقعت اور گرے پڑے لوگ ہوں گے جو خود کسی بھی طرح کا فیصلہ کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، پھر عیسی علیہ السلام سرزمین میں بمقام لد پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

اور رسول اکرم ﷺ کے قول (یا اس قیامت کا جو قیامت نہایت سخت اور کڑوی ہے) کا مفہوم یہ ہیکہ قیامت کی یہ گھڑی ان تمام سخت حالات سے کہیں زیادہ سخت اور کڑوی ہوگی جنہیں ایک انسان اپنی زندگی میں جھیلتا ہے، پھر بھی قیامت کی اس گھڑی کے لئے کوئی تیاری نہیں کرتا جب کہ وہ گھڑی بے انتہا سخت ہوگی اور اس کی ہولناکی ناقابل برداشت ہوگی، ہولناکی اس قدر بے انتہا ہوگی کہ پرندے اس ہولناکی کے خوف سے اپنے اندر کے کھانوں کو اگل دیں گے اور تمام بدکنے والے جنگلی جانور ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں گے، ارشاد باری تعالی ہے:

{يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ}

جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ [سورۂ حج:2]

اور موت آنے پر انسان کے لئے قیامت صغری شروع ہوجاتی ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (إذا مات المرءُ قامت قيامتُه)

انسان کے مرتے ہی اس کی قیامت شروع ہوجاتی ہے۔

کیونکہ اسے اسی وقت یا تو جنت کی خوشخبری مل جاتی ہے یا جہنم کی خبر دے دی جاتی ہے، پھر اسے اسی وقت سے اس کے عمل کے اعتبار سے یا تو عذاب دیا جاتا ہے یا پھر اسے نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو مذکورہ ساتوں امور کے وقوع سے پہلے اعمال صالحہ کے کرنے کی رغبت دلائی ہے، جس سے مراد اطاعت وفرمانبرداری پر ابھارنا اور زیادہ سے زیادہ عبادت ونیکی کرنے کی رغبت دلانا ہے صحت وتندرستی اور فراغت کے اوقات میں، اور خصوصی اور عمومی تمام فتنوں جیسے دجال وقیامت کے آنے سے پہلے، نیز مرنے سے پہلے زندگی ہی میں نیکیوں اور بھلائیوں سے مالا مال ہونے پر ابھارنا ہے۔

اور حدیث کے اندر سات کی عدد اصلاً مقصود نہیں ہے، کیونکہ اعمال صالحہ کی راہ میں رکاوٹیں صرف انہیں سات چیزوں میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ان ساتوں فتنوں پر تنبیہ کردی ہے ان کی اہمیت کی وجہ سے اور چونکہ ان چیزوں سے لوگوں کا کثرت سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔

اور حدیث کے اندر سات کی عدد اصلاً مقصود نہیں ہے اور یہ کہ اعمال صالحہ کی راہ میں رکاوٹیں سات سے بھی زیادہ ہیں اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا : طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوِ الدُّخَانَ، أَوِ الدَّجَّالَ، أَوِ الدَّابَّةَ، أَوْ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ، أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ) (صحیح مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعہ، باب فِي بَقِيَّةٍ مِنْ أَحَادِيثِ الدَّجَّالِ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جلدی کرو نیک اعمال کرنے کی چھ چیزوں سے پہلے، ایک دجال کے نکلنے سے، دوسرے دھواں، تیسرے زمین کا جانور، چوتھے آفتاب کا پچھم سے نکلنا، پانچویں قیامت، چھٹے موت۔" (یعنی جب یہ باتیں آجائیں گی تو نیک اعمال کا قابو جاتا رہے گا)۔[1]

اس سے مراد فتنۂ خاصہ اور فتنۂ عامہ ہے۔

[1] صحیح مسلم:2947۔

مزید صحیح بخاری کے اندر سیدنا ابن عباس سے مروی ہے: عن ابن عباس رضی الله عنهما، قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: " نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ" (صحیح بخاری: كِتَاب الرِّقَاقِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّقَاقِ وَأَنْ لاَ عَيْشَ إِلاَّ عَيْشُ الآخِرَةِ)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے، صحت اور فراغت۔"[1]

مستدرک حاکم کے اندر سیدنا ابن عباس سے مروی ہے: (اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ) (مستدرک حاکم: 4/341)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو، اپنی بیماری سے پہلے اپنی صحت وتندرستی کو، اپنی فقیری سے پہلے اپنی مالداری کو، اپنی مشغولیت سے پہلے اپنی فراغت کو اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی کو۔[2]

سلف صالحین انہیں نبوی احکامات اور ربانی ارشادات کو مضبوطی سے پکڑ کر ان پر عمل پیرا تھے، یہاں تک کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: (إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ) (صحیح بخاری)

شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔

اور مزید اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (تَعَرَّفْ إِلَى اللهِ فِي الرَّخَاءِ يَعرِفكَ فِي الشِّدَّةِ)

خوشحالی کے ایام میں تم اللہ کو یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف کے ایام میں یاد رکھے گا۔[3]

اور ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[18] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں ان کی جانیں بھلوا دیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔ [سورة حشر: 18-19]

اور حدیث کے اندر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ، فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ) میں جس کام سے تم کو منع کر دوں اس سے باز رہو، اور جس کام کا حکم کروں اس کو بجالاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے۔[4] (صحیح مسلم)

---

۱) صحیح بخاری: 6412۔

۲) مستدرک حاکم: 4/341.

۳) سنن ترمذی: 2516۔

۴) صحیح مسلم 1337۔

مسلمانو! نیکی کے کام کرنے کے حریص بنو پورے اخلاص اور سنت کی پیروی کے ساتھ، وہ نیکی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی؛ کیونکہ نیکیوں کو اللہ تعالی بڑھا کر دیتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ}

جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [سورۂ انعام:160]

اور حدیث کے اندر نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے: (لَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ يَلْقَى أَخَاهُ بِوَجْهٍ طَلْقٍ) تم میں سے کوئی احسان اور نیکی کو کم مت سمجھے (یعنی ثواب سے خالی نہیں) اور یہ بھی ایک احسان ہے کہ اپنے بھائی سے ملے کشادہ پیشانی کے ساتھ۔[1] (صحیح مسلم)

اسی طرح تمام برائیوں سے بچو گرچہ وہ تمہاری آنکھوں میں چھوٹی ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ ہر برائی کا کوئی نہ کوئی طالب ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (إِيَّاكُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ عَلَى الرَّجُلِ حَتَّى يُهْلِكْنَهُ) چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو؛ کیونکہ یہی گناہ اکٹھا ہو کر آدمی کو ہلاک کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔[2] (مسند طیالسی:400)

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) صحیح مسلم:2626۔
2) مسند طیالسی:400.

# ابن عباس کے نام نبی اکرم کی وصیت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین آل شیخ حفظہ اللہ

27/2/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! آج امت مسلمہ کمزوری اور انتشار واختلاف کے ماحول میں زندگی گزار رہی ہے، ذلت ورسوائی کا پیکر بنی ہوئی ہے۔ دانشوران قوم ایسے روشن مستقبل کی پلاننگ بنا رہے ہیں جو امت مسلمہ کو اس ذلت سے نجات دے، اس ذلت ورسوائی کے اسباب پر بحث چل رہی ہے۔ اسکے حل پیش کیئے جارہے ہیں لوگ اپنے اپنے مفید قیمتی آراومشورے سے نواز رہے ہیں۔ تاکہ حقیقت کی نقاب کشائی کرکے اصلی مرض تک پہونچ کر اسے جڑ سے ختم کیا جاسکے۔

اور جان لو! اس بیماری کا علاج اور اس ذلت ورسوائی سے نکلنے کا حل صرف اور صرف کتاب وسنت میں فہم سلف کے مطابق ہی ہے۔

مسلمانو! آؤ معلم بشریت سید البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم وصیت کے سائے میں چند لمحات جی لیتے ہیں جس کے اندر آپ نے امت کو ایک ابدی پیغام دیا ہے جس سے اسکی دنیا وآخرت دونوں کے اندر سدھار آئے اور کامیابی سے ہمکنار ہو۔ ایسا وثیقہ ہے جسے ہمیں اپنا نصب العین بنانا چاہیے جو ہماری ہر حرکت اور ارادے میں مطمح نظر ہو، ایسا وثیقہ جو قومی مصلحت یا کسی ذاتی مصلحت کو نہ دیکھے، ایسا وثیقہ جو خواہشات نفس کا پیروکار نہیں ہے بلکہ مکمل وحی الٰہی ہے یہ وثیقہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر ہوا ہے۔ ایک نورانی وصیت ہے جس سے امت مسلمہ کے لیے خیر وبھلائی اور عزت ومرتبہ مقصود ہے۔ ارشاد باری ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔ [سورۃ انفال:24]

یہ ایمانی احیاء فرد وجماعت سب کو شامل ہے یہ ایسی احیاء ہے جس کی بنیاد ایمان کی قوت پر ہے، جس کی ضرورت ایک مسلمان کو ہر بحران کے وقت پڑتی ہے۔ یہ ایسی احیاء ہے جس سے پوری قوم بحران سے نکل کر ترقی کے راستے پر گامزن ہوتی ہے، قوم کیلئے سعادت مندی اور سلامتی وخیر کا ضامن ہے، نیز زندگی کے تمام میدانوں میں ترقی کا باعث ہے۔

مسلمانو! اس وصیت کے اندر دنیا وآخرت ہر جگہ عزت وسربلندی اور مجد وشرافت کا ضامن ہے بشرطیکہ اسکے شرائط کو پورا کیا جائیں، ارشاد باری ہے: لقد ان کی بیگم کی تابانی وکرم اور ان اراجہ جاوہ یقینا ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے۔ مزید ارشاد باری ہے: {لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ}

بلاشبہ یقینا ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے۔ [سورۃ انبیاء:10]

مزید ارشاد باری ہے: {فَمَنْ ءامَنَ وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ}

پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ [سورۃ انعام:48]

اصلاح و عمل کے بغیر افراد قوم کا ضیاع مقدر ہے، اس شق پر عمل کئے بغیر معاشرے کی تباہی و بربادی طے ہے۔ ایسا وثیقہ جو ایک مسلمان کو اصل حقیقت سے ملاتا ہے۔ ایسا وثیقہ جو مسلمانوں کیلئے ان کے تمام موجودہ بحرانوں کا سامنا کرنے اور ان سے نجات دلانے کا ضامن ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: (إِنَّمَا سَبَقْتُمُ النَّاسَ بِنُصْرَةِ هٰذَا الدِّينِ)

اس دین کی مدد ہی کی وجہ سے تم تمام لوگوں سے سبقت کر لئے ہو۔

اللہ تم سب کا خیال رکھے! آئیے سنتے ہیں اس عظیم وصیت کو تا کہ اسے سن کر، پڑھ کر اس پر عمل کریں، سنن ترمذی کے اندر ہے: (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ ، " إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں"۔[1] (سنن ترمذی)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: (احفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعرِفكَ فِي الشِّدَّةِ، وَاعلَم أَنَّ مَا أَخطَأَكَ لَم يَكُن لِيُصِيبَكَ، وَأَنَّ مَا أَصَابَكَ لَم يَكُن لِيُخطِئَكَ، وَاعلَم أَنَّ النَصرَ مَعَ الصَبرِ، وَأَنَّ الفَرجَ مَعَ الكُربِ، وَأَنَّ مَعَ العُسرِ يُسرًا)

تم اللہ کی حفاظت کرو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، تم اللہ کو خوشحالی میں یاد رکھو وہ تمہیں تکلیف میں یاد رکھے گا اور جان لو! جو تمہیں نہیں ملنا تھا وہ نہیں مل سکتا، اور جو تمہیں مل گیا وہ خطا نہیں کر سکتا تھا اور جان لو! یقینا کامیابی صبر کے ساتھ ہے، کشادگی کرب کے ساتھ ہے اور آسانی تکلیف کے ساتھ ہے۔[2] (مسند احمد)

اہل علم نے کہا: یہ حدیث بہت ساری عظیم وصیتوں اور دین کے اہم قواعد پر مشتمل ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا: میں نے اس حدیث پر غور کیا تو حیران ہو گیا، قریب تھا کہ بیہوش ہو جاتا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لوگ اس حدیث سے ناواقف ہیں اور اسکے مفہوم کو نہیں سمجھتے۔

---

1) سنن ترمذی:2516۔

2) مسند احمد:5/19۔

مسلمانو! اللہ کی حفاظت سے مراد اس حدیث میں اسکے حدود کی حفاظت کرنا، اس کے حقوق کی پابندی کرنا، اسکے احکامات پر عمل کرنا اور اسکے منہیات سے بچنا ہے۔ ارشاد باری ہے: { هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ, حَفِيظٍ, مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاء بِقَلْبٍ,مُّنِيبٍ}

یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈرگیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ [سورۃ ق:32-33]

ایسی حفاظت جو سر سے لیکر پیٹ تک سب کو شامل ہو، سنن ترمذی اور مسند احمد وغیرہ کے اندر ہے: (عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الِاسْتِحْيَاءُ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ وَمَا حَوَى)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے شرم وحیاء کرنے کا جو حق ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے سر اور اس کے ساتھ جتنی چیزیں ہیں ان سب کی حفاظت کرو، اور اپنے پیٹ اور اس کے اندر جو چیزیں ہیں ان کی حفاظت کرو۔[1] (سنن ترمذی)

ایسی حفاظت جو اعضاء وجوارح کو غلطیوں اور گناہوں سے محفوظ رکھے۔ صحیح بخاری میں فرمان نبوی ہے: (مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)

میرے لیے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ذمہ داری دیدے میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔[2] (صحیح بخاری)

ایسی حفاظت جو انسان کو شہوتوں سے محفوظ رکھے ایسی شہوتوں میں جو انسان کو گمراہی تک پہونچادیں یا اسے اخلاق کریمہ سے دور کردیں، ارشاد باری ہے: { وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً}

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ [سورۃ احزاب:35]

مومنو! دین کا ایک اصول ہے کہ بدلہ عمل کے جنس ہی سے ملتا ہے، چنانچہ جو اللہ کی حفاظت کا وعدہ پورا کرے گا تو اسے اللہ کی بھی حفاظت اور اسکی رعایت وعنایت حاصل ہوگی، ایسی حفاظت ورعایت جو اسکے دین ودنیا سب کو شامل ہوگی، اس کے تمام مصلحتوں کو پوری کرے گی، اسے تمام نقصانات سے بچائے گی۔

اہل علم نے کہا: اللہ کی طرف سے بندے کی حفاظت میں دو طرح کی حفاظت شامل ہے:

**پہلی قسم:** اللہ اسے تمام گمراہ کن شبہات اور حرام شہوات سے محفوظ رکھتا ہے، بندے اور برائیوں کے درمیان حائل ہو کر، ارشاد باری ہے:

---

1) سنن ترمذی:2458۔

2) صحیح بخاری:6474۔

{كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ}
اسی طرح ہوا، تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ہٹادیں۔ بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔ [سورۃ یوسف:24]

دوسری قسم: اسکی دنیاوی مصلحتوں کی حفاظت کرتا ہے، جیسے اسکے بدن کی حفاظت، اسکے آل و اولاد اور مال وزر کی حفاظت، ارشاد باری ہے: {لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ}
اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ [سورۃ رعد:11]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: (الملائكة يحفظونه بأمر الله، فإذا جاء القدر خلوا عنه)
بحکم الٰہی فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں، مگر جب تقدیر آجاتی ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں۔[1]

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: اللہ کی حفاظت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حفاظت کیلئے موذی جانور کو بھی لگا دیتا ہے، جس طرح کہ نبی اکرم کے غلام سفینہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا کہ جب کشتی ٹوٹ گئی اور کسی جزیرے پر جالگی، تو وہاں ایک شیر دیکھا، جس نے انہیں صحیح راستہ بتایا۔

نبی اکرم ﷺ نے اسی مفہوم کو اس وصیت میں واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے: تم اللہ کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ چنانچہ جو اللہ کے حدود کی حفاظت کرے گا، اس کے حقوق کا خیال کرے گا اللہ اسکی بھی حفاظت فرمائے گا اپنی توفیق و ہدایت کے ذریعے اس پر احسان کرے گا اور اسکی ہر وقت مدد کرے گا، ارشاد باری ہے: {إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ}
بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔ [سورۃ نحل:128]

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو اللہ کا تقوی اختیار کرتا ہے اسے اپنے ساتھ پاتا ہے، اور جس کے ساتھ اللہ ہو اسکے ساتھ ایسی جماعت رہتی ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوتی، ایسا محافظ ہوتا ہے جو کبھی سوتا نہیں، ایسا ہادی ہوتا ہے جو کبھی بھٹکتا نہیں۔

بعض سلف نے اپنے ایک بھائی سے کہا: حمد وثناء کے بعد اگر اللہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر تمہیں کس کا خوف؟ اور اگر تمہارے خلاف ہے تو پھر تمہیں کس سے امید؟!

اسلامی بھائیو! اسی مفہوم میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نیک بندے کی موت کے بعد بھی اسکی اولاد کی حفاظت کرتا ہے، ارشاد باری ہے:
{وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا}
اور ان کے والد نیک تھے۔ [سورۃ کہف:82]

کہا گیا ہے کہ ان دونوں یتیموں کی حفاظت دراصل ان کے والد کی نیک ہونے کی وجہ سے کی گئی، ارشاد باری ہے: {وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا}

---

1) تفسیر ابن جریر الطبری 13: 116/ -

اور لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اپنے پیچھے اگر کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے متعلق ڈرتے، پس لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔ [سورۂ نساء:9]

اور جو اللہ کی حفاظت اپنی نوجوانی میں کرے گا اللہ اسکی حفاظت اسکے بڑھاپے میں کرے گا، اسے طاقت دے گا اسکی قوت سماعت و بصارت کو تیز کر دے گا، بعض سلف صالحین کی عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی تھی پھر بھی وہ قوت سماعت و بصارت میں قوی تھے، ایک دن زور سے چھلانگ لگائی تو اسکی وجہ پوچھی گئی تو کہا: یہ اعضاء ہیں جنہیں ہم نے بچپن میں گناہوں سے محفوظ رکھا تو اللہ نے انہیں بڑھاپے میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔

مسلمانو! یہ امت جب اللہ کے دین کی حفاظت کرے گی، اللہ کیلئے خالص ہو جائے گی، تمام شہوات وشبہات سے نکل جائے گی۔ اس کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی تمام حالات کتاب وسنت کے مطابق ہو جائیں گے، اس وقت اللہ بھی ان کی ہر مصیبت و پریشانی سے حفاظت کر لے گا اور اس وقت انہیں امن واستقرار اور عزت ووقار حاصل ہو جائے گی، ارشاد باری ہے: {الَّذِينَ ءامَنُوا وَلَمۡ يَلۡبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلۡمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الأَمۡنُ وَهُم مُّهۡتَدُونَ}

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ [سورۂ انعام:82]

یہ امت جب ایمان باللہ اور رسول کے پیغام میں غرق ہو جائے گی، اپنی زندگی میں اسے نافذ کر لے گی تو اسے تمام میدان میں امن وامان مل جائے گا، دشمنوں سے امان، خطروں سے امان، نقصانات وخوف سے امان. وہ امن سیاسی بھی ہوگا، اقتصادی بھی ہوگا، سماجی بھی ہوگا۔ اور جب تمام مسلمان دین کے حقیقی واجبات اور اسکے مبادیات پر عمل کرنا شروع کر دیں گے، شہوا تو شبہات سے دور ہو جائیں گے، مادی و معنوی وسائل اپنانے لگیں گے اس وقت اللہ بھی انہیں اقتدار ارضی عطا کر دے گا، انہیں سربلندی سے نواز دے گا، دشمنوں کو خوف میں ڈال دے گا اور خیر وعدل ہر جگہ عام کر دے گا، ارشاد باری ہے: { وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءامَنُوا مِنكُمۡ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي الأَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِينَهُمُ الَّذِي ارۡتَضَى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡناً يَعۡبُدُونَنِي لاَ يُشۡرِكُونَ بِي شَيۡئاً وَمَن كَفَرَ بَعۡدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الۡفَاسِقُونَ}

اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ [سورۂ نور:55]

مسلمانو! یقیناً امت مسلمہ کو اس پر آشوب دور میں ہر طرح کی آزمائش کا سامنا ہے، وہ امن وامان چاہتی ہے مگر نصیب نہیں، عزت وشرف

طلب کرتی ہے مگر اس سے دور ہے، یقینا اسے یہ سب اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب وہ اللہ کے شرائط کو پورا کرے گی، اطاعت الہی اور سنت رسول پر گامزن ہوگی، شریعت اسلامیہ سے راضی ہوگی اور اسے اپنی زندگی میں لاگو کرے گی، اسی وقت اسکی ساری پریشانی اور قلق دور ہوگی، شر و فساد سے نجات پائے گی، اس وقت دنیا کی کوئی طاقت اسکا سامنا نہیں کر سکے گی، ارشاد باری ہے: {فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى}

پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پوری طرح پیروی کی تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔ اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے۔[سورۃ طہ:123-124]

مزید ارشاد باری ہے: {فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ}

تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سوان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[سورۃ بقرہ:38]

اسلامی بھائیو! تاریخ شاہد ہے کہ اس مسلم قوم نے جب بھی اس منہج کی مخالفت کی ہے، اسے حوادث کا شکار ہونا پڑا ہے، اقتدار و سیادت سے ہاتھ دھونا پڑا ہے، خوف و دہشت میں مبتلا ہونا پڑا ہے دشمنوں نے اسے جیسا چاہا اچھالا ہے، ارشاد باری ہے: {أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ}[سورۃ آل عمران:165]

اور کیا جب تمھیں ایک مصیبت پہنچی کہ یقینا اس سے دگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کیسے ہوا؟ کہہ دے یہ تمھاری اپنی طرف سے ہے۔

نبی رحمت ﷺ سے یہ ثابت ہے: (إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ)

جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کردے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پاسکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آو گے۔'[1](ابوداؤد)

بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کے ہاتھ ایک تھان کپڑا ایک ہزار روپے میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچا، پھر آٹھ سو روپیہ نقد دے کر وہ تھان اس نے عمرو سے خرید لیا، یہ بیع سود خوروں نے ایجاد کی ہے۔

مسلمانو! اللہ کا وعدہ برحق ہے اس کی صورتیں اور شکلیں گرچہ مختلف اور متنوع ہو، جو اس وعدے کو حاصل کرنا چاہتا ہو تو چاہئے کہ اسکے شرائط کو پورا کرے، ارشاد باری ہے: {وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ}[سورۃ توبہ:111]

اور اللہ سے بڑھ کر وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟

چنانچہ سلف صالحین صحابہ و تابعین نے جب اس منہج کو اپنایا، اس پر مکمل بھروسہ کر کے اور عزیمت و صبر کے ساتھ نیز رسول اکرم کو مکمل طور پر

1) ابوداؤد:3462۔

اسوہ ونمونہ بنا کراور عمل پیہم کے ذریعے تو اللہ تعالی نے انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں سرخرو کر دیا۔انہیں بدست اس دین کو عام کیا، پوری دنیا میں ان کے ذریعے مسلمانوں کا اقتدار قائم کیا کیونکہ انہوں نے دنیا کو اس کی حقیقت کی نظر سے دیکھا،اس پر کبھی سہارا نہیں کیا،اس کی بے وقعتی اور سرعت زوال کو پہچانا اور اس سے کبھی دھوکہ نہیں کھایا بلکہ انہوں نے ہمیشہ آخرت کو اپنا نصب العین بنایا،اسی لئے ان پر ہر سختی آسان ہوگئی،امام ابن کثیر نے ۴۶۳ھ کے واقعات کے ضمن میں فرمایا: رومی بادشاہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ چلا آرہا تھا اس زعم میں کہ اسلامی قلعے اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے جبکہ دوسری طرف مسلم سلطان اپنی بیس ہزار فوج کے ساتھ اس رومی لشکر جرار سے جا ملا جسے دیکھ کر سلطان کچھ خوف میں مبتلا ہوا،تو فقیہ وقت ابونصر محمد بن عبد الملک البخاری نے اس سے کہا کہ لڑائی جمعہ کے روز زوال کے بعد کیجیے جس وقت خطباء منبر رسول پر مجاہدین کیلئے دعاء کر رہے ہوں،چنانچہ دونوں فوجوں کے آمنے سامنے ہونے کے وقت سلطان اپنے گھوڑے سے رب العالمین کیلئے سجدے میں گر پڑا اور دعا کی،اللہ سے مدد طلب کی چنانچہ اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور کافروں کا باز و مسلمانوں کے حوالے کر دیا پھر مسلمانوں کو اس معرکے میں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔انتھی

سچ کہا ہے اللہ رب العالمین نے:{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔[سورۃ محمد:7]

مسلمانو! ایام،گھڑیاں اور حیات گزر رہے ہیں اور ہمارے فلسطینی بھائی قتل وخونریزی اور دہشت وتخریب کاری کا شکار ہیں،سفاک صہیونی یہودیوں کا ان پر بدترین ظلم ہو رہا ہے،عالمی قراردادوں کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں،کوئی کسی کی آواز سننے والا نہیں ہے۔صہیونی یہودیوں کے لیے کوئی قانون نہیں ہے،جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی کہانی ہے۔

سارے عالم کو یہ پتہ ہونا چاہئے کہ ان سب کا حل صرف اور صرف اسی میں ہے کہ مظلوموں کو ان کا حق دے دیا جائے،تمام نوع انسانیت کے اندر عدل وانصاف کو عام کر دیا جائے،تبھی انسانی شرافت کی محافظت ممکن ہے جسے اسلام لیکر آیا ہے۔

امت محمدیہ کے شیدائیو! معاملہ بہت ہی خطرناک ہے،واجبات بہت عظیم ہیں،مسلمانوں کے مسائل کو لیکر اللہ کے سامنے ہماری ذمیداریاں بہت بڑی ہیں کہ ہم فلسطین اور ہر جگہ ستائے جارہے،مسلمان بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہو جائیں،اور حتی المقدور ان کی امداد کریں کم از کم ان کے حق میں دعائیں کریں،حقیقی مدد اللہ ہی کرنے والا ہے وہی سب کی سننے والا ہے،اسی پر بھروسہ ہے،وہی بہتر کارساز ہے۔آخر میں آئیں ہم سب رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد،

# توبہ خالص کے فضائل و برکات

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1423/3/5ھ موافق 2002/5/17

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! انسان کی سب سے بہتر حالت اور اکمل ترین صفت یہ ہے کہ اسے اللہ تعالی کی موافقت حاصل ہو جائے، جن چیزوں سے اللہ تعالی محبت کرے اور راضی ہو انہی چیزوں سے بندہ محبت کرے اور راضی ہو اور جن چیزوں کو اللہ تعالی ناپسند کرے اور برا سمجھے ہے انہیں بندہ بھی ناپسند کرے اور برا سمجھے۔ غرض اللہ تعالی کی پسندیدہ و پیاری چیزوں سے محبت کرنے میں بندے کو موافقت حاصل ہو جائے اور اس کے گناہوں سے نفرت ہو جائے اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب بندہ تمام کوتاہیوں اور گناہوں سے توبہ نصوح کر لے، اللہ تعالی کی اطاعت و فرمانبرداری پر قائم ہو جائے اور محرّمات سے دور رہنے لگے۔

## توبہ نصوح:

توبہ نصوح عابدین کا اعلی مقام، مومنین کا سب سے باعزت حال اور اہل تقوی کی اطاعت کی انتہاء ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کا بہت مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ بندہ اپنی زندگی میں سب سے بہترین جس چیز کی توفیق بخشا جاتا ہے وہ توبہ نصوح ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جب وہ غزوہ تبوک میں شرکت سے رہ گئے اور بالآخر اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ"

"اے کعب! جب سے تمہیں تمہاری ماں نے جنم دیا ہے تب سے لے کر آج تک کے سب سے بہترین دن کی تمہیں بشارت مبارک ہو۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّونِي بِالتَّوْبَةِ, يَقُولُونَ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللهِ عَلَيْكَ"

"لوگ فوج در فوج آئے اور انہوں نے میری توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارکیں دیں۔"[1]

## وجوبِ توبہ:

اللہ تعالی نے اس امت کے تمام طبقوں پر توبہ کو واجب قرار دیا ہے، نیکیوں کی سبقت لے جانے والا خوش نصیب گروہ ہو یا اطاعت وعبادت میں میانہ روی کرنے والا طبقہ یا چاہے کوئی گناہوں سے لت پت نفس پر ظلم کرنے والا ہو۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والوں! تم سب اللہ تعالی کی طرف توبہ تائب ہو جاؤ تا کہ فلاح پاؤ۔" (النور:31)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 4418۔

"اس اللہ تعالی سے مغفرت وبخشش طلب کرو جوکہ تمہارا رب ہے اور پھر اس کی طرف تائب ہو جاؤ۔" (ھود:3)

جبکہ صحیح مسلم میں حضرت اغر المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللهِ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ" (صحیح مسلم)

"اے لوگوں! اللہ تعالی کی طرف توبہ تائب ہو جاؤ، اور اس سے مغفرت وبخشش طلب کرو، میں روزانہ ایک سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"[1]

توبہ انسانی کوتاہیوں کے لوازمات اور بشری نقائص کے تقاضوں میں سے ہے کیونکہ کوئی بھی مکلّف انسان اطاعت میں کوتاہی، غلطی، غفلت و لاپرواہی، بھول چوک، اور خطا وگناہ سے بری نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ اللهَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ" (صحیح بخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالی تمہیں ختم کر کے وہ قوم پیدا کرے جو گناہ کریں اور توبہ واستغفار کریں اور وہ ان کی مغفرت فرمائے۔"[2]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ" (ترمذی)

"تم سب خطا کار ہو، اور خطا کاروں میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"[3]

## اسماءِ حسنیٰ اور ان کے تقاضے:

اللہ تعالی کی صفات میں سے ہی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم اور احسان سے اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾

"اور اللہ تعالی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔" (الشوریٰ:35)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

"کیا انھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات وخیرات قبول کرتا ہے اور بیشک اللہ تعالی ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (التوبہ:104)

اللہ تعالی کے اسماءِ حسنیٰ بھی اس دنیا میں اپنے آثار کا تقاضا کرتے ہیں مثلاً اس کی صفات واسماءِ حسنیٰ التوّاب الرّحیم کا تقاضا ہے دنیا میں کوئی مخلوق ایسی ہو جو توبہ کیا کرے اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے والی ہو، اور اس پر رحم ہو، ایسے الخالق الرزّاق کا تقاضا ہے کہ کوئی مخلوق ہو

---

1) صحیح مسلم، حدیث:2702۔
2) صحیح مسلم، حدیث:2749۔
3) سنن ترمذی، حدیث:2499۔

جسے رزق دیا جائے، اسی طرح ہی اللہ تعالی کے تمام اسماء حسنی، اس کی عظیم صفات کا پتہ دیتے ہیں اور اس کائنات میں اپنے آثار کا تقاضا کرتے ہیں۔ بندے کو چاہئے کہ وہ توبہ کی نسبت جو اس پر واجب بنتا ہے وہ اس کی بجا آوری یعنی ہر وقت توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالی اس توبہ کو قبول کرتا ہے، اس پر اسے ثواب عطا کرتا ہے اور اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے گناہ مٹاتا ہے۔ توبہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے مقامات عبودیت و بندگی میں سے ایک مقام ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾

"یقیناً ابراہیم علیہ السلام بردبار و تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔" (ھود:75)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

"بیشک اللہ تعالی نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین و انصار پر مہربانی کی جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے والے تھے، مگر وہ مشکل وقت میں پیغمبر کے ساتھ رہے، پھر اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کر کے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہے۔" (التوبہ:117)

اور موسی علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"جب انھیں (بیہوشی سے) افاقہ ہوا تو کہنے لگے (اے اللہ) تو پاک ہے، میں تیری طرف تائب ہوتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں۔" (الاعراف:143)

## توبہ اہل ایمان کی صفت:

اللہ تعالی نے توبہ کو ان مومنوں کی صفت کے طور پر ذکر فرمایا ہے جنھوں نے جنت کے لئے اپنے مال و جان داؤ پر لگا دیئے ہیں، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"جو سودا تم نے اس (اللہ) سے کیا ہے، اس سے خوش رہو، اور یہی بڑی کامیابی ہے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد و ثناء بیان کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، اور سجدہ کرنے والے.........." (التوبہ:111-112)

## توبہ کی فوری و بدیر ملنے والی برکتیں:

توبہ کی برکتیں فوری طور پر بھی حاصل ہو جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد بھی ظاہر ہوگی، بعض کا تو آدمی کو پتہ چل جاتا ہے اور بعض پوشیدہ رہ جاتی ہیں، اور توبہ کا اجر و ثواب طہارت قلوب، محو سیّآت اور اضافہ حسنات کی شکل میں ملتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ

﴿لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اے ایمان والوں! اللہ تعالی کی طرف پورے خلوص سے مکمل طور تائب ہو جاؤ، امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور تمہیں باغ ہائے بہشت میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اس دن اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ اور ان لوگوں کو جو ان پر ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا، ان کا نورِ ایمان ان کے آگے اور دہنی جانب روشنی کرتا ہوا چل رہا ہوگا اور وہ اللہ تعالی سے التجا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر دے اور ہمیں معاف فرما، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" (التحریم:8)

توبہ کے نتیجہ میں اللہ تعالی اپنے بندے کو ایسی مطمئن و پرسکون زندگی عطا کرتا ہے جس پر ایمان وقناعت رضاءِ الہی، طمانیت وسکینت اور سینے کی سلامتی سایہ فگن رہتی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾

"اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، وہ تمہیں ایک وقت مقررہ تک پُرلطف زندگی سے بہرور کرے گا، اور ہر صاحب بزرگی کو اس کی بزرگی کی داد دے گا۔" (ھود:3)

توبہ کا اجر وثواب یوں بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالی آسمان سے برکتیں نازل کرتا ہے، زمین سے برکتیں ظاہر کرتا ہے، مال و اولاد میں وسعت عطا کرتا ہے، پیداوار میں برکت عطا کرتا ہے، بدنوں کو (امراض سے) صحت وعافیت سے نوازتا ہے اور مال و دولت اور اولاد کو ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے تذکرہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: ﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ﴾

"اور اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت و بخشش طلب کرو اور اس کی طرف توبہ تائب ہو جاؤ، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور گناہ گار بن کر روگردانی نہ کرو۔" (ھود:52)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشاد نبوی ہے: "مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (ابوداؤد)

"جس نے توبہ واستغفار کا التزام کیا، اللہ تعالی اس کی ہر تنگی دور کر دیتا ہے، اسے ہر غم و پریشانی سے نکال دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق مہیا کرتا ہے، جہاں سے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔"[1]

استغفار کو اگر کبھی توبہ کے بغیر بھی ذکر کیا گیا ہو تو بھی توبہ اس میں شامل ہوتی ہے اور اسکا پتہ دیتی ہے۔

توبہ ہر من پسند چیز کو پانے کا راستہ، کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ اور ہر مصیبت سے نجات کا سبب ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ﴾

---

1) سنن ابی داؤد، حدیث:1518۔

”جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کئے امید ہے کہ وہی فوز وفلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔“ (القصص:67)

اللہ تعالی اپنے بندوں سے توبہ کو اور توبہ کرنے والے بندوں کو پسند کرتا ہے۔

ارشادِالٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالی توبہ کرنے اور پاکیزہ (پاکباز) رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (البقرہ:222)

اللہ تعالی اپنے بندے کی توبہ سے، اس پر کرم کرتے ہوئے خوش ہوتا ہے،

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لِلَّهِ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي، وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ" (صحیح مسلم)

”جب اللہ کا کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو سواری پر تھا اور ایک جنگل بیابان میں اس سے سواری بھاگ گئی اور اس پر اس کا کھانا پانی بھی تھا۔ وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے آبیٹھا اور سوگیا اور اسی مایوسی کی حالت میں پڑا تھا کہ اچانک وہ سواری اس کے پاس آ کھڑی ہوئی، اس نے اس کی نکیل پکڑی اور شدت فرحت وخوشی سے مغلوب ہو کر کہنے لگا: (اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) شدّت فرحت سے مغلوب ہو کر صحیح جملہ کہنے میں غلطی کر گیا۔“[1]

## شرک اور توبہ:

اللہ تعالی نے ان لوگوں کو بھی توبہ تائب ہو جانے کی دعوت دی ہے جو کہ تمام مخلوقات میں سے سب سے بڑے شرک اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے تھے، جنھوں نے یہ تک کہہ دیا کہ عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں حالانکہ اللہ تعالی ان کے اس الزام سے سراسر بری ومنزہ ہیں۔ انھیں بھی توبہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”کیا تم اللہ تعالی کی طرف توبہ کر کے اپنے گناہ کی بخشش طلب کیوں نہیں کرتے، اللہ تعالی تو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ (المائدہ:74)

## نفاق اور توبہ:

ایسے اللہ تعالی نے منافقین کے لیے بھی توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے جو کہ تمام مخلوقات میں سے بدترین لوگ ہیں۔ چنانچہ ارشادِالٰہی ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا [145] إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

”بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے گہرے کھڈے میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے کوئی مددگار نہیں پائیں گے، سوائے ان لوگوں کے

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 2747۔

جنھوں نے توبہ کرلی ، اپنی اصلاح کرلی ، اللہ تعالی (کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور خاص اللہ تعالی کے فرمانبردار ہو گئے. تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور عنقریب مومنوں کو اجرِ عظیم دے گا" (النساء:145-146)

## سو قتل اور توبہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں خبر دی کہ: "كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ،فسال عالما: فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ ،فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ فغفر له" (بخاری ومسلم)

"تم میں سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے ایک شخص نے سو قتل کئے اور بالآخر ایک عالم سے پوچھا کہ کیا اس کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے تو اس عالم نے کہا: ہاں، اسے رحمت الہی کے فرشتے لے گئے اور اس کی مغفرت ہوگئی۔"[1]

## توبہ کیا ہے؟

توبہ کا معنی ہے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا، گناہ سے یکسر ہاتھ کھینچ لینا، گناہ سے نفرت کرنا اور سابق میں عبادت میں کی گئی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کرنا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، اگر معصیت وگناہ کا تعلق صرف بندے اور اللہ تعالی سے ہے اور کسی آدمی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تو ایسے گناہ سے توبہ کی تین شرطیں ہیں:

(1) اس گناہ سے کلیۃ باز آجائے۔

(2) سابق میں اس کے ارتکاب پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرے۔

(3) اس گناہ کی طرف آئندہ کبھی بھی نہ لوٹنے کا عزم کرے۔

اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوگی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی بندے سے ہو تو اس سے توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ تین وہی جن کا ذکر ہو گیا ہے۔

(4) چوتھی شرط یہ ہے کہ صاحبِ حق کو (حق ادا کرے یا معافی مانگ کر) بری الذمہ ہو۔ اگر مال وغیرہ ہے تو ادا کرے اور اگر تہمت وغیرہ لگائی ہے تو اس سے معافی مانگے یا بدلے کے لئے اپنے آپ کو اس کے سپرد کرے اور اگر کسی کی غیبت کی ہو تو اس شخص سے معافی مانگ کر اس کا تدارک کرے۔

## وجوبِ توبہ:

آدمی پر تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، لیکن اگر کسی نے بعض گناہوں سے توبہ کی تو اس کی وہ توبہ بھی اہل حق کے نزدیک ان گناہوں کے بارے میں صحیح ہوگی البتہ دوسرے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں باقی رہیں گے. توبہ کرنے والوں کے قصّے اور واقعات کانوں میں گھومتے

1) بخاری ومسلم، حدیث: 2766۔

اورمجالس کی رونق بنتے ہیں اورمسافرلوگ سفرکی اکتاہٹ کو ان واقعات کے تذکرے سے مٹاتے ہیں اورقصہ گولوگ مزے لے لے کرلوگوں کو ایسے واقعات سناتے ہیں ، ایسے تمام لوگوں نے اچھی طرح سوچ بچار کی ، بصیرت کے ساتھ نگاہ دوڑائی اور اپنے ماضی کے آئینے میں جھانک کر دیکھا اور اپنے مستقبل کا تصورکیا،موت اور اس کی شدتوں کو یاد کیا، قبراوراس کی ظلمتوں اورتاریکیوں کوتصور میں لائے، پل صراط اور اس کی باریکی وتیزی پر توجہ دی ، نامۂ اعمال اوراس کی گواہی دینے والے کاسوچا اورنبی اکرم ﷺ کی ہدایت وسنت اورطریقہ ومنہج پر غورکیا تو اس کے دل میں ہدایت کانور چمکا اٹھا،حق کا ماہتاب جگمگا گیا جس کے نور سے غفلت وہوائے نفس ، بربادی کے اسباب اورگمراہی کی تاریکیاں چھٹ گئیں اوراپنے ماضی کے ایام میں ان سے جو غفلت ہوئی اس پر دل میں حسرتیں جاگ اٹھیں،ان کے آنسو بہہ نکلے اوران کے جسموں پر جُھر جُھری سی آگئی اور بال کھڑے ہو گئے،انھوں نے اپنے آپ کو اپنے رحمٰن ورحیم مولا کے سامنے گرادیا،اس کے درِرحمت کی چوکھٹ پر اپنے رخسار رگڑنے لگے اور ہر شخص اللہ تعالی کی طرف گریہ زاری کرتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ! میری توبہ،میں بڑا نادم وشرمسار ہوں،میری توبہ قبول فرمالے،میرے گناہ معاف کردے اورمیری لرزشوں سے درگزرفرمالے،اے میرے مالک! اگرتونے اپنے در سے مجھے دھتکار دیا تو مجھے دوسرا کون پناہ دے سکتا ہے،اگرآپ نے مجھے دورکردیا تو کون مجھے قریب کرے گا،ان کے ان کلمات اوریوں گڑگڑانے سے اللہ تعالی نے اپنی رحمتوں سے ان پر سایہ کردیا،کسی نے ڈاکہ زنی سے توبہ کی،کسی نے زناکاری سے توبہ کی،کسی نے شراب نوشی سے توبہ کی،کسی نے منشیات سے توبہ کی،کسی نے قطع رحمی سے توبہ کی،کسی نے ترک نماز کے گناہ سے توبہ کی،یاباجماعت نماز ادا کرنے میں سستی وکاہلی کرنے سے تائب ہوا،کوئی والدین کی نافرمانی سے توبہ تائب ہوا،کوئی سودخوری ورشوت ستانی سے تائب ہوا،کوئی چوری چکاری سے تائب ہوا،کسی نے قتل وخونریزی سے توبہ کی،کسی نے باطل طریقہ سے لوگوں کا مال بٹورنے سے توبہ کی ہے تو کوئی تمباکونوشی سے تائب ہوا ہے،ہرگناہ سے توبہ کرنے والے ہر شخص کو توبہ مبارک ہو۔

## ولادتِ نو:

توبہ نصوح سے آدمی یوں ہوجاتا ہے جیسے اس نے آج ہی جنم لیا ہو،اورانسان کی حقیقی عمرتو وہی ہے جس میں اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور وہ وقت جسے کوئی اللہ تعالی کی اطاعت میں نہیں گزارتا،وہ وقت حقیقتاً اس کی عمر کا حصہ ہی نہیں ہوتا۔

## کثرتِ توبہ:

توبہ تو ہروقت ہی واجب ہے لیکن فضیلت والے فرمان ومکان میں اس کی اہمیت اوربڑھ جاتی ہے اورکچھ ایسا ہی معاملہ گناہ کے بعد کا بھی ہے بلکہ ہرنیکی کے بعد بھی گناہوں سے توبہ کریں،عمر چالیس سال کو پہنچ جائے تو بطورخاص ماضی کے تمام گناہوں سے تائب ہو جائیں، سوتے وقت توبہ کر کے سوئیں اورآخری عمرمیں بکثرت توبہ کرتے رہیں تاکہ کہیں بلاتوبہ کئے ہی عمرکی آخری گھڑی نہ آجائے. ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ

وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ[10] وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

”اے ایمان والوں! تمہارے مال و اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ پانے والے ہیں، اور ہمارے دیئے ہوئے مال سے، وہ وقت آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ جب تم میں سے کسی کی موت آجائے تو (اسوقت) کہنے لگے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہوجاتا۔ جب کسی کی موت آجاتی ہے تو اللہ تعالی اسے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالی اس سے خبردار ہے۔“ (المنافقون:9-11)

## جلد از جلد توبہ:

اللہ تعالی کے بندو! اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ[54] وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ[55] أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَا عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ[56] أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ[57] أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اور قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے، اپنے رب کی طرف رجوع کرلو، اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ، ورنہ پھر تمہیں مدد نہیں ملی گی، اور پیشتر اس کے کہ تم پر ناگہانی عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، اس نہایت اچھی (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے، کہ کہیں کوئی شخص یہ نہ کہنے لگے کہ ہائے ہائے اس تقصیر و کوتاہی پر افسوس ہے جو میں نے اللہ تعالی کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا، یا پھر یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالی مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب عذاب کو دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے صرف ایک دفعہ پھر دنیا میں جانا ہو تو میں نیکو کاروں میں سے ہوجاؤں۔“ (الزمر:54۔58)

## امت کو توبہ کی ضرورت:

آج امت اسلامیہ توبہ کی کس قدر محتاج ہے جبکہ اسے طرح طرح کے مصائب اور مسلسل مشکلات کا سامنا ہے تا کہ رجوع الی اللہ کے نتیجہ میں وہ اپنے حالات کی اصلاح کرسکے، اللہ کی رحمتوں کے نزول کا سبب بنے اور اپنے دشمن پر فتح پاسکے اور اپنے دین اسلام کی تائید کرسکے۔ مسلمانوں کے لیے کسی بھی مشکل سے نکلنے کا توبہ کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے:" أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي، إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ هُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً" (صحیح بخاری)

”میں اپنے بندے کے حسن ظن کے مطابق ہی ہوں، اگر وہ مجھے اپنے میں دل یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں ہی یاد کرتا ہوں، اور اگر کوئی بھری مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ان سے بھی بدرجہا افضل لوگوں میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں، اگر کوئی بالشت میری طرف بڑھتا

ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں. اگر کوئی میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں ۔"[1]

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم، حدیث: 2675۔

# سن لو اللہ کی مدد قریب ہے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

12/3/1423ھ

حمد وثنا کے بعد!

سب سے پہلے میں آپ کو اور خود کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کہ یہ دونوں جہان میں سعادت مندی اور نجات کا باعث ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}[سورۃ آل عمران:102]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہر گز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

اللہ کے بندو! اس میں کوئی شک نہیں کہ مومنوں کا سب سے بلند مقصد اور اعلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ انکا دین تمام ادیان پر غالب رہے، ان کے رب کی کتاب سب پر بلند رہے، توحید کا جھنڈا لہراتا رہے اور نصرت الہی سے خوشی حاصل ہوتے رہے۔

مومن بندوں کیلئے نصرت الہی ایک حقیقت ہے اور اس کی ایک سنت جاریہ ہے، کبھی کبھار یہ نصرت کسی حکمت کے تحت مؤخر کر دی جاتی ہے جس حکمت کے بارے میں علم صرف اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ وقتی طور پر شکست سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح کسی معرکے میں حق کو شکست ہو جایا کرتا ہے، اور باطل وقتی طور پر غالب دکھنے لگتا ہے جبکہ قرآن کی اصطلاح میں یہ سب بھی کامیابی ہی کی ایک شکل ہوتی ہے جس کی حکمت انسانوں پر مخفی رہتی ہے۔ مومنوں کو نتائج کی فکر کرنے کا مطالبہ نہیں ہے، انہیں صرف قرآن کے منہج اور اسکے احکام پر چلنے کا حکم ہے اور مدد و کامیابی اللہ پر ہے وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے: {فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ}

پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا اور تا کہ وہ مومنوں کو انعام عطا کرے، اپنی طرف سے اچھا انعام، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [سورۃ انفال:17]

کبھی کبھی مدد موخر کر دی جاتی ہے اس وجہ سے کہ امت کی بنیاد ڈھیلی پڑ چکی ہوتی ہے، اسکے باز و مضبوط نہیں ہوتے اور حالات اس مدد کا تقاضا نہیں کرتے اور کبھی کبھی مدد اس لئے بھی مؤخر کر دی جاتی ہے کہ امت کا تعلق اللہ سے مزید بڑھ جائے اور کبھی کبھی مدد اس لئے بھی مؤخر کر دی جاتی ہے تا کہ امت اللہ کے راستے میں اور دعوت دین کی خاطر لڑنے کے لیے مزید تیار ہو جائے۔

جہاں تک باطل کا تعلق ہے تو وہ خواہ کتنا ہی غالب دکھنے لگے اسکا غلبہ عارضی ہوتا ہے اسے جلد ہی مٹنا ہے، اور حق کے سامنے اسے شکست سے دو چار ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا}[سورۃ اسراء:81]

اور کہہ دے حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔

لیکن یہ حکمت الہی ہے کہ باطل کا وجود ہے تا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی اپنے بندوں کو آزمائے۔ ارشاد باری ہے: {وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ

مِنْهُ بَلاءً حَسَنًا}

تا کہ وہ مومنوں کو اچھی طرح آزمائے۔ [سورۃ انفال:17]

ورنہ اگر اللہ چاہے تو نہ کفر کا وجود ہو اور نہ ہی باطل کا، ارشاد باری ہے: {ذٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ}

اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ [سورۃ محمد:4]

امت کو یہ نہیں معلوم کہ نصرت الہی کب اور کیسے آئے گی، اللہ کی فوج جن کے ذریعے وہ اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، انکی تعداد بہت زیادہ اور نوعیت مختلف ہے، چنانچہ غزوۂ بنونضیر کے اندر رعب کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی تھی، اور رعب بھی اللہ کی فوج ہے، غزوۂ بدر کے اندر فرشتوں، اونگھ، بارش کے ذریعے مدد کی تھی، پتھر بھی اللہ کی فوج ہے، آندھی اور مکڑی بھی اللہ کی فوج ہے۔ اس کے علاوہ بھی اللہ کی فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے، سچ فرمایا اللہ نے: {وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ}

اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔ [سورۃ مدثر:31]

صحیح مسلم میں یہ روایت آئی ہے: (عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: " كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: لَوْ أَدْرَكْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلْتُ مَعَهُ وَأَبْلَيْتُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَنْتَ كُنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْأَحْزَابِ، وَأَخَذَتْنَا رِيحٌ شَدِيدَةٌ وَقُرٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا أَحَدٌ، فَقَالَ: قُمْ يَا حُذَيْفَةُ فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ، فَلَمْ أَجِدْ بُدًّا إِذْ دَعَانِي بِاسْمِي أَنْ أَقُومَ)

ابراہیم تیمی سے روایت ہے، انہوں نے سنا اپنے باپ (یزید بن شریک تیمی سے) انہوں نے کہا: ہم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا آپ ﷺ کے ساتھ اور کوشش کرتا لڑنے میں، حذیفہ نے کہا تو ایسا کرتا۔ (یعنی تیرا کہنا معتبر نہیں ہو سکتا کرنا اور ہے اور کہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کوشش کی تو اس سے بڑھ کر نہ کر سکتا) تم دیکھو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے احزاب (جمع ہے حزب کی، حزب کہتے ہیں گروہ کو، اس جنگ کو جو ۵ ھ ہجری میں ہوئی غزوۂ احزاب کہتے ہیں اس لیے کہ کافروں کے بہت سے گروہ نبی ﷺ سے لڑنے کو آئے تھے) کی رات کو اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی اور سردی بھی خوب چمک رہی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔“ یہ سن کر ہم لوگ خاموش ہو رہے اور کسی نے جواب نہ دیا (کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسی سردی میں رات کو خوف کی جگہ میں جائے اور خبر لائے حالانکہ صحابہ کی جانثاری اور ہمت مشہور ہے) پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”کوئی شخص ہے جو کافروں کی خبر میرے پاس

لائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے ساتھ رکھے گا۔" کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش ہو رہے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے حذیفہ! اٹھ اور کافروں کی خبر لا۔" اب مجھے کچھ نہ بنا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام لے کر حکم دیا جانے کا۔[1] (صحیح مسلم)

لوگ اس لئے متردد تھے کیونکہ انہیں سردی بھوک اور خوف کی مارلگی ہوئی تھی، اسی طرح ایک ماہ کے محاصرے نے انہیں کمزور کر کھا تھا۔ اس رات تاریکی انتہا کو تھی، ٹھنڈی ہوائیں سخت تھیں، خوف پوری قوم پر مسلط تھا جیسا کہ اس رات کا نقشہ خود قرآن نے کچھ یوں کھینچا ہے: {إِذْ جَاؤُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا * هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالاً شَدِيداً}

جب وہ تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آگئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں گمان کرتے تھے کئی طرح کے گمان۔ اس موقع پر ایمان والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے، سخت ہلا یا جانا۔ [سورۃ احزاب: 10-11]

ایسے پرآشوب سخت ماحول میں اللہ تعالیٰ اپنی فوجوں کے ذریعے چند لمحات میں اس طرح مدد کر دیتا ہے کہ لوگوں کو گمان بھی نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چند لمحوں میں ہواؤں کا ایسا جھونکا بھیجا جس سے دشمنوں کی پوری فوج تتر بتر ہوگئی اور معرکے کا میزان بدل گیا، ارشادی باری ہے: {وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيّاً عَزِيزاً}

اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہوگیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔ [سورۃ احزاب: 25]

اسلامی بھائیو! بعض مسلمان یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اللہ انکی مدد ہر حال میں کرے گا خواہ ان کے اعمال کیسے بھی ہوں، تو یہ ان کی خام خیالی ہے، اللہ فرماتا ہے: {أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ [سورۃ محمد: 7]

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تک تم مومن رہو گے تو میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہارے قدموں کو جما دوں گا، خواہ تمہارے احوال و اعمال کیسے بھی ہوں۔ مومنوں کو معرکہ احد کے اندر شکست ہوئی حالانکہ ان کے درمیان رسول اکرم ﷺ موجود تھے کیونکہ انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ اسی طرح ان کی اکثریت غزوۂ حنین میں بھی شکست کھا گئی تھی جبکہ اس وقت بھی رسول اکرم ﷺ کی شخصیت ان کے درمیان موجود تھی، کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر فخر کرلیا تھا، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا تھا: "اب آج کے بعد ہم کبھی بھی شکست نہیں کھائیں گے، پھر اللہ اس کی مدد کیسے کرسکتا ہے، مجرد اس دعوے کے کہ وہ مومن ہے؟؟ اللہ اس کی مدد کیسے کرسکتا ہے جو معصیت میں ڈوبا ہو اور کوئی واجب ادا نہ کرتا ہو؟! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "إنا لا ننتصر على عدوّنا بعددٍ ولا عدة، وإنما ننتصر بطاعتنا لله ومعصيتهم له، فإن عصينا الله فقد استوينا وإياهم في المعصية، وكان لهم الفضل علينا"۔ دشمنوں پر ہماری کامیابی تعداد اور فوج سے نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہم اللہ کی اطاعت اور اسکی فرمانبرداری سے کامیاب ہوتے ہیں اگر ہم بھی معصیت کرنے لگے تو پھر ہم اور وہ دونوں معصیت میں برابر ہو جائیں گے پھر وہ ہم پر فوقتر ہو جائیں گے۔[2]

1) صحیح مسلم: 1788۔
2) تفسیر ابن کثیر: 4/198۔

اللہ کے بندو! اللہ کی کچھ سنتیں ہوتی ہیں جو انسانی زندگی اور کائنات کے اندر جاری و ساری ہوتی ہیں، ان کے اندر کبھی تغیر و تبدیلی نہیں آتی ہے۔ کامیابی کے تقاضے اور شکست کے اسباب بھی انہیں میں سے ہیں۔ انہیں الٰہی سنتوں کے پیچھے بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں جن سے اچھے لوگ ممتاز ہوتے ہیں اور برے لوگ چھوٹ جاتے ہیں، صبر کرنے والے مومنین کی پہچان ہوتی ہے جن کی اللہ مدد کرتا ہے۔ اور یہ مدد ان کے لئے باعث شرف ہوتی ہے، یہ مدد سخت دل، غافل بندوں اور مریض دل والوں پر نازل نہیں ہوتی۔

چنانچہ نصرت الٰہی اور کامیابی کے اعلیٰ تقاضوں میں سے عقیدہ اور ایمان کا مضبوط ہونا ہے۔ کیونکہ ایمان صادق نفوس کو پاک اور دلوں کو صاف کرتا ہے، جس سے حالات بہتر ہوتے ہیں، اور جس کے نتیجے میں اللہ مومنوں کی مدد کرتا ہے اور انہیں اقتدار سے نوازتا ہے۔ ارشاد باری ہے: {إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ ٱلْأَشْهَـٰدُ}

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ [سورۃ غافر: 51]

اللہ کے بندو! تاریخ ہمیں ایسے اہل ایمان قوموں کی حالتوں سے آگاہ کرتی ہے جو بھوکے ننگے اور تعداد میں کم تھے مگر وہ ایمان میں سچے تھے۔ پکے اور مخلص تھے، چنانچہ اللہ نے انکی مدد کی اور انہیں اقتدار سے سرفراز کیا، ارشاد باری ہے: {وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ}

اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [سورۃ آل عمران: 126]

نصرت الٰہی کے اسباب میں سے اخلاص ہے، چنانچہ ایک مخلص بندہ اللہ کی طرف سے مدد یافتہ ہوتا ہے۔ اسکی طرف سے کافی شدہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے: {أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ}

کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ [سورۃ زمر: 36]

اور انسان جس قدر اپنے رب کے ساتھ مخلص ہوتا ہے اس کی مدد اور اس کا تعاون بھی اسی قدر ہوتا ہے یعنی امداد استعداد کے بقدر ہوتا ہے، چنانچہ جس قدر دل کے اندر صاف نیت اور اخلاص ہوگا اسی قدر اللہ کی طرف سے توفیق، تائید اور امداد حاصل ہوگی۔ ارشاد باری ہے: {لَّقَدْ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَـٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا}

بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کردی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔ [سورۃ فتح: 18]

نصرت الٰہی کے اسباب میں سے دین الٰہی کی مدد کرنا، اس پر قولاً، عملاً اور اعتقاداً چل کر دکھانا، نماز کو ادا کرنا، زکات دینا اور دعوت دین کا فریضہ نبھانا ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ * ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَـٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ}

اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ [سورۃ حج:40-41]

نصرت الہی کے تقاضوں میں سے صبر کرنا بھی ہے، یہ اصول ہمیں رسول اکرم ﷺ کے اس قول میں ملتا ہے۔ (يَا أَبَا جَنْدَل، اِصبِر وَاحتَسِب، فَإِنَّ اللهَ جَاعِلٌ لَكَ وَلِمَن مَعَكَ مِنَ الْمُسْتَضعَفِينَ فَرجاً وَمَخرَجاً)

اے ابو جندل! صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو کیونکہ اللہ تعالی تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر کمزوروں لوگوں کیلئے ضرور کشادگی پیدا کرے گا اور کوئی نہ کوئی سبیل نکالے گا۔

اور اپنے ایک گفتگو میں آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تھا: (وأَنَّ النَّصرَ مَعَ الصَّبرِ) اور بیشک مدد صبر کے ساتھ ہے۔[1] (ترمذی)

اور اللہ تعالی نے کئی ایک مکی سورتوں کے اختتام پر اپنے رسول کو صبر کی تلقین کی ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَٱتَّبِعۡ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيۡكَ وَٱصۡبِرۡ حَتَّىٰ يَحۡكُمَ ٱللَّهُۚ وَهُوَ خَيۡرُ ٱلۡحَٰكِمِينَ} [سورۃ یونس:109]

اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

نصرت الہی کے اسباب میں سے ایسے طاقتور پر بھروسہ کرنا ہے جو مغلوب نہ ہو، اسی پر اپنا معاملہ سونپ دیا جائے، اسکے وعدے پر پورا بھروسہ ہو، اسکے بعد پھر اللہ کے دشمنوں سے کوئی خوف نہ ہو کیونکہ یہ یقین ہو کہ مدد اللہ ہی کی طرف سے ہوسکتی ہے، اور تمام عزت اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، چنانچہ جسے کامیابی چاہئے تو اسے چاہئے کہ وہ کامیابی اللہ سے طلب کرے، اور جسے عزت چاہیئے وہ اللہ پر فخر کرے، جب مومنوں نے غزوۂ حنین میں خود کو کثرت تعداد میں دیکھا تو بعض نے کہا: اب ہم کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔ گویا انہیں کثرت تعداد نے حقیقی طاقت اور مدد سے غافل کر دیا، اسی لیئے اللہ تعالی نے انہیں ان کی کثرت کے حوالے کر دیا جس کثرت نے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا، ارشاد باری ہے:

{لَقَدۡ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٖ وَيَوۡمَ حُنَيۡنٍ إِذۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنكُمۡ شَيۡـٔٗا وَضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡأَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُم مُّدۡبِرِينَ}

بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔ [سورۃ توبہ:25]

اسلامی بھائیو! دعاء نصرت الہی کے اہم اسباب میں سے ہے، نوح علیہ السلام نے جب کشتی بنائی تو اللہ کی طرف رجوع کیا اسی کی حمایت طلب کی، صرف دنیوی اسباب پر بھروسہ نہیں کیا، دعاء کے ذریعے اللہ کی طرف توجہ کی، اس علم کے ساتھ کہ دعاء کامیابی کا ضامن ہے، قرآن کریم نے نوح علیہ السلام کی دعاء کے ان صیغوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے ذریعے فوری طور پر ان کی دعاء قبول کی تھی، ارشاد باری ہے: {فَدَعَا رَبَّهُۥٓ

1) ترمذی:۲۵۱۶۔

أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ * فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ * وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ * وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ * تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ} [سورۃ قمر: 10-14]

تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، تو تمام پانی مل (کر ایک ہو) گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، اس شخص کے بدلے کی خاطر جس کا انکار کیا گیا تھا۔

اللہ کے بندو! نصرت الہی کے اسباب میں سے کمزوروں کا خیال کرنا اور ان پر رحم کرنا بھی ہے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: (هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ؟؟)

تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے۔[1] (صحیح بخاری)

اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا: (ابْغُونِي ضُعَفَاءَكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ)

تم اپنے کمزوروں کی مجھے اطلاع دو، یقیناً تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے مدد کئے جاتے ہو اور تمہیں روزی دی جاتی ہے۔[2] (ترمذی)

اور سنن نسائی کے اندر ہے: (إِنَّمَا يَنْصُرُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا، بِدَعْوَتِهِمْ، وَصَلَاتِهِمْ، وَإِخْلَاصِهِمْ)

اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اس کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، صلاۃ اور اخلاص کی بدولت فرماتا ہے۔[3] (سنن نسائی)

نصرت الہی کے اسباب میں سے ثبات قدمی، ذکر الہی، اتحاد و اتفاق، اجتماعیت اور اختلاف سے دور ہونا ہے، ارشاد باری ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ [سورۃ انفال: 45]

نصرت الہی کے اسباب میں سے مادی اور معنوی قوت کی تیاری ہے۔ ارشاد باری ہے: { وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ}

اور ان کے لیے جتنی کر سکو قوت کی صورت میں اور تیار بندھے گھوڑوں کی صورت میں تیاری رکھو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو ڈراؤ گے۔ [سورۃ انفال: 60]

سب سے پہلے میں خود کو اور تم سب کو اللہ کے تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ}

اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں

---

1) صحیح بخاری: 2896۔
2) ترمذی: 1702۔
3) سنن نسائی: 3178۔

ہے۔[سورۃ انعام:59]

اللہ کے بندو! اس پر آشوب دور میں امید و آرزو کے نور و بشارت کی ضرورت ہے جس سے روشن مستقبل کی امید کی جا سکے اور یہ نور بشارت قرآن کا منہج ہے چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کو قلت عدد اور کمزوری کی شکایت تھی اس وقت اللہ نے اپنے رسول پر یوسف علیہ السلام کا قصہ نازل کیا، یہ سورت مکہ کے پر آشوب دور میں نازل ہوئی تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک عظیم تابناک مستقبل کی خوش خبری دی، گویا یوسف علیہ السلام کا قصہ آپ ہی کا قصہ ہو۔ اس لئے نصرت الٰہی کے اسباب میں سے دلوں کے اندر امید کا پیدا کرنا اور انہیں سچے وعدے کی خوش خبری دینا ہے، جس سے مومنوں کو امداد کا یقین ہو اور ان کے دلوں میں نا امیدی اپنا بسیرا نہ ڈالے، بیشک رسول اکرم ﷺ اپنے مومن ساتھیوں کو سخت مصیبتوں اور پریشانیوں کی حالت میں بھی نصرت الٰہی اور اقتدار کی خوش خبری سنایا کرتے تھے اور کہتے تھے: (إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا)

اللہ تعالیٰ نے لپیٹ لیا میرے لیے زمین کو (یعنی سب زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا) تو میں نے اس کا پورب اور پچھم دیکھا اور میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھ کو دکھلائی گئی۔[1] (صحیح مسلم)

چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں اس دین کے مستقبل کی خبر دی اور یہ کہ دین اسلام کیلئے تمام گھروں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ارشاد نبوی ہے: (لَيَبْلُغَنَّ هذَا الأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ والنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللهُ بيتَ مدَرٍ ولا وبَرٍ إلا أَدخَلَه اللهُ هذَا الدِينَ، بعزِّ عَزِيزٍ أو بِذُلِّ ذَلِيلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللهُ به الإسلامَ، وذُلًّا يُذِلُّ اللهُ به الكفرَ)

یہ دین وہاں تک پہونچے گا جہاں جہاں تک سورج کی روشنی جائے گی، اور اللہ کسی کچے یا پکے مکان کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کے اندر اس دین کو داخل کر دے گا چاہے عزت کے ساتھ یا ذلت کے ساتھ، اسلام کو عزت بخشے گا اور کفر کو ذلیل کرے گا۔[2] (سنن بیہقی)

اسلامی بھائیو! اللہ کا دین ہی بلند ہوگا اور اس کا نور ہی چاروں طرف پھیلے گا، ارشاد باری ہے: { يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ} [سورۃ صف:8]

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔

پس کون ہے جو نور الٰہی کو بجھا سکے؟ کون ہے جو اللہ سے جنگ کر سکے؟؟ مادی اعتبار سے ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے یہ دور تاریک ترین ہے۔ جبکہ ایمان کے میزان سے اگر دیکھے گا تو خوشخبری بھی پائے گا، چنانچہ مسلمانوں پر جب جب حالات سخت ہوئے ہیں اسکے بعد ان کے لئے کشادگی ہی آئی ہے، کامیابی ہی نصیب ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے، ایک مسلمان کو نہیں معلوم کہ کامیابی کب ملے گی، مگر یہ معلوم ہے کہ اسلام کو بلندی اور سیادت وقیادت حاصل ہے، چنانچہ ہم مسلمانوں کی کمزور حالت کو دیکھ کر مایوس نہ رہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (الإسلَامُ يَعلُو وَلَا يُعلى)

---

1) صحیح مسلم:2889۔

2) بیہقی:6/205۔

اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔[1] (طبرانی)

آپ ﷺ نے دین اسلام کی استمراریت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: (ولا یزال الإسلام یزید، وینقص الشرك وأهله، حتی تسیر المرأتان لا تخشیان إلا جوراً، والذی نفسی بیده، لا تذهب الأیام واللیالی حتی یبلغ هذا الدین مبلغَ هذا النجم)

دین اسلام برابر بڑھتا جائے گا، شرک اور مشرکین کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ دو عورتیں سفر کریں گی انہیں کسی ظلم کا خوف نہیں ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، دن اور رات نہیں ختم ہوں گے یہاں تک کہ یہ دین اس ستارے تک پہونچ جائے گا۔

یہ ایسی خوشخبریاں ہے جو ہر نا امیدی کو ختم کر دیتی ہیں، ہر آزمائش میں مبتلا شخص کو ثابت قدم بنا دیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (بَشِّرْ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِالنَّصْرِ وَالسَّنَاءِ وَالتَّمْكِينِ، "

اس امت کو خیر و بھلائی، رفعت و نصرت اور اقتدار ارضی کی خوش خبری دے دیجئے۔[2] (ابن حبان)

یہ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔ البتہ مسئلہ اس مقدر وقت کا ہے کہ وہ نصرت کب آئے گی اگر امت مسلمہ کمزوری کی حالت سے گزر رہی ہے تو ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اسے سیادت و قیادت حاصل رہی ہے جو دوبارہ پھر آسکتی ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) طبرانی: 8/145۔

2) ابن حبان: 405۔

# تربیت اولاد میں سرپرستوں کا کردار

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

19/ 3/ 1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت کو لازم پکڑلو، کیونکہ اس کی اطاعت ہی سب سے زیادہ مضبوط اور بہتر ہے، ارشاد باری ہے:

{وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى}

اور توشہ اختیار کرو، بیشک تقویٰ ہی سب سے بہتر توشہ ہے۔ [سورۃ بقرہ: 197]

اللہ کے بندو! لوگوں پر ان کی نعمتیں اس قدر ہیں جن کا کوئی شمار نہیں، ارشاد باری ہے: {وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ اللّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ}

اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [سورۃ نحل: 18]

اور انہیں میں سے ایک عظیم نعمت اولاد بھی ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَاللّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ}

اور اللہ نے تمھارے لیے خود تمھی میں سے بیویاں بنائیں اور تمھارے لیے تمھاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔ [سورۃ نحل: 72]

اور اولاد میں اللہ کی نعمت یہ ہے کہ یہی اولاد ہی نوع انسانیت کا امتداد اور والدین کے لیے دوسری عمر ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

{هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ}

وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا۔ [سورۃ فاطر: 39]

اور اولاد کے اندر والدین ہی کے اوصاف وخصائص پائے جاتے ہیں، اور رہتی دنیا تک ان کے ذریعے اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی، کائنات ارضی تعمیر ہوتی رہے گی، انہیں کے واسطے آپسی تعاون، امداد باہمی، رحم دلی، ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک قائم رہے گا، ارشاد باری ہے: {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً}

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔ [سورۃ نساء: 1]

{وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاء بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيراً} [سورۃ فرقان: 54]

اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، پھر اسے خاندان اور سسرال بنا دیا اور تیرا رب ہمیشہ سے بے حد قدرت والا ہے۔

اور جس طرح اولاد اللہ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہیں اسی طرح والدین اور سرپرستوں کے پاس یہ ایک عظیم امانت بھی ہیں اور امانت کا حق یہ ہیکہ اسکی حفاظت کی جائے نہ کہ اسے ضائع اور برباد کر دیا جائے۔ انکا خیال کیا جائے نہ کہ ان سے غفلت برتی جائے۔ ارشاد باری ہے:

{إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا}

اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ! [سورۃ نساء:58]

یہ اولاد والدین اور سرپرستوں کے پاس ایک امانت کے طور پر ہیں کہ ان کے اخلاق کا تزکیہ کا جائے اور درست منہج پر انکی تربیت کی جائے، ارشاد باری ہے: {يا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَئِكَةٌ غِلاَظٌ شِدَادٌ لاَّ يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ}

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ [سورۃ تحریم:6]

یعنی اطاعت ربانی اور ترک معصیت کے ذریعے اپنے اور دوزخ کے درمیان ڈھال بنالو،

سنن ابی داوَد کے اندر آیا ہے: (عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دو۔'[1] (سنن ابی داوَد)

بچہ گرچہ ابھی مکلف نہیں ہے مگر اس عمر میں بھی اسے نماز کا حکم دیا جائے گا، جب وہ سات سال کی عمر کو پہونچ جائے تا کہ اسے عبادت کی عادت پڑ جائے، اور تا کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ عبادت پر بھی قائم رہے، اس سے مانوس رہے، عادت بنی رہے، والدین اسی کے مکلف ہیں۔

اسی طرح بچوں کو گناہوں سے بچنے کا بھی عادی بنایا جائے گا اور اس کا مکلف سرپرست ہوگا۔ اگر اس عمر میں بچوں کو اس کا حکم نہ دیا گیا تو اسکا گناہ سرپرست پر ہوگا۔ اسی طرح روزے کا بھی معاملہ ہے کہ بلوغت سے پہلے ہی بچوں کو اس کا عادی بنایا جائے۔

اس طرح اولاد کے حق میں دین واخلاق کا اہتمام کرنا والدین کیلئے سب سے اہم ذمیداری ہے کیونکہ ایک بچہ جب دین واخلاق کی روشنی میں پرورش پاتا ہے تو جوان ہو کر سب کے حقوق کا خیال کرتا ہے، والدین، اقرباء و رشتہ دار اور سماج کے حقوق و واجبات کو پورا کرتا ہے کیونکہ جو

---

1) سنن ابی داوَد:495۔

اللہ کے حقوق کو ضائع کرتا ہے وہ بندوں کے حقوق کو بدرجہ اولی ضائع کرتا ہے۔
اور بندہ جب ایک بار حسن اخلاق کا عادی ہو جاتا ہے تو یہ نفس کے اندر راسخ ہو جاتا ہے، خارجی اثرات سے جلد ختم نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ بندہ جب مذموم صفات کا عادی ہو جاتا ہے تو اسے جلد نہیں چھوڑ پاتا اور انہیں کی وجہ سے ہر ذلت، تباہی اور خسارے میں رہتا ہے، کیونکہ جس کی جس عادت پر پرورش ہوتی ہے اسی پر وہ جوان ہوتا ہے۔ اور جو جس پر جوان ہوتا ہے اسی پر مرتا ہے۔ اور جو جس پر مرتا ہے اسی پر بروز قیامت اٹھایا جائے گا۔ بحکم الہی۔
لہٰذا معلوم ہوا کہ اولاد کے تئیں دینی پہلو کا دھیان رکھنا، ان کے حق میں سب سے بڑا شرعی واجب ہے، اسی لئے اللہ کا اپنے بندوں کو سب سے پہلی اور آخری وصیت دین کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ ارشاد باری ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ} [سورۃ آل عمران:102]
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔
اور یہی وصیت تمام انبیا و صالحین کی بھی رہی ہے۔ ارشاد باری ہے: {وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ}
اور اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمھارے لیے یہ دین چن لیا ہے، تو تم ہرگز فوت نہ ہونا مگر اس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔ یا تم موجود تھے جب یعقوب کو موت پیش آئی، جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے بعد کس چیز کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں۔ [سورۃ بقرۃ:132-133]
اسی طرح اللہ تعالی نے لقمان علیہ السلام کی زبانی فرمایا: {يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ}
اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے۔ [سورۃ لقمان:17]
سنن ترمذی میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: (يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ)
اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔[1]

---

1) ترمذی:2516۔

والدین اور سر پرست ہی اولاد کے لیے بہتر نمونہ اور آئیڈیل ہیں، انہیں کی نصیحتیں اور ہدایات نفع بخش ہوتی ہیں کیونکہ والدین کا اسوہ بچوں کے سلوک وآداب میں بہت بڑا موثر ہوتا ہے، اس کا نتیجہ نمونہ کے اعتبار سے خواہ اچھا ہو یا برا، اسلئے ہر مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے ان تمام امانتوں میں جو اللہ نے اسے سونپا ہے کیونکہ اللہ تعالی مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے: { وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ}

اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ [سورۂ معارج:32]

بچوں کی تعلیم بھی والدین اور سرپرستوں کی امانت ہے اور سب سے بڑا واجب اس سلسلے میں علم شرعی ہے جس میں کوئی بھی معذور نہیں ہے پھر اس کے بعد ہی اسے ایسے علوم سکھائے جائیں جن میں اسکا رجحان ہو اور اسکی صلاحیت ان کے مطابق ہو، کیونکہ ہر ایک کے لیے وہی چیز آسان کر دی گئی ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور نئی نسل کو ہر اس چیز کی طرف رہنمائی کرنا ضروری ہے جس میں اسکے لئے دنیا و آخرت ہر جگہ بھلائی اور بہتری ہو۔

اور بچوں کے تعلق سے والدین اور سرپرستوں کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہیکہ اولاد کو حتی المقدور برے اثرات سے بچایا جائے۔ انہیں بروں کی صحبت سے دور رکھ کر، کیونکہ بری صحبت میں ہلاکت اور ذلت و عار ہے، بلکہ انہیں نیک صحبت اور پاکیزہ ماحول میں ڈھالا جائے۔ ارشاد نبوی ہے: (إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً)

نیک مصاحب اور بد مصاحب کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے اور بھٹی دھو نکنے والے کی، مشک والا یا تو تجھے یونہی دے گا (تحفہ کے طور پر سونگھنے کے لیے) یا تو اس سے خرید لے گا یا تو اس سے اچھی خوشبو پائے گا اور بھٹی پھو نکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا بری بو تجھ کو سونگھنی پڑے گی۔[1] (صحیح بخاری)

یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں ایسی تمام فحش فلموں، فاسد میگزین اور نقصان دہ کتابوں سے بچا کر رکھا جائے جو مخرب اخلاق ہوں، کیونکہ یہی چیزیں دلوں کو فاسد کرتے ہیں، اخلاق کو منہدم کرتے ہیں اور جوانوں کو شہوات کا غلام بنا دیتے ہیں، ان کے اخلاق و اوصاف کو منحرف کر دیتے ہیں۔ ولا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ اور اولاد کو ہر حال میں ہمہ وقت ہدایت کرتے رہنا چاہیئے گرچہ وہ بڑے ہو چکے ہوں کیونکہ نیک صالح اسلاف کا یہی وتیرہ رہا ہے۔

اولاد کے تئیں والدین پر یہ بھی شرعی واجب ہے کہ ان کے درمیان عدل سے کام لیا جائے گرچہ ایک بوسہ ہی میں کیوں نہ ہو، انکے درمیان کسی کو کسی پر فضیلت نہ دی جائے اور لڑکوں کو لڑکیوں پر بھی کوئی فضیلت نہ دی جائے، ارشاد نبوی ہے: (فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)

1) صحیح بخاری:2101۔

اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔[1] (صحیح بخاری)

والدین پر یہ بھی ضروری ہے کہ اولاد پر صبر کا مظاہرہ کریں، ان کی ان غلطیوں سے درگزر کریں جو حرام تک نہ پہونچتی ہوں کیونکہ اس سے نیک سلوک میں بہتری آئے گی اور مغفرت کا سبب بنے گا کیونکہ جو معاف کرتا ہے اللہ اسے بھی معاف کرتا، ارشاد باری ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُواْ إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوّاً لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُواْ وَتَصْفَحُواْ وَتَغْفِرُواْ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمہاری بیویوں اور تمہارے بچوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ [سورۃ تغابن:14]

والدین بچوں پر بد دعاء سے بچیں کیونکہ یہ ہمیشہ کے لیے بدبختی اور شقاوت کا سبب ہو سکتا ہے، حدیث میں آتا ہے: (لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ)

اپنے اوپر، اپنی اولاد کے اوپر، اپنے خادموں کے اوپر اور اپنے اموال کے اوپر بد دعاء نہ کرو۔[2] (صحیح مسلم)

جو شرعی تعلیمات کا خیال کرے گا، ربانی احکامات پر عمل کرے گا اور اللہ کی توفیق اسکے شامل حال رہے گی اسی کیلئے اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی، اللہ اور اسکے بندوں کے حقوق ادا کرے گی دنیا و آخرت ہر جگہ وہ ان کے لئے برکت ثابت ہوگی، ارشاد باری ہے: {جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ءابَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّن كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ} [سورۃ رعد:23-24]

ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ [سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔

مزید ارشاد ربانی ہے: {وَالَّذِينَ ءامَنُواْ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَىْءٍ كُلُّ امْرِىءٍ بِمَا كَسَبَ رَهَينٌ}

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ [سورۃ طور:21]

اور صحیح مسلم کے اندر ہے: (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ")

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب مر جاتا ہے آدمی تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کا۔ دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے نیک بخت بچے کا جو دعا کرے اس کے

---

1) صحیح بخاری:2587۔

2) صحیح مسلم:3014۔

لیے۔"[1] (صحیح مسلم)

اور جب انسان شرعی تعلیمات میں کوتاہی سے کام لیتا ہے تو یہی اولاد اس کے لئے وبال جان ہو جاتی ہے، انحراف کا شکار ہو جاتی ہے اور ہر معصیت میں لت پت رہتی ہے۔

مسلمانو! اس لئے اللہ سے ڈرو اور اولاد کے تئیں جو واجبات اور ذمیداریاں ہیں انہیں ادا کرو، ارشاد باری ہے: {رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ * رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ}

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔ [سورہ ابراہیم: 40-41]

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اس کی اطاعت کرو اور اسکے غضب اور اسکی نافرمانی سے بچو۔

اور جان لو کہ تمہاری اولاد اور جس کی بھی کفالت کی ذمیداری تمہارے ذمہ ہے وہ سب تمہاری گردنوں میں امانت اور ذمیداری ہے کہ تم انہیں بھلے کاموں پر ابھارو، اچھے اخلاق اور صحیح منہج وسلوک کی رہنمائی کرو، انہیں انحراف اور بری صحبت سے بچاؤ، فراغت اوقات کی خطرناکی اور بلا روک ٹوک سفر سے روکو۔ ان کیلئے نظام الاوقات بناؤ جس کے مطابق شب وروز پابندی سے سونے جاگنے سے لیکر اپنا ہر کام کریں، انہیں ان تمام چیزوں کا عادی بناؤ جس میں ان کے لئے بھلائی ہو، انہیں شب بیداری سے روکو بالخصوص سڑکوں اور نکڑوں پر کیونکہ یہ چیز بعد میں چل کر انہیں ایسے موڑ پر اور پہونچا دے گی جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوگی، پھر ندامت کوئی فائدہ بھی نہیں دے گی اور نوجوانوں کیلئے سب سے خطرناک چیز نشہ آور چیزوں اور اس طرح بہت ساری بداخلاقیوں میں مبتلا ہونا ہے، چنانچہ ایسی چیزوں سے انہیں ہمیشہ دور رکھو، ان پر مکمل نگرانی رکھو، انہیں نفع بخش مباح چیزوں کا عادی بناؤ اور ہمیشہ مفید اعمال کی طرف رہنمائی کرو کیونکہ ان کے بارے میں تم سے بروز قیامت سوال ہوگا، صحیحین میں آیا ہے: (عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے سوال ہوگا اس کی رعیت کا (حاکم سے مراد منتظم اور نگران کار اور محافظ ہے) پھر جو کوئی بادشاہ ہے وہ لوگوں کا حاکم ہے اور اس سے سوال ہوگا۔ اس کی رعیت کا کہ اس نے اپنی رعیت کے حق ادا کیے ان کی جان ومال کی حفاظت کی یا نہیں اور آدمی حاکم ہے اپنے گھر والوں کا اس سے سوال ہوگا ان کا اور عورت حاکم ہے اپنے خاوند کے گھر کی اور بچوں کی اس سے ان کا سوال ہوگا اور غلام حاکم ہے اپنے مالک کے مال کا اس سے اس کا سوال ہوگا۔ غرض یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص حاکم ہے اور تم میں سے ہر ایک سے سوال ہوگا اس کی رعیت کا۔[2] (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم: 1631۔
2) صحیح مسلم: 1829۔

ارشاد باری ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً} [سورۃ احزاب:70-71]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

# فراغتِ وقت اوراس کی سنگینی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ
26/3/1423ھ

حمد وثناء کے بعد؟

سب سے پہلے میں آپ کو اورخود کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کہ یہی دونوں جہان میں سعادت مندی اورنجات کا باعث ہے۔ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔[ سورۃ آل عمران:102]

اللہ کے بندو! زمانہ گھوم کر پھر اسی مقام پر آٹھہرا، موسم گرما اپنے طویل دن اور چھوٹی رات کے ساتھ آدھمکا نئی نسل کو فراغت اوقات کے نقصانات سے بچانے کیلئے لوگوں نے نصیحتیں کرنا اور تقریریں کرنا شروع کر دی ہیں، آج کے نقصانات کل کے نقصانات سے کہیں زیادہ ہیں دورحاضر میں نقصانات صرف ذات ہی تک محدود نہیں بلکہ سماج، علاقہ اور ملک تک متعدی ہے۔

س وقت فراغت اوقات کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوگیا ہے، اسے اب انسانی فطرت سے نہ جوڑ کر تہذیبی اور تمدنی پیمانے پر بھی دیکھا جارہا ہے۔اور فراغت اوقات کو بے شمار تنظیمیں اپنے غلط مقاصد میں استعمال کر رہی ہیں۔

فراغت اوقات انسان کو یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ ایک بے سود انسان ہے، معاشرے میں اسکی حیثیت ایک عضو معطل کی طرح ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، چنانچہ ایک فارغ انسان نہ تو کوئی کام کرتا ہے جس کا کوئی نتیجہ برآمد ہو اور نہ ہی زندگی میں اس کا کوئی ہدف ہوتا ہے، اور ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس کا کوئی ہدف اور مقصد نہ ہو۔

فراغت اوقات ابلیس کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے جس کا استعمال کر کے وہ انسان کو وسوسے میں مبتلا کرتا ہے، اور ایسے فارغ اوقات میں وہ انسان کے چھپے شہوات کو بھڑکاتا ہے، اور پھر شیطان ایسے انسان کو اپنی جال میں آسانی سے پھنسالیتا ہے اور مختلف وسوسوں اور خطرناک نفسیاتی ہتھکنڈوں میں ڈال دیتا ہے۔

فراغت اوقات جہاں ایک طرف فکر وعمل کیلئے زہر قاتل ہے وہیں دوسری طرف قوائے جسمانی کے لیے سخت ضرر رساں ہے کیونکہ نفس انسانی کیلئے حرکت وعمل کا ہونا ضروری ہے، لیکن جب حرکت سے خالی ہوگا تو انسانی فکر کند ہو جائے گا عقل بوجھل ہو جائے گی، حرکت نفس کمزور پڑ جائے گی، پھر نتیجتاً جسمانی اور عقلی ہر اعتبار سے انسان کمزور ہو جائے گا۔

اللہ کے بندو! اس وقت گرمی کی چھٹیوں میں فراغت اوقات ایک بہت بڑا پیچیدہ مسئلہ بن چکا ہے۔نوجوانوں کو اس چھٹی میں کثرت سے فرصت کے اوقات مل جاتے ہیں، اسے پر کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی عمدہ اور نتیجہ خیز کام نہیں ہوتے، اسی لیے فراغت اوقات ان کے لئے قاتل بن جاتے ہیں، بلکہ بہت سے تجزیہ کار یہ کہتے ہیں کہ نئی نسل کے اندر انحرافات کا اصلی سبب یہی فراغت اوقات ہی ہے، چنانچہ

ان کے اندر نشہ آور چیزوں کا پھیلنا اور کثرت سے نوجوانوں کا اس بیماری کا شکار ہونا ہی فارغ اوقات ہے جسے ہم بہتر کام سے پر نہیں کر پا رہے ہیں۔

یہ بہت آسان ہے کہ ایک نوجوان خالی وقت میں دوسروں سے متاثر ہو کر ان کا شکار بن جائے، چنانچہ جب آپ پڑھیں گے ان لوگوں کی کہانیاں جو منحرف وفاسد افکار ومذاہب کا شکار ہو گئے وہ نوجوان ہی تھے جنہیں فراغت وقت کا سامنا تھا۔

ماہرین سماجیات کا ماننا ہے کہ فراغت اوقات جہاں زیادہ ہوگا اسی اعتبار سے نوجوانوں میں جرائم اور اخلاقی مسائل کی شرح میں اضافہ ہوگا چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ معاشرے میں وہ نوجوان جن کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اور وہ پڑھائی کرتے ہیں، کسی طرح سے انکی نگرانی اور ہدایت نہ ہونے کے سبب وہ سڑکوں، بازاروں، گلیوں اور نکڑوں پر گھومتے رہتے ہیں اور اپنے قیمتی اوقات کو گنوا بیٹھتے ہیں، آپ انہیں سڑکوں پر، ہوٹلوں میں مٹر گشتی کرتے ہوئے پائیں گے۔ ان اوقات میں شیطان اپنا پورا رول ادا کرتا ہے۔ انہیں برائیوں میں لت پت اور نقصان دہ عادتوں کا شکار بناتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ اوقات ان نوجوانوں کیلئے قاتل ہوتے ہیں۔

آج کا نوجوان اپنا اکثر وقت انٹرنیٹ پر گزارتا ہے، جس سے اس کے معاشرتی اور خاندانی تعلقات درہم برہم ہو گئے ہیں، اس نقصان کا سب سے پہلا شکار وہ نوجوان خود ہوتا ہے پھر اسکے گھر والے اور سماج کے لوگ ہوتے ہیں، وہ خود کو بہت بڑی محرومی اور قلق نفس کا احساس کرتا ہے، ساتھ ہی اپنے واجبات اور حقوق نیز دوسروں کے حقوق سے محرومی کا سبب بنتا ہے پھر نتیجتاً حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے۔

اس انجام بد سے ہمیں آگاہ رہنا چاہئے کہ سرپرستوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو فارغ اوقات کی آفات اور اسکے نتایج بد سے آگاہ رکھیں، اور اس کے شر وفساد سے انہیں بچائیں یہ افسوس ناک پہلو ہے کہ لوگ مال کی بربادی سے آگاہ رہتے ہیں اور اسکے خسارے کو جان کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ وقت کی بربادی سے آگاہ نہیں رہتے، کس قدر سچا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول جب اپنے ایک عامل سے کہہ رہے تھے: (إِنَّ هٰذِهِ الأَيدِي لَا بُدَّ أَن تُشغَلَ بِطَاعَةِ اللهِ قَبلَ أَن تُشغِلَكَ بِمَعصِيَتِهِ)

ان ہاتھوں کو اللہ کی اطاعت میں مشغول کر دو قبل اس کے کہ ہاتھ تمہیں اس کی معصیت میں مشغول کر دیں۔

اللہ کے بندو! خالی اوقات کبھی خالی نہیں ہوتے وہ یا تو خیر میں مشغول ہوتے ہیں یا شر میں، انہیں اگر حق میں مشغول نہ کیا جائے تو باطل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پس خوش خبری ہے اس شخص کیلئے جو اپنے خالی وقت کو خیر وبھلائی اور اصلاح میں مشغول رکھتا ہے۔

یقیناً اگر نوجوانوں کے خالی اوقات پر کنٹرول حاصل کر لیا جائے اور انہیں خیر وبھلائی کے لیے استعمال کر لیا جائے تو ضرور انہیں تمام فکری اور جسمانی بگاڑ سے بچایا جاسکتا ہے۔ انہیں ہر طرح کے انحراف اور بداخلاقی سے دور رکھا جاسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام واجبات کے بعد فارغ اوقات میں نفع بخش اور نتیجہ خیز عمل میں مشغول کرنے کا حریص ہے۔ اس طور پر کہ انسان خالی وقت پائے ہی نہ جس کی اسے شکایت ہو، بلکہ ایک مسلمان کی زندگی میں اصل یہ ہے کہ اسکے پاس خالی وقت بالکل نہ ہو کیونکہ مسلمان کی زندگی میں اس کا وقت اور عمر سب اللہ کی ملکیت ہے اور اسلامی تربیت میں نئی نسل کو یہ بتایا جاتا ہے کہ زندگی کا ہر لمحہ اسکی گردن میں امانت ہے جسے خیر کے کاموں میں لگانا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: (اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ

قَبۡلَ شُغۡلِكَ)
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو اپنے بڑھاپے سے قبل اپنی جوانی کو اپنی بیماری سے قبل اپنی تندرستی کو، اپنی فقیری سے قبل اپنی امیری کو، اپنی مشغولیت سے قبل اپنی فراغت کو۔[1] (مستدرک حاکم)

معلم بشریت محمد ﷺ کی اس عظیم رہنمائی اور بلیغ ارشاد پر غور کریں کہ کس قدر نفع بخش نصیحت کی ہے اپنی امت کو کہ ایک مسلمان اپنے خالی وقت کو غنیمت سمجھے اور اسے نفع اور نتیجہ خیز کاموں میں استعمال کر کے بیماری کے دنوں سے پہلے تندرستی کے ایام کو غنیمت سمجھے، بڑھاپے سے پہلے نوجوانی کو غنیمت سمجھے، فقیری سے پہلے امیری کے ایام کو غنیمت سمجھے یہ ایک صریح دعوت ہے کہ خالی اوقات سے فائدہ اٹھالیں کہ جن کے نکل جانے کے بعد کبھی ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے قبل اس کے کہ کسی مہلک مرض یا مصیبت میں مبتلا ہو جائیں، ان اوقات سے فائدہ اٹھائیں، آخر آپ ﷺ اپنی زندگی کے خالی اوقات کے بارے میں کیسا سوچتے تھے رب العالمین کے اس قول کی روشنی میں: { فَإِذَا فَرَغۡتَ فَٱنصَبۡ * وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَٱرۡغَبۡ} [سورۂ شرح:7-8]

یہ خطاب ہر مسلمان کیلئے ہے یعنی اے مسلمان! تم کبھی بھی خالی ہاتھ مت بیٹھو، جب کسی عمل سے فارغ ہو یا تو دوسرے کام میں لگ جاؤ، جب تم کسی دینی کام سے فارغ ہو جاؤ تو کسی دنیاوی کام میں مشغول ہو جاؤ اور جب تم کسی دنیاوی کام سے فارغ ہو جاؤ تو کسی دینی کام میں مشغول ہو جاؤ، اور جب تم اپنے جسمانی ضرورت سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے قلب و روح کو غذا دینے والے کام میں لگ جاؤ اور جب تم اپنے ذاتی کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے خاندان کے کاموں میں لگ جاؤ پھر اس سے فراغت حاصل ہو تو اپنے معاشرے اور قوم کے کاموں میں لگ جاؤ، اس طرح ایک مسلمان کی زندگی میں فراغت کا کوئی وقت نہیں ہے، سوائے سکون قلب اور راحت بدن نیز دوسرے کام کی تیاری کے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرماتی ہیں: (ولا رُئِيَ قَطُّ فارغًا في بيته)

آپ ﷺ اپنے گھر میں کبھی بھی فارغ نہیں دیکھے گئے۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (إِنِّي أَكرَهُ أَن أَرَى الرَّجُلَ فارغًا لَا فِي عَمَلِ دُنيَا وَلَا آخِرَة)

مجھے ناپسند ہے کہ کسی آدمی کو خالی بیٹھا دیکھوں کہ وہ نہ تو کوئی دینی کام کرے اور نہ ہی کوئی دنیاوی کام۔

اور آپ سے یہ ہی مروی ہے: (إِنِّي لَأَبغَضُ الرَّجُلَ أَن أَرَاهُ فَارِغًا. لَيسَ فِي شيءٍ مِن عَمَلِ الدُنيَا وَلَا فِي عَمَلِ الآخِرَة)

مجھے وہ شخص سخت ناپسند ہے جسے میں خالی بیٹھے دیکھتا ہوں، وہ نہ تو کوئی دنیاوی کام کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اخروی کام۔

اور قاضی شریح نے اپنے کچھ پڑوسیوں کو مٹرگشتی کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ عرض کیا: آج ہم فارغ ہیں، قاضی شریح نے فرمایا: کیا فارغ شخص کو اس کام کا حکم ہے؟؟

اللہ کے بندو! یہ سارے نصوص ہمیں اس بات پر ابھارتے ہیں کہ ہم تعمیر ارضی کی خاطر اپنی زندگی کے ہر لمحے کا استعمال کریں، اپنے فائدے کیلئے یا دوسروں کے فائدے کیلئے کوئی نہ کوئی کام کرتے رہیں یہی نمونہ جب سماج کے اندر ابھر کر سامنے آئے گا تو علم و عمل کے ہر میدان

1) مستدرک حاکم: 4/341۔

میں امت اسلامیہ ترقی کرے گی، امام شافعی فرماتے ہیں: (إِذَا لَمْ تَشْغَلْ نَفْسَكَ بِالْحَقِّ شَغَلَتْكَ بِالْبَاطِلِ)

اگر تم خود کو حق کے لیے مشغول نہیں کرو گے تو تمہارا نفس تمہیں باطل کیلئے مشغول کر دے گا۔

چنانچہ نفس انسانی اگر کسی خیر و بھلائی اور عام فائدے کیلئے متحرک نہیں ہوتا تو منحرف افکار اسے بگاڑ و فساد کے راستے پر لگا دیتے ہیں، اسلئے بہتر یہی ہے کہ انسان اپنے لئے ایک منہج اور اصول بنائے جس کے مطابق وہ اپنے قیمتی اوقات کا استعمال کرے تا کہ شیطان کے راستے بند ہو جائیں؟ ایسی صورت میں اس کے خالی اوقات بھی بہتر استعمال ہوں گے جس سے جسمانی اور فکری ہر اعتبار سے وہ فائدے میں ہوگا، نتیجتاً سماج اور قوم وملت بھی اس سے مستفید ہوں گے۔

ترقی یافتہ قوموں کے نوجوان چھٹیوں اور خالی اوقات کو مہارت اور ہنرمندی، نیز افکار وعقول کی تربیت کے پروگراموں اور ٹریننگ کورسوں میں استعمال کرتے ہیں اور اپنے لئے اور اپنی قوم کیلئے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ فراغ اوقات ایسا مسئلہ ہے جس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا لیکن کیا ہم اسے بہتر کاموں کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ سستی اور کاہلی سے نوجوانوں کو بچانے کیلئے ہمارے پاس کیسے پروجیکٹ اور پروگرام ہیں؟ نوجوانوں کو ہنرمندی اور دستکاری میں مشغول رکھنے کے لیے نیز ان کے اندر شخصی قابلیت وصلاحیت بڑھانے کے لیے کیا کر رہے ہیں، انکی چھپی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کیلئے ہم کیسے وسائل کا استعمال کر رہے ہیں؟ جن سے ایک طرف ان کی تربیت وٹریننگ بھی ہو اور دوسری طرف وہی پروگرام ان کے لئے تفریح نفس کا سبب بھی بن جائیں۔

اگر اس طرح کے پروگرام ہماری قوم وملت کے لوگ بھی بنانا شروع کر دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری قوم کے نوجوان بھی اپنے خالی اوقات کا صحیح استعمال کر کے قوم وملت کے لیے مفید ثابت ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (مَنْ أَمْضَى يَوْمًا فِي غَيْرِ حَق قَضَاه، أو فَرض أَدَّاه، أو مَجد بَنَاه، أو حَمد حَصَله، أو خَير سَمِعَه، أو عَلم اقتبَسه، فَقَد عقَّ يومه)

اگر کسی نے اپنے دن کا استعمال کسی حق یا فرض کی ادائیگی، شرف ومجد کے بنانے، خیر کے سننے، علم کے حاصل کرنے کے علاوہ میں گزار دیا تو گویا اس نے اس دن کو بانجھ بنا دیا۔

فراغت اوقات اور چھٹیوں کی سنگینیا وران کی ذمیداری ہمارے تعلیمی اور سماجی اداروں پر پڑتی ہے، اسی طرح جس طرح سرپرستوں اور والدین پر پڑتی ہے، کہ کسی نہ کسی شکل میں ان فارغ اوقات کا صحیح اور مثبت استعمال کیا جائے، کسی نہ کسی پروگرام اور راہِ خیر کی شکل میں تا کہ نوجوانان امت ہر طرح کے بگاڑ وفساد سے اور شیطان کے چنگل میں جانے سے محفوظ رہیں۔

فارغ اوقات کا مثبت استعمال کرنے اور انہیں پر کرنے کے بہتر وسائل میں سے ایک وسیلہ نفع بخش مطالعہ ہے، علمی و دعوتی پروگراموں میں شرکت کرنا ہے، والدین کے حقوق کی ادئیگی ہے، ان کے ساتھ نیکی کرنا اچھا سلوک کرنا، صلہ رحمی کرنا، مفید سماجی تحریکیوں میں شرکت کرنا دستکاری اور ہنرمندی کے کام سیکھنا، کمزوروں، مسکینوں یتیموں اور مصیبت کے ماروں کا سہارا بننا، طلب علم کیلئے کوشش کرنا، لوگوں کے مابین اصلاح کی کوشش کرنا، حرمین شریفین کی زیارت کرنا، عمرہ کرنا، مساجد کے اندر بھی دروس میں حاضر ہونا ہے اور اس طرح

کے شرعی اور مفید کام کر کے خود کو اور دوسروں کو فائدہ پہونچانا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ رسول اکرم ﷺ اسی طرح کے کاموں کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: (تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَةَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ)

اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا تمہارے لیے صدقہ ہے، تمہارا بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، بھٹک جانے والی جگہ میں کسی آدمی کو تمہارا راستہ دکھانا تمہارے لیے صدقہ ہے، نابینا اور کم دیکھنے والے آدمی کو راستہ دکھانا تمہارے لیے صدقہ ہے، پتھر، کانٹا اور ہڈی کو راستے سے ہٹانا تمہارے لیے صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں تمہارا پانی ڈالنا تمہارے لیے صدقہ ہے"۔[1] (سنن ترمذی)

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) سنن ترمذی:1956۔

# جرمِ رشوت ستانی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آلِ شیخ

3/4/1423ھ،14/6/2002ء

برادرانِ اسلام! دین اسلام کے بنیادی اصولوں اور مبادیاتِ مقررہ میں سے ایک یہ ہے کہ حاکم اور رعایا کا باہمی طور پر ایک دوسرے سے تعاون کرنا واجب ہے، اور اپنی اپنی ذمہ داری کو نبھانا بھی فرض ہے، تاکہ پوری امت کے لیے خیر و بھلائی حاصل ہو اور معاشرے کے فوائد و مصالح کا تحفظ ہو اور امن و امان، نیز مالی فارغ البالی کی ضمانت ہو، اور اس وقت تک امت کے معاملات صحیح طور پر سر انجام نہیں پا سکتے جب تک کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے اور ہر فرد اپنے واجبات ادا نہ کرے اور اس سلسلہ میں وہ پورے صدق و خلوص فنائیت و ایثار اور قربانی کے جذبات سے کام نہ لے اور اللہ کی حدود و احکام کی بھی پابندی نہ کرے۔

شریعتِ اسلامیہ میں تمام اساسی و بنیادی اور اصلی نقاط اور مرکزی نقطہ ہائے نظر طے ہیں جن کی بدولت ذمہ داری کے مقاصد کا تحفظ ممکن ہے اور اس سے انحراف اور شر و فساد کے اسباب و عوامل کو دور کیا جا سکتا ہے۔

## رشوت: گناہ کبیرہ:

انہی بنیادی و اصلی نقطوں میں ایک رشوت لینے دینے اور رشوت کے معاملہ میں واسطہ بننے کی سخت ممانعت اور ان پر شدید زجر و توبیخ ہے۔

اللہ کے بندو! رشوت خوری اللہ کی ناراضگی کا باعث اور عذابِ الٰہی کو آواز دینے کے مترادف ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ" (ترمذی بسند حسن صحیح)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے اور رشوت دینے والے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[1]

اور مسند احمد وغیرہ میں حسن سند کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُرْتَشِيَ وَالْمَرْشِيَّ وَالرَّائِشَ"

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے، رشوت دینے اور ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔"[2]

اسی طرح معجم طبرانی صغیر میں جید درجے کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّارِ"

"رشوت لینے اور رشوت دینے والے جہنم میں جائیں گے۔"[3] (طبرانی)

ان دلائل صریحہ کی بناء پر امام ذہبی جیسے اہلِ علم نے کہا ہے کہ: "رشوت کا لینا اور دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔"

مسلمانو! باطل و حرام طریقے سے مال کھانا اور استعمال میں لانا رشوت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَا

---

1) ترمذی، حدیث: 1337۔

2) مسند احمد وغیرہ، حدیث: 5/279۔

3) معجم طبرانی صغیر، حدیث: 58۔

تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، اور نہ ہی اسے (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔" (سورہ البقرہ:188)

اور اللہ تعالی نے یہودیوں کی کارستانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾

"یہ جھوٹی باتیں بتانے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔" (سورہ المائدہ:42)

ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "دو کام سراسر حرام ہیں مگر لوگ ان سے کما کر کھاتے ہیں: رشوت اور زانی عورت کا کسب وکمائی۔"

## رشوت کی ہلاکت خیزیاں:

برادران ایمان! یہ رشوت بہت ہی مہلک اور خطرناک بیماری ہے، افراد پر اس کے خطرات بہت بڑے ہیں اور معاشرے کے لیے یہ بہت ہی بڑے فساد و بگاڑ کا باعث ہے، جو شخص رشوت ستانی و رشوت خوری میں مبتلا ہو جائے اس کی صحت، اوقات، رزق و مال، اولاد و عیال اور عمر سے برکت اٹھالی جاتی ہے، جس نے اپنے دامن کو اس رشوت سے آلودہ کر لیا اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی، وہ مروّت سی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اس کے اخلاق میں بگاڑ آجاتا ہے، اور اس سے شرم وحیا کا دامن چھوٹ جاتا ہے، اور اس کی شہرت خراب ہو جاتی ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ" "ہر وہ گوشت جس کر پرورش حرام سے ہوئی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: سحت وحرام سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔" (ابن جریر طبری وغیرہ)

فاضل دوستو! رشوت معاشروں کے لیے ہلاکت وخسارے کا باعث بنتی ہے، ان میں فساد و بگاڑ پیدا کرتی ہے، ان میں ظلم و ناانصافی کو عام کرتی ہے، بلکہ جس معاشرے میں یہ رشوت ستانی آجائے اس معاشرے سے اچھے اور عمدہ اخلاق ناپید ہو جاتے ہیں، اس کی جگہ اس میں کمینگی، نفرتیں اور بغض وحقد عام ہو جاتے ہیں، جس امت میں جرم رشوت خوری عام ہو جائے اس میں خیر خواہی کی جگہ دھوکہ دہی اور امانت کی جگہ خیانت پھیل جاتی ہے، عدل وانصاف کی جگہ ظلم اور امن وامان کی جگہ خوف وہراس عام ہو جاتے ہیں، یہ رشوت تو معاشرے میں کمینگی اور بگاڑ پھیلانے کی دعوت ہے، اس کے نتیجے میں دلوں کی رغبتوں کا شتر بے مہار ہو جاتا ہے اور فراڈ وجعل سازی رواج پکڑ لیتی ہے، اپنے مقام ومنصب سے ناجائز فائدے اٹھانے کی عادت پڑ جاتی ہے اور قانون پر چلنے کی بجائے لوگ حیلے بہانوں سے قانون سے فرار اختیار کرنے لگتے ہیں، معاشرہ اپنے مصالح کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنے لگتا ہے اور اس میں شر وفساد اور ظلم وستم کا رواج ہو جاتا ہے، شقاوت وبدبختی فقر وتنگدستی اور حرمانِ نصیب پھیل جاتی ہے۔

مسند احمد میں بعض شواہد کی وجہ سے تقویت اختیار کر جانے والی سند سے مروی ایک حدیث میں ارشار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ

فِيهِمُ الرُّشَا إِلَّا أُخِذُوا بِالرُّعْبِ۔

”جس قوم میں رشوت عام ہوجائے اللہ اس پر رعب اور خوف وہراس کا عذاب طاری کر دیتا ہے۔“[1] (مسند أحمد)

## رشوت کی حقیقت:

مسلمانو! ہر وہ پیسہ یا چیز جو مسلمانوں کے کسی ولی وحاکم کو محض اس لیے دیئے جائیں کہ اس کے بل بوتے پر وہ ایسی چیز حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلے جو دراصل اس کے لئے حلال نہیں ہے اور اس کی کئی قسمیں اور شکلیں ہیں:

(1) ان میں سے ایک بدترین شکل یہ ہے کہ کسی حق کو باطل کرنے اور باطل کو حق ثابت کرنے، یا کسی پر ظلم کروانے کے لیے کسی کو رشوت دی جائے۔

(2) رشوت کی مختلف شکلوں میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ کسی افسر مجاز کو کسی کام کے سرانجام دینے کے لیے مال دیا جائے، جبکہ اس کام کا سرانجام دینا پیسے کے بغیر بھی اس کی ذمہ داری واجب ہو۔

(3) اور اس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے واجب کی ادائیگی کے عوض میں بھی کسی سے کچھ مال لے۔

(4) رشوت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ وہ کسی صاحبِ منصب کو اس لیے مال دے تاکہ وہ اسے وہ چیز دے دے جو کہ دراصل اس کی نہیں ہے، یا کسی کا لازمی حق مارنے کے لیے رشوت دے یا پھر اس لیے رشوت دے تاکہ مستحق لوگوں میں سے اسے ترجیح یا اولیت دی جائے۔

## گفٹ اور رشوت:

مسلمانو! رشوت چاہے کسی بھی شکل میں کیوں نہ ہو، یہ اسلام میں حرام ہے اسے کوئی بھی نام دے لیں، ہدیہ وگفٹ کہہ لیں، مکافاۃ ومعاوضہ یا حق الخدمۃ کہیں یا چاہے اسے اکرامیہ وعزت افزائی کے نام سے دیں۔ یہ ہر نام سے حرام ہی رہے گی، کیونکہ نام بدل دینے سے حقائق واصلیت تو نہیں بدل جاتی اور اعتبار حقائق ومعانی کا ہوتا ہے نہ کہ محض الفاظ وتعبیرات کا۔

## اہلِ منصب کے گفٹ: سراسر رشوت:

شرعی مقررات وقواعد میں سے ہی ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اہلِ منصب لوگوں کو دیئے جانے والے ہدیے (گفٹ) خیانت ہیں اور اہلِ منصب سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمے مسلمانوں کا کوئی بھی کام ہو اور یہ سلطان وحاکم، ان کے نائب لوگوں اور ان تمام ملازمین کو شامل ہے جن کے ہاتھ میں کوئی کام ہو، ان کی ذمہ داری ومنصب چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو اور ان کا درجہ ورتبہ چاہے کیا ہی ہو۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی اسد کے ایک آدمی کو (زکوٰۃ جمع کرنے پر) مامور فرمایا، جب وہ اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی (جمع زکوٰۃ) کے بعد آیا اور کہنے لگا کہ یہ (مالِ زکوٰۃ) تو آپ کے (بیت المال) کے لیے ہے، اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے باری تعالیٰ کے بعد فرمایا: "مَا بَالُ عَامِلٍ أَبْعَثُهُ فَيَقُولُ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا

1) مسند أحمد: 4/205۔

أُهْدِيَ لِي، أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ حَتَّى يَنْظُرَ أَيُهْدَى إِلَيْهِ أَمْ لَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى عُنُقِهِ..." (بخاری ومسلم)

"اس عامل (افسر) کا کیا کریں کہ جسے میں نے کوئی ذمہ داری سونپی تو وا پس آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ کا مال ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے؟ وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر بیٹھا ہوتا تو دیکھتا کہ اسے کون ہدیہ بھیجتا ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے جو کوئی بھی اس قسم کا مال کھائے گا قیامت کے دن وہ اسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا........"[1]

امام خطابی لکھتے ہیں کہ: "اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ اہلِ منصب لوگوں کا ہدیے لینا حرام ہے، یہ ہدیے ان عام مباح ہدیوں کے باب میں سے نہیں ہیں، بلکہ یہ تو ان کے ڈر کی وجہ سے انہیں دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ ہدیہ دینے والے کے معاملات میں اس سے نرمی کا معاملہ کرے اور اس پر جو واجبات ہیں انہیں مالکوں تک پہنچانے کے سلسلہ میں اس سے تعاون کرتے ہوئے کمی کروا دے۔"

امام شوکانی لکھتے ہیں: "وہ ہدیے جو قاضیوں (ججوں) اور دیگر منصب داروں کو دیئے جاتے ہیں وہ رشوت کی ہی ایک قسم ہیں کیونکہ ہدیہ دینے والا اگر اس قاضی کے اس منصب پر براجمان ہونے سے پہلے اسے ہدیے دینے کا عادی نہیں تھا تو اب اس کا ہدیہ دینا کسی خاص غرض کے لیے ہے جو ایک تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس ہدیے کی آڑ میں اپنے باطل کو تقویت دینا چاہتا ہے یا پھر وہ اپنے اس ہدیے کے بل بوتے پر اپنے حق تک پہنچنا چاہتا ہے، اور یہ دونوں شکلیں ہی حرام ہیں۔

"اور بعض دیگر اہل علم نے کہا ہے: "حاکم اور دوسرے منصب دار جن کے ہاتھوں میں لوگوں کے کاموں کی باگ ڈور ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی سے ہدیہ قبول نہ کریں جو ان کے اس منصب پر آنے سے پہلے اسے ہدیہ دینے کا عادی نہ تھا کیونکہ اس کا اب اس مقام پر پہنچنے کے بعد اسے ہدیہ دینا رشوت شمار ہوگا۔"

## بے لوث شفارش:

مسلمانو! افضل ترین اعمال میں سے ایک کسی کی شفارش کرنا بھی ہے، اور یہ اللہ کی رضاء کے لیے کرنی چاہئے تا کہ کسی کو اس توسط کی وجہ سے بھلائی حاصل ہو جائے یا کسی نقصان سے بچایا جاسکے یا کسی کو نفع پہنچایا جائے،

صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ہے: "اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ"

"سفارش کرو، اجروثواب پاؤ اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہتا ہے کرواتا ہے۔"[2] (صحیح بخاری)

لیکن جو شخص لوجہ اللہ سفارش کرے اسے اس سفارش کے عوض میں کوئی ہدیہ قبول کرنا حرام ہے،

سنن ابی داؤد میں حسن درجہ کی سند سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے: "مَنْ شَفَعَ لِأَخِيهِ شَفَاعَةً، فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً عَلَيْهَا، فَقَبِلَهَا فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا" (ابوداود)

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1832۔

2) صحیح بخاری، حدیث: 1432۔

”اگر کسی نے اپنے کسی بھائی کے حق میں سفارش کی، پھر صاحب معاملہ نے اس سفارش کرنے والے کو کوئی ہدیہ دیا جسے اس نے قبول کرلیا تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بہت بڑے دروازے میں داخل ہوا۔“[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ: السُّحت : أَن تطلبَ لأخيك الْحَاجة فتُقضَى، فيهدى إِلَيْكَ هَدِيَّة فتقبلها مِنْهُ"

”یہ حرام ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے لیے سفارش کرو اور اس کا وہ کام ہو جائے، پھر وہ تمہیں ہدیہ پیش کرے اور تم اسکا ہدیہ قبول کرلو۔“[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں آیا ہے کہ ان کا سیب کھانے کو جی چاہا مگر گھر میں نہ تو سیب ملا اور نہ ہی سیب خریدنے کے لئے پیسے ہی پائے گئے، وہ گھر سے نکلے تو دیکھا کہ بچے سیبوں کے تھال لئے جا رہے ہیں، انہوں نے ان میں سے ایک سیب اٹھایا اسے سونگھا اور پھر واپس رکھ دیا، انہیں سیب لے لینے کا کہا گیا تو انہوں نے فرمایا:” مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ ان سے عرض کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا:” ان مقدس لوگوں کو تو لوگ ہدیہ ہی دیا کرتے تھے مگر ان کے بعد اہلِ منصب لوگوں کے لیے یہ رشوت ہے۔“

مسلمانو! اللہ کا ڈر دلوں میں پیدا کرو، اس کی آواز و احکام پر لبیک کہو، اس کے اوامر و احکام کی پیروی و اطاعت کرو اور اس کے منع کردہ امور و اشیاء سے اجتناب و گریز کرو اور اس کے غضب و غصہ کے اسباب سے بچتے رہو، دنیا و آخرت کی سعادتیں اور خوشیاں تمہارا مقدر ہوں گی۔

## رشوت اور معاملات میں تعطل:

برادرانِ ایمان! رشوت حق تلفی کا سبب بنتی ہے، اس سے امور و مصالح تعطل کا شکار ہوتے ہیں، اس کے بل بوتے پر بعد والے کو پہلے کر دیا جاتا ہے اور پہلے کے حق دار کو بعد میں ڈال دیا جاتا ہے، اس کی بدولت احمق و ناشمارہ ترقی پا جاتا ہے اور محنتی و کارآمد آدمی پیچھے ڈال دیا جاتا ہے، اسی رشوت کی بدولت کتنے ہی حقوق ضائع و تلف ہوئے ہیں، کتنے لوگوں کی عزت و کرامت داغدار ہوئی ہے، کتنے ہی ملعون قسم کے لوگ اعلیٰ مناصب پا گئے ہیں، اور کتنے ہی کریم النفس اور فیاض طبع لوگ بیچارے ذلّت و رسوائی سے دو چار ہوئے ہیں۔

## رشوت کے خلاف اعلانِ جنگ:

اللہ کے بندوں! اس جرم رشوت سے بچو، رشوت ستانی و رشوت خوری کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرو، آپس میں خیر و بھلائی کے جذبات کی تخم ریزی و آبیاری کرو اور بر و نیکی و فضل و احسان کرنے والے بنو۔

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) ابوداؤد، حدیث: 3541۔

2) تفسیر الطبري (8/433)۔

# بیماری وعلاج اور اسلامی تصوّر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

1423/4/10ھ، 2002/6/21ء

مسلمانو! یہ دنیا عمل وآزمائش کا گھر ہے اس میں کوئی بندہ بیماری سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ جو اس کی زندگی کو مکدر کرنے اور اس کی قوت و حالت کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے، آزمائش اللہ کی ایک نعمت ہے اور مرض وتنگی بشارت وخوشخبری کا پیش خیمہ ہے، ہمارا پرودگار اللہ سبحانہ و تعالی آزمائش کے نتیجہ میں رحم فرماتا ہے اور نعمتیں دے کر آزماتا ہے، مومن کے لیے اس دنیا کی تلخی وتنگی آخرت کی حلاوت وشیرینی کا سبب بنتی ہے، کئی نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ بندے کو دے دی جائیں تو وہ اس کے لئے بیماری بن جاتی ہیں اور کئی نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر بندے کو ان سے محروم کر دیا جائے تو وہ اس کے لئے شفاء کا باعث بن جاتی ہیں، اس چیز کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے مگر وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری و مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ (سورہ البقرہ:216)

بلاء ومصیبت محبت کا عنوان اور جنت کا راستہ ہوتی ہے،

ارشاد نبوی ہے: "إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (ترمذی)

”جتنی بڑی بلاء ومصیبت اور آزمائش ہوگی اس پر اتنا ہی بڑا اجر وثواب ہوگا، اور اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہیں مصیبت میں مبتلا کرتا اور آزماتا ہے، جو اس مصیبت وآزمائش پر راضی برضا ہوا اسے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی، اور جس نے اس پر غضب وغصے کا اظہار کیا، وہ اللہ کے غضب وغصے کا اظہار کیا وہ اللہ کے غضب وغصے کا شکار ہوگا۔“[1]

## جسمانی صحت: عظیم نعمت

جسمانی صحت وعافیت بندے کے لیے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت اور اعلی عطاؤں میں سے ایک عطا ہوتی ہے،

چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ" (صحیح بخاری)

”دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سارے لوگ ان کے سلسلہ میں (ناقدری کر کے) فریب کھا جاتے ہیں: صحت اور فراغت وفرصت۔“[2]

صحت ہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں آخرت میں بندے سے سب سے پہلے حساب لیا جائے گا،

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيمِ أَنْ يُقَالَ لَهُ: أَلَمْ نُصِحَّ

1) ترمذی، حدیث:2396۔

2) صحیح بخاری، حدیث:6412۔

لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيَكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ؟ (ترمذی)

"بندے کا نعمتوں میں سے سب سے پہلے جس نعمت کا حساب لیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اسے کہا جائے گا: کیا ہم نے تمہیں جسمانی صحت اور پینے کے لیے ٹھنڈے پانی سے نہیں نوازا تھا۔"[1]

## انبیاء اور بیماریاں:

گناہوں کو مٹانے والی سب سے بڑی مصیبت و آزمائش صحت کا چھن جانا اور بیماری کا مسلط ہو جانا ہے،. بنی بشر میں سے چوٹی کے انسان، انبیاء کرام علیہم السلام بیماریوں سے آزمائے گئے،

عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا قَالَ: أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ " (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بخار میں مبتلا تھے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ تو سخت بخار میں مبتلا ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں مجھے اتنا شدید بخار ہے کہ جیسے تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔"[2]

ایسے ہی حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری نے کئی سال گھیرے رکھا۔

## بیماری اور بلندیٔ درجات:

بیماری سے بندے کے درجات بلند ہوتے ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں،

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مَرَضٌ، فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا " (متفق علیہ)

"کسی مسلمان کو جب بیماری یا کوئی دوسری مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ اس کے ذریعے بندے کے گناہوں کو یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت پتے جھاڑتا ہے۔"[3]

بیمار آدمی کو بیماری کے دوران وہی اجر وثواب دیا جاتا رہتا ہے جو وہ نوافل کے ذریعے حالتِ صحت میں کماتا تھا، بیماری میں بندہ دعائیں بکثرت کرتا ہے اور عام حالات کی نسبت زیادہ گڑگڑاتا ہے۔

## بیماری اور اضافۂ ایمان:

بیماری میں مومن کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور اللہ پر اس کے توکل و بھروسے میں اضافہ ہو جاتا ہے اس کا اپنے مولا کریم پر حسنِ ظن اور زیادہ ہو

1) ترمذی، حدیث: 3358۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 5648۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 5660۔

جاتا ہے اور یہ نفسانی امراض مثلاً تکبّر،خود پسندی، غفلت اور غرور وغیرہ کا علاج ہے،اور عقلمند وہ ہے جو مصائب ومشکلات اور آزمائش وامتحان سے عبرت ونصیحت حاصل کرے،اور دین کے معاملہ میں مصیبت کو چھوڑ کر باقی سب مصائب باعثِ عافیت ہوتی ہیں۔

## شفاء صرف اللہ کے ہاتھ ہے:

مسلمانوں! بیماری سے شفاء دینے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی مصیبت کو ٹال سکتا ہے،دم اور دم کرنے والا، ڈاکٹر اور دواء یہ سب اسباب ہیں جن کی بدولت اللہ شفاء کو آسان بناتا ہے،لہذا اسباب کو اختیار کرو اور مباح وحلال چیزوں سے دوا وعلاج کرو اور طبیب پر ہی مکمل انحصار نہ کرو کیونکہ علاج کرنے والا ڈاکٹر تو خود ایک بشر ہے وہ نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے،اپنی بیماری وشفاء کے مسئلہ میں اپنے رب پر توکل کریں اور اپنا ہر معاملہ اسی کے سپرد کریں اور وہی نفع ونقصان کا مالک ہے،

ایک ارشادِ الٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾

”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو میرا رب ہی مجھے شفا عطا کرتا ہے“۔(سورہ الشعراء:80)

آپ بھی اسی سے التجائیں کریں اور اسی کی طرف رجوع کریں کیونکہ صرف دوا ہی فائدہ نہیں دے سکتی اور اس بات کا یقین کرلیں کہ اگر پوری امت بھی جمع ہو جائے اور آپ کو کوئی نفع وفائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے،اور اگر ساری امت جمع ہو کر تمہیں کوئی نقصان وضرر پہنچانا چاہے تو ایسا بھی نہیں کر سکتی سوائے اس کے جو کہ اللہ تعالی نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے،بہترین دوا اللہ کی ذات پر حسنِ توکل،اسی پر حسنِ ظن اور اسی سے التجاء ودعاء ہے۔

## اسبابِ شفاء:

(1) قرآنی آیات سے دم کرنا اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ دعائیں پڑھ کر دم کرنا بھی بیماریوں سے شفاء حاصل کرنے کا بہترین اور مفید ترین اور ذریعہ ہے۔

(2) اسی طرح خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کرنا،اللہ کے سامنے سچی انکساری پیش کر کے یقینِ خالق کے ساتھ اس سے مانگنا بھی مفید ومطلوب ہے۔

(3) اللہ کی راہ میں بکثرت صدقہ وخیرات کرنا بھی بہترین دوا وعلاج ہے،اللہ نے بندوں کو اگر کسی چیز سے آزمایا ہے تو اس مصیبت وآزمائش میں سرخرو ہونے کے ذرائع بھی بتائے ہیں،ہمارے دین میں کچھ قطعی ویقینی اور ایسی طبّی دوائیں بھی ہیں جو وحیِ الٰہی اور مشکوۃ نبوت سے صادر شدہ ہیں۔

(4) مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور زہر اور سحر وجادو سے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور ان کے نقصان سے بچاتی ہے،نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"مَنْ أَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِينَ يُصْبِحُ، لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ حَتَّى يُمْسِيَ" (صحیح مسلم)

”جس نے روزانہ صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیں اسے زہر اور سحر (جادو) کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے“۔[1]

1) صحیح مسلم،حدیث:2047۔

(5) پانی بخار کا علاج و دواء ہے، حدیث میں ہے: "الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ" (متفق علیہ)
"بخار جہنم کے جوش سے آتا ہے، لہٰذا اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔"[1]

(6) شہد ایسی چیز ہے کہ اس سے بہتر وقوی تو کیا اس کی مثل بھی کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی گئی۔

(7) فصد کروانا (سینگی لگوانا) بہترین علاج ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ"
"بہترین ذریعۂ علاج سینگی لگوانا ہے۔"[2] (متفق علیہ)

(8) مدینہ منورہ کے بالائی ایریا (عوالیٔ مدینہ) کی عجوہ کھجور بھی شفاء ہے، اسی طرح ہی حبہ سوداء (کلونجی) بھی تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ "فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ"[3] (متفق علیہ)

بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ قرآنی آیات اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں کے سواء ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے، جیسے جادو کا توڑ، جن بھوت کا نکالنا اور نظر بد وغیرہ کا علاج۔

(9) مسلمانوں کے پاس ایک بڑا ہی مبارک پانی ہے جو تمام پانیوں کا سردار اور سب سے افضل و اعلیٰ ہے جو انتہائی مبارک سرزمین میں بیت اللہ شریف میں چشمے کی شکل میں پھوٹ رہا ہے، یہ آب زمزم غذاء بھی ہے اور بیماریوں کی شفاء بھی ہے، یہ شفا بخشنے والی نبوی دوائیں ہیں ،البتہ ان سے شفاء و فائدہ صرف وہ شخص اٹھا سکتا ہے جو دل سے انہیں قبول کرے اور ان کے ذریعے حصولِ شفاء کا اعتقاد رکھے۔

(10) بکثرت توبہ واستغفار سے بھی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور ان کے اثرات کم پڑ جاتے ہیں،

چنانچہ ایک ارشاد الٰہی میں حضرت ہود علیہ السلام کہتے ہیں: ﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ﴾

"اور اے میری قوم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور دیکھو گناہ گار بن کر روگردانی نہ کرو۔" (سورہ ھود: 52)

## طبیب اور ڈاکٹر کی ذمہ داریاں:

مسلمانو!:

(1) عمل میں اللہ کے لیے اخلاص پر قبولیت کا دارومدار ہے اور اخلاص کی بدولت معمولی عمل میں برکت آجاتی ہے اور وہ فعل اچھا ہو جاتا ہے۔

(2) مسلمان طبیب و ڈاکٹر کو چاہیئے کہ وہ نت نئے علوم و معارف کا مطالعہ کرتا رہے تاکہ وہ ان کے ذریعے مسلمانوں کی خدمت کر سکے اور

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 3262۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 5696۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 5688۔

احکام شریعت کی قطعاً نافرمانی ومخالفت یا ان سے لاپرواہی نہ کرے۔

(3) انہیں چاہیئے کہ اس بات پر ایمان رکھیں کہ جادو کا وجود ہے اور وہ بدنِ انسانی پر اثر انداز ہوتا ہے، اور انہیں جن اور ان کے انسان کے چمٹ جانے کا بھی انکار نہیں کرنا چاہئے اور یہ انسان کی عقل میں جو تصرّفات کرتا ہے اسے بھی ماننا چاہئے اور انہیں چاہئے کہ نظرِ بد کا بھی اعتراف کریں کہ یہ حق ہے اور اپنا کام کرتی ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانا چاہے تو نظر اس سے بھی سبقت لے جاتی۔

(4) انہیں چاہئے کہ غیبی امور پر ایمان رکھیں اور حسی امور کی تصدیق کریں۔

(5) ڈاکٹر مریضوں کے اسرار اور بھیدوں اور ان کے پوشیدہ امور کا امین ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی پردہ پوشی کرے اور ان کے امراض و بیماریوں کی تشہیر کر کے انہیں بدنام نہ کرتا پھرے۔

(6) ان سے محبت وشفقت کے ساتھ پیش آئے، بیماروں نے اپنے اسرار و بھید تمہارے سامنے کھول دیئے ہیں اور اللہ کے بعد انہوں نے اپنی بیماریاں تمہیں بتادی ہیں اور اپنے اجسام وعقول، حتی کہ اپنی روحیں اور جانیں بھی انہوں نے تمہارے سپرد کر دی ہیں، لہٰذا اپنے ہر قول وفعل میں اللہ سے ڈریں اور اسے اپنا نگران سمجھیں۔

(7) تیری زبان سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ بیمار کے نزدیک پتھر کی لکیر ہے اور اگر ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹنے کی تم رائے دو گے تو تمہاری یہ بات بھی ان کے نزدیک مسلّم ہوگی۔

(8) بیمار آدمی بیماری سے آزمایا جاتا ہے اور یہ اس لیے ہرگز نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی نقص وعیب ہے بلکہ یہ اللہ کی کسی حکمت کے تحت ہوتا ہے اور اللہ اس بیمار کو اس آزمائش میں ڈال کر اس کے درجات بلند کرتا اور اس کی تطہیر کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اس بیمار کو اس کے مرض و بیماری کی وجہ سے حقیر وکمتر ہرگز نہ سمجھیں۔

(9) اگر ڈاکٹر اپنے علم وعقل پر تکبّر کرے گا تو اللہ اسے ذلیل ورسوا کر دے گا۔

(10) عقل کا کمال یہ ہے کہ آدمی کو جس بات کا علم نہ ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ میں اسے نہیں جانتا، ہوسکتا ہے کہ ایک چیز ایک شخص پر پوشیدہ رہ جائے مگر وہ کسی دوسرے پر کھل جائے، کئی بیماریاں ایسی ہیں کہ بشر کو ان کا علم نہیں دیا گیا لہٰذا کسی مریض کی بیماری کے بارے میں یہ کہنے میں ہرگز نہ شرمائیں کہ مجھے اس مریض کی بیماری کا پتہ نہیں چل سکا۔

(11) حلم وبردباری اور صبر وشکر اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھنے والوں کی خاص صفت ہے بیمار کی چیخ وپکار، آہ وزاری یا کبھی بداخلاقی پر اتر آنے سے بھی دل تنگ نہ ہونے پائیں، کیونکہ صاحبِ حق کو بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے، بیمار سے لطف وکرم اور نرمی سے پیش آنا عقل و رائے ہر اعتبار سے بہت ہی اچھا فعل ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ اچھی فال کو پسند کرتا ہے لہٰذا بیمار کو بیماری کے جلد کٹ جانے کی بشارت وخوشخبری دیں کیونکہ شخص اگر یہ شعور حاصل کر لے کہ اس کی بیماری کا علاج موجود ہے تو تو اس کا دل امید ورجاء کی روح سے جڑ جاتا ہے۔

(13) اطباء اور حکیموں کے نزدیک انسانی تخلیق اور اس میں اللہ تعالیٰ کی معجزانہ صنعت میں اللہ کی نشانی پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے:﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾

”تمہارے اپنے نفسوں میں بھی اللہ کی نشانیاں موجود ہیں، کیا تم بصیرت سے کام نہیں لیتے؟۔“ (سورہ الذاریات:21)

یعنی کیا تم انسان کی تخلیق میں اللہ کی عظمت پر غور نہیں کرتے کہ جس نے بڑے بڑے عقلمندوں کو دنگ کر کے رکھ دیا ہے، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾

”اور ہم نے انسان کو انتہائی خوبصورت شکل میں پیدا کیا ہے۔“ (سورہ التین:4)

انسان کی یہ تخلیق تو غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتی ہے اور مومن کے ایمان میں اضافے کا باعث ہے، طبیب و ڈاکٹر کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیشے کو اللہ کی نعمتوں اور صنعتوں کے بارے میں غور و فکر کر کے اسے عبادت بنائے اور اللہ کا قرب حاصل کرے، اور پھر وہ لوگوں کو اسی حوالے سے اس دین اسلام کی طرف دعوت دے کہ اس نے اللہ کی عظیم صنعت و تخلیق اور برکاری کے کیا کیا نمونے دیکھے ہیں؟۔

(14) گناہ علم و معرفت کے دروازے بند کر دیتے ہیں، اسلام نے غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ چاہے یہ بیماری کے چیک اپ وغیرہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر جگہ شریعت کے احکام کے مطابق چلے، شفاخانوں میں کام کرنے والوں کا اختلاط اور کھلے عام میل جول حصولِ علم میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے اور علاج و معالجہ سے برکت چھین لیتا ہے، یہ اختلاط و بے پردگی اللہ سے دوری اور بیماریوں کو دعوت دینے والی چیز ہے،

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:"مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ" (صحیحین، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ مسند احمد، صحیح الجامع:5597)

”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے بڑا اور نقصان دہ فتنہ اور کوئی نہیں چھوڑا۔“[1]

(15) اطاعت و فرمانبرداری سے علوم و معارف کی راہیں کھلتی ہیں، روح میں بلندی آتی ہے اور اعمال و افعال میں پختگی پیدا ہوتی ہے، بیماریوں اور علاج کرنے والوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر اللہ کا قرب حاصل کریں تا کہ ان کی مصائب و مشکلات دور ہوں اور جب کوئی مصیبت شدت اختیار کر جائے تو اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں ڈال سکتا، کشائش و فراخی میں اللہ سے دوری اور تنگی و سختی میں اللہ کی نافرمانی و گناہ انتہائی بدبختی و شقاوت کا موجب بنتے ہیں۔

## تکلیف و بیماری پر صبر و ثبات:

مسلمانو! ثابت قدمی و کمال یہ ہے کہ بندہ مقدّر کے لکھے پر صبر و رضاء کا مظاہرہ کرے، اے بیمار! اللہ کی لکھی تقدیر پر صبر و رضاء کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا، صبر کرو تو دل کے ساتھ کریمانہ انداز کا صبر کرو، ایسا صبر نہ ہو کہ جزع و فزع اور آہ و زاری سے تھک ہار کر کہو کہ میں نے اب صبر کیا، صدمہ پہنچتے ہی صبر سے کام لینے کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے اور صبر و تحمّل ایمان کے درجہ کے مطابق ہی ہوگا اور صبر و تحمّل ہی صبر کرنے والوں کے لیے بہتر چیز ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾

1) صحیح بخاری، حدیث:5096۔

"اور اگر تم صبر کرو تو صبر ہی صابرین کے لیے بہتر ہے۔" (سورہ النحل:126)

## صبر کا پھل میٹھا:

جس نے صبر کیا اور اللہ کی قضاء پر رضاء کا مظاہرہ کیا اللہ اسے اس کی اس مصیبت سے بہت ہی زیادہ اجر وثواب دے گا، اور یاد رکھو کہ اللہ نے تمہیں صرف اس لیے مصیبت زدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں گناہوں سے پاک کرے، تمہارے درجات بلند کرے اور اللہ نے تم سے جو کوئی نعمت چھینی ہے اس سے کئی گنا زیادہ اس نے تمہیں دے رکھی ہیں،

حضرت عروہ بن زبیر کا بیٹا کھو (فوت ہو) گیا تو انہوں نے کہا: (اے اللہ) تو نے اگر مجھے بیٹا لے کر آزمائش میں ڈالا ہے تو تو نے مجھے صحت و عافیت کی نعمت سے بھی مالا مال کیا ہوا ہے اور اگر تو نے ایک چیز چھین لی ہے تو بے شمار عطا کر رکھی ہیں جو کہ میرے پاس موجود ہیں۔

## حمد و شکر اور ذکرِ الٰہی:

جزع فزع، آہ وزاری اور چیخ و پکار بیماری کو دور نہیں کرتیں بلکہ اسے بڑھاتی ہیں، اگر بیماری آجائے تو اللہ کا شکر اور حمد بیان کریں کیونکہ ایک بیماری ہی تو ہے اور بہترین دعاو مناجات وہ ہیں جو خلوت و تنہائی میں کی جائیں، اللہ کی عطاؤں پر شکر اور اس کی آزمائشوں اور بلاؤں پر صبر کا مظاہرہ کرنے کے لیے اس کا بکثرت ذکر کریں، یہ انتہائی بری خصلت ہے کہ بلاء و مصیبت اور بدحالی میں تو بندہ بہت آہیں بھرنے (لمبی دعائیں کرنے والا) ہو مگر خوشحالی آتے ہی نافرمان ہو جائے۔

جب شفاء و تندرستی کے آثار نظر آنے لگیں اور بلاء و بیماری کے زوال کی سعادت حاصل ہوتی معلوم ہو تو صحت و عافیت کی اس نعمت کی صحیح معنوں میں قدر کریں اور اسی صحت و عافیت دینے والے کے فضل و کرم کو یاد رکھیں، اللہ کی رسی سے تعلق قائم رکھیں اور خوشحالی میں اسے نہ بھلا ئیں، بدحالی میں وہ تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، صحت و عافیت پر کبھی بھی غرور نہ کریں اور نہ اس کے دھوکے میں آئیں کیونکہ دن پھرتے (بیماری آتے) دیر نہیں لگتی، سچی توبہ کے ذریعے اللہ کی طرف رجوع کریں اور بیماری کے ایام و واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اللہ کے بارے میں بدظنی جیسے شیطانی ہتھکنڈوں سے بچیں، اسی طرح اللہ کی لکھی تقدیر پر بھی غضب و غصے کا اظہار نہ کریں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو اپنی مخلوقات پر بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے، اپنے بندوں کے لیے بڑا شفقت و رأفت والا ہے وہی تمام بلاؤں کو دور کرنے اور تمام مشکلات کو ٹالنے والا ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"اور اگر اللہ تمہیں کوئی سختی و ضرر پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر وہ نعمت و راحت عطا کرے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (سورہ الأنعام:17)

## طبِّ نبوی کا کمال:

مسلمانو! اپنی بیماریوں کے علاج کے لیے مسلمان کے پاس سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو ٹٹولے اس کی صلاحیت و درستگی

کو چیک کرے، اس کی روح کا جائزہ لے کہ اس میں کس حد تک قوت پائی جاتی ہے، اور ساتھ ہی اللہ پر توکل و اعتماد رکھے اور اس کی طرف رجوع کرتا رہے اور اسی کے سامنے تذلّل و انکساری کرے، اس کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتا رہے، اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے سامنے توبہ واستغفار کرے، اللہ کی مخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے، محتاج ومظلوم کی مدد کرے اور مصیبت زدہ کا ہاتھ بٹائے،

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: " ان طبّ نبوی کی دواؤں کو مختلف ادیان اور کئی قوموں کے لوگوں نے آزمایا اور انہوں نے شفاء کے سلسلہ میں جو تاثیر ان میں پائی وہ طبیبوں کے علم کی حدود سے بہت آگے تک پہنچی ہوئی ہے۔"

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں: " ہم نے اور کئی دوسرے لوگوں نے بہت سارے امور میں تجربہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ یہ روحانی دوائیں (قرآن وسنت کی دعائیں) وہ اثر کرتی ہیں کہ دوسری حسی ومادّی دوائیں ان کی خاک کو بھی نہیں پہنچ پاتیں۔"

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

# شب بیداری کی آفت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ

17/ 4/ 1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ نے اپنے بندوں پر جو نعمتیں اتاری ہیں ان کا کوئی شمار نہیں، انہیں نعمتوں اور نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے لوگوں کے لیے نیند کو باعث سکون اور رات کو لباس و اطمینان کا ذریعہ بنادیا ہے۔ اللہ تعالی اسی احسان ہی کے ضمن میں فرمایا ہے:

{وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا* وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا}

اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ [سورۃ نبا:9-10]

اسی طرح ایک دوسری جگہ انعام کے طور پر فرمایا: {وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا}

اور اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا۔ [سورۃ انعام:96]

رات میں اطمینان وسکون ملتا ہے، اعضاء وجوارح پرسکون ہوجاتے ہیں، بدن کو الفت وراحت نصیب ہوجاتی ہے، اللہ تعالی نے اپنی رحمت خاص سے رات کو سونے کا وقت اور سکون حاصل کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ} [سورۃ قصص:73]

اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

مسلمانو! زمانہ ماضی میں اسلاف رات کے وقت کو مجد وشرافت کے حصول اور نیکیوں وبھلائیوں کے کمانے کا بہت بڑا ذریعہ اور میدان سمجھتے تھے، رات ہی کے اوقات میں کوئی قیام اللیل کرتا تھا، کوئی اپنے رب کے سامنے گڑگڑا کر روتا تھا، کوئی توبہ کرتا تھا، کوئی دعا واستغفار کرتا تھا اس طرح اسلاف کرام رات کو جنت تک پہونچنے کے لیے ایک عظیم سواری سمجھتے تھے، جبکہ موجودہ دور میں رات کا وقت بہت سے لوگوں کے نزدیک عیش وآرام کا ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اکثر لوگ حرام پروگراموں اور مخرب اخلاق امور میں شب بیداری کرتے ہیں جو ان کے لئے ہلاکت اور خطرے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ شیطان ان پر اپنے لاؤلشکر کے ساتھ پوری طرح غالب رہتا ہے۔ اکثر شب بیداری فسق وفجور اور شکوک وشبہات اور شہوات کے جگہوں میں ہوتی ہے جو انسان کیلئے سوائے شر وفتن کے کچھ فائدہ نہیں پہونچاتی۔

ایسی صورت میں عقلمند وہی ہے جو ایسی حرکتوں سے باز رہے، یقینا جو ان حالتوں کا مشاہدہ کرے گا وہ ان سے دور رہے گا کیونکہ یہ حالتیں اللہ رب العالمین کے غیض وغضب اور لعن طعن کا متقاضی ہیں، دلوں کو بیمار کرنے کا ذریعہ ہیں، گناہوں پر ابھارنے کا بہت بڑا سبب ہیں ان تمام عیبوں اور مصیبتوں کے ساتھ ساتھ ہم اکثر مغلوب ہی دیکھتے ہیں نہ کہ غالب اور یہ نتیجہ ہے مغربی تہذیب کی روش پر چلنے کا اور اس تہذیب کو شجرہ ملعونہ کے پھل کھانے کا، وہ مغربی تہذیب جس کی نمایاں صفت اور پہچان ہی یہی ہے کہ ربانی صفات سے دوری بنائی جائے اور روحانی اقدار واطاعت سے روگردانی کی جائے، اور حیوانی وشہوانی زندگی میں مکمل طور پر لرت پت ہوجایا جائے، یہی وہ زہر ہے جسے کفر والحاد نے

اپنے فاسقانہ آراو افکار کے ساتھ اس تہذیب میں گھول کر رکھا ہے۔

ایسی صورت میں امت اسلامیہ پر واجب ہے تمام طبقات اور فرقوں کے ساتھ اور بطور خاص حکام اور ذمیداران قوم پر کہ وہ نئی نسلوں کو اس پاگل آندھی سے محفوظ رکھنے کی بھر پور کوشش کریں جو ہر چیز کو تباہی اور فساد و بگاڑ کے دہانے تک پہونچانے والی ہے۔

مسلمانو! جس وقت مدرسین اور نوکری پیشہ لوگوں کی چھٹی ہوتی ہے اس وقت شب بیداری کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے، بلکہ سماج کیلئے ایک خطرناک مصیبت بن جاتی ہے۔ شب بیداری کرنے والے اپنے وجود کو کھو دیتے ہیں نیند کو تج دیتے ہیں، راتوں میں مستی کرتے ہوئے گناہوں میں لت پت ہوتے ہیں، انہیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ موسم گرما کی چھٹی چند دنوں کی مہمان ہے، یہ شب و روز کی خرمستیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی۔ ایسے موقعے پر کتنا خوش نصیب ہوتا ہے وہ بندہ جوان ایام کے گرم شعلوں، تپتے ہوئے لپٹ، اسکے گرم سائے اور کھولتے ہوئے پانی سے نصیحت کرتا ہے اور اپنے خالق کی معصیت کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اپنے اوقات کو حرام کاموں سے بچاتا ہے۔ اپنے قیمتی لمحات کو بیہودہ اور مخرب اخلاق اشیاء میں ضائع نہیں کرتا۔ خوشخبری ہے اس بندے کو جوان ایام میں اپنے اوقات کو گمراہیوں سے محفوظ رکھ کر انہیں نفع بخش امور میں گزارتا ہے، کبھی قرآنی حلقات کی شکل میں، کبھی علمی دروس کی شکل میں، کبھی دست کاری اور ہنرمندی کے ٹریننگ کورسوں میں، کبھی فکری و عقلی مہارتوں کو پروان چڑھانے میں، بلکہ خالی اوقات کو بھی پاکیزہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ کسی بھی حرام کام سے ہر وقت محفوظ رہے۔

مسلمانو! راتوں کو جاگنا صبح ہونے تک، چنانچہ ضرورت کے وقت نیند بھگانا اور ضرورت نہ ہونے پر زبردستی سونا، کبھی نیند کی گولی کھا کر تو کبھی شب بیداری کی گولی لیکر، یہ سب نئی نسل کیلئے ایسی خطرناک مصیبت ہے جس کا مداوا ممکن نہیں، اس کے اثرات جہاں ایک طرف جسمانی نقصانات کی شکل میں مرتب ہوتے ہیں تو دوسری طرف نفسیاتی اور عقلی اضطراب و بے چینی کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں، یہ نقصانات شب بیداری کرنے والے کے بدمزاجی، خشک مزاجی اور قلبی و نفسیاتی انحراف پر منحصر ہے۔

شب بیداری کرنے والا ایسی حالت میں بے حس ہوتا ہے، اسکے اندر کوئی نشاط اور پھرتیلا پن نہیں ہوتا۔ جسمانی اعتبار سے کمزور، سست و کاہل اور ایسا بوجھل ہوتا ہے کہ وہ پورے دن کوئی ذمے داری لینے یا کوئی بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس طرح وہ دن میں واجبی حقوق کی ادائیگی سے محروم ہوتا ہے۔ کیونکہ شب بیداری ایک مشقت، مصیبت، بدبختی کا سبب ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (إِنَّ هذَا السِهرَ جُهدٌ وَثِقلٌ)

یقیناً یہ شب بیداری ایک مشقت اور بوجھ ہے۔[1] (مسند دارمی)

شب بیداری کرنے والا نیند سے مقابلہ کرتا ہے تاکہ کچھ لمحات فائدہ اٹھا کر اسکے بعد گھنٹوں اور کئی دنوں کا نقصان اٹھائے۔

اللہ کے بندو! یہ شب بیداری کرنا بہت سارے اخلاقی جرائم، معاشرتی مشکلات، سڑک کے حادثات اور امن و سلامتی کی بربادی جیسے بے شمار مصیبتوں کا پیش خیمہ ہوتا ہے، راتوں میں جاگ کر نیند کو قربان کرتا ہے جو بہت سارے انحرافات اور بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

---

1) مسند دارمی:1594۔

مسلمانو! آؤ نبوی گھرانے کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ نبوی منہج اور طریقے سے واقف ہو جائیں اور اسی کو اسوہ ونمونہ بنائیں تاکہ شیطانوں کے حربوں سے اور فسادیوں کے مکرو چال سے محفوظ ہو جائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا نَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَلَا سَمَرَ بَعْدَهَا

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سوتے نہیں تھے اور عشاء کے بعد جاگتے نہیں تھے۔[1] (سنن ابن ماجہ)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عُرْوَةَ يَتَحَدَّثُ بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَتْ: مَا هَذَا الْحَدِيثُ بَعْدَ الْعَتَمَةِ؟ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاقِدًا قَطُّ قَبْلَهَا، وَلَا مُتَحَدِّثًا بَعْدَهَا، إِمَّا مُصَلِّيًا فَيَغْنَمُ، أَوْ رَاقِدًا فَيَسْلَمُ۔

اور یہی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جب عروہ کو عشاء کے بعد گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: عشاء کے بعد یہ کیسی گفتگو ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء سے پہلے کبھی سوتے ہوئے نہیں دیکھا اور عشاء کے بعد کبھی بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا یا تو آپ نماز پڑھ کر فائدہ اٹھاتے یا پھر سو کر تمام آفات سے محفوظ رہتے۔[2] (مصنف عبد الرزاق)

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَيْفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ، وَيَقُومُ آخِرَهُ۔

اور اسود سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو فرمایا: آپ رات کے ابتدائی حصے میں سوتے تھے اور آخری حصے میں قیام اللیل کرتے تھے۔[3] (متفق علیہ)

مسلمانو! رات کے ابتدائی حصے میں سونا خیر و برکت کا ذریعہ ہے، اس وقت سونے والے کو جسمانی راحت وسکون اور سعادتمندی حاصل ہوتی ہے، اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع حاصل ہوتی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: (بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زوج النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى)

میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مرتبہ رات گزاری، کہتے ہیں: میں تکیہ کے چوڑان میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی صاحبہ اس کی لمبان میں سر رکھ کر لیٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے یہاں تک کہ آدھی رات ہوگئی یا کچھ پہلے یا کچھ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور نیند کا اثر اپنے منہ پر سے اپنے ہاتھ سے پوچھنے لگے (اس کا استحباب ثابت ہوا) پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں

---

1) سنن ابن ماجہ: 702۔
2) مصنف عبد الرزاق: 2137۔
3) صحیح بخاری: 1146۔

پڑھیں (ان آیتوں کا پڑھنا بھی اس وقت مستحب ہوا) پھر ایک لٹکی ہوئی پرانی مشک کے پاس گئے اور اس سے وضو کیا اور خوب وضو کیا پھر نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔[1]

آپ ﷺ کی رات ایسے ہی ہوتی تھی میرے ماں باپ آپ پر قربان پھر کہاں ہے آپ کی پیروی اور اتباع؟

مسلمانو! تمہارے ساتھ دو فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں جو تمہارے تمام اعمال کو لکھتے رہتے ہیں اس لئے راتوں میں غیر مشروع طریقے سے جاگ کر اپنے نامۂ اعمال کو برباد نہ کرو،

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعَتْنِي عَائِشَةُ وَأَنَا أَتَكَلَّمُ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَقَالَتْ : يَا عُرَيُّ أَلَا تُرِيحُ كَاتِبَكَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَنَامُ قَبْلَهَا وَلَا يَتَحَدَّثُ بَعْدَهَا .

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا نے عشاء کے بعد مجھے گفتگو کرتے ہوئے سن لیا تو فرمایا: عروہ! کیا تم اپنے فرشتوں کو راحت دینا نہیں چاہتے؟ رسول ﷺ عشاء سے پہلے سوتے نہیں تھے اور اس کے بعد گفتگو نہیں کرتے تھے۔[2] (ابن حبان)

امام مالک نے مؤطا کے اندر یہ روایت نقل کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ان گھر والوں کے پاس لکھ کر بھیجتی تھیں کہ کیا تم لوگ فرشتوں کو راحت نہیں دینا چاہتے؟

علامہ زرقانی کہتے ہیں: ابوعبدالملک نے کہا: اس سے مراد آپ نے اصحاب شمال کو لیا ہے کیونکہ یہ فرشتے برے اعمال کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن جب آدمی انہیں چھوڑ دیتا ہے تو انہیں راحت مل جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ شب بیداری کی مذمت کرتے اور اس سے ڈراتے تھے،

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : جَدَبَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ .

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں عشاء کے بعد جاگنے سے روکتے تھے اور اسکی مذمت کرتے تھے۔[3] (ابن ماجہ)

مزید آپ ﷺ نے فرمایا: (إِيَّاكَ وَالسَّمَرَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ)

لوگوں کے سو جانے کے بعد شب بیداری سے بچو۔ (مستدرک حاکم)

اور ایک روایت میں ہے: (بَعْدَ هَدْأَةِ اللَّيْلِ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَأْتِي اللهُ فِي خَلْقِهِ)

رات کے پرسکون ہونے کے بعد تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کے اندر کیا بھیجتا ہے۔[4] (مستدرک حاکم)

1) صحیح بخاری: 183۔
2) ابن حبان: 5547۔
3) ابن ماجہ: 703۔
4) مستدرک حاکم: 4/316۔

وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا ، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا ۔

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے کہ عشاء کو مؤخر کردیں، البتہ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔[1]

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی علت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: عشاء سے پہلے سونے سے یہ امکان رہتا ہے کہ عشاء کی نماز کافی مؤخر ہو جائے یا کم از کم اس کا وقت مختار نکل جائے، اور عشاء کے بعد بیدار ہونے سے یہ امکان رہتا ہے کہ صبح کی نماز نہ پڑھ سکے یا کم از کم اس وقت سو جائے یا قیام اللیل نہ کرے۔[2]

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس پر لوگوں کو مارتے تھے اور فرماتے: کیا تم لوگ رات کے ابتدائی حصے میں جاگتے ہو اور آخری وقت میں سو جاتے ہو؟ اور جب اس کی علت یہی ٹھہری تو اس میں لمبی اور چھوٹی راتوں میں فرق کیا جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کراہت کو اطلاق پر محمول کیا جائے یعنی چھوٹی اور لمبی کا کوئی فرق نہیں ہوگا کیونکہ اجازت ملنے پر آدمی اسکا غلط استعمال کرسکتا ہے۔

اور امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب یہ گفتگو کسی خیر کیلئے ہو۔

اور رسول ﷺ کبھی کبھار مسلمانوں کی مصلحت میں گفتگو کیا کرتے تھے،

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمُرُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُمَا ۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول ﷺ کسی رات ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ کر مسلمانوں کے معاملات پر گفتگو کرتے تھے اور ساتھ میں میں بھی ہوتا تھا۔[3] (مسند احمد وسنن الترمذی)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لَا سَمَرَ إِلا لأَحَدِ رَجُلَيْنِ: لِمُصَلٍّ أَوْ لِمُسَافِرٍ) شب بیداری صرف دو ہی قسم کے لوگوں کیلئے ہے نماز پڑھنے والے کے لیے یا مسافر کیلئے۔[4] (مسند احمد)

مسند ابو یعلی کے اندر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: (السَمَرُ لِثَلاثَةٍ: لَعُرُوسٍ ، أَوْ مُسَافِرٍ أَوْ متهجد بالليل) شب بیداری صرف تین ہی قسم کے لوگوں کیلئے ہے: دولہا دلہن کے لئے، مسافر کے لئے یا پھر قیام اللیل کرنے والے کیلئے۔[5]

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر ایک باب باندھا ہے۔ بیوی اور مہمان کے ساتھ شب بیداری کرنے کے عنوان سے اور ایک باب باندھا ہے خیر و بھلائی اور علم دین کو لیکر شب بیداری کرنے کے عنوان سے۔

---

1) صحیح بخاری: 547۔

2) فتح الباری: 2/73۔

3) سنن الترمذی: 169۔

4) مسند احمد: 463۔

5) ابو یعلی: 4879۔

اس مسئلے میں خلاصہ کلام یہی ہے کہ عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ شب بیداری کسی خیر و بھلائی کیلئے ہو یا کسی بہت ہی ضروری کام کے لیے ہو اور ہر وہ شب بیداری جس سے شرعی واجبات کے ضیاع کا خطرہ ہو وہ حرام ہوگا گرچہ وہ شب بیداری اطاعت وعبادت یا مطالعہ واستفادہ کی خاطر ہو۔ اور ہر وہ شب بیداری جو حرام تک پہونچاتی ہو وہ شب بیداری بھی حرام ہوگی، اور اللہ کی اطاعت والی شب بیداری اگر کسی شرعی واجب کے ضیاع کا سبب نہ ہو یا کسی اعلی وارجح شرعی مصلحت سے محرومی کا سبب بھی نہ ہو تو ایسی شب بیداری قابل تعریف اور جائز ہوگی۔

مسلمانو! حرام شب بیداری کی عادت بہت سارے لوگوں کے اندر پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے فجر کی نماز ضائع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا وقت بھی نکل جاتا ہے، اور اس وقت جو لوگ مساجد میں حاضر بھی ہوتے ہیں ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی اور محدود ہوتی ہے، اس وقت یہ شب بیداری لوگوں کے اندر ایک عادت بن چکی ہے۔ اکثر لوگ اسے برا ہی نہیں سمجھتے، جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)

منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری عشاء اور فجر کی نماز ہے لیکن اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان دونوں کے اندر کیا مرغوب اور فوائد ہیں تو پاؤں رگڑتے ہوئے آئیں گے۔[1] (متفق علیہ)

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: (لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ)

ہم دیکھتے تھے کہ اس نماز سے سوائے اس منافق کے کوئی پیچھے نہیں ہوتا جس کا نفاق لوگوں کو معلوم ہوتا۔[2] (صحیح مسلم)

اللہ کے بندے! اللہ سے ڈور، اور بری اور منحوس شب بیداری سے بچو اور غافل بندوں میں سے نہ بنو، ارشاد باری تعالی ہے: {وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ}

اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔ [سورۃ الانعام:68]

یاد رکھنا کہیں راتوں کی شب بیداری تمہاری عمر کو ڈھیرے ڈھیرے کھا نہ جائے اور تم لہو ولعب میں پڑ کر گمراہ ہوتے جاؤ۔

اور جان لو! ہر قدم ہر لمحہ ہر پل اور ہر گھڑی سب آپ کے سامنے واضح ہے اور اللہ کیلئے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرا غور سے جناب محمد مصطفی ﷺ کا فرمان غور سے سنو: (مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً)

جو لوگ بھی بغیر اللہ کو یاد کئے کسی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہوں تو وہ ایسی مجلس سے اٹھے ہوتے ہیں جو بدبو میں مرے ہوئے گدھے کی لاش کی طرح ہوتی ہے، اور وہ مجلس ان کے لیے (قیامت کے روز) باعث حسرت ہوگی۔[3] (سنن ابی داود)

اور مسند احمد کے اندر اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان موجود ہے: (مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللهَ تعالى فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً، فَإِنْ شَاءَ آخَذَهُمْ بِهِ، وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُمْ)

---

1) صحیح مسلم:651۔
2) صحیح مسلم:654۔
3) سنن ابی داود:4855۔

جولوگ کسی مجلس میں بیٹھ کراللہ کاذ کرنہیں کرتے اور نہ ہی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں تو وہ مجلس ان کے لئے بربادی اور نقصان کا باعث ہوتی ہے، اللہ اگر چاہے تو اسی پر ان کی گرفت کر لے، اور اگر چاہے تو انہیں معاف کر دے ۔[1] (ترمذی، مسند احمد)

مسلمانو! صبح کے اوقات توبہ و استغفار اور گریہ وزاری کے اوقات ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ ہمارا رب ہر رات دنیاوی آسمان پر رات کے تیسرے پہر نزول فرماتا ہے ۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا: فَيَقُولُ : مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ ؟ وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ ؟ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ ؟) پھر وہ کہتا ہے: جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں، جو مجھ سے مانگتا ہے میں اسے نوازتا ہوں، جو مجھ سے استغفار کرتا ہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں ۔[2] (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید فرماتے ہیں: (أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ)

رب تعالی اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری نصف حصے کے درمیان میں ہوتا ہے، تو اگر تم ان لوگوں میں سے ہوسکو جو رات کے اس حصے میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم بھی اس ذکر میں شامل ہو کر ان لوگوں میں سے ہو جاؤ (یعنی تہجد پڑھو) ۔[3] (سنن ترمذی)

مسلمانو! کیا ایک مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ اپنے ان قیمتی اوقات کو طاؤس و رباب اور گانے باجے اور ایسے لہو ولعب میں گزار دے جو عیش و مستی اور خواہشات نفس کا غلام بنا دے ۔

آباؤ سرپرستو! تمہیں یہ حکم ہے کہ اپنے بچوں کو رات آتے ہی باہر جانے سے روک دو، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: (احبسوا صبيانكم حتى تذهب فوعة العشاء، فإنها ساعة تخترق فيها الشياطين)

اپنے بچوں کو روک کر رکھو یہاں تک کہ عشاء کا وقت نکل جائے کیونکہ اس وقت شیاطین کا غلبہ ہوتا ہے ۔[4] (مستدرک حاکم)

مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ، فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ)

جب رات کی تاریکی آجائے یا شام ہو تو اپنے بچوں کو مت نکلنے دو اس لیے کہ شیطان اسوقت پھیل جاتے ہیں ایک گھڑی رات گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو ۔[5] (متفق علیہ)

مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْبَعِثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ)

---

1) سنن ترمذی: 3380۔
2) صحیح مسلم: 758۔
3) سنن ترمذی: 3579۔
4) مستدرک حاکم: 7763۔
5) صحیح مسلم: 2012۔

اپنے جانوروں کو مت چھوڑ و اور بچوں کو جب آفتاب ڈوبے یہاں تک کہ عشاء کی تاریکی جاتی رہے کیونکہ شیطان بھیجے جاتے ہیں آفتاب ڈوبتے ہی عشاء کی تاریکی جانے تک۔اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں:(فإن للجن انتشارًا وخطفة) کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور بچوں کو اچک لے جاتے ہیں۔[1] (متفق علیہ)

مسلمانو! جب ایسے وقت میں جنوں کے شیاطین پھیل جاتے ہیں تو پھر ضروری ہو جاتا ہے کہ بچوں کو روک کر رکھا جائے، اسی طرح رات کے وقت انسانوں کے شیاطین پھیل جاتے ہیں اور اچکتے ہیں، وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ نوجوان بچے اور جگر کے ٹکڑے انہی کی طرح انحراف وفساد اور بگاڑ میں پڑ جائیں. ایسے امور کے ذریعے جو دلوں کو لبھانے والے اور نیکیوں سے بھٹکانے والے ہوں، جن کا کوئی شمار نہیں ہے۔ایسی صورت میں بڑے احتیاط اور بیدار مغزی کی ضرورت ہے، اس لئے محتاط رہو، احتیاط برتنے والا ہی محفوظ رہتا ہے، اپنے بچوں کو ضائع ہونے سے بچا لو کیونکہ یہ بھولے اور آسانی سے دھوکے میں آجانے والے ہوتے ہیں انہیں کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔محافظ امین وفادار سرپرست اور ذہین حکیم بن کر رہو، بے توجہی سے دور رہو کیونکہ اس کا نتیجہ نقصان دہ، اس کا پھل کڑوا اور انجام گھاٹے والا ہوتا ہے۔

ارشاد باری:﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾

یقینا یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنالے۔[سورۂ مزمل:19]

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کا مراقبہ کرو، اس کی اطاعت کرو نافرمانی سے دور رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔[سورۂ توبہ:119]

مسلمانو! یقینا اس وقت دل خون کے آنسو روتا ہے اور کلیجہ پھٹنے لگتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ شادی بیاہ اور دیگر مناسبات میں لوگ حد سے تجاوز کر کے غیر مباح امور کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں، اور وہ صرف مشروع چیزوں پر اکتفا نہیں کرتے یعنی دف بجانا اور ایسی گیت پڑھنا جس میں کوئی حرام کا ارتکاب نہ ہو بلکہ اسکے الٹا راتوں کو جاگ کر منکرات وفواحش کا ارتکاب کرتے ہیں، گلوکاروں اور ناچنے والوں کو دعوت دیتے ہیں جہاں فسق وفجور کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔میوزک اور باجے کے ہر قسم کے آلات کا استعمال ہوتا ہے، فضول چیزوں پر بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے، مالوں کا ضیاع اور قبیح امور کا مشاہدہ ہوتا ہے، گانے بجانے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے جو کہ ایک بدترین ظلم ہے، کھانے پینے میں بے انتہا فضول اور اسراف سے کام لیا جاتا ہے۔جس کا انجام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، عورتیں بے پردہ آتی ہیں، صاف شفاف اور باریک کپڑوں میں جن میں نیم عریاں ہوتی ہیں، رقص وسرود کی محفلیں لگتی ہیں اور یہ عورتیں ان میں کافرات کی طرح شامل ہوتی ہیں، بسا اوقات مردوں کے شانہ بشانہ ناچتی بھی ہیں، شرم وحیاء سے پیدل مغرب کی تقلید میں سب کچھ لٹا کر واپس آتے ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جن چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے بچو، اپنے آپ کو برائیوں سے محفوظ رکھو اور اسلاف کرام کے طریقے پر چلنے کی کوشش کرو، غلطیوں کی تلافی کرو، برائیوں کے بدلے میں نیکیاں کرو، اللہ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور معاف فرما دے گا یقینا اللہ

1) صحیح مسلم:2013۔

رب العالمین غفور رحیم ہے۔

جان لو! باتوں کے سننے کا نتیجہ انہیں ماننا ہے، چنانچہ ان بندوں میں بنو جو اچھی بات سن کر ان پر عمل کرتے ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارك علی عبدك ورسولك محمد

# اخلاقِ حسنہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ

24/4/1423ھ، 5/7/2002ء

## اسلام کی بنیادی غرض وغایت:

مسلمانو! یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہیے کہ اسلام ایک عظیم مقصد اور انتہائی اعلیٰ غرض وغایت کے لیے آیا ہے، اور وہ اغراض ومقاصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کا قیام ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾

"اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسائیوں، رفقاءِ پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں)، مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضہ (غلامی) میں ہوں، ان سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبّر وفخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" (سورہ النساء:36)

اور اس غرض وغایت کے علاوہ جتنے بھی اغراض ومقاصد ہیں مثلاً زمین کی آبادی، حدودِ الٰہیہ کا قیام اور ظلم کی روک تھام وغیرہ، یہ سب اس بڑی غرض وغایت کے تابع آجاتے ہیں جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا قیام ہیں اور یہ اس عظیم مقصد کو پانے کا وسیلہ اور اس کی تمہید اور راہ ہموار کرنے کا ذریعہ ہیں۔

## اخلاقِ حسنہ:

اخلاقِ حسنہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قیام کی اساس و بنیاد ہیں اور ایمان کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ کا اپنانا حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ وفاء کرنے کی اصل ہیں، اسی کے ذریعے درجات بلند ہوتے اور گناہ جھڑتے ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ" (أبوداود)

"مومن اپنے حسنِ اخلاق کے ذریعے راتوں کو قیام کرنے اور دنوں کو روزہ رکھنے والے شخص کا مقام پالیتا ہے۔"[1]

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ" (ترمذی شریف، حدیث حسن صحیح)

"قیامت کے دن مومن بندے کے میزانِ حسنات کے پلڑے میں حسنِ اخلاق سے بھاری کوئی عمل نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فحش گو بدزبان شخص کو ناپسند کرتا ہے۔"[2]

---

1) ابوداؤد، حدیث:4798۔

2) ترمذی، حدیث:2002۔

گویا اخلاقِ حسنہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، اور شرعِ قویم وعقلِ سلیم میں ہر اچھی صفت کو اخلاقِ حسنہ کہا جاتا ہے،

بعض اہلِ علم نے کہا ہے: "بھلائی کرنا اور برائی سے بچنا ہی اخلاقِ حسنہ ہے۔"

اور کہاوت ہے کہ: "لوگوں سے خیر وبھلائی کا معاملہ کرنا اور اور انہیں اذیتوں سے بچانا ہی حسن اخلاق ہے۔"

اور اخلاقِ حسنہ کی جامع ترین تعریف یہ ہے کہ: "وہ کام کرنا جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اس فعل سے باز رہنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔"

یہی اخلاق حسنہ ہیں، جیسے اللہ کا تقویٰ وڈر، اخلاص للہ، صبر، حلم وبردباری، وقار وتحمّل، شرم وحیاء، عفت وپاکدامنی، غیرت وحمیّت، والدین سے حسن سلوک، قرابت داروں سے تعلقات قائم رکھنا، رحم وکرم، مظلوم ومحتاج کی مدد وتعاون، شجاعت وبہادری، کرم وسخاوت، صدق وصفائی، صاف دلی، نرمی، وفاء، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، حقوقِ ہمسائیگی کا خیال رکھنا، تواضع وانکساری، تحمّل وبرداشت، فراخ دلی، مکروفریب سے گریز، خیانت وغداری سے اجتناب، دھوکہ دہی سے پرہیز، فحش کاموں اور منکر وناجائز افعال سے بچنا، اکل وشرب کی خبیث وحرام اشیاء سے پہلوتہی، جھوٹ سے نفرت، بہتان تراشی سے بچنا، لالچ، بخل، بزدلی، ریاکاری، فخر وتکبر سے دست کشی، ظلم وزیادتی، حسد وبغض، حقد وکینہ اور تہمت طرازی سے بچتے رہنا وغیرہ، یہ سب اخلاقِ حسنہ کا حصہ ہیں۔

## مسلم وکافر اور اخلاقِ حسنہ:

اخلاقِ حسنہ مومن کو دنیا وآخرت دونوں ہی جہانوں میں نفع پہنچاتے ہیں اللہ کے ہاں اس کے درجات بلند کرتے ہیں، اور اس کے حسنِ اخلاق سے نیک وبد سبھی استفادہ کرتے ہیں، البتہ کافر شخص دنیا میں اپنے حسنِ اخلاق سے استفادہ کرتا ہے، اللہ اسے اسی دنیا میں اس کا بدلہ چکا دیتا ہے لیکن آخرت میں اسے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! عبداللہ بن جدعان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ مہمان نوازی کرتا تھا، ناداروں کو کپڑا دیتا تھا، اور مصیبت زدہ محتاجوں کی مدد کیا کرتا تھا، اس کے یہ اعمال کیا قیامت کے دن اسے کوئی فائدہ دیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی اور کسی دن بھی یہ نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔"

## قرآن کریم میں اخلاقِ حسنہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عظیم میں تمام اخلاقِ کریمانہ وحسنہ کا حکم فرمایا ہے اور تمام اخلاقِ لئیمانہ اور عاداتِ قبیحہ ومذمومہ سے منع فرمایا ہے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی سنت میں بھی تمام صفاتِ حمیدہ اور اوصافِ حسنہ کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر خبیث بری خصلت وحرکت سے منع کیا گیا ہے، اس موضوع کی آیات تو بہت ہیں جن میں سے ہم چند آیات پر ہی اکتفا کر رہے ہیں، اور یہی کافی بھی ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

"بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ، چاہے ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔" (سورہ الأنعام:101)

اور ارشاد ہے :﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اور محسن وہ ہیں جوکہ آسودگی وخوشحالی اور تنگی وتنگ دستی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور غصے کو روکتے اور پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ محسنین (نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے)۔“ (سورہ آل عمران:134)

اور ارشاد فرمایا ہے:﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

”(اے نبی!) عفو وکرم (معافی تلافی) کا رویہ اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرلیں۔“ (سورہ الأعراف:199)

اور ایک جگہ فرمایا ہے:﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾

”اور صبر کریں اور آپ کا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے۔“ (سورہ النحل:127)

اور فرمایا:﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾

”اور بھلائی و برائی برابر نہیں ہوسکتیں، آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریقے سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ جس کے اور آپ کے مابین دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست بن جائے گا۔“ (سورہ حم السجدہ:34)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”اور جو مومن آپ کے پیروکار ہوگئے ہیں ان کے ساتھ تواضع وانکساری سے پیش آئیں۔“ (سورہ الشعراء:215)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے :﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے وہ ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین (دنیا) میں ظلم وفساد کا پروگرام نہیں رکھتے، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔“ (سورہ القصص:83)

اور فرمایا:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا [63] وَالَّذِينَ
يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا [64] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ
غَرَامًا [65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا [66] وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ
قَوَامًا [67] وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ
يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾

”اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی ونرمی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ ان سے (احمقانہ وجاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو انہیں سلام کہتے (ہوئے اپنی راہ لیتے) ہیں، اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدے کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر (قیام میں) راتیں بسر کرتے ہیں، اور وہ جو یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! دوزخ کا عذاب ہم سے دور رکھنا کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے، اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے، اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ ہی تنگی وبخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں، اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور جس جان کو اللہ نے (ناحق) قتل کرنا حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر حق (قصاص) کے ساتھ، اور زنا وبدکاری نہیں کرتے، اور جو یہ کچھ کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔“ (سورہ الفرقان: 63-69)

اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾

”اے ایمان والو! اپنے اقراروں (عہدوں) کو پورا کرو۔“ (سورہ المائدہ: 1)

اور فرمایا ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ﴾

”اور جو چیز تمہیں پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز ہو۔“ (سورہ الحشر: 7)

## حدیثِ رسول ﷺ میں اخلاقِ حسنہ:

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ"

”میں اسے جنت کے اعلیٰ حصے کی ضمانت دیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔“[1] (ابوداود باسناد صحیح عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ" (ترمذی - حدیث حسن)

”کیا تمہیں اس آدمی کی خبر نہ دوں جو آگ پر حرام ہے، یا جس پر جہنم حرام ہے؟ ہر وہ شخص جو (افراط وتفریط کو چھوڑ کر) میانہ رو ہو، نرم خو ہو، اور سہل وخوش معاملہ ہو۔“[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ" (صحیح مسلم)

”رفق ونرمی جس میں بھی ہو وہ اسے مزیّن کر دیتی ہے اور جو چیز بھی اس سے محروم ہو وہ بھدی ہو جاتی ہے۔“[3]

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

1) ابوداود، حدیث: 4800۔

2) ترمذی، حدیث: 2488۔

3) صحیح مسلم، حدیث: 2594۔

"الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" (صحیح مسلم)

"نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ فعل ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں لوگوں کو اسکا پتہ نہ چل جائے۔"[1]

## اخلاقِ حسنہ کے فوائد:

اخلاقِ حسنہ صاحب اخلاق کے لیے بھی خیر و برکت کا باعث ہیں اور اس کے معاشرے کے لیے بھی، اور یہ عند اللہ بھی بھلائی، نیکیوں میں اضافے اور بلندئ درجات کا باعث ہیں، اور حسنِ اخلاق سے لوگوں میں عزت اور ان کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، دلوں میں اطمینان و سرور اور سینوں میں انشراح وٹھنڈک کا موجب ہے، اس سے معاملات میں آسانیاں، دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔

## بد اخلاقی کے نقصانات:

جبکہ بد اخلاقی نحوست و بے برکتی لاتی ہے، لوگوں کے دلوں میں نفرتیں اور بغض و غصے کو جنم دیتی ہے، دلوں کو اندھیر نگری بناتی ہے، یہ دنیا میں بھی باعثِ شقاوت و بدبختی ہے اور آخرت میں بھی یہ شر و برائی لاتی ہے۔

مسلمانو! اپنے سلف صالحین کو اپنا نمونہ بناؤ، ان کے نقش قدم پر چلو جو کہ اخلاقِ حسنہ کی صفات سے متصف تھے اور ان کے اخلاقِ عالیہ کی شہادت تو خلّاق علیم (جلّ جلالہ) نے خود اپنے قرآن کریم میں دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے صحابہ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور اس کی رضاء کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں طور پر ہوتا ہے......)
(سورہ الفتح:29)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔" (سورہ آل عمران:110)

یہ لوگ دوسروں کے لیے بہت ہی مفید و بھلے لوگ ہوتے ہیں، ایک جگہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

"مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض موقع کے منتظر

1) صحیح مسلم، حدیث:2553۔

ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا نہیں بدلا۔" (سورہ الاحزاب:23)

## اخلاق نبوی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص مکارمِ اخلاق وحسنِ کردار سے مزین ہونے اور گھٹیا افعال سے دور ہونے کے اعتبار سے اپنی ذات میں پوری امت تھا، اور یہ بات ان کی تاریخ وسیرت اور حالات سے نمایاں نظر آتی ہے، ان میں سے ہر شخص کے لیے اخلاقیات میں آئیڈیل اور ہر اچھی صفت میں بہترین نمونہ سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، آپ ہر معاملہ میں بہترین نمونہ تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"تم میں سے ہر وہ شخص جو اللہ کے سامنے جانے اور روزِ قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا ہے اس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔" (سورہ الاحزاب:21)

اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین تربیت فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے اخلاق کو سنوارنے، اچھے اخلاق وصفات سکھلانے اور اچھے اعمال کی تربیت دینے پر بڑی توجہ فرمائی اور ان کی بہترین اخلاقی وعملی تربیت فرمائی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ نے مجھے اخلاقِ صالحہ وحسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔" (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے جو دنیا کی سماعت سے ٹکراتی ہے اور اسے ملأ اعلیٰ کی مخلوق (فرشتے)، اور جن وانس میں سے مومن لوگ تلاوت کرتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"اور آپ خلق عظیم کے مالک ہیں ہے۔" (سورہ القلم:4)

﴿وَ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ "اور (اظہار حق کے لیے) اللہ ہی کا گواہ ہونا کافی ہے۔" (سورہ الفتح:28)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بَلَى. قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ"

"آپ کا اخلاق قرآن کریم (کے عین مطابق) تھا۔"[1]

امام ابن کثیر اس مسئلہ میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے تمام اوامر ونواہی میں مکمل تعمیل و پیروی کرنے والے تھے، آپ نے اپنی فطری عادات واطوارِ عالیہ کے ساتھ ساتھ قرآنی اخلاقِ حسنہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔

قرآن کریم جس بات کا حکم دیتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر عمل کرتے اور قرآن کریم نے جس کام سے روکا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب بھی نہ جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت وطبیعت میں شرم وحیاء، کرم وعطاء، شجاعت و بہادری، حلم و بردباری، اور معافی تلافی جیسی تمام صفاتِ حسنہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، حتی کہ آپ کے دشمن بھی بہت تھے، انہیں آپ کی عیب چینی کرنے میں بھی کوئی امر

1) صحیح مسلم حدیث:746۔

مانع نہیں تھا، اس کے باوجود انہیں نبی اکرم ﷺ کی بعثت ونبوت سے پہلے کے دور میں سے بھی کوئی ایسی چیز نہ ملی کہ وہ اس کا سہارا لے کر آپ کی مذمت کرسکیں، جب اچانک آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي" "مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے"۔ اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: " كَلَّا، أَبْشِرْ، فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، وَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ " "ہرگز نہ ڈریں، اللہ کی قسم ہے اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، صدق بیانی وسچائی سے کام لیتے ہیں، نادار کی مدد کرتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور محتاجوں کا تعاون کرتے ہیں۔"[1] (بخاری ومسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

یہ نبی اکرم ﷺ کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے کے بعض اخلاقِ عالیہ کی ایک معمولی سی جھلک ہے، اور بعثت ونبوت کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت اور اخلاقِ عالیہ کی تکمیل فرمادی تھی۔

مسلمانو! اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے، شریعتِ غرّا پر عمل پیرا ہونے اور اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہونے کی صفات کے سلسلہ میں اپنے نبی کو نمونہ بناؤ۔ جس قدر اللہ توفیق دے۔ آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کو اپنانے کی کوشش کرو، پورے خلوص کے ساتھ آپ کے منہج پر عمل پیرا ہو جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرو، اپنی طرف سے بدعات ایجاد نہ کرو، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورہ آل عمران:31)

## مدارات ومداہنت:

کسی کی خاطر ومدارات حسنِ اخلاق کا حصہ ہے جبکہ مداہنت ایک مذموم وناپسندیدہ چیز ہے، اور مدارات یہ ہے کہ آدمی اچھی گفتگو اور اچھے فعل سے کسی کے شر کو دور کرے اور بہترین طریقہ سے حق کی تبلیغ ونشر واشاعت کرے اور یہ بعض حالات میں ہوگا، جبکہ مداہنت یہ ہے کہ آدمی حق کہنے سے خاموشی اختیار کرلے یا برائی وگناہ کا کام ہوتے دیکھ کر اس پر رضامند رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! رکوع وسجود کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورہ الحج:77)

## اخلاق حسنہ وسیئہ:

اللہ کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حکم ہے اور جن اشیاء وامور سے اس نے روکا اور منع کیا ہے ان سے باز رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے اس ارشاد میں حکم فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

1) صحیح مسلم، حدیث:160۔

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

”اللہ تمہیں یں عدل وانصاف اور نیکی واحسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ میں مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی و برے کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے، اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔“ (سورہ النحل:90)

یہ آیت تمام اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ مذمومہ کو شامل اور ان کی جامع ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" (ترمذی)

”تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اگر کبھی کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔“[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ: تَقْوَى اللهِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ. وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ: الْفَمُ وَالْفَرْجُ" (ترمذی۔ حدیث حسن صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا باعث بننے والی سب سے بڑی کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا تقوی اور حسن اخلاق“، اور آپ سے پوچھا گیا: لوگوں کو جہنم میں لے جانے کا باعث بننے والی سب سے بڑی چیز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”زبان اور شرمگاہ۔“[2]

اپنے دین کے مطلوبہ اخلاقِ حسنہ پر عمل پیرا ہو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و اخلاق پر ڈٹے رہو، دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل کرلو گے۔

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

1) ترمذی، حدیث:1987۔

2) ترمذی، حدیث:2004۔

# مسلم گھرانہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

3/5/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

سب سے پہلے میں آپ کو اور خود کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ [سورۃ آل عمران:102]

ہر سال انہیں ایام میں شادی خانہ آبادی کے مناسبات کثرت سے ہوتے ہیں جن کے اندر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی قیمتی خواہشات پوری ہوتی ہیں، کیونکہ انہیں کے واسطے سعادت مند اسلامی گھروں کا قیام عمل میں آتا ہے، جہاں ان نوجوانانِ امت کو عمدہ ٹھکانہ نصیب ہوتا ہے، نفسیاتی راحت ملتی ہے اور ان کے جائز خواب اور نیک جذبات پورے ہوتے ہیں، آگے چل کر اسی گھر کے اندر شفقت پدری اور مہربان ممتا کے سائے میں ایک عمدہ نیک اور نایاب نسل پروان چڑھتی ہے۔

اس اسلامی گھرانے کی خصوصیات کیا ہیں؟ اس کا منہج اور طرز زندگی کیا ہو؟ اور اس کے اندر سعادت مندی کیسے پوری ہو؟ اس کا نقشہ کیا بہتر طریقے سے اللہ سبحانہ وتعالی نے کھینچا ہے: {وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} [سورۃ روم:21]

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔

گھر ایک نعمت ہے جس کی قیمت اور اہمیت وہی سمجھ سکتا ہے جو اس سے محروم ہو، اس کا ٹھکانہ ایسی جگہ ہو جہاں وحشت ہی وحشت ہو، یا قید کی تنہائیوں میں ہو، یا کسی سڑک پر یا صحراء میں بھٹک رہا ہو، ارشاد باری تعالی ہے: {وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا}

تمھارے گھروں سے تمہارے لئے رہنے کی جگہ بنادی۔ [سورۃ نحل:80]

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالی اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے تکمیل نعمت کے طور پر ان گھروں کا ذکر کیا جو ان کے لئے ایک عمدہ ٹھکانہ ہوتا ہے جہاں وہ پناہ لیتے ہیں، وہ گھر انہیں چھپا کر رکھتا ہے اور جہاں وہ ہر طرح کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔[1]

اسلامی بھائیو! اسلامی گھر ایک امانت ہے جسے میاں بیوی کو سنبھال کر رکھنا ہے، اور میاں بیوی ہی اس گھر کی بنیاد ہیں، اور انہیں کے سہارے

1) تفسیر ابن کثیر: 2/581۔

گھر آگے بڑھتا ہے، اگر یہ دونوں گفتار و کردار ہر طرح سے ربانی منہج پر قائم رہتے ہیں، خلوت وجلوت ہر حال میں تقوی وطہارت کو اپنا شیوہ بناتے ہیں اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اس گھر سے نور پھوٹتا ہے اور لوگوں کے لئے یہ گھر خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے، یہیں سے صالح نسل پروان چڑھ کر ایک بہتر اور صالح معاشرے، ایک عظیم قوم اور ترقی یافتہ تہذیب کی بنیاد ڈالتی ہے۔

اے مسلم جوڑو! تمہارے درمیان یہ دین کا ایک قلعہ ہے، اس قلعے پر دشمنوں کے حملوں کو تم ہی روکتے ہو کیونکہ تم قلعے کے محافظ ہو، اور شوہر اس گھر کا سرپرست اعلی ہے جس کی اطاعت واجب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (كُلُّكُم رَاعٍ وكُلُّكم مَسئُولٌ عَن رَعِيَّتِه)

تم میں سے ہر کوئی ذمے دار ہے، اور تم میں سے ہر کوئی اپنے ماتحتوں کا ذمے دار ہے۔

اور فرمایا: (وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا)

اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمے دار ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[1] (صحیح بخاری)

امہات المومنین سمیت نبوی گھرانہ اس سرزمین پر موجود تمام گھروں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، یہی وہ نبوی گھرانہ ہے جو آرام و آسائش سے دور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتا ہے، اور جس نے اس دنیا میں جینے کے لئے اپنے لئے واضح خطوط بنا رکھے ہیں، چنانچہ اس نے زہد و قناعت اور رضائے الٰہی کے میدان میں اعلی مثال قائم کئے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے بلا کسی زور زبردستی کے اپنی بیویوں کو اختیار دیا تھا، اور اس تعلق سے تخییر والی آیت بھی نازل ہوئی جس میں انہیں یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو آرام و آسائش والی دنیا اختیار کرلیں بصورت دیگر اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرلیں، ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا* وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا}

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کردوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ [سورۂ احزاب:28-29]

اس موقع پر سیدہ عائشہ اور دیگر ازوات مطہرات رضی اللہ عنہن نے کہا تھا: ہم اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کریں گے۔

یقیناً اسلامی گھرانے کو دور اوّل کے لوگوں نے قول و کردار ہر اعتبار سے اسلامی منہج میں ڈھال رکھا تھا، اپنی زندگی کو نور ایمانی سے منور کر رکھا تھا، اخلاق قرآنی کے چشمے میں نہار رکھا تھا، چنانچہ ایسے ہی گھرانوں سے نایاب اسلامی نمونے نکلتے رہے اور تاریخ اسلامی کے صفحات کو اپنے کارناموں سے منور کرتے رہے۔ اسلامی گھرانے ہی نے بہادر مجاہدین، علمائے ربانیین اور عباد و زہاد، مخلص قائدین، نیک اولاد، عبادت گزار خواتین کو جنم دیا۔ اسلامی گھرانے ایسے ہی ہوتے ہیں جب ان کی بنیاد ایمان و ہدایت پر ہوتی ہے اور وہ نور قرآنی سے منور ہوتے ہیں۔

یقیناً اسلامی گھرانہ جو پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوتا ہے وہ فطری طور پر تمام انحرافات سے لوگوں کو محفوظ رکھتا ہے، ارشاد نبوی ہے: (مَا مِن

[1] صحیح بخاری:893۔

مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ)

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔[1] (صحیح بخاری)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اولاد اکثر باپ کی وجہ سے بگڑتے ہیں جب وہ ان کا دھیان نہیں دیتے، ان کی دینی تعلیم کا خیال نہیں کرتے، اس طرح جب وہ انہیں بچپن میں ضائع کر دیتے ہیں تو وہ بڑے ہو کر ایک طرف خود فائدہ نہیں اٹھا پاتے اور بڑوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہونچا پاتے۔[2]

کیا ہی بہتر ہوتا کہ گھر کا سرپرست اعلی بچوں کو اکٹھا کرے پھر ان پر قرآن کی تلاوت کرے، انہیں انبیاء کے قصے سنائے اور ان کے اندر اس طرح علم، ادب، سلوک واخلاق کی جڑ مضبوط کر دے۔

اسلامی گھرانے کا سب سے بنیادی فرض اور اہم پیغام جو معاشرے کے لئے پیش کرتا ہے وہ تربیت اولاد اور ایک صالح مضبوط نسل کی تشکیل ہے۔ کسی تربیت اور نصیحت کی اہمیت اور قیمت اسی وقت ہوگی جب عبادت واخلاق میں، گفتار و کردار میں اور ظاہر و باطن ہر ایک معاملات میں والدین کو اسوۂ حسنہ بنایا جائے، ارشاد باری تعالی ہے: {وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا} [سورۂ فرقان:74]

اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔

ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء پر غور کریں: {رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ}

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول کر۔ [سورۂ ابراہیم:40]

مزید ارشاد باری تعالی ہے: {وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى}

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ، ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔ [سورۂ طٰہٰ:132]

اس کے برعکس سماج کے اندر جب اسلامی گھرانہ منظر نامے سے غائب ہوگا تو پھر وہاں انحرافات پروان چڑھیں گے، جرائم کا دور دورہ ہوگا، نشہ آور اشیاء کی شرح بڑھے گی، ساتھ ہی خودکشی جیسے جرائم میں اضافہ ہوگا۔

وہ گھرانہ جو ایمان سے مزین نہیں ہوگا، قرآنی منہج پر قائم نہیں ہوگا اور پیار و محبت سے خالی ہوگا وہاں سے ایسے لوگ جنم لیں گے جو نفسیاتی ٹوٹ پھوٹ، فکری انتشار اور بداخلاقی کا شکار ہوں گے۔ جو نافرمانی ہم بچوں کے اندر دیکھتے ہیں، نوجوانوں کے اندر جن غیر ذمے دارانہ رویے کو محسوس کرتے ہیں، دین سے اعراض اور اخلاق واقدار سے جس پہلوتہی کا مشاہدہ کرتے ہیں دراصل یہ سب حتمی نتیجہ ہے اس بات کا کہ آج کے اسلامی گھرانے تزکیہ وطہارت سے غافل ہیں، تربیت اسلامی سے دور ہیں اور قدوۂ حسنہ سے محروم ہیں نیز ان کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔

وہ گھر جو اسلامی شریعت کو کنارے لگا دے، خواہشات نفس میں مبتلا ہو جو دل میں آئے اسے لے لے اور جو دل کو نہ بھائے اسے چھوڑ دے،

---

1) صحیح بخاری:1358۔

2) تحفۃ المولود:229۔

ایسا گھرانہ ایسے نمونے تیار کرے گا جو جسمانی اور روحانی ہر اعتبار سے کمزور ہوگا، وہ امت کا کھویا ہوا مجد و شرافت کبھی واپس نہیں لا سکتا اور اسے کبھی دوبارہ دنیا کی قیادت نہیں دلا سکتا۔

ایک مسلم گھرانے کی اصلی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے ہر اختلافی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتا ہے خواہ وہ معاملہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو، اور اس گھرانے کا ہر فرد اس فیصلے سے راضی ہوتا ہے اور اسے دل سے تسلیم کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا}

اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔ [سورۃ احزاب:36]

اللہ کے بندو! ایک مسلم گھرانے کی زندگی، اس کی سعادت، اس کی انسیت اور لذت اللہ سبحانہ وتعالی کے ذکر میں ہے، سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ)

جس گھر میں اللہ کی یاد ہوتی ہے اور جس گھر میں نہیں ہوتی وہ مثل زندہ اور مردہ کے ہے۔[1] (صحیح مسلم)

اور مزید فرمایا: (اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اپنی کچھ نمازیں گھر میں ادا کیا کرو اور گھر کو قبرستان مت بناؤ"[2] (صحیح مسلم)

اور مزید فرمایا: (لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اس لئے کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔" (صحیح مسلم)

اور مزید فرمایا: (عَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ)

تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اس لئے کہ سوائے فرض کے آدمی کی بہتر نماز وہی ہے جو گھر میں ہو" (کہ ریا سے دور رہے)۔[3] (صحیح مسلم)

مذکورہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے گھروں کو ذکر واذکار، تسبیح وصلاۃ وغیرہ سے زندہ رکھنا مشروع ہے، چنانچہ وہاں کثرت سے نوافل نمازیں پڑھی جائیں، کیونکہ جب یہ گھر نماز اور ذکر واذکار سے خالی ہوں گے تو وہ وحشت زدہ قبر اور ویران ٹیلے بن کر رہ جائیں گے گرچہ وہ عالیشان محل ہی کیوں نہ دکھائی دیں۔ اس لئے بغیر ذکر الہی اور تلاوت قرآن کے یہ گھر ویران مانے جائیں گے اور وہاں شیاطین کا ڈیرہ ہوگا، ایسے گھروں کے افراد کو مردہ دل اور زندہ لاش سمجھا جائے گا گرچہ وہ اپنے جسموں کے اعتبار سے زندہ ہیں۔

---

1) صحیح مسلم:779۔
2) صحیح مسلم:777۔
3) صحیح مسلم:780۔

مسلم گھرانے کی پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے افراد اطاعت وعبادت میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں، اس طرح شوہر کے ایمان میں اضافے کا سبب بیوی ہوتی ہے اور بیوی کے برتاؤ وسلوک میں موجود کجی کو شوہر سیدھا کرتا ہے، اور اس طرح ایک گھر مکمل تعاون، نصیحت، خیر خواہی اور امداد باہمی کا مجسم بن جاتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کرتے، جب وتر کی نماز پڑھتے تو مجھ سے کہتے: اے عائشہ! تم بھی وتر کی نماز پڑھ لو۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: (رَحِمَ اللهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، وَرَحِمَ اللهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَصَلَّى، فَإِنْ أَبَى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ)

”اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھے، پھر نماز پڑھے اپنی بیوی کو بھی جگائے تو وہ بھی نماز پڑھے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، اللہ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے، اپنے شوہر کو بھی بیدار کرے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے“۔[1] (سنن ابی داود)

مذکورہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کی اصلاح اور اطاعت ربانی پر ابھارنے میں دونوں کا کردار ہوتا ہے؛ کیونکہ دونوں کا آپسی تعلق درحقیقت ایمانی تعلق ہوتا ہے، اور اسی لئے اطاعت الٰہی کی دوڑ میں دونوں کا ہاتھ ہوتا ہے، اگر ایک کا ہاتھ کمزور پڑ جائے تو دوسرے کا ہاتھ معاون بن جاتا ہے۔

مسلم گھرانے کی بنیاد علم وعمل پر ہوتی ہے، ایسا علم جو اسے صراط مستقیم تک پہونچائے، اور جہنم کے راستوں کی پہچان کرائے، ایسا علم جو آداب طہارت اور احکام نماز نیز آداب اجازت اور حلال وحرام سکھائے، گھر کے افراد احکام دین سے واقف ہوں کہ وہ گاہے بگاہے علوم شریعت کو حاصل کرتے رہیں۔

مسلم گھرانے کی ایک پہچان حیاء ہے جس کے ذریعے گھر کی بنیاد کو شر وفساد اور بے حیائی کے تیروں سے محفوظ رکھا جاتا ہے، چنانچہ جس گھر کی بنیاد تقوی پر ہو مناسب نہیں کہ وہاں حیاء سوز اعمال کا ارتکاب کیا جائے جیسے غیر اخلاقی فلم بینی اور گانا ومیوزک سننے کا عادی ہونا، یا بر پردگی کا ارتکاب کر کے دشمنان دین کی مشابہت اختیار کرنا، اس طرح کے تمام اعمال بد مسلم گھرانے کے لئے ناسور ہوتے ہیں جو اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، اسے برائیوں کا مرکز بنا دیتے ہیں اور اس طرح ایک آباد گھر کو اجاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

مسلم گھرانے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے راز محفوظ ہوتے ہیں، اس کے اختلافات اندر ہی رہتے ہیں، ان میں کسی کو بھی باہر نہیں لایا جاتا، ارشاد نبوی ہے: (إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا)

سب سے زیادہ برا لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہے جو اپنی عورت کے پاس جائے اور عورت اس کے پاس آئے (یعنی صحبت کرے) اور پھر اس کا بھید ظاہر کر دے۔[2] (صحیح مسلم)

---

1) سنن ابی داود: 1113۔
2) صحیح مسلم: 1437۔

اللہ کے بندو! ایک مسلم گھرانہ اپنے تعلقات سماج کے ساتھ ایمان کی بنیاد پر قائم کرتا ہے، چنانچہ جب نیک لوگ اس گھر کی زیارت کرتے ہیں تو اس کی فضا معطر اور منور ہو جاتی ہے، کیونکہ ایک مومن خوشبو والے کی طرح ہوتا ہے، یا تو وہ آپ کو خوشبو عنایت کر دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے، یا تو کم از کم اس سے آپ کو خوشبو ہی ملے گی، ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا﴾

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔ [سورۂ نوح:28]

ایک مسلم گھر میں ایسے شخص کو کبھی نہیں آنے دینا چاہیئے جو بد دین اور بد خلق ہو، کیونکہ ایسے شخص کے آنے سے گھر کے اندر بگاڑ وفساد ہی ہوگا، بچوں کے لئے خطرہ ہی بنے گا، کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے گھروں میں اخلاق بگڑتے ہیں، جادو عام ہوتا ہے، چوریوں کے حادثات رونما ہوتے ہیں، خوشی غمی میں بدل جاتی ہے، بلکہ ایسے لوگ ایک سعادت مند گھر کو منہدم کر دیتے ہیں۔

ایک مسلم گھرانے کے تعلقات آپس میں بہت گہرے ہوتے ہیں، گھر کے معاملات اور کاموں کے نپٹانے میں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں، اور اس تعلق سے رسول اکرم ﷺ خود ہمارے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں،

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا سُئِلَتْ: مَا كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: مَا كَانَ إِلَّا بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ، كَانَ يَفْلِي ثَوْبَهُ، وَيَحْلُبُ شَاتَهُ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ.

چنانچہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو جواب دیا: آپ بھی ایک انسان ہی تھے، اپنا کپڑا خود ہی سی لیتے تھے، بکری کا دودھ خود ہی دوہ لیتے تھے، اور اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔[1] (صحیح ابن حبان)

اور ایک روایت میں ہے: عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو جواب دیا: آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے نکل جاتے۔[2] (صحیح بخاری)

ہم میں سے اگر کسی سے دنیا کے اندر آرزو کرنے کی درخواست کی جائے تو ایسی صورت میں اس کی سب سے بڑی اور عظیم آرزو یہی ہوگی کہ وہ سعادت مندی کی زندگی گزارے، اس کے گھر کے کونے کونے میں خوشحالی اور سعادت بھر جائے۔

مسلم گھرانے میں اس طرح کی خوشی اور سعادت مندی عالیشان بلڈنگ، عمدہ لباس اور آرام وآسائش کے سامان سے حاصل نہیں ہوتی ہے، اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو یہ غلط سوچ ہے۔

سعادت مندی اس وقت حاصل ہوگی جب میاں بیوی میں سے ہر ایک اللہ کا تقوی اختیار کرے، خلوت وجلوت اور ظاہر و باطن ہر حال میں اللہ

---

1) صحیح ابن حبان:5675۔
2) صحیح بخاری:676۔

کو یاد رکھے، سعادت مندی اس وقت حاصل ہوگی جب میاں بیوی میں سے ہر ایک ازدواجی زندگی کو ایک ایسی عبادت سمجھے جسے اخلاص ومضبوطی کے ساتھ ادا کر کے اللہ سے ثواب کی امید رکھے۔

یقیناً ایک مسلم گھرانہ ایسے ہی سعادت مند ہوسکتا ہے جسے نماز اور قرآن کے ذریعے آباد رکھا جائے، جہاں محبت والفت کا سایہ ہو، جہاں نیک اولاد کی پرورش ہوتی ہو جو والدین کیلئے دنیا وآخرت ہر جگہ آنکھوں کی ٹھنڈک بن سکے، ارشاد باری تعالی ہے: {مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}

جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔ [سورۃ نحل:97]

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

# اسرارو رموز اور حقوقِ زوجین

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

9/5/1423ھ-19/7/2002ء

## خاندان: اساسِ معاشرہ:

خاندان معاشرے کی اساس و بنیاد ہوتا ہے، اسی لئے پھر قبیلے اور قومیں بنتی ہیں اور اس خاندان کی بنیاد میاں بیوی ہوتے ہیں، ارشادِ الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہاری قومیں اور قبیلے اس لئے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔" (سورہ الحجرات:13)

خاندان انسان کا ملجا اور مأوی ہوتا ہے جسے اللہ نے اس کے لئے جائے استقرار اور باعثِ سکون بنایا ہے، شادی اس دنیا کی تعمیر و آبادی، نفس کے لیے سکون و اطمینان اور زندگی کا مال و متاعِ عزیز ہے، اس کی بدولت زندگی منظّم رہتی اور عفت و عصمت حاصل ہوتی ہے، نکاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دور دراز کے رشتہ داروں کو قریب کرتا اور متفرق حسب ونسب کو جوڑتا و جمع کرتا ہے، اس شادی کے ذریعے اللہ نے تونگری و مالداری اور رزق میں وسعت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرتا، ارشادِ الٰہی ہے:﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

"اگر وہ مفلس و نادار ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا۔" (سورہ النور:32)

## حسنِ معاشرت:

عمارتِ نکاح کی پہلی اینٹ اختیار کرنے میں آفاق بڑے وسیع ہیں، دور والا قریبی بن جاتا ہے اور قریبی احسان منداور شکر گزار ہو جاتا ہے، میاں بیوی کے مسائل رنگا رنگ اور بکثرت ہیں، لیکن محبتِ باہمی اور حسن معاشرت تمام مسائل و مشکلات کا بہترین علاج ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

"اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھو، وہ اگر تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو لیکن اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔" (سورہ النساء:19)

## گوناں گوں مسائل و حالات:

میاں بیوی کی مملکت و خاندان میں ناراضگی، محبت، ناخوشی وخوشی ہر طرح کے حالات پیش آتے رہتے ہیں، مرد کو اللہ نے بعض امتیازات سے نوازرکھا ہے، اس میں ادب وآداب اور عقل وشعور اس قدر ہوتے ہیں کہ وہ پیار و محبت کو سب سے مقدّم رکھتا ہے اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں، کوتاہیوں کو معاف کرتا اور ان سے درگزر کرتا رہتا ہے، عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس کی خاطر و مدارات اور اس کی ناپسندیدہ

حرکات پر صبر و ہمت کے مظاہرے سے تمام معاملات سلجھ جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ" (متفق علیہ)

"عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلیوں میں سے سب سے ٹیڑھی پسلی وہ ہوتی ہے جو کہ سب سے اوپر ہوتی ہے، اگر آپ اس کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے تو اسے توڑ بیٹھیں گے، اور اگر یہ نہ کریں گے بلکہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی بہر حال عورتوں سے حسنِ معاشرت سے پیش آؤ۔"[1]

## بیوی کا دل جیتنے کا طریقہ:

جو شخص کریم النفس ہوگا اس کا دل نرم ہوگا، آپ کی بیوی آپ کے بچوں کی دایہ ونگہبان ہے، آپ کے مال ومتاع کی نگران اور آپ کے بھیدوں پر پردہ پوشی کرنے والی ہے، اس سے نرمی ومحبت سے پیش آؤ، مسکراہٹ نفسوں کو زندگی عطا کرتی ہے، دلوں کے میل اور سینوں کے بغض کو مٹاتی ہے۔

بیویوں کے لباس و پوشاک، ان کے انداز وآدابِ اکل وشرب اور اس کے بناؤ سنگار اور زیب وزینت کی تعریف کرکے ان کے دل جیتے جا سکتے ہیں، اور محبت میں اضافے کے لیے تو اسلام نے اپنی بیوی سے جھوٹ بولنے کو بھی جائز ومباح قرار دیا ہے، میاں بیوی کا ایک دوسرے کو ہدیہ وتحفہ دینا دلوں کو کھولنے کی چابی ہے، اس سے ان میں محبت وسرور بیدا رہوتا ہے، اس کے ساتھ کھیل کھیلنا اور غرور وتکبّر کو ترک کرکے اس سے گھل مل کر رہنا سعادت مند زندگی کی علامت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ينبغي للرجل أنْ يكونَ في أهلهِ كالصبي، فإن كان في القوم كان رجلاً.

"بندے کو اپنے گھر والوں کے سامنے ایسے ہونا چاہیے جیسے کوئی بچہ ہوتا ہے یعنی انس ومحبت اور نرمی وسہل گیری میں، البتہ جب قوم کے مابین بیٹھے تو وہاں مرد بن کر بیٹھے، آپ اپنی زندگی میں ایک مستقیم اور سیدھے شوہر بنیں، آپ کی بیوی ان شاء اللہ سیدھے قول وکردار والی بن جائے گی۔"[2]

## ناچاکی کے اسباب:

ان چیزوں پر نگاہ نہ ڈالیں جو کہ آپ کے لیے حلال نہیں ہیں، ازدواجی زندگی میں گناہ بہت بڑی نحوست وبے برکتی کا باعث ہوتا ہے، سیٹلائٹ چینلز دیکھنا بیوی کے حسن وجمال پر نکتہ چینی کرنے کے مترادف ہے، اور شوہر کا یہ فعل بیوی کے نزدیک اس کی قدر ومنزلت کم کردیتا ہے، دلوں میں دوری پیدا ہونے لگتی ہے، محبت ومودّت کمزور پڑنے لگتی ہے، ناچاکی شروع ہوجاتی ہے پھر اس سے خلاصی پانا مشکل ہوجاتا ہے۔

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 3331۔
2) بیہقی فی الشعب: 6/ 292۔

## شوہر کا بن سنور کر رہنا:

اپنی بیوی کے لیے آپ بھی ایسے ہی بن کر رہیں جس طرح آپ چاہتے ہیں کہ زندگی کے تمام میدانوں میں وہ آپ کے لیے بنے، اسے بھی آپ سے وہی چاہیئے جو آپ اس سے چاہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: إني أحب أن أتزين للمرأة، كما أحب أن تتزين لي المرأة

"میں بھی اسی طرح اپنی بیوی کے لیے بننا سنورنا پسند کرتا ہوں جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے لئے بناؤ سنگار کرے۔"[1]

## بیوی کی تنقید کو خندہ پیشانی سے سننا:

اگر آپ کی بیوی کبھی کسی معاملہ میں آپ پر تنقید کرے تو اس کی اس بات کو وسعتِ قلبی خندہ پیشانی سے سنیں، نبی اکرم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ سے بعض معاملات میں بحث ومراجعت کیا کرتی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ناراض نہیں ہوا کرتے تھے۔

## بیوی بچوں کے ساتھ فراخ دلی کا معاملہ کرنا:

شوہر کی اعلیٰ ظرف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے مال سے اس کی رضاء وخوشی کے بغیر کچھ نہ لے کیونکہ اس کا مال اس کی ملکیت ہے، اور آپ پر واجب ہے کہ معروف طریقہ سے نان ونفقہ میں فراخ دلی سے کام لیں اور بخل نہ برتیں، اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ آپ کی بیوی ہر معاملہ میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے، آپ اس کی بات پر توجہ دیں، یہ کمالِ ادب کی نشانی ہے، جب باہر سے گھر لوٹیں تو ناک منہ بنائے، تیوری چڑھائے ہوئے گھر نہ لوٹیں، کیونکہ آپ کے بچے آپ کی قربت، شفقت اور آپ سے گفتگو کے ضرورت مند ہیں، انہیں اس کا موقع دیں اور اپنی پدرانہ محبت والفت اور شفقت ان میں بانٹیں، ان کی باتیں سن کر اور ان پر توجہ دے کر انہیں خوش کریں،

"فَلَمَّا رَآهَا (فَاطِمَة) رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنَتِي - ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ" (صحیح مسلم)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو انہیں خوش آمدید کہتے اور پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔"[2]

اپنے گھر والوں سے پیار ومحبت مردانگی ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: دخلتُ مع أبي بكرٍ أولَ ما قدم المدينةَ، فإذا عائشةُ ابنتُه مضجعةٌ قد أصابتها حُمَّى، فأتاها أبو بكرٍ فقال لها : كيف أنت يا بُنية؟ وقبَّل خدَّها۔

"میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گیا، ان کی لختِ جگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بخار میں مبتلا لیٹی تھیں، میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا رخسار چوما اور پوچھا: بیٹی اب تمہارا کیا حال ہے؟۔"[3] (صحیح بخاری)

---

1) بیہقی فی الکبریٰ: 7/ 295۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 2450۔
3) صحیح بخاری: 3704۔

## گھر والوں کا ہاتھ بٹانا:

گھر والوں کی زمہ داریاں نبھانا باوفالوگوں کی نشانی ہے،

ولما سُئلت عائشة رضى الله عنها : ماذا كان يعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيته ؟ قالت (كان بشرا من البشر، يفلى ثوبه ويحلب شاته ويخدم نفسه)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: وہ بھی عام بشر کی طرح کے ایک بشر ہی تھے، اپنے کپڑے کو ٹانکا لگا لیا کرتے تھے، بکری کا دودھ دھو لیتے تھے اور اپنا کام خود کرلیا کرتے تھے۔“[1] (مسند احمد)

## گھر والوں کو وقت دینا:

گھر والوں پر وسعتِ ظرفی سے نان ونفقہ پر خرچ کرنا بہترین خرچ ہے، اپنے دوست واحباب سے ملنے جلنے میں اتنا وقت صرف نہ کردیں کہ اپنی اولاد کے حقوق پر زیادتی ہو جائے، آپ کے گھر والے آپ کے زیادہ حقدار ہیں۔

## عیب چینی نہ کرنا:

اپنی بیوی کو اس سے سرزد ہونے والی کوتاہیاں یاد نہ دلاتے رہیں اور نہ اس کی ان لغزشوں کے اسے اشارے کنائے میں طعنے دیں۔

## آپس کی شکر رنجیاں:

میاں بیوی میں ہونے والی شکر رنجیوں کو بچوں سے دور رکھا جائے، ان کے سامنے ان امور کا اظہار کرنا ان کی تربیت پر اثر انداز ہوتا ہے، اور دوسرا یہ کہ ان کے دلوں سے والدین کا احترام اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے، غصہ دلی غیظ وغضب اور نفرت کی اساس و بنیاد ہے، اور آپ اور آپ کی بیوی کے مابین جو مقدس، گہرا اور اٹوٹ رشتہ و بندھن ہے وہ اس سے کہیں بالا ہے کہ اسے غصے کے لمحات کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ غلط گوئی اور غضبناکی کے اظہار کی بجائے خاموشی کو ترجیح دیں اور لغزشوں کو معاف کر دینا زیادہ قرین عقل وتقوی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”خواتین پردہ کی چیز ہیں انہیں اپنے گھروں کی چار دیواری میں چھپا کر رکھیں اور ان کے ضعف وکمزوری کے لمحات کا اپنی خاموشی سے علاج کریں۔“

## بندھن اور بیوی کے حقوق:

بیوی کا شوہر پر عظیم حق ہے کیونکہ یہ عقدِ نکاح کے ذریعے اس کی ملکیت میں آئی ہے اور کئی عہد و پیمان میں بندھی ہوئی ہے، اللہ تعالٰی نے بیویوں کو عزت بخشی ہے اور اس عظمت والے نے ان کی شان وشوکت دوبالا کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر ذكرها، وربما ذبح الشاة ثم يقطعها أعضاء ثم يبعثها فى صدائق خديجة فربما قلت له: كأنه لم يكن فى الدنيا امرأة إلا خديجة؟

---

1) مسند احمد۔

”نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے، جب آپ ﷺ بکری ذبح کرکے اس کے اعضاء کاٹ کاٹ کرالگ الگ کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوست وسہیلیوں کو بھیجتے ، میں کبھی کبھی یہ کہہ دیتی کہ جیسے دنیا میں خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا کوئی دوسری عورت ہی نہیں ہے۔“[1] (صحیح بخاری)

## بیوی کے ذمے شوہر کے حقوق وفرائض:

عاقل بیوی اپنے دل کو اپنے شوہر کے لیے جائے سکونت بنادیتی ہے اور اپنی جان کو اس کے سکون وراحت کا مقام بنادیتی ہے، اپنے شوہر کے ساتھ گفتگو میں وہ خوشی ومسرت محسوس کرتی ہے اور اسی میں وہ اپنی زیب وزینت پاتی ہے، اور ساتھ ہی ساتھ قناعت ورضا اور حسنِ معاشرت کا مظاہرہ کرتی ہے، اور اگر کوئی کام اللہ کی معصیت ونافرمانی کا باعث بننے والا نہ ہو تو اس میں شوہر کی باتوں پر سر تسلیم خم کردیتی ہے، اپنے شوہر کی نیکی وتعاون کا کھلے دل اعتراف کرتی ہے اور اس کے مقام ومرتبے کو پہچانتی ہے، اس کے حقوق ادا کرتی ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَلَوْ كَانَ أَحَدٌ يَنْبَغِي أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا"

”اگر میں کسی کو اس بات کا حکم دینے والا ہوتا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے تو میں یہ حکم عورت کو دیتا کہ وہ اپنے شوہر کے آگے سجدہ ریز ہو۔“[2]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عورت پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کے بعد شوہر کے حقوق سے بڑا کسی کا حق نہیں۔“

نیک عورت اگر اپنے شوہر کے کردار میں کجی محسوس کرے تو وہ اسے اللہ کا خوف دلاتی ہے، اگر وہ اس حال میں پائے کہ وہ اس دنیاءِ فانی کے لیے ضرورت سے زیادہ بھاگ دوڑ اور محنت ومشقت کرتا ہے تو وہ اسے اس دارِ آخرت کی یاد دلاتی ہے جو باقی وہمیشہ رہنے والا ہے، دنیوی معاملات ومشکلات میں وہ اس کا ہاتھ بٹاتی ہے، اس کے راز فاش نہیں کرتی، وہ اپنے شوہر کی اس کے والدین کی خدمت وتعاون پر مدد کرتی ہے، کیونکہ اس کا یہ شوہر انہیں کے ہاتھوں پروان چڑھا اور انہی کی نگاہوں کے سامنے پلا بڑھا ہے۔

نیک بیوی اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے شوہر کی رضا حاصل کرنے میں کوشاں رہتی ہے، وہ نہ اپنے شوہر کی الٹی سیدھی بات کا پیچھا کرتی ہے اور نہ ہی اس کی لرزشوں کو ظاہر کرتی ہے، وہ اس کی موجودگی اور عدمِ موجودگی ہر دو حالتوں میں ہی اس کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر پردہ پوشی کرتی ہے، جب وہ موجود ہو تو اس کی عزت واحترام کرتی ہے اور جب وہ گھر سے غائب ہو تو اس کی عزت ومال اور اپنی عفت وعصمت کا تحفظ کرتی ہے، وہ نان ونفقہ کے معاملہ میں اپنے شوہر پر بلاوجہ کا بوجھ نہیں ڈالتی، اسے صرف ایک ہی فکر لگی رہتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو راضی کرکے اپنے رب کی رضاء وخوشنودی حاصل کرلے، اسے یہ فکر بھی دامن گیر رہتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھائی واستقامت پر پروان چڑھائے، وہ نہ تو خاوند کے سامنے اونچی آواز سے بولتی ہے اور نہ ہی بلاوجہ اس کی کسی رائے کی مخالفت کرتی ہے۔

---

1) صحیح بخاری:3607۔

2) صحیح ابن حبان، حدیث:4162۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں گھر کی بشارت دی جو خولدار موتی سے بنا ہوگا جس میں نہ شور شرابا ہوگا اور نہ تھکاوٹ۔"
امام ابن کثیر لکھتے ہیں: "جس میں نہ شور شرابا ہوگا نہ تھکاوٹ" کیونکہ انہوں نے کبھی اپنی آواز نبی اکرم ﷺ کے سامنے بلند نہیں کی تھی، اور پوری زندگی کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کو تعب و پریشانی میں مبتلا نہیں کیا تھا، نہ ہی آپ کے سامنے کبھی اونچا بولی تھیں اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ کو تکلیف واذیت پہنچائی تھی۔"

## عاقل ماں کی نصیحت دلہن بنی بیٹی کو:

ایک عقلمند عرب عورت نے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت یہ نصیحت کی: "اے بیٹی! تم کبھی بھی اپنی پسندیدہ چیز اپنے شوہر سے نہ پاسکو گی جب تک کہ تم اپنی رضاوخواہش پر اس کی رضاوخوشی کو ترجیح نہ دوگی، اور پسند و ناپسند ہر صورت میں اپنے شوہر کی خواہشات کا احترام نہ کروگی۔"

## نیک ومعزز عورت:

باعزت زندگی کا محور عفت و پاکدامنی ہے اور خاتون کی عزت اس کے اپنے گھر میں ٹکے رہنے میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
"عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھے اور وہ اسے نہ دیکھیں۔"
اے بیویو! دیندار بنو اپنے رب کی اطاعت گزار اور اپنے شوہر کی فرمانبردار و اطاعت شعار رہو اور اس کے سامنے غرور و تکبر نہ کرو اور نہ ہی اس کی گھر کے معاملات میں سربراہی پر سرکشی کا رویہ اپناؤ اور نہ ہی اس سے تنازعہ وجھگڑا کرو۔
آپ نیک بیوی کو اپنے شوہر کی راحت و آرام کا سامان کرتی ہوئی اور شب و روز اس کی خدمت کرتی ہوئی پائیں گے، اس کی رضاء وخوشی اس کا مطمع نظر ہوتی ہے اور وہ اپنے جسم کی ہر برائی سے حفاظت کرتی ہے، اس کا ہاتھ اپنے شوہر کے ہاتھ میں رہتا ہے یوں وہ گھل مل کر پیار و محبت سے رہتے ہیں، اگر شوہر ناراض ہو تو وہ سو نہیں سکتی جب تک کہ وہ اسے راضی نہ کرلے اور منا نہ لے، اور یہ سب اس لئے ہے کہ اسے اس بات کا یقین ہے کہ فوز وفلاح اور جنت کا حصول اللہ کے عائد کردہ فرائض پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری پر منحصر ہے۔

## شکر ونعمت کا غیر شرعی انداز:

مسلمانو! نعمتوں کا شکر خطاوگناہ سے نہیں کیا جاتا، عورت کی شب زفاف اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے اور اس نعمت کو پانے اور اس پر خوش ہونے کا یہ انداز کیا ہوا کہ کوئی اپنی شرم وحیاء کا دامن ہی چھوڑ دے، نکاح کی رات عورتوں کے لیے نیم عریاں لباس پہننا حرام ہے اگرچہ وہ صرف عورتوں میں ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اس سے بے پردگی، فتنہ و برائی اور ترکِ عفت کا سامان ہے۔
عورت کمزور و نازک مخلوق ہے اگر وہ اپنے ولی وسرپرست کا ہاتھ پکڑ کر نہ رکھے گی تو اس کے راہِ راست سے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے، شادی کی رات گانا بجانا و موسیقی وغیرہ حرام ہیں، البتہ نکاح کی رات عورتوں کے لیے صرف دف بجانا اسلام نے جائز قرار دیا ہے، اور حرام کردہ گانے و موسیقی سے یہ دف بجانا ہے کفایت کرتا ہے۔

## شادیوں کی فلم بندی:

شادی بیاہ اور خوشی کے مواقع پر ویڈیو فلمیں بنانا اور فوٹو گرافی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والے شخص کو لعنت و دخولِ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"ہر مصوّر جہنم میں جائے گا۔" (مسلم و مسند احمد، صحیح الجامع: 4554)

یہ فوٹو گرافی اور ویڈیو فلمیں اور عورتوں کی تصویریں غیر محرم مردوں تک جا پہنچتی ہیں اور یہ چیز گھروں کی بربادیوں کا سبب بن جاتی ہے۔

اہلِ علم کا فتویٰ ہے کہ اس دعوت میں شرکت کرنا حرام ہے جس میں کسی ایسے ممنوع فعل کا ارتکاب کیا جا رہا ہو جسے روکنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔

## بے جا فضول خرچی:

شادی کے موقع پر فخر و مباہات اور بے جا فضول خرچی کی انتہاء کر دینا شوہر کے مستقبل پر برا اثر ڈالتی ہے اور یہ محض ایک شیطانی چوکا ہے، اگر ایسے موقعوں پر برباد کیئے جانے والا پیسہ روک کر جمع کیا جائے تو شوہر اپنا گھر بنا سکتا ہے یا قرض اتار سکتا ہے اور فضول پیسہ برباد کرنے سے اس کے لئے یہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾

"اور وہی (اللہ) تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اسے صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابتِ دامادی بنایا اور تمہارا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔" (سورہ الفرقان: 54)

## ڈھلتی عمر کی لڑکیاں:

مسلمانو! عورتوں میں سے ایک گروہ ان خواتین دوشیزگان کا بھی ہے کہ حیاء نے ان کی زبانوں پر تالے لگا رکھے ہیں وہ کبھی شکوہ و شکایت نہیں کرتیں، ان کی چیخیں ان کے دلوں کی گہرائیوں میں دبی اور چھپی رہتی ہیں، وہ اپنے معاشرے میں ایک نفسیاتی کشمکش اور آویزش میں جی رہی ہیں، نہ انہیں دن کو آرام ہے نہ راتوں کو سکون کی نیند، فکرمند و پریشان ہیں، ان کے شب و روز بڑے قیمتی ہیں، ہر دن کا سورج جب غروب ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی سعادت و خوشی کی زندگی کے ان کے خواب بھی ٹوٹ کر رہ جاتے ہیں اور وہ اس خوف سے تڑپ کر رہ جاتی ہیں کہ وہ کہیں کنواری نہ بیٹھی رہ جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی زندگی میں بیوی اور ماں بننے کی نعمت سے محروم ہی رہ جائیں، ان عورتوں یا لڑکیوں کی زندگی شوہر کی تلاش میں لایعنی قسم کی شرطوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

اور ان میں سے بعض لڑکیاں وہ بھی ہیں جو اپنے پاؤں پر یہ کہتے ہوئے خود ہی کلہاڑی مار لیتی ہیں کہ گھر بسانے سے پہلے تعلیم تو مکمل کر لیں، اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اب عمر اتنی ہوگئی ہے کہ کوئی اسے دلہن کے طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں ہے، شوہر اور بال بچوں سے محرومی کے مقابلے میں اس ڈگری کی کیا قدر و قیمت ہے؟

## بیٹی پرظلم:

بعض والدین خصوصاً باپ ایسے ہیں جو اپنی بیٹی پرظلم کرتے ہیں اور اس کی شادی کو مؤخر کر کے اسے حسرت والم میں مبتلا کئے رکھتے ہیں، اور لالچ صرف یہ ہے کہ لڑکی اعلیٰ عہدے پر کام کر رہی ہے اور اچھی تنخواہ لا کر دیتی ہے۔

بعض باپ وہ ہیں جو جبراً اپنی بیٹی کی شادی اس کے چچا کے بیٹے سے کر دیتے ہیں اور اس میں خلافِ شرع رسم ورواج کی پابندی کی جاتی ہے۔

## شادی میں جلدی کرنا:

جلدی شادی کرنا مذکورہ ہر قسم کی برائیوں کے ابواب کو بند کر دیتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت شادی کی تھی جبکہ وہ ابھی کھلونوں سے کھیلنے والی صرف نو برس کی تھیں، ان کی کم سنی انہیں دنیا کے عظیم انسان سے شادی کرنے، بیتِ نبوت کی ذمہ داریاں اٹھانے، اس گھر اور نبی اکرم ﷺ کے واجبات وحقوق ادا کرنے میں رکاوٹ نہ بنی، بلکہ یہی سب سے کم سن لڑکی نبی ﷺ کی سب سے محبوب ترین بیوی تھیں۔

ہمیں اپنی شریعت سے اسوہ وراہنمائی حاصل کرنی چاہیئے تاکہ ہمارے بچے اور بچیاں بھی جلدی شادی کر کے خوشی وسعادت پائیں، اور ان کی شادی کو ہمیں آسان بنانا چاہیئے تاکہ معاشرہ ترقی کرے اور اخلاقی گراوٹوں سے محفوظ رہے، اور فتنہ وفساد کے موجودہ دور میں تو یہ چیز اور بھی ضروری ہوگئی ہے، اور یہ حکم مزید تاکیدی ہوگیا ہے۔

سبحان ربك ربّ العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ ربّ العالمین

# مسلم امہ کی مشکلات اور اسبابِ نصرت وفتح

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

16/5/1423ھ، 26/7/2002ء

## امتِ اسلامیہ کی کشتی طوفانوں اور بحرانوں کی زد میں:

ہماری امتِ اسلامیہ آج کل بڑی سخت گھڑیوں، امتحانوں، بحرانوں اور بڑے مصائب ومشکلات سے گزر رہی ہے، امت کے حالات بدل گئے ہیں، عہدِ ماضی کی عظمت وشان اب ہزیمت وشکست کی شکل اختیار کر چکی ہے، اس کے پر بہار چمن کے ہر پودے کی شکل خزاں رسیدہ ہو چکی ہے، عظمتوں والی امت اب بے وقعت وزمین بوس ہو چکی ہے، کل تک جو امت ایک مٹھی کی طرح تھی آج کل وہ ٹکڑے اور تنکا تنکا بکھر چکی ہے، امتِ اسلامیہ ایک مصیبت سے نکلتی ہے تو دوسری مصیبت سے دو چار ہو جاتی ہے، اور ان میں سے فلسطین میں انسانی حقوق کا سلب ونہب، زمین پر غاصبانہ قبضہ اور مسجدِ اقصی پر زیادتی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ امتوں کو ایسے حالات سے تب دو چار ہونا پڑتا ہے جب وہ اختلافات وکمزوری میں مبتلا ہو جائیں، کتنی ہی امتیں اس قسم کے سخت حالات اور ایسے ہی مشکل راستوں سے گزر چکی ہیں۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى﴾

"جو ثمود تھے انہیں ہم نے سیدھا راستہ دکھلا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھے رہنا پسند کیا۔" (حم السجدہ:17)

اور ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾

"بھلا جس شخص کو اس کے اعمالِ بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ انہیں عمدہ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیک وکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟)۔" (سورہ فاطر:8)

اور ارشاد ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا [103] الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

"کہہ دیجئے کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں، وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔" (سورہ الکھف:103۔104)

امت اسلامیہ نے اپنے خالق کو بھلا دیا اور اللہ نے انہیں خود ان کا اپنا آپ ہی بھلوا دیا۔ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾

"اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔" (سورہ الحشر:19)

سب سے بدترین چیز یہ ہے کہ امت میں دین کھیل بن کر رہ جائے اور کھیل تماشے کو دین بنا لیا جائے، گناہوں اور برائیوں کے بڑے بڑے اور بہت ہی برے نتائج وعواقب سامنے آتے ہیں، ماضی میں کتنی ہی امتیں ہلاک کر دی گئی ہیں اور کتنے ہی معاشرے مٹا کر رکھ دیئے گئے

ہیں اور اب بھی اس موجود امت کی عمارت کو گرایا جا رہا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَى بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا﴾

"اور ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بہت ہی امتوں کو ہلاک کر ڈالا اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو خوب جاننے اور دیکھنے والا ہے۔"

(سورہ بنی اسرائیل:17)

## ہم اب بھی مایوس نہیں:

ان تمام حالات کے باوجود ہم مایوس و ناامید نہیں کیونکہ مایوسی و ایمان کبھی یکجا نہیں ہوتے، مایوسی کا تو معنی ہی اللہ کی رحمتوں سے ناامیدی ہے اور یہ کافروں کا شیوہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾

"اللہ کی رحمتوں سے صرف کافر ہی مایوس و ناامید ہوتے ہیں۔" (سورہ یوسف:87)

مسئلہ فلسطین کوئی پہلا اور آخری گھمبیر مسئلہ نہیں، یہ امتِ مسلمہ بڑے بڑے اور سنگین ترین مسائل سے دوچار ہوتی رہی ہے بلکہ وہ اس مسئلہ فلسطین کی سنگینی سے کہیں بڑھ کر تھے لیکن اس امتِ مسلمہ نے کبھی حالات سے ہار نہیں مانی اور یہ کبھی مایوس ہوئی ہے، بلکہ اس نے جدوجہد جاری رکھی ہے حتی کہ اللہ نے دشمنوں کے خلاف اس کی مدد و نصرت فرمائی۔

## تاریخ امم میں زوال وعروج:

امتوں کی تاریخ میں گرنا، ٹھوکر کھانا اور درد اٹھانا آتا ہی رہتا ہے، البتہ زندہ امت گر کر اٹھتی ہے اور درد و الم کے دور سے نکل جاتی ہے، بلکہ یہ درد و الم اس کے محنت، جدوجہد اور عمل و کوشش کا باعث بنتے ہیں حتی کہ اللہ کی مدد و نصرت پہنچ جاتی ہے، امت کی تاریخ میں عروج بھی ہے اور زوال بھی، تاریخ کے بعض ادوار میں افرادِ امت کمزور پڑ گئے پھر امت نے ان جوان مردوں کو جنم دیا جنہوں نے اپنی راہ سے ہٹی ہوئی تاریخ کا دھارا موڑ کر رکھ دیا۔

دوسری تمام امتوں پر اللہ کی طرف سے فضیلت یافتہ اس امت کا حال بھی بتا رہا ہے کہ (ان شاء اللہ) عنقریب اس میں ایسے جوان مرد پیدا ہوں گے یا سامنے آجائیں گے جو کہ اسلام کا پرچم تھامیں گے اور نئے سرے سے تاریخ کا دھارا موڑ دیں گے۔ یہ بڑے بڑے حادثات و واقعات جن سے امت گزر رہی ہے یہ امت کی ہمت بڑھانے اور عزائم کو تقویت دینے کا کام کریں گے، تاریخِ اسلام کے حالات بتا رہے ہیں کہ کمزوری، زوال اور دشمنوں کا تسلط و غلبہ اس امت میں حرکت پیدا کرنے کا باعث بنتے رہے ہیں، اور اب بھی بنیں گے تاکہ امت فکرِ سلیم سے کام لے، سنجیدگی سے کچھ کرے جس سے وہ ظالم کا منہ توڑ سکے اور اپنی عزتِ گزشتہ و عظمتِ رفتہ کو دوبارہ واپس حاصل کر سکے۔

## ہیروز کی ولادت:

ایسے حالات میں امت بڑے بڑے مجاہد بہادروں (ہیروز) اور علماء باعمل کو سامنے لاتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهُ" (صحیح ابن حبان)

”میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے جس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں لگتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ؟“[1]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ہے: "لَا يَزَالُ اللهُ يَغْرِسُ فِي هَذَا الدِّينِ بِغَرْسٍ يَسْتَعْمِلُهُمْ فِي طَاعَتِهِ"

”اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہے گا جنہیں وہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری پر لگائے رکھے گا اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔“[2] (صحیح ابن حبان)

ایسے ہی فرمایا: "إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا"

”اللہ تعالیٰ نے اس پوری زمین کو مشرق ومغرب تک لپیٹ کر میرے سامنے رکھ دیا اور جہاں جہاں تک زمین لپیٹ کر میرے سامنے لائی گئی وہاں تک میری امت کی حکومت ہو جائے گی۔“[3] (صحیح مسلم)

## مثلِ خورشید ڈوبنا اور ابھرنا:

یہ حالات اس مسلم امہ کے لیے اس لئے مقدر کئے گئے ہیں تا کہ وہ ٹھوکر کھا کر اٹھے، اپنا پیغام سمجھے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے تلے سب کے سب متحد ہو کر صفیں بنا سکیں اور اللہ کے ساتھ صدق وصفائی سے رشتہ استوار کریں، اس فانی دنیا کی طرف مائل نہ ہوں اور نہ ہی اس دنیا میں اپنے دشمنوں کے سامنے جھکیں بلکہ دین کی مدد ونصرت میں لگے رہیں اور جو شخص اللہ کے دین کی مدد ونصرت میں لگ گیا، اس کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

”اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد ونصرت کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“ (سورہ محمد: 7)

امتِ اسلامیہ کے غموں اور تکلیفوں کے ساتھ ساتھ اس کے بلند عزائم کا سلسلہ بھی قائم رہنا چاہیے تا کہ ہم باہمی تعاون کے ذریعے اس بوجھ کو اٹھا سکیں اور اس تنگنائی سے نکل سکیں جو ایک خطرناک موڑ کی شکل میں ہمارے سامنے آچکی ہے لیکن امت کی زندگی میں یہ ایک عارضی اور بہت ہی تھوڑے سے وقت کے لیے ہے۔

## اہلِ فلسطین پر ظلم:

غیرت مند مسلمان صبح وشام اپنے فلسطینی بھائیوں کے بارے میں خبریں سنتے ہیں جو کہ دلوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور تکلیف سے پتّہ پانی ہو جاتا ہے، دل کا خون رسنے لگتا ہے اور غم وحزن سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، جب سے ان نہتے عوام سے ان کے ملک کی زمین پر غاصبانہ قبضہ ہوا ہے اور یہودیوں نے انہیں بے گھر کیا ہے تب سے لے کر آج تک ان لوگوں کو امن وامان کی زندگی نصیب نہیں ہوئی اور یہود انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں، اس کے باوجود فلسطینی عوام ان کے مرد وعورتیں، بچے بوڑھے سب اپنے قدموں پر ثابت وقائم ہیں اور دشمن کی راہ میں دیوار بنے کھڑے زخموں پر زخم اور تکلیفیں سہہ رہے ہیں، مگر ہتھیار نہیں ڈال رہے بلکہ تقریباً ہر گھر کی طرف سے کسی نہ کسی عزیز رشتہ دار کی

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 7226۔
2) صحیح ابن حبان، حدیث: 326۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 2889۔

شہادت وقربانی دی جاچکی ہے یہ ان کی ثابت قدمی اور جوانمردی کے نمونے اور منہ بولتے ثبوت ہیں۔
خونریز واقعات، افسوسناک مناظر، قتل وغارت، تباہی وبربادی اور ظلم وستم کا یہ عالم کہ گویا انسانیت نام کی کسی چیز کو وہ جانتے ہی نہیں، وحشت وبربریت ایسی کہ رحم وشفقت نام کی بھی نہیں، یہ ایسے خونچکاں واقعات ہیں کہ جن سے جسم کا رواں رواں کانپ اٹھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔

## ضمیرِ عالم کی بے حسی:

ضمیرِ عالم میں حرکت کیوں نہیں پیدا ہو رہی؟ جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ استعمار نے ان کا ملک غاصبانہ طریقے سے چھین لیا ہوا ہے، اور ان بیچارے عوام کے پاس ان صہیونی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کنکر پتھر کے سوا کوئی اسلحہ نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود بھی وہ ثابت قدم ہیں اور ان کے ٹینکوں اور میزائلوں کا جواب پتھروں سے دے رہے ہیں، یہ مناظر تو پوری نوعِ بشر کے احساسات وجذبات میں حرکت پیدا کر دینے والے ہیں، دنیا دیکھ رہی ہے کہ ایک انسان بے چارہ کنکر وپتھر کے ساتھ میدان میں اترا ہوا ہے اور دوسری طرف اس کا دشمن اسے ہوائی بمبار طیاروں، ٹینکوں اور میزائلوں سے مار رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ﴾

”وہ سب مل کر بھی تمہارے مقابلے میں آ کر تم سے نہیں لڑ سکتے مگر بستیوں کے قلعوں میں پناہ لے کر یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔“
(سورہ الحشر:14)

اور پھر اس پر ہی بس نہیں بلکہ فلسطینی مسلمان انسان کو اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف احتجاج کرنے اور اسے بیان کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے، وہ اپنے معصوم بچوں کا خون بہتے دیکھتے ہیں جو دشمنی کے غاصبانہ قبضے کا مقابلہ کر رہے ہیں جو کنکروں پتھروں کے ساتھ بمبار طیاروں ٹینکوں اور توپوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، ایسی قوم جسے کسی عہد وپیمان کا پاس نہیں، کسی ذمہ داری کا لحاظ کرنے کو وہ تیار نہیں اور نہ ہی امانت ودیانت نام کی کوئی چیز ان کے پاس ہے، ایسی قوم کے ساتھ امن وسلامتی کے معاہدوں سے کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”ان لوگوں نے جب بھی اللہ سے عہد وپیمان کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسے کسی چیز کی طرح توڑ کر پھینک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔“ (سورہ البقرہ:100)

## یہودی وحشیت وبربریت:

ان یہودیوں نے جرائم کا ارتکاب کرنے اور خونریزی کرنے بلکہ خون کی ندیاں بہانے کے لئے رنگارنگ طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں جو کہ انتہائی شرمناک ہیں، وہ تاریخِ عالم اور حالات وواقعات سے عبرت حاصل نہیں کر رہے بلکہ اپنے مکر وفریب اور خباثت وغداری پر مصر چلے آ رہے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ

﴿لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اور اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رب نے یہود کو آگاہ کر دیا تھا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے شخص کو مسلط رکھے گا جو انہیں بری اذیتیں دیتا رہے گا بیشک تمہارا رب جلد عقاب وعذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا نہایت مہربان بھی ہے۔" (سورہ الأعراف:167)

اس وقت سرزمین فلسطین پر جتنی بھی بلائیں ٹوٹ رہی ہیں اور جتنے بھی شرّ اور فتنے رونما ہو رہے ہیں یہ سب ان یہودیوں کے ہاتھوں ہی ہو رہے ہیں، یہ سب انہی حقیر و ذلیل لوگوں کا کیادھرا ہے اور ان کے بیمار ذہن اور گھٹیا فکر کا نتیجہ ہے جبکہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمارکھا ہے: ﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

"یہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ دنیا میں فساد کے لئے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔" (سورہ المائدہ:64)

یہ یہودیوں کی تاریخ ہے کہ انہوں نے کتنے معاہدے توڑے ہیں، کتنے ہی عہد و میثاق ہیں کہ جن کا انہوں نے انکار کیا اور مذاق اڑایا ہے، اور قدم قدم پر انہوں نے غداری کا مظاہرہ کیا، انہوں نے ظلم وستم کی انتہاء کر دی ہے، معصوم دودھ پیتے بچوں، بوڑھے مردوں اور نہتی عورتوں کا ناحق خون بہایا ہے، اللہ تعالی نے ان کے بارے فرمایا ہے: ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ﴾

"یہ جہاں بھی نظر آئیں گے ان پر ذلت ورسوائی مسلط ہوگی بجز اس کے کہ یہ اللہ اور مسلمان لوگوں کی پناہ میں آجائیں، یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں۔" (سورہ آل عمران:13)

یہودی غرور و تکبر کی حد سے گزر چکا ہے اور ان کی سرکشی انتہاء کو پہنچ گئی ہے، انہوں نے معصوم و پاک خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں اور انسانیت کی قدروں کو بھلا دیا ہے، ضمیر نام کی کسی بھی چیز سے عاری ہو کر انہوں نے شہروں اور بے گھر لوگوں کے مہاجر کیمپوں میں خون کی ہولی کھیلنا شروع کر رکھی ہے، اور نسل کشی اور تعصب میں آکر وہ لاشوں کا مثلہ و بے حرمتی کرتے ہیں اور پر امن لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے میں کوشاں ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ اس طرح وہ مسلمان عوام کے عزائم وارادوں کو ٹھنڈا کر دیں گے حالانکہ یہ ان دیوانوں کا محض ایک خواب ہے جو کہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

## فلسطینیوں کی تاریخ شجاعت:

مسلم فلسطینی عوام نے جوانمردی اور بہادری کی بہترین مثالیں قائم کر دی ہیں، روزانہ ان کے دسیوں لوگوں کو شہید کیا جارہا ہے، اس سے کئی گناہ زیادہ زخمی ہوتے ہیں اور سینکڑوں یہودی دشمنوں کی جیلوں میں قیدی ہو رہے ہیں، تمام شہروں، دیہات اور مہاجر کیمپوں کا محاصرہ کیا جا چکا ہے اور جگہ جگہ کشت وخون کا بازار گرم ہے، اس کے باوجود مسلم فلسطینی عوام نے بڑی سختی کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم نہ شکست مانیں گے نہ ذلیل وخوار ہو کر حقیرانہ زندگی پسند کریں گے، اور نصرت و فتح حاصل کرنے تک جہاد جاری رکھیں گے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿لَأَنْتُمْ

﴿أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ﴾

"مسلمانو! تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔" (سورالحشر:13)

آج ہم جو کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں یہ فلسطینیوں کی تاریخِ شجاعت و بہادری، ان کے طویل صبر اور عظیم مجاہدانہ کاروائیوں کا محض ایک باب فصل (چیپٹر) ہے، اس مجاہد عوام نے جہاد کیا، صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، میدان میں ڈٹے رہے اور بلاء ومصیبت کا معیار ہی الٹ کر رکھ دیا، وہ جہد مسلسل وعمل پیہم پر کاربند ہیں انہوں نے کبھی ٹھنڈے پڑنے اور آرام سے بیٹھ جانے کا نام نہیں لیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا: "تمہاری ہمتیں ہرگز کمزور نہ پڑیں کیونکہ میں نے کم ہمتی سے بڑھ کر کسی چیز کو عزت وکرامت کو داغدار کرنے والی نہیں پایا ہے۔ یہ عوام شکست تسلیم کئے بغیر مقابلے پر ڈٹے ہوئے ہیں، شہیدوں پر شہید کے نذرانے اللہ کے حضور پیش کئے جا رہے ہیں۔ صبر وہمت کی اعلی مثالیں قائم کر رہے ہیں، ان فلسطینی عوام نے مسلم امہ کو سکھلا دیا ہے کہ عزت وآبرومندانہ طریقے سے جینے کا راستہ کونسا ہے، اور عظیم شہیدوں کی موت مرنا کتنا سرخروئی کا باعث ہے، اور یہ امت اسلامیہ جو کہ آبرومندانہ موت مرنا جانتی ہے کہ شریفانہ موت کیسے مرا جاتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اس امتِ اسلامیہ کے افراد کو اس دنیا میں باعزت زندگی سے نواز رکھا ہے، اور آخرت میں ان کے لئے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

## اسباب وعوامل نصرت وفتح:

مدد ونصرت کے سلسلہ میں اللہ تعالی کی سنت وقانون یہ ہے کہ یہ امت کی شریعتِ الٰہیہ اور احکامِ دین کی پیروی پر منحصر ہے، اللہ نے سچ فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ[171] إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ[172] وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

"اور اپنے پیغمبروں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی منصور ومظفر ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔" (سورہ الصافات:73-71)

فتح ونصرت کے دیگر اسباب وعوامل میں سے سب سے پہلے دشمن سے مقابلے کے وقت ثابت قدم رہنا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے صحیح رشتہ استوار رکھنا اور اس کا ذکر زبان پر جاری رکھنا، پھر یہ کہ اختلافات وتنازعات سے کلی اجتناب کرنا، اور معرکۂ حق وباطل کے دوران جو تکلیف پہنچے اس پر صبر وہمت سے کام لینا۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[45] وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

"اے ایمان والوں! جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور بکثرت ذکرِ الٰہی کرتے رہو تاکہ فلاح ومراد حاصل کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وپیروی کرو، اور آپس میں تنازعہ وجھگڑا نہ کرو کیونکہ ایسا کرو گے تو ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (اقبال جاتا رہے گا)، اور صبر سے کام لو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (سورہ الأنفال:45-46)

اگر مسلمان منہجِ الٰہی کو چھوڑ بیٹھے تو وہ کمزور پڑ جائیں گے، ذلت ورسوائی، ہزیمت وشکست اور ضیاع وبربادی ان کا مقدر ہوگی۔ بڑے بڑے

خطرات کہ جن سے راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے، افکار پریشان ہو جاتے ہیں، ہوش وحواس اڑ جاتے ہیں اور زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے،

ان سب کے باوجود اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"اور دیکھو بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کھانا اگر تم (سچے) مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے۔" (سورہ آل عمران:139)

بے دل نہ ہونا کیونکہ تمام قدروں کا مالک اللہ تعالی تمہاری تائید اور مدد و نصرت کرنے والا ہے اور وہی تمہارے دشمنوں کی سب چالوں کو کمزور و بے اثر کرے گا، اور ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

"اور کفار کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا، اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تمہاری طرح ہی انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ سے ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکیم و دانا ہے۔" (سورہ النساء:104)

اور فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ﴾

"بات یہ ہے کہ کچھ شک نہیں کہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔" (سورہ الأنفال:18)

نصرت و فتح صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر اللہ کی مدد و نصرت اور تائید حاصل ہو جائے تو قلیل تعداد والی جماعت بھی کثیر تعداد والی فوج پر غالب آجاتی ہے چاہے وہ فوج کتنی ہی قوت والی کیوں نہ ہو، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

"بسا اوقات چھوٹی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ صبر و استقلال رکھنے والو کے ساتھ ہے۔"

(سورہ البقرہ:249)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾

"اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو کافروں پر غالب رہیں گے کیونکہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ یہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔"

(سورہ الأنفال:65)

حق کے پیچھے وہ قوی ذات ہے جو حق کی مدد و نصرت کرنے والی ہے اور وہی آسمانوں اور زمین کے تمام لشکروں کا مالک ہے، اور اللہ نے دشمن کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾

"اور یہ تمہیں معمولی سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر انہیں مدد بھی کہیں سے نہیں ملے گی۔" (سورہ آل عمران:111)

## دعاء ایک مؤثر ہتھیار:

اللہ کی نصرت ومدد کے اسباب میں سے دعاء ایک تیز دھار ہتھیار ہے، بشرطیکہ وہ مخلص دل سے نکلے، پاک وطاہر زبان سے صادر ہو اور اللہ سے پورے الحاح وزاری سے کی جائے کہ وہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی مدد فرمائے، ان کے مصائب ومشکلات کو دور فرمائے اور مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کو پلید وغلیظ یہودیوں سے آزاد فرمائے ۔ اور کتنا ہی خوب ہو کہ دعائیں کرنے والے قبولیتِ دعاء کے اوقات کا خاص خیال رکھیں اور رات کے آخری تہائی حصہ (سحری) کے وقت، جمعۃ المبارک کے دن، سجدوں میں پڑے ہوئے، اور ایسے ہی دیگر اوقات و مقامات پر دعائیں کریں۔

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# موسم گرما اور نار جہنم کی شدتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
23/5/1423ھ موافق 2002/2/8ء

حمد وثناء کے بعد!

## فلسفہ تخلیق کائنات:

مسلمانو! اللہ تعالٰی نے مخلوق کو اس لیے بنایا تا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس نے اپنی عظمت وکبریائی کے دلائل مہیا کئے تا کہ وہ اس سے خوف کھائیں اور اس نے ان کے لیے اپنے عذاب کی شدتوں اور دار عذاب کی خبریں دیں تا کہ وہ دلوں کے لیے گمراہی وفساد اور بگاڑ سے روکنے کا باعث بنیں اور ان کی فلاح وکامیابی اور رشد وہدایت کا ذریعہ بن سکیں۔لہذا جن چیزوں سے بچنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے ان سے بچو اور جن اشیاء سے اس نے ڈرایا ہے ان سے ڈر کر رہو، انہی میں سے ایک چیز آگ بھی ہے جسکا تذکرہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اس کے اوصاف بیان کئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے اس کے اوصاف کا ذکر ہوا ہے۔

## نار جہنم کی شدت وسختی:

جہنم کی آگ بڑی سخت اور اس کی تمازت بڑی ہی شدید ہے، وہ کالی سیاہ، انتہائی ڈراونی اور جلا کر رکھ دینے والی ہے۔ارشاد الہی ہے:

﴿لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ [28] لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ [29] عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾

”(وہ آگ) نہ باقی رکھے نہ کسی کو چھوڑے گی، بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی، اس پر انیس داروغے مقرر ہیں۔“ (المدثر:28-30)

نہ اس کے شعلے ماند پڑیں گے اور نہ اس کے انگارے بجھیں گے۔جہنم وہ جگہ ہے جس میں جانے والے تمام لذتوں اور سعادتوں سے محروم ہوں گے، جولوگ اس جہنم میں جا گریں گے وہ ان کے لئے بہت ہی بری جگہ ہے۔

اس کے ذکر نے اہل خوف وتقوی کے دلوں کو کاٹ کر رکھ دیا ہے، اس کے طبقات، اس کی کھائیاں، اس کے دروازے ایک سے بڑھ کر ایک خوفناک ہیں، جن کے تذکرہ سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا!! قَالُوا: وَمَا رَأَيْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ" (صحیح مسلم)

”مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم بھی وہ چیز دیکھ لو جو میں نے دیکھی ہے تو تم پھر کم ہی ہنسا کرو بلکہ اکثر روتے ہی رہا کرو۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے کیا دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:” میں نے جنت اور جہنم کو دیکھا ہے۔“[1]

1) صحیح مسلم، حدیث:426۔

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا: "أُنْذِرُكُمُ النَّارَ، أُنْذِرُكُمُ النَّارَ حَتَّى وَقَعَتْ خَمِيصَةٌ كَانَتْ عَلَى عَاتِقِهِ عَلَى رِجْلَيْهِ" (صحیح ابن حبان)

"میں نے تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا دیا ہے، میں نے تمہیں جہنم کی آگ کے بارے میں خبردار کر دیا ہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کندھوں سے سرک کر پاؤں کے پاس جا گری۔"[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا تَنْسَوا العظيمتين. قلنا: يا رَسُولُ الله، وما العظيمتان؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجَنَّةُ وَالنَّارُ. فَذَكَرَ مَا ذكر حتى بكى إلى أن جرى الدمع، أَوْ بَلَّ الدَّمْعُ جَانِبَيْ لِحْيَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ تَعْلَمُونَ مِنَ الْأَمْرِ مَا أَعْلَمُ، لَمَشَيْتُمْ إِلَى الصَّعِيدِ، فَحَثَيْتُمْ عَلَى رؤوسكم التُّرَابَ.

"دو عظیم چیزوں کو ہرگز نہ بھلاؤ اور وہ ہیں جنت اور جہنم۔" پھر آپ اتنا زار و قطار روئے کہ آپ کی داڑھی کی دونوں اطراف آنسوں سے بھیگ گئیں، ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر آخرت کے معاملے میں جو میں جانتا ہوں وہ تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم خاک نشین ہو جاؤ حتی کہ اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگو۔"[2] (مسند ابو یعلی)

"الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ" (صحیح بخاری)

"نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ: فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا" (صحیح بخاری)

مسلمانو! جنت آپ کے جوتوں کے تسموں سے بھی آپ کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور یہی معاملہ جہنم کا بھی ہے۔[3]

اور یہ آگ جو آپ اس دنیا میں جلاتے ہیں کہ یہ جہنم کی آگ کا صرف سترواں حصہ ہے۔ جہنم کی آگ اس دنیا کی آگ سے 69 گنا زیادہ گرم ہے۔[4]

## موسم گرما کی گرمی کا سبب:

اس دنیا میں آپ لوگ جو یہ موسم گرما میں گرمی کی شدت اور سورج کی تپش محسوس کرتے ہیں یہ جہنم کی صرف سانسیں جو آپ کو یاد دہانی کرواتی ہیں۔

صحیح بخاری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ، نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ"

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 644۔
2) مسند ابو یعلی: 4/ 284۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 6488۔
4) صحیح بخاری، حدیث: 3265۔

"جہنم کی آگ نے اللہ تعالی سے شکایت کی کہ اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصوں کو کھائے جا رہا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس گرمیوں میں اور ایک سانس سردیوں میں۔تم گرمیوں میں کتنی گرمی محسوس کرتے ہو اور سردیوں میں کتنی سردی محسوس کرتے ہو،اور یہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

## جہنم کی وسعتیں:

قیامت کے دن جہنم کو کھینچ کر لایا جائے گا،اسے ستر ہزار نکیلیں ڈالی گئی ہوں گی اور ہر نکیل پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے،جب اسے لایا جائے گا تو وہ اپنے غیض وغضب کا پتہ دے رہی ہوگی اور مجرم لوگ جب اسے دیکھیں گے تو انہیں سزا کا یقین ہو جائے گا۔اس وقت تمام لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔تب انسان اپنے اعمال کو یاد کرے گا مگر حسب ارشاد الہی:﴿يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ [23] يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي [24] فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ [25] وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ﴾

"اب اس کے یاد کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔کہے گا: کاش میں نے اپنی حیات (جاودانی کے لیے) کچھ آگے بھیجا ہوتا،اس دن نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا،اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا۔" (الفجر:(26-23))

## جہنم کی گہرائی اور پل صراط:

جہنم کی گہرائی اور تہہ ستر سال کی مسافت پر ہے۔نبی اکرم ﷺ نے ایک آواز سنی تو فرمایا:"هَذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهِ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا، فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ، حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا" (صحیح مسلم)

"یہ ایک پتھر کے جہنم کی تہہ پر گرنے کی آواز ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں گرایا گیا تھا،تب سے وہ جہنم کی آگ سے گزرتا ہوا نیچے کو چلا جا رہا تھا اور اب وہ جہنم کی تہہ پر جا کر لگا ہے۔"[2]

پل (صراط) جہنم کے اوپر سے ہو کر گزرے گا جو کہ ٹھاٹھیں مار رہی ہوگی اور خوب بھڑکتی اور موجیں مارتی ہوگی۔اس میں لوہے کے نوک دار نکس ہوں گے جو کہ اچک لینے والے ہوں گے اور کانٹے دار چیزیں اچکنے والی ہوں گی،اس کے اوپر سے مومن لوگ اپنے اعمال کے مطابق آسانی سے گزرتے جائیں گے اور وہ پلک جھپکنے میں،ہوا اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پرندوں،اعلیٰ نسل کے گھوڑوں اور عمدہ و تیز رو سواریوں کی طرح گزر جائیں گے۔جو اس کے اوپر سے سلامت گزر گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے گر گیا وہ جہنم میں جھونک دیا گیا۔جہنم میں گرنے والوں میں سے بعض کو تو آگ صرف ٹخنوں تک ہی پکڑے گی،بعض کو گھٹنوں تک لپیٹ لے گی۔بعض کو کمر تک گھیر لے گی اور بعض کو جہنم کی آگ گلے تک پھانس لے گی۔

---

4) صحیح بخاری،حدیث:537۔

1) صحیح مسلم،حدیث:2844۔

## اہل جہنم کا حال:

اہل جہنم کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا جو کہ گھبرائے ہوئے اور ڈرے سہمے ہوئے ہوں گے۔ وہ جہنم کی طرف کھینچے جائیں گے، قرآن کریم کہتا ہے: ﴿يُسْحَبُونَ [71] فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ﴾

"پہلے کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے اور پھر جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔" (المؤمن: 71-72)

وہ جہنم میں یوں ابلیں گے جس طرح ہانڈی میں سالن ابلتا و کھولتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ﴾

"جب وہ اس جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔" (الملک: 7)

## اہل جہنم کا کھانا:

وہ بھوک کے مرتے منتیں کریں گے تو انہیں بہت ہی بدترین کھانا دیا جائے گا جو کہ خطا کاروں اور گناہ گاروں کے لیے تیار کیا گیا ہوگا۔ جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ [43] طَعَامُ الْأَثِيمِ [44] كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ [45] كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ (الدخان: 43-46)

"بلاشبہ تھوہر کا درخت، گناہ گار کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبا، پیٹوں میں اس طرح کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تھوہر کی تلخی و زہرناکی کے بارے میں پھر فرماتے ہیں: "لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قَطَرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ" (ترمذی)

"اگر اس تھوہر کا صرف ایک قطرہ زمین پر گرا دیا جائے تو ساری دنیا والوں کا کھانا پینا تلخی و کڑواہٹ سے لبریز ہو جائے اور ان کی زندگی ہی تلخ ہو کر رہ جائے۔ (اب اندازہ کر لیں کہ) ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہیں کھانے کے لیے ہی وہ تھوہر دیا جائے گا اور دوسرا کوئی کھانا انہیں ہرگز میسر نہیں آئے گا۔"[1]

انھیں کھانا وہ دیا جائے گا جو کہ خاردار جھاڑ کی شکل میں ہوگا جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ﴾

"جو نہ فربہی و موٹاپا لائے گا اور نہ ہی وہ بھوک مٹائے گا۔" (الغاشیہ: 7)

کانٹے دار ایسا کہ جو انھیں چمٹ جائے گا اور ان کے پیٹ تک نہیں پہنچے گا اور نہ ہی ان کے حلق سے نیچے اترے گا اور انھیں کھانے پینے کیے لیے اہل جہنم کا پیپ دیا جائیگا جو کہ ان کے گوشت کے ابلنے کے نتیجہ میں رسیئے اور خون کا آمیزہ بن کر ان کے جسموں سے بہے گا۔

## اہل جہنم کا پانی:

جب شدت پیاس سے ان کی گردنیں کٹ رہی ہوں گی تو انہیں پھر کھولتے ہوئے چشمے سے پانی دیا جائے گا۔ اور کھولتے ہوئے پانی سے ان

1) ترمذی، حدیث: 2582۔

کی آنتیں کٹ جائیں گی، وہ حرام خوری میں لگے رہے، ان کے اعضاء جسم ذلت وخواری اور آگ سے ڈھیلے پڑ جائیں گے کیونکہ عمر بھر گناہ کرنے میں لگے رہے تھے۔ ان کے چہرے بھون کر رکھ دیئے جائیں گے کیونکہ وہ اللہ کی نافرمانی پر لگے رہے تھے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾

"(ان کے پینے کا) پانی بھی برا اور ان کے رہنے کی جگہ بھی بہت بری ہے۔" (الکهف:29)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ، فَيَنْفُذُ الْحَمِيمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ، فَيَسْلِتُ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ الصَّهْرُ، ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ" (ترمذی ومسند احمد)

"گرم کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا، وہ پانی کھوپڑی کو چیرتا ہوا پیٹ تک چلا جائے گا جس سے پیٹ کے اندر کی ہر چیز پگھل کر بہہ نکلے گی یہاں تک کہ وہ پانی اس کے پاؤں کا بھی شوربا بنا دے گا، اس کے بعد اس شخص کو دوبارہ اصل حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔"[1]

## کمتر عذاب والا:

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ" (صحیح مسلم)

اہل جہنم میں سے کم تر عذاب والا وہ شخص ہوگا جسے نار جہنم کے جوتے اور تسمے پہنا دیے جائیں گے۔ ان سے اس کا دماغ یوں ابلے گا جیسے ہنڈیا ابلتی ہے اور وہ اپنے سے زیادہ سخت عذاب والا کسی کو نہ سمجھے گا حالانکہ وہ سب سے کم تر عذاب والا ہوگا۔[2]

## عذاب جہنم:

اہل جہنم آگ کے بگولوں اور کولتار (آتش گیر مادہ) سے بنے لباس میں لپیٹے جائیں گے جن سے ان کے کلیجے پھٹ رہے ہوں گے۔ اور یہ سزا ایسی ہوگی کہ جسے بڑے بڑے سنگلاخ پہاڑ بھی برداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ گناہگار اس جہنم کی تنگ گھاٹیوں اور اس کے کھڈوں میں گرے پڑے ہوں گے، وہ مصیبتوں میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہوں گے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ زنجیریں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں انہیں بوجھل کر رہی ہوں گی، ان کے پاؤں ان کے ماتھے کے (سامنے والے) بالوں کے ساتھ باندھ رکھے ہوں گے۔ گناہوں کی ذلت کے نتیجہ میں ان کے چہرے سیاہ پڑ چکے ہوں گے، وہ جہنم میں اپنی منتوں سماجتوں اور چیخ و پکار سے اور خلاصی کے مطالبوں سے ایک بے پناہ شور مچائے ہوئے ہوں گے۔ ان کی تمام خواہشات اور تمنائیں بے سود ہو جائیں گی اور انہیں جہنم کی قید سے آزادی نہ مل پائے گی۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَهُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ [21] كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾

---

1) ترمذی، حدیث:2582۔

2) صحیح مسلم، حدیث:213۔

”اورانہیں مارنے کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج وغم (جہنم) سے نکل جائیں تو وہ پھر اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (انہیں کہا جائیگا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔“ (الحج:21-22)

## اہل جہنم کی چیخ و پکار:

ان پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ اس جہنم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ﴾

”جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے سے طے شدہ تقسیم کے مطابق مقدار داخل ہوگی۔“ (الحجر:44)

وہ شدت عذاب سے روئیں چیخیں اور پریشانی وغم میں مبتلا ہوں گے اور وہ اسی کی گھائیوں کھڈوں اور وادیوں میں گرتے پڑتے پھریں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ﴾

”وہ پکاریں گے کہ اے (داروغۂ جہنم) مالک! تمہارا رب ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ (الزخرف:77)

وہ ہمیشہ حزین و غمگین رہیں گے، انہیں کبھی خوشی نصیب نہیں ہوگی اور وہ سدا اسی جگہ رہیں گے،

إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَبْكُونَ فِي النَّارِ حَتَّى لَوْ أُجْرِيَتْ السُّفُنُ فِي دُمُوعِهِمْ لَجَرَتْ. ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ الدَّمَ بَعْدَ الدُّمُوعِ وَبِمِثْلِ مَا هُمْ فِيهِ.

(اوران کے آنسوں کا یہ عالم ہوگا کہ) اگر بحری جہاز بھی چلائے جائیں توان کے آنسوں میں وہ چل سکیں گے اور وہ پانی کی بجائے خون کے آنسو بہائیں گے۔“[1] (مستدرک حاکم-باسناد صحیح)

## ناکام حسرتیں:

وہ اس بات پر روئیں گے کہ اس زندگی کے لیے زادِ راہ جمع کئے بغیر انہوں نے دنیا کی زندگی برباد کر دی اور وہ زور زور سے روئیں گے ان کی آہ و بکا میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اضافہ ہی ہوگا۔ ان پر اللہ تعالیٰ خالق کائنات سخت غضبناک ہوگا اور وہ پوری مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا ہو رہے ہوں گے، وہ روئیں گے اور چیختے چلاتے ہوئے بالفاظ قرآن کریم یہ مطالبہ کریں گے: ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾

”اے ہمارے رب! ہمیں (یہاں سے) نکال دے۔ اب ہم اچھے عمل کریں گے، ویسی بدعملی میں مبتلا نہیں ہوں گے جیسی میں پہلے رہے ہیں۔“ (فاطر:37)

اور وہ کہیں گے: ﴿رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ﴾

---

1) مستدرک حاکم:8791۔

”اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی مدت کے لیے مہلت عطا کر، ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں۔“ (ابراہیم:44)

اور وہ پکاریں گے:﴿رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾

”اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔“ (السجدہ:12)

وہاں وہ اپنی زبان سے یہ اقرار بھی کریں گے:﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾

”اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب ہوگئی اور ہم راستے سے بھٹک گئے، اے ہمارے رب! ہمیں اس (جہنم) سے نکال دے۔ اگر ہم پھر ایسے (برے) کام کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔“ (المومنون:107)

اب وہ اپنے معبود کو پکاریں گے جبکہ پہلے عمر بھر وہ اس کے احکام و اوامر کی نافرمانی کرتے رہے اس کی حدود سے تجاوز کرتے رہے، اس کے اولیاء اور صالح بندوں سے دشمنی مول لئے رہے، اب وہ اپنے رب کو پکاریں گے جبکہ بالآخر ان پر اس کا حکم نافذ ہوگیا اور ان پر اس کا غضب و عذاب مسلط ہوگیا، اب وہ ان سے کہے گا یعنی:﴿قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾

”اللہ فرمائے گا کہ اسی (جہنم) میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔“ (المومنون:108)

ان میں کسی رونے والے پر رحم نہیں کیا جائے گا، پکارنے والے کی بات نہیں سنی جائے گی، انہیں ان کی مراد نہیں ملے گی۔ انہیں ان کے گناہوں نے گھیر لیا ہے۔ وہ ہمیشہ وہاں سے نکلنے اور خلاصی پانے کی منتیں سماجتیں کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ایک منادی یہ نداء و اعلان کر دے گا: ”اے اہل جنت! ہمیشہ کی زندگی تمہارا مقدر ہے اب تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ تمہیں کبھی موت نصیب نہیں ہوگی۔ نہ کبھی آگ بجھے گی نہ کسی جان کو کبھی موت آئے گی۔“ ارشاد الٰہی ہے:﴿لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾

”نہ انہیں موت آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ان کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“ (فاطر:36)

﴿إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى﴾

”جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گناہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جیئے گا۔“ (طہ:74)

## ایک دوسرے پر لعنت وملامت:

اہل جہنم ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کریں گے اور وہ ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیں گے:﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا﴾

”جب بھی ایک جماعت وہاں (جہنم میں) داخل ہوگی تو وہ اپنے ہی جیسی دوسری جماعت پر لعنت ملامت کرے گی۔“ (الاعراف:38)

﴿يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾

"تم ایک دوسرے (کی دوستی کا) انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔" (العنکبوت:25)

ان کا غیض وغضب اس شخص پر بہت شدید ہو جائے گا جس نے انہیں ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں گرایا اور سرکشی و نافرمانی میں مبتلا کیا اور وہاں وہ کہیں گے: ﴿رَبَّنَا أَرِنَا اللَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دکھلا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، انہیں آج ہم اپنے پاؤں تلے روندھیں تاکہ وہ ذلیل ورسوا ہوں۔" (حم السجدہ:29)

جو اللہ کے ذکر سے غافل رہا وہ اپنے اس ساتھی سے کہے گا جس نے اسے قرآن کی تلاوت سے روکے رکھا اور نافرمانی کو اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا رہا: ﴿يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ﴾

"اے کاش! میرے اور تیرے مابین اتنا فاصلہ ہوتا جتنا کہ مشرق ومغرب کے مابین ہے تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔" (الزخرف:38)

اس وقت اہل جہنم کا ایک دوسرے کو لعنت وملامت کرنا کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ وہ سبھی عذاب میں مبتلا ہوں گے اور کسی کو دوسرے سے دوگنا عذاب ہوگا مگر وہ ایک دوسرے کے عذاب کی مقدار کو نہ جانتے ہوں گے۔

## اللہ کی پناہ مانگو:

اللہ کے بندو! یہ جہنم اور اہل جہنم کے بعض اوصاف وحالات ہیں۔ اس جہنم سے اللہ کی پناہ مانگا کرو اور ہر ایسے قول وفعل سے بھی اللہ کی پناہ مانگا کرو جو جہنم کے قریب لے جانے والا ہو۔

آپ لوگ ایک ایسے زمانے میں جی رہے ہیں جس میں آئے دن نت نئے فتنے جنم لیے جا رہے ہیں، رنگا رنگ شر وگناہ سامنے آرہے ہیں،، کہیں شبہات واشکالات کے فتنے ہیں، کہیں شہوت پرستی کے فتنے سر اٹھا چکے ہیں۔ فتنوں کے اس ہنگامے کا یہ عالم ہے کہ جس نے ان کی طرف جھانک بھی دیکھا وہ اسے بہا لے گئے اور اس کا عقیدہ واخلاق سب پیچھے پھینکوا دیا، اور فکر وکردار میں اسے بہت پیچھے دھکیل دیا۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِي بُطُونِكُمْ وَفُرُوجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْهَوَى"

"میں تمہارے بارے میں جس چیز سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ تمھارا اپنے پیٹوں اور شرمگاہوں کے مطالبات میں سرکشی کا رویہ ہے اور حرص وہوا کی گمراہیوں سے۔"[1] (معجم طبرانی صغیر)

اور ایک روایت میں ہے: وَمُضِلَّاتِ الْفِتَنِ

"اور فتنوں کی گمراہیوں سے۔"[2] (مسند احمد)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ" (بخاری)

---

1) معجم طبرانی صغیر، حدیث:511۔

2) مسند احمد:4/420۔

”جنت کو چاروں طرف سے ناپسندیدہ چیزوں نے گھیر رکھا ہے اور جہنم کے چاروں طرف خواہشات نفس کو تسکین دینے والی چیزوں نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔“[2]

ناپسندیدہ چیزوں کے جنگلات سے گزر جاؤ اور دلوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دو، اور شہوت رانی کے معاملہ میں اپنے نفسوں کے ساتھ انصاف (صرف حلال شہوت رانی) کرو، اور کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو، اور یہ بات اپنے اپنے ذہن میں تازہ کر لیں کہ آپ ان دنوں بڑی مہلت کے ایام گزار رہے ہیں اور ان کے بعد جلد ہی موت آنے والی ہے۔ جسے اس کے حاضر نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، اسے اس کا مستقبل کیا فائدہ دے سکے گا؟ غفلت سے بری نیند کوئی نہیں اور شہوت سے زیادہ طاقتور کوئی غلامی نہیں، دل کی موت سے بڑی مصیبت کوئی نہیں اور بڑھاپے سے بڑی وارننگ اور کوئی نہیں اور جہنم سے برا ٹھکانا کوئی نہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ [31] كَلَّا وَالْقَمَرِ [32] وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ [33] وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ [34] إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ [35] نَذِيرًا لِلْبَشَرِ [36] لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ﴾

”اور یہ تو بنی آدم کے لیے نصیحت ہے۔ ہاں ہاں، (ہمیں) چاند کی قسم، اور رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ روشن ہو، کہ وہ (آگ) ایک بڑی (آفت) ہے اور بنی آدم کے لیے وہ موجب خوف ہے، جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔“ (المدثر: 31-37)

## توبہ ورجوع الی اللہ:

مسلمانو! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا لو اور اپنے پہلے لوگوں سے عبرت حاصل کرو قبل اس کے کہ بعد میں آنے والوں کے لیے خود باعث عبرت بن جاؤ، ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جنہوں نے توبہ تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کر لیا اب اللہ کی طرف رجوع اور توبہ واستغفار کرنے اور گناہوں سے ہاتھ کھینچ لینے کا وقت ہے، اللہ کے بندے! جس نے حدود الٰہیہ سے تجاوز کیا اور راہ حق وصواب سے ہٹ گیا اسے چاہیئے کہ فوراً توبہ کر کے گناہوں کے میل کچیل کو دھولے اور اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کروالے۔ سمجھ نہیں آتی کہ گناہگاروں کی زندگی انہیں کیسے بھلی لگتی ہے، حالانکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ﴾

”اور آپ (وہ وقت) ملاحظہ کریں جبکہ یہ گھبرائے پھریں گے مگر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب کی جگہ سے ہی گرفتار کر لئے جائیں گے۔“ (سبا: 51)

اللہ والو! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو اور رب جبار کے غضب وغصہ سے بچ جاؤ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ،

2) صحیح بخاری، حدیث: 6487۔

فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ " (صحیح بخاری)

"تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ گفتگو فرمائے گا، اور اللہ کے اور اس کے مابین کوئی ترجمان بھی نہیں ہو گا وہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے کئے ہوئے عمل ہی نظر آئیں گے، پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے عمل ہی نظر آئیں گے، پھر اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے صرف جہنم نظر آئے گی، اس جہنم سے بچ جاؤ چاہے کھجور کا معمولی سا ٹکڑا ہی دیکر کیوں نہ ہو (جو کہ تمھیں میسر ہو) اور چاہے صرف کلمہ طیبہ اور اچھی بات ہی سے کیوں نہ ہو۔ جہنم سے بچ جاؤ۔"[1]

## اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو بچاؤ:

اے اللہ کے بندو! خود اپنے آپ کو، اپنے اہل وعیال، ازواج واولاد کو اور اپنی زیر کفالت ونگرانی لوگوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچالو، اور یہ بات خوب پلے باندھ لو کہ نمازوں کو ضائع کرنا، کافر مردوں عورتوں اور فاسق وفاجر مرد وزن سے مشابہت کرنا، سیٹلائٹ چینلز وغیرہ سے حرام چیزوں کو دیکھنا، بے حجابی وبے پردگی اختیار کرنا، شرابیں پینا وغیرہ یہ سب اہل جہنم کے افعال ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر نافرمانی اہل جہنم کے اعمال میں سے ہوتی ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو! جہنم سے بچو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کرے، اللہ اسے ہمیشہ کی جہنم میں داخل کرے گا اور وہاں اسے ذلت ناک عذاب ہو گا۔" (النساء:14)

اے اللہ کے بندو! اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی اور رسول مانا ہے، اپنے رب کے احکام پر عمل کرو، اس کے سامنے توبہ کرو اور اسی کی طرف رجوع کرلو اور اپنے کانوں کو اپنے مولیٰ کریم کی اس نداء پر لگاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچالو، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جس پر بڑے مضبوط وسخت گیر فرشتے داروغے ہیں جو کہ اللہ کے احکام میں سرمو نافرمانی نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ کے احکام واوامر کے مطابق ہی وہ چلتے ہیں۔" (التحریم:6)

وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العالمین

1) صحیح بخاری، حدیث:7512۔

# ضرورتِ امت منہاجِ نبوت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آلِ شیخ حفظہ اللہ

1423/5/30ھ، 2002/08/09ء

حمد وثناء ودرود وسلام کے بعد!

مسلمانوں! دلوں کو ایسی گفتگو کی ضرورت ہے جو کانوں میں رس گھولے اور سینوں میں ٹھنڈک وانشراح بھر دے، جس کے ذریعے دلوں کو راحت ملے اور بصائر وابصار میں وسعت پیدا ہو، وہ گفتگو کہ نہ اسے مکمل لکھنے کے لیے وقت ہے نہ ہی زبان اس کا مکمل احاطہ کر سکتی ہے، طبیعت چاہ رہی ہو اور قلم بھی چل رہا ہو، اس کے باوجود اس موضوع کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

## منہج نورانی:

وہ موضوع کہ آج افرادِ امت اس کے سخت ضرورت مند ہیں اور امت اسلامیہ کے افسوسناک حالات اس کے متقاضی ہیں، امتِ اسلامیہ اس بات کو سمجھنے کی اور فہم وتدبیر پانے کی سخت محتاج ہے اور اسے اس موضوع کو بخوبی قبول کرنے کی ضرورت ہے، وہ موضوع ہے اس "منہج نورانی" کے بارے میں گفتگو کرنا جس کا سرچشمہ بھی بند نہیں ہوگا، جس کا میٹھا پانی کبھی خشک نہیں ہوگا اور نہ ہی کبھی اس کی بھلائیاں اور عطائیں رکنے پائیں گی۔

وہ موضوع وہ منہج ہے جسے خود اللہ تعالی نے امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کے لیے پسند فرمایا ہے کہ جس پر اس کے افراد چلیں، ان کی زندگی گزرے، اس کے معاشرے قائم ہوں، وہ ایسی زندگی کے زیرِ سایہ رہیں جسے خیرِ کامل نے آباد کیا ہوا ہے، جسے سعادت وخوشی نے اپنی آغوش میں بھر رکھا ہو اور وہ انہیں دائمی فوز وفلاح اور سدا بہار نعمتوں کا وارث بنا دے۔

## منہاجِ ربانی کے اوصاف:

اے اللہ کے بندوں! یہ وہ منہج ہے جو کہ دو وحیوں (قرآن وسنت) پر مشتمل ہے، جس کے سنگِ میل بڑے واضح ہیں اور جس کے چشمے صاف ستھرے اور شفاف ہیں، وہ منہج جو اعلی اخلاقی تعمیر کا باعث بنتا ہے، جو عظیم تہذیب وتمدن کے قیام کا باعث ہے، جو سراسر تعمیر وترقی، مسلسل عطاء اور دائمی خیر وبھلائی کا سبب ہے، وہ جو میانہ روی پر لگاتا ہے اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اور وہ ایسی واضح راہ پر چلاتا ہے جس میں نہ غلو ومبالغہ آمیزی کو پذیرائی حاصل ہے اور نہ ہی کمی ومداہنت کو روا سمجھا جاتا ہے، وہ افراط وتفریط اور کمی وبیشی کی بجائے واضح درمیانی راہ پر لگانے والا منہج ہے۔

## منہاجِ نبوت کی برکات:

برادرانِ اسلام! اصلاح کا ہر مطالبہ اور معاش ومعاد یا دنیا وآخرت کی کامیابی صرف کتاب وسنت کو اپنانے میں منحصر ہے، جس نے اس منہج نبوت کو قبول کر لیا، اس نے خیر وبھلائی سے جھولی بھر لی اور عظیم کامیابی حاصل کر لی، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي

لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾

"یہ قرآن وہ راستہ دکھلاتا ہے جو سب سے پختہ (سیدھا) ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل:9)

جو چیز بھی زندگی کی حفاظت وسلامتی کی ضمانت دینے والی ہے، شہوت وخواہشات نفس کی تسکین کے ضابطے مقرر کرتی ہے اور بے قاعدگیوں کے نقصانات سے بچاتی ہے، فطرت کا تحفظ کرتی ہے اور اسے اس کی اصل پر قائم رکھتی ہے، اس منہج کتاب وسنت یا منہاجِ نبوت میں ہر اس چیز کی ضمانت موجود ہے اور اس کی طرف راہنمائی بھی کی گئی ہے۔

یہ وہ منہج ہے جو طرح طرح کی بھلائیوں اور ان کے اسباب کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور انسانیت کو شر وفساد اور اس کی راہوں سے دور رکھتا ہے، اس منہج ربانی میں روح وجسم کے لیے انتہائی لطیف ضابطے موجود ہیں، عقل، فرد اور جماعتی زندگی کے لیے لائحۂ عمل موجود ہے، اس میں ایسے ضابطے پائے جاتے ہیں جو فطرتِ سلیمہ اور روشن افکار کا آمیزہ ہیں جنہیں عقلِ سلیم اور مخلص نفس دونوں ہی قبول کرتے ہیں۔ اور اگر یہ منہج ہمارے افکار وقلوب کی غذا بن جائے، ہم اسے اپنی بیماریوں اور امراض کے لیے ذریعۂ شفا ماننے لگ جائیں، اسے اپنے کردار و عمل کے لیے محرّک مان لیں اور اسے اپنے حال واحوال کا حاکم تسلیم کرلیں تو پھر یقیناً وہ زندگی حاصل ہوسکتی ہے جو سکون واطمینان سے، ہر سعادت وخوشی سے معمور اور راحت وآرام کا گہوارہ ہو جس میں خوشی ہی خوشی اور رونق ہی رونق ہو، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔" (بنی اسرائیل:82)

دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ﴾

"کہہ دیجئے کہ جو ایمان والے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت وشفاء ہے۔" (سورہ حم السجدہ:44)

برادران اسلام! اگر زندگی منہج قرآن اور منہج خیر الأنام ﷺ پر قائم ہوگئی تو پھر سمجھ لیں کہ یہی مثالی زندگی ہے، اس ربانی منہج پر قائم زندگی میں نہ دلوں میں شقاوت رہتی ہے اور نہ ہی عقلوں میں اضطراب و پریشانی، اور سینوں سے قلق وضیق بھی سب زائل ہوجاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جب تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنا کہ جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی، انہیں نہ کوئی خوف وخطرہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔" (سورہ البقرۃ:38)

اور ایک اور مقام پر فرمایا ہے: ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ ہی کسی تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہوگا۔" (سورہ طہ:123)

امتِ اسلامیہ کی عظمت اور دنیا وآخرت میں اس کے شرف و کرامت کا راز ہی اس بات میں پوشیدہ ہے کہ یہ کتاب وسنت کا علم تھامے ہوئے ہو، اور یہ امت اس وقت تک عزت وعظمت کی اوجِ ثریا (بلندیوں) تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ یہ منہج قرآنی اور ہدایتِ نبوی کو اپنی

شریعت اور منہاجِ زندگی نہ بنالے، اس منہاجِ نبوت کو اپنا حاکم ومنصف نہ قرار دے لے، عقائد وکردار اور اخلاق وآدابِ زندگی کا سرچشمہ اسے نہ بنالے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ [43] وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ﴾

”پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھیں، بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں اور یہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم (امت) کے لیے نصیحت ہے، اور لوگو! عنقریب تم سے باز پرس کی جائے گی۔“ (سورہ الزخرف:43-44)

مسلمانوں! آج دنیا میں افراد کیا اور معاشرے کیا سبھی غیر متناہی حدود تک لالچ وطمع سے بھرے ہوئے ہیں، انسان کھاتے تو ہیں مگر سیر نہیں ہوتے، وہ پیتے تو ہیں مگر سیراب نہیں ہوتے، یہ زندگی افراد اور حکومتوں کو ایسی حرکت پر لگا رہی ہے جس کا انجام ذلت وہلاکت اور شقاوت وبد بختی ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس کا انجام ایک بہت بڑے شر وفساد اور تباہی وبربادی کی شکل میں سامنے آئے، کیا اہلِ عقل وخرد اس بات کو سمجھنے اور اسے باور کرنے پر تیار ہیں کہ اس تباہی وبربادی سے بچانے اور اس شقاوت وبدبختی سے نجات وخلاصی دلانے والی کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ اس کائنات کے خالق ومالک ربِ جل وعلا کی نداء پر لبیک کہیں اور صرف اسی نداء پر لبیک کہہ کر ہی ہمارے حالات سدھر سنور سکتے ہیں، وہ نداء ربانی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا [174] فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾

”اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس برہان ودلیل آچکی ہے، اور ہم نے کفر وضلالت کا اندھیرا دور کرنے کے لیے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے، پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں انہیں وہ اپنی رحمت اور فضل سے جنتوں میں داخل کرے گا اور اپنی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھلائے گا۔“ (سورہ النساء:174-175)

## حکام وعوام کا واجب:

امتِ اسلامیہ کے تمام حکام اور عوام کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس گمراہیوں سے بچانے والی اور چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں سے بے نیاز کر دینے والی راہ ہدایت پر چلیں، جس پر چلے بغیر زندگی سراسر غم وپریشانی، مسلسل تکان، دائمی حسرت وندامت اور سدا کی شقاوت وبدبختی بن کر رہ جاتی ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہوگیا۔“ (سورہ الأحزاب:39)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”میں تمہیں ایسی چیز دیئے جا رہا ہوں کہ جب تک تم اسے پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب (قرآن کریم)۔“

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: " قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا

هَالِكٌ" (ابن ماجہ)

"میں نے تمہیں ایسی روشن راہ پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح ہے اور اس سے صرف وہی گمراہ ہو سکتا ہے جس کی قسمت میں ہلاکت لکھی ہو۔"[1]

## اپنے گریبان میں جھانکیں:

برادران اسلام! اب خود احتسابی اور گریبان میں جھانک کر دیکھنے کا وقت آ گیا ہے، اور اس وقت امتِ مسلمہ جن مصائب و مشکلات سے دو چار ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے حالات کا جائزہ لے اور اس طویل غفلت و لاپرواہی سے بیدار ہو، جی ہاں! نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والے تمام افرادِ امت کے لیے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ پورے صدق و خلوص کے ساتھ دیکھیں کہ ان کے حالات زندگی میں اللہ کے دین کو کیا حصّہ حاصل ہے؟ ان کے اخلاق و کردار میں نبی ﷺ کے اخلاقِ حسنہ میں سے کیا کیا پایا جاتا ہے اور ان کے ہاتھوں میں ہدایت نبوی کا کتنا حصہ ہے؟ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

"اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" (سورہ النور:56)

اب وقت آ گیا ہے کہ امت اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کر لے اور اس سے مضبوط تعلق پیدا کر لے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی سنت سے بھی تعلق قائم و مضبوط کر لے اور یہ تعلق محض ظاہری حد تک نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی جڑیں دلوں میں اور اس کا اثر اعمال و کردار میں نظر آنا چاہیئے، یہ تعلق محض رسمی نہیں ہونا چاہیئے بلکہ حقیقی ہونا چاہیئے اور محض بعض امور میں نہیں بلکہ مکمل شکل میں اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں ظاہر ہونا چاہیئے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾

"کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کی یاد کے لئے اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ حق (قرآن) سنتے وقت نرم ہو جائیں۔" (سورہ الحدید:16)

یاد رکھیں! اس امت کے افراد کیا اور معاشرے کیا، اس کے حکام کیا اور عوام کیا؟ وہ اس وقت تک فلاح و کامیابی نہیں پا سکتے جب تک وہ اپنے حالات کو درست کرنے کے لیے اٹھ کھڑے نہ ہوں، اور منہاجِ نبوت کے مطابق اپنے تمام امور کی اصلاح نہ کر لیں، ان کا تعلق اخلاق و کردار سے ہو یا معاش و معاد (دنیا و آخرت) سے، حرب و جنگ سے ہو یا امن و سلامتی سے، علم سے ہو یا عمل سے اور عادات و اطوار سے ہو یا عبادات و بندگی سے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جسے اللہ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید ہو اور

---

1) ابن ماجہ، حدیث:44۔

وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔" (سورہ الأحزاب:21)

## سنبھل جاؤ:

مسلمانوں! اعداءِ اسلام اور دشمنانِ دین اس بات پر بضد ہیں کہ وہ امتِ اسلامیہ کے شیرازے کو بکھیر کر دم لیں گے اور ان میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے وہ نت نئے منصوبے بناتے رہتے ہیں اور ان کے حقوق غصب وسلب کرنے کے لیے ان پر ٹوٹ پڑے ہیں، ان میں عزتِ نفس اور روحِ دین کو مٹانے کے درپے ہیں، وہ تو چاہتے ہیں کہ زمین کے ٹکڑے کر دیں اور اہل زمین کو ٹکڑیوں میں بانٹ کر رکھ دیں اور نوجوان طبقہ کی عقول وافکار چھین لیں تاکہ وہ نہ اپنے دین کا تحفظ کرنے کے لائق رہیں اور نہ ہی اپنی دنیا بنا سکیں۔

جی ہاں! امت پر واجب ہے کہ وہ اس بات کو اب پلے باندھ لے کہ ان کے دشمن اپنے منہ، قلم اور تمام ذرائع ابلاغ سے ان کے خلاف زہر اگل رہے ہیں، وہ اپنے اندرونی حقد وبغض اور خوفناک غصہ کا لاوا ابلتے رہتے ہیں، اللہ تعالی نے ان کے بارے فرمایا ہے: ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾

"بغض وعناد تو ان کے منہ سے ظاہر ہو گیا ہے اور ان کے دلوں میں جو (حسد وحقد) چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔" (سورہ آلِ عمران:118)

## دین سے استواریٔ تعلق:

کیا اب بھی امتِ اسلامیہ کے مختلف طبقے یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے یا نہیں کہ اس وقت امتِ مسلم کی جو حالت ہو چکی ہے اس کا سب سے اہم اور بنیادی سبب صرف یہ ہے کہ امت کا اپنے دین سے رشتہ وناطہ بالکل نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے اور انہوں نے اللہ رب العالمین کی شریعت کو چھوڑ کر وضعی وخود ساختہ قوانین اپنا لئے ہیں اور منہاجِ الٰہی کو ترک کر کے انسان کے بنائے ہوئے طور طریقوں کو اختیار کر لیا ہے۔

مسلم امہ کئی طور طریقوں اور طرح طرح کے طرز زندگی آزما چکی ہے، اور قرآن وسنت کے طرز زندگی کو چھوڑ کر انہیں اپنا کر اس نے کیا پایا ہے؟ سوائے ناکامی اور ذلت ورسوائی کے، طرح طرح کی بے آبروئیاں ہوئیں اور غیروں کے جبر وقہر کا نشانہ بنے رہے، مسلمانوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ٹوٹیں اور انہیں رنگارنگ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اسی سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

"کیا تم کتاب کا بعض حصہ مان لیتے ہو اور بعض حصے کا انکار کر دیتے ہو؟ جو کوئی بھی ایسا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی زندگی میں ذلیل ورسوا ہوں گے اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے اور جو تمہارے کرتوت ہیں اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔" (سورہ البقرہ:85)

## اپنی حالت خود بدلیں:

مسلمانو! ہماری امت ضعف وکمزوری اور اختلاف و انتشار کے کئی ادوار سے گزری ہے اور پسماندگی میں مبتلا ہوگئی ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کیا جاسکتا کہ امتیں ترقی وتنزّل، عروج وزوال اور مدّ وجزر ہر طرح کے دور سے گزرتی آئی ہیں اور یہ قانونِ الٰہی وسنتِ ربانی ہے کہ وہ دونوں کو پھیرتا رہتا ہے، زمانے کو بدلتا رہتا ہے، اس زندگی میں کسی بھی طاقتور کا یہ مقدر ہرگز نہیں کہ وہ ہمیشہ طاقتور ہی رہے گا، اور نہ ہی کسی ضعیف وکمزور کی قسمت میں یہ لکھا آیا ہے کہ ہمیشہ ضعف وکمزوری سے ہی دوچار رہے گا، بلکہ اللہ نے اپنی سنتوں اور نظام وقانون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

"اللہ نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی، جسے نہ ہو خیال اپنی حالت کے آپ بدلنے کا۔" (سورہ الرعد: 11)

## منہاجِ نبوت کی طرف رجوع کریں:

لہٰذا امت کا فرض عین ہے کہ وہ اپنی حالت پر نظرِ ثانی کرے اور اللہ کے ان قوانین کو پیش نظر رکھ کر کرے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی کمزوری کے اسباب پر تدبّر اور سوچ بچار کرے اور یقین کرلے کہ یہ معاملہ بہت ہی بڑا ہے اور اصلاح کا دارومدار صرف کتاب وسنت کے ساتھ تعلقات کو استوار کرنے اور اپنا رابطہ درست کرنے پر ہے، ان مصائب ومشکلات، رکاوٹوں اور تنگنائیوں سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ سچے دل سے اللہ کے دین کی طرف رجوع کرلیں اور اللہ رب العزت کی طرف مکمل توجہ کرلیں اور اس کے سوا تمام دروازوں سے منہ موڑ لیں، یہی محفوظ جگہ ہے، یہیں سے قوت ودولت اور اقتدار وحکومت ملے گی، اس میں عزت وآبرو ہے اور خطروں میں گھری ہوئی امت کی ناؤ کے لیے یہی ساحل مراد اور پرامن کنارہ ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾

"جو اللہ کا تقوی اختیار کرے، وہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کے راستے بنادیتا ہے۔" (سورہ الطلاق: 2)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

"جو اللہ کا تقوی اختیار کرے اللہ اس کے تمام کام آسان کردیتا ہے۔" (سورہ الطلاق: 4)

خبردار! دنیا میں تغیر وتبدلّ لانے کے سلسلے میں ہمیں اللہ کے قانون کو سمجھنا چاہیے اور ہمیں عزت واقتدار کے راستے تلاش کرنے چاہیے، کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کریں اور منہج کتاب وسنت کے مطابق ہی اپنی زندگی کو ڈھالیں اور زندگی کا کوئی بھی شعبہ ان سے مستثنیٰ نہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ" (ابوداؤد)

"میرے بعد جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تم پر ان حالات میں میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ اپنانا واجب

ہے، اسی راستے کو دانتوں سے مضبوطی سے تھام کر رکھیں، اور دین میں داخل کئے جانے والے نئے نئے امور بدعات سے بچ کر رہنا۔"[1]

## بہترین امت لیکن کب اور کیسے؟

امت اس وقت تک اس صفت کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی، جس صفت کی وجہ سے اللہ نے ان کی تعریف کی ہے اور وہ ہے اس کا اسے "بہترین امت" قرار دینا، جب تک کہ یہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ اور اپنا نہ لیں گے اور اس کے رسول ﷺ کے منہج پر پورے عزم کے ساتھ عمل پیرا نہ ہوں گے اور اس شریعت و منہج کی تعلیمات کے سامنے پورے حزم و احتیاط کے ساتھ سر تسلیم خم نہ کر دیں گے۔ الہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الر كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

"الر، یہ ایک پر نور کتاب ہے، اسے ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں، ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابل تعریف اللہ کے راستے دین کی طرف۔" (سورہ ابراہیم: 1)

قرآن کریم اور انبیاء و رسل کے سردار ﷺ کی سنت ہمارے لئے ہماری عزیمت و ارادوں کے ماند پڑنے پر انہیں جوش و جذبہ بیداری دلانے والے ہونے چاہییے اور جب ہماری ہمتیں کمزور پڑنے لگیں تو وہ ہماری ہمت افزائی کرنے والے ہوں۔

## چند سوالات:

مسلمانوں! چند سوالات ایسے ہیں جو پوری سنجیدگی اور دقّت نظری سے اور مکمل صدق و اخلاص کے ساتھ جواب دینے کے لیے پیش کرنا ضروری ہے:

1) ہمارے نظام انصاف و قانون یا عدل و قضاء میں قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کو کیا مقام حاصل ہے؟۔

2) اقتصادیات و معاشیات (ذرائع روزگار) اور ذرائع ابلاغ و نشریات کے میزان میں کتاب و سنت کو کیا وزن حاصل ہے؟۔

3) افراد کے آداب و کردار اور معاشروں کے اجتماعی اخلاق میں کتاب و سنت کو کیا مرتبہ حاصل ہے؟۔

4) اور کسی سے تعلقات استوار کرنے کا یا بگاڑنے، نظریات اپنانے یا ترک کرنے کے سلسلہ میں ہم کتاب و سنت کی ہدایات کو کہاں تک اپناتے ہیں؟۔

برادران گرامی! ان معاملات میں ہمیں ایسا محاسبہ کرنا چاہییے کہ جس سے غفلت کے تمام پردے چاک ہو جائیں اور ہمارے احساسات و شعور کو یوں بیدار کر دے کہ ہم اللہ تعالی کی کتاب ہدایت اور اس کے نبی ﷺ کی سنت و طریقہ کو اپنانے پر بصدق دل رضامند ہو جائیں۔ اس شخص کی زندگی کیسے سنور سکتی ہے؟ جو اللہ کی معرفت تو حاصل کر لے لیکن اس کے حقوق ادا نہ کرے، جو اللہ کی کتاب تو پڑھے لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کرے، اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا دعوی و زعم تو رکھے لیکن آپ کی سنت کو ترک کر دے، وہ شخص سعادت و خوشی کیسے پائے

---

1) ابوداؤد، حدیث: 4607۔

گا؟ جس نے اپنا پیشوا خواہشات نفس کو بنائے رکھا، جس نے اپنا قائد و رہبر نفسانی خواہشات کو بنالیا، غفلت کی سواری پر سوار رہا اور ہر شیطان کی پیروی کرتا رہا، اس کی خوشی و ناراضگی کا معیار صرف دنیا ہی ہو اور خواہشات نفس نے اسے بہرہ اور اندھا کر رکھا ہو، اس کا دل ویران ہو، نہ اسے گناہوں کے زخموں سے تکلیف پہنچتی ہو اور نہ ہی حق سے جہالت اس کے لئے باعث الم رہے، ایسے شخص کی زندگی میں حقیقی سعادت و خوشی کہاں سے آئے گی؟ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

"اور دیکھو کسی مومن مرد و زن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی بھی امر میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اور یاد رکھو کہ جو بھی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔" (سورہ الأحزاب:36)

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# ایمان واخلاق اور کفر ونفاق کے شعبوں کی جامع آیت

اِمام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1423/6/7ھ 2002/8/16ء

حمد وثناء و درود وسلام کے بعد!

اللہ کے بندو! یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ بہترین وعظ ونصیحت اللہ کی کتاب قرآن کریم کی آیات یا پھر نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں. قرآن کریم کی آیات غافل کو غفلت سے جھنجھوڑتی اور بیدار کرتی ہیں، بے علم کو سکھلاتی ہیں، گناہ گاروں کو ڈانٹ ڈپٹ پلاتی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے دلوں میں امیدوں کے دیپ جلاتی ہیں، قرآن کریم کی آیات دلوں کی تطہیر، نفسوں کا تزکیہ، اخلاق کی تہذیب اور حال واحوال کی اصلاح کرتی ہیں، یہ آیاتِ قرآنیہ معاشرے کے افراد میں باہمی ربط وتعلقات کو مضبوط کرتی ہیں، خبائث و برائیوں اور بداخلاقیوں یا کمینگیوں سے روکتی ہیں اور یہ نیک وصالح اعمال اور فضیلت و بزرگی والے کاموں پر آمادہ کرتی اور ان کی ترغیب دلاتی ہیں۔

## صرف ایک آیت:

قرآن کریم کی ایک آیت ایسی ہے جسے ہم اپنی زبانوں سے بکثرت پڑھتے اور اپنے کانوں سے بکثرت سنتے ہیں اور ہم پر واجب ہے کہ اس کے معنی ومفہوم پر بھی ہم اپنے دل و دماغ سے غور وفکر اور تدبّر وتفکّر کریں اور اپنے اعضاء کے ساتھ اس پر عمل بھی کریں، وہ آیت تمام اعمالِ خیر کی جامع اور تمام اعمالِ شرّ کی ممانعت پر مشتمل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

”بیشک اللہ تمہیں انصاف واحسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی اور برے کاموں اور بغاوت وسرکشی سے منع کرتا ہے، اور ہمیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“ (سورہ النحل: 90)

اگر ہر بھلائی کو اپنانے اور ہر برائی سے باز رہنے کا حکم الٰہی نہ ہوتا اور اگر حلال وحرام کا بیان، حق وباطل کا علم اور قانونِ احکام وایمان نہ ہوتا تو بنی آدم جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہوتے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

”کیا علم والے اور بے علم بھی برابر ہوسکتے ہیں؟ اور نصیحت تو صرف وہی پاتے ہیں جو کہ عقل والے ہیں۔“ (سورہ الزمر: 9)

اور ایک جگہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾

”کیا ہم ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جنہوں نے زمین میں فساد برپا کیا؟ یا کیا ہم اہلِ تقویٰ لوگوں کو فاسق وفاجر لوگوں جیسا کردیں گے؟“ (سورہ ص: 38)

اور ایک جگہ فرمایا ہے:﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾

"اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو دوزخ (جہنم) کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ بالکل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں، یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔" (سورہ الأعراف:179)

## تفسیر کلمات:

ارشادِ الٰہی:﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے، اور یہاں امر یا حکم دینے سے مراد عدل کرنے کو فرض وواجب قرار دینا ہے، اور عدل کا معنی ہے حق، اللہ تعالی کی طرف سے واجب یا لوگوں کی نسبت سے واجب، اور شرعی واجب عدل وحق ہے، وہ کام فرض وواجب ہو یا مستحب، وہ فعل ہو یا قول، اور عدل کا معنی ہے: درمیانی راہ اختیار کرنا۔

اللہ تعالی نے جس چیز کا حکم فرمایا ہے اس میں سے سب اعلی وعظیم چیز اللہ وحدہ لاشریک لہ کی توحید اور اس کی عبادت ہے۔ اور اس کے بعد حقوق العباد کی ادائیگی کی باری آتی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، قرابت داروں، یتیموں مسکینوں، قرابت دار پڑوسیوں، ساتھ والے اجنبی پڑوسیوں، ساتھ بیٹھنے والوں، مسافروں اور جو لوگ آپ کے ماتحت ہیں ان سب کے ساتھ احسان کرو، اور اللہ تکبر کرنے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (سورہ النساء:36)

## ایمان کے شعبے:

اس آیت کریمہ میں ایمان کے وہ تمام شعبے ایک ہی لڑی میں موتیوں کی طرح پرو دیئے گئے ہیں جن کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے:"الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ" (صحیح مسلم عن أبی ہریرۃ)

"ایمان کے ستر اور کچھ شعبے ہیں اور ان میں سے سب سے اعلی درجہ" لا الہ الا اللہ" (توحید) کا ہے اور ان میں سے سب سے ادنی درجہ راستے سے کنکر پتھر یا کانٹا ہٹانے کا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔"[1]

## احسان کرنا:

---

1) صحیح مسلم، حدیث:35۔

ایمان کا ہر شعبہ ہی عدل وحق اور درمیانی راہ فضیلت والا ہے اور احسان بھی واجب عدل کا حصہ ہے جس کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کا ذکر خصوصی طور پر اس کی عظمت اور مقام ومرتبہ بیان کرنے اور دنیا وآخرت میں اس کے انتہائی نفع بخش ہونے کا پتہ دینے کے لیے اس قاعدے کے تحت کیا گیا ہے جس کے تحت ایک عام چیز کا ذکر کر کے پھر اس کے کسی متعلقہ حصے کا خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور اس قاعدے یا باب کو ذکر" الخاص بعد العام" کہا جاتا ہے۔

## اپنے نفس پر احسان:

اسلام میں احسان ایک عام حکم ہے جو اپنے ہی نفس کو بھی شامل ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: "تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ" (صحیح مسلم عن أبی ذر رضی اللہ عنہ)

"اور یہ کہ تم لوگوں سے اپنے شر کو روک رکھو یہ تمہاری طرف سے خود اپنے نفس پر صدقہ ہے۔"[1]

احسان عام مخلوقات حتیٰ کہ کافروں کو بھی یہ احسان شامل ہے، اور احسان کا مطلب ہے: خیر وبھلائی کرنا اور شر وبرائی کو لوگوں سے روک کر رکھنا، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور احسان کرو اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (سورہ المائدہ: 93)

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ [8] إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے ان کے ساتھ احسان وبھلائی کا سلوک کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا، اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اللہ انہی لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تمہیں منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تم کو نکلوانے میں دوسروں کی مدد کی، جو ایسے لوگوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔" (سورہ الممتحنہ: 8-9)

## جانوروں پر احسان:

اسلام تو وہ دین ہے جو انسان تو کیا جانوروں سے بھی حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ" (صحیح مسلم)

"اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔"[2]

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 84۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 1955۔

## ﴿وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾

اور قرابت داروں کو کچھ دیکر نیکی کرنا بھی احسان کا ہی حصہ ہے،لیکن اس کا یہاں خاص کے ذکر کے بعد خاص الخاص کے ذکر کے طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنا دوسروں کے ساتھ احسان کرنے میں سب سے اعلی درجے کا عمل ہے اور قرابت داروں کو دینے سے ان کے وہ حقوق ادا کرنا مراد ہے جو اسلام کی طرف سے بندے پر واجب یا مستحب ہیں،حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ"

"جسے یہ اچھا لگے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق و مال میں وسعت و فراخی آجائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحی کرے۔"[1]

(بخاری و مسلم،ابوداود،نسائی،عن انس،و بخاری و مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ،صحیح الجامع:5956)

## ﴿وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾

فحش کام وہ ہے جو عقلی اعتبار سے برا ہو اور شریعت نے اسے منع قرار دیا ہو،جس سے اللہ تعالی نے روکا ہو اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت و عظیم عذاب کی وعید سنائی ہو۔

**شرک:** اللہ تعالی نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان میں سے سب سے بڑی اور بدترین چیز اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ہے، جیسے دعا و پکار اور پناہ طلب کرنا وغیرہ،اللہ تعالی نے لقمان علیہ السلام کے بارے فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا:﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

"اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ یہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔" (سورہ لقمان:13)

## کفر و نفاق اور کبائر کے شعبے:

اس آیت کریمہ میں جس طرح ایمان کے تمام شعبے موتیوں کی طرح ایک ہی لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں اسی طرح کفر و نفاق اور کبیرہ گناہوں اور ان کے تمام شعبوں کو بھی ایک ہی لڑی میں پرو دیا گیا ہے،نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:"اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" (صحیح بخاری)

"سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو،صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا،جادو کرنا،کسی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا،سود کھانا،یتیم کا مال ہڑپ کر جانا،میدان کارزار سے فرار ہونا،اور شادی شدہ بھولی بھالی مومن (بے قصور) عورتوں پر بہتان تراشی کرنا۔"[2]

---

1) صحیح بخاری،حدیث:2067۔

2) صحیح بخاری،حدیث:2767۔

## فحش وفحاشی:

یہ قول وفعل اور اعمالِ قلوب سبھی کے لیے عام ہے، جیسے کہ زنا کاری، ہم جنس پرستی ولواطت یا اغلام بازی، شراب نوشی اور منشیات کا استعمال جیسے افعال ہیں،

اسی طرح یہ کفریہ کلمات کہنے، جھوٹ بولنے، بہتان تراشی کرنے اور گالی گلوچ کرنے جیسے قولی گناہ ہیں،

اسی طرح ہی فحش وفحاشی تمام قلبی افعال پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے تکبر، حسد، خود پسندی، شر انگیزی، انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا وغیرہ ہیں۔

**منکر:** ہر وہ چیز منکر ہے جسے فطرتِ سلیمہ ناپسند کرتی ہو اور اس سے اللہ تعالی نے بھی روکا ہو۔

**بغی و بغاوت:** بغی و بغاوت کا معنی ہے سرکشی اور دوسروں پر ناحق ظلم وستم کرنا اور بغاوت وسرکشی کا گناہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب یہ کسی طاقتور کی طرف سے کسی کمزور پر ہو اور دوسرا کوئی ایسا گناہ نہیں جس کی سزا دنیا میں بھی بہت جلد مل جاتی ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے جیسا کہ بغی و بغاوت اور سرکشی یا پھر قطع رحمی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والوں! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ رسول (ﷺ) تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تمہیں حیات (جاوداں) بخشتا ہے اور یہ بات خوب سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے۔" (سورہ الأنفال:24)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:" وہ تمام اخلاق حسن کو یکجا کرنے والی سب سے جامع آیت یہی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ الخ.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ [20] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾

"اے ایمان والوں! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو جب تم سن رہے ہو، اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے حکم الٰہی سن لیا، حالانکہ درحقیقت وہ نہیں سنتے۔" (سورہ الأنفال:20-21)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ"

"میں نے تمہیں جن چیزوں سے منع کر دیا ان سے ہر حال میں باز آجاؤ، اور جن باتوں کا میں نے حکم دیا ہے، ان پر حسبِ استطاعت عمل کرو۔"[1] (مختصر صحیح مسلم للمنذري:1601 بتحقیق علامہ البانی)

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح بخاری، حدیث:7288۔

# دعوت الی اللہ اور دعاۃ کا اخلاق و کردار

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
14/ 6/ 1423ھ موافق 23/ 8/ 2002ء

## عظیم نعمت:

اللہ کے بندوں! سب سے عظیم نعمت جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر کی اور سب سے بڑا انعام جس سے وہ جسے چاہے نوازے وہ ہے اللہ تعالی کا اپنے رسول ﷺ کو علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ ہماری طرف مبعوث کرنا، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

"اللہ تعالی نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جبکہ انہی میں سے ان کی طرف ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالی کی آیات پڑھتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر چہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔" (آل عمران: 164)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

"بلکہ اللہ تعالی تم پر یہ احسان کر رہا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت سے نوازا، اگر تم ایمان میں سچے ہو۔" (الحجرات: 17)

ایسے ہی فرمایا: ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[151] فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

"جس طرح (منجملہ دیگر نعمتوں) ہم نے تم میں سے ہی تمہارے لئے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ (پاک) کرتا اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم بھی دیتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔" (البقرہ: 151-152)

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"اور جس نے ہدایت الہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ سیدھے راستے کی ہدایت پا گیا۔" (آل عمران: 101)

## دونوں جہانوں کی بھلائیاں:

جس نے اس شریعت کو اپنا لیا جس کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اور اس پر مضبوطی سے کار بند ہو گیا، اسے اللہ کی طرف سے دونوں جہانوں کی بھلائیاں مل گئیں اور جو شریعت محمدیہ پر عمل درآمد سے محروم کر دیا گیا۔ العیاذ باللہ۔ وہ شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہو گیا، اسے بلاء و مصیبت نے گھیر لیا، اسے دنیا کی دوسری کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی اور نہ ہی دنیا کی لذتیں اس کے کسی کام آسکتی ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا

﴿يُبْخَسُونَ[15] أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

" جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں، ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہیں، اور جو عمل انہوں نے کئے، سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع جائے گا۔" (ہود:15-16)

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ. وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ "

" دنیا میں سب سے زیادہ ناز و نعمت میں پلنے والے شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: کیا دنیا میں تم نے کبھی کوئی نعمت دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ بدحال تھا اسے جنت کی نعمتوں سے ایک مرتبہ گزار کر پوچھا جائے گا: کیا تم نے کبھی شقاوت و بدبختی دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! میں نے تو کبھی بدبختی و بدحالی دیکھی ہی نہیں۔"[1] (مسلم، نسائی، مختصر المنذری 1986، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح الجامع 8000، الصحیحۃ 11687)

## دعوت الی اللہ:

جادۂ حق کی نعمت جس کی بدولت اللہ نے تم سے محبت کی ہے اور دین کی نعمت کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے، یہ اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ پوری طرح بابصیرت ہو کر دعوت الی اللہ کا کام نہ کیا جائے اور کوئی مسلمان اس وقت تک اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے اور ایمان لانے کی دعوت نہ دے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کی عظمت و شان، اس کے اعلیٰ اثرات اور نفع عام کی بناء پر ہی اللہ تعالیٰ نے استقامت سے بھی پہلے دعوت کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾

" آپ (اے نبی اکرم ﷺ) اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا اور جیسا کہ آپ کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اور کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں، اللہ تعالیٰ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے، ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کا، ہم میں اور تم میں کوئی بحث و تکرار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (الشوری:15)

1) صحیح مسلم، حدیث: 2807۔

## احکام اسلام کی دو قسمیں:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے احکام اسلام اور اس کے واجبات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

1) استقامت، اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے حال واحوال کی اصلاح و بہتری،

2) اور دوسری قسم ہے لوگوں کو دعوت دینا اور حق و باطل، خیر و شر نیز توحید و شرک کو بیان کر کے ان پر احسان کرنا۔

اور خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت دی ہے اور دعوت الی اللہ کے کام کا یہی شرف کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی مخلوقات کو دین حق کے اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (البقرہ:208)

"اے ایمان والوں! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

## شیوۂ پیغمبری:

دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے، یہ ان کے مقاصد کی انتہاء، ان کی امیدوں کی منزل اور ان کے عمل کی بنیاد ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾

"اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور انھیں نیک کام کرنے، نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔" (الانبیاء:73)

## دعاۃ کے واقعات:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے ان دعاۃ الی اللہ کے واقعات ذکر فرمائے ہیں جن کے دل ایمان کی بشاشت سے منور تھے۔ ان پہلے لوگوں کے واقعات ہمارے لئے بہترین مثالیں اور عمدہ نمونے ہیں۔

(1) مومن آل فرعون: اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون میں سے ایمان لے آنے والے شخص کے بارے میں بیان فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾

"اور جو شخص قوم فرعون سے ایمان لے آیا تھا اس نے کہا: اے میری قوم! میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کی طرف ہدایت دیتا ہوں۔" (المومن:38)

(2) صاحب یاسین: سورۃ یاسین میں مذکورہ شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے: ﴿وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ [20] اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

”اورشہر کے دوسرے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا: اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو، ایسے لوگوں کی جو تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے راستے پر ہیں۔“ (یاسین:20-21)

ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔اللہ تعالی نے اس کے انجام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَالَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ[26] بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾

”اس سے کہا گیا: کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، اس نے کہا: کاش! میری قوم کو خبر ہو کہ اللہ تعالی نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت والوں میں سے کر دیا ہے۔“ (یاسین:26-27)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تم کسی مومن کو ناصح و خیر ہونے کے سوا نہ پاؤ گے، تمہیں مومن کبھی بھی دھوکہ نہیں دے گا، اسی سورۃ یسین والے مومن کو ہی دیکھ لیں کہ وہ کس طرح اپنی زندگی میں بھی اپنی قوم کا خیر خواہ تھا اور کیسے مرنے کے بعد بھی اس کے دل میں ان کے لئے خیر خواہی کے جذبات موجزن رہے۔“

(3) خندق والے کا لڑکا: سورۃ البروج میں خندق والوں کے لڑکے کا ذکر حدیث نبوی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے ایک لڑکے کا ذکر اور اس کے دعوت الی اللہ کے انداز کو بیان فرمایا ہے:

"قَالَ: تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ، ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي، ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ، ثُمَّ قُلْ: بِاسْمِ اللهِ رَبِّ الْغُلَامِ، فَقَالَ النَّاسُ: آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ، آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ"

اس نے بادشاہ سے کہا: تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کرلو، اور میرے ترکش سے تیر نکال کر مجھے وہ تیر مارتے وقت یہ کہو: ”باسم اللہ رب ھذا الغلام“ (اس اللہ کے نام سے تیر مارتا ہوں جو کہ اس لڑکے کا رب ہے)۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا تو مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ نہیں بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور یوں بچے کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔[1]

ایمان کی طبیعت وفطرت اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ پھیلتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ وہ جب ایک دل میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو پھر دوسرے لوگوں کی طرف سرایت کرنے لگتا ہے، ایک ملک میں داخل ہو جائے تو دوسرے ملکوں تک جا نکلتا ہے کیونکہ ایمان نور وضیاء کی طرح ہے جو اندھیروں کے پردے چیرتا ہوا نکل جاتا ہے اور اسے کوئی جگہ اپنے اندر بند کر کے نہیں رکھ سکتی۔ اس کی مثال ہوا جیسی ہے کسی ایک کے لئے خاص نہیں ہوتی. کیونکہ ہر شخص اسلام کا محتاج وضرورت مند ہے اور جب تک آدمی کا ایمان اس کے اپنے دل میں روشنی نہ کر دے تب تک وہ اس شخص کو اللہ تعالی کی طرف نہیں بلاتا۔

(4) مومن جنات: اس مومن جنات کی طرف ہی دیکھ لیں کہ جب وہ خود ایمان لے آئے تو وہ اپنی قوم کی طرف دعوت الی اللہ کا کام کرنے اور لوگوں کو ڈرانے والے بن کر لوٹے۔

1) صحیح مسلم، حدیث:3002۔

(5) منصب مصطفیٰ ﷺ: اللہ تعالی نے امام المرسلین وخاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے منصب وذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا [45] وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾

"اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے والا روشن چراغ بنایا ہے۔" (الاحزاب:45-46)

اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا تھا کہ آپ ﷺ اس بات کو بیان کریں کہ بصیرت کے ساتھ اللہ تعالی کے دین کی طرف دعوت دینا ہی میرا سبیل اور طریقہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

"کہہ دیں کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ تعالی کی طرف بلاتا ہوں از روئے یقین و برہان سمجھ بوجھ کر۔ میں بھی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیروکار بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" (یوسف:108)

(6) امتِ دعوت: نبی اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں کی خاتم اور دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں نبی ﷺ کی وارث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

"تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو، تم نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔" (آل عمران:110)

(7) سلف امت: اس امت اسلامیہ کے سلف صالحین میں سے ہر فرد بابصیرت داعی الی اللہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کی کوششوں سے یہ زمین علم ونور، ہدایت وسلامتی اور صلاح واچھائی سے بھر گئی اور اس کا ثواب انھیں قیامت تک پہونچتا رہے گا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا"

"جس نے کسی اچھے کام کی طرف دعوت دی، اسے قیامت تک اس کام کے کرنے والوں میں سے ہر شخص کے برابر اجر پہونچتا رہے گا اور عاملین کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اور جس نے کسی برے کام کی طرف دعوت دی اس پر آئندہ وہ کام کرنے والے تمام لوگوں جتنا گناہ ڈالا جاتا رہے گا اور فاعلین کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔"[1] (مسلم مختصر المنذری 1860، سنن اربعہ، مسند احمد، دارمی، صحیح الجامع 6234)

(8) امراء رسول ﷺ: نبی اکرم ﷺ جب اپنی طرف امراء اور مختلف علاقوں کے گورنر بھیجتے تو انہیں یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف دعوت دینا، جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں حکم فرمایا: "إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ،

1) صحیح مسلم، حدیث:2674۔

وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَٰلِكَ. فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَٰلِكَ. فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ [1/38] افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ" (صحیح مسلم)

"اہل کتاب (یہود ونصاری) قوم کے پاس جارہے ہو، تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اس بات کی شہادت دینے لگیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اگر وہ تیری اس بات کو مان کر مسلمان ہو جائیں تو پھر انھیں یہ بتائیں کہ اللہ تعالی نے تم پر ایک شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ نمازیں پڑھنے لگیں تو پھر انھیں بتائیں کہ اللہ تعالی نے ان پر صدقہ (زکاۃ) فرض کیا ہے جو مالدار لوگوں سے وصول کیا جائے گا اور انہیں کے غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔"[1]

(9) سپہ سالارانِ رسول ﷺ: نبی اکرم ﷺ کسی غزوہ میں فوج بھیجتے تو اپنے سپہ سالاروں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے دشمنوں کو سب سے پہلے اسلام لانے کی دعوت دیں۔

اور یہ سب اس لئے کہ یہ امت، امت دعوت ہے اگر یہ اپنی دعوت کا تحفظ کریں گے تو اللہ تعالی ان کے دین، دنیا اور آخرت، سب کا تحفظ کرے گا، اور اگر یہ اپنے اس فریضۂ دعوت کو ضائع وفراموش کر بیٹھیں گے تو یہ بھی اس کے بقدر ضائع وفراموش کر دیئے جائیں گے۔

## دعوت الی اللہ کا مقام:

اللہ تعالی نے دعوت الی اللہ کو بلند مقام عطا کیا ہے اور اس کی راہیں منور کی ہیں اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآء ہونے والوں کو اعلی درجات عطا کئے ہیں اور انہیں اپنی رحمت وتائید سے نوازا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

"اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالی کی طرف دعوت دے اور خود نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

(حم سجدہ:33)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هذا حبيب الله, هذا وليّ الله, هذا صفوة الله, هذا خيرة الله, هذا أحبّ الخلق إلى الله, أجاب الله في دعوته, ودعا الناس إلى ما أجاب الله فيه من دعوته, وعمل صالحا في إجابته, وقال: إنني من المسلمين, فهذا خليفة الله.

"یہ شخص اللہ تعالی کا محبوب ہے، اس کا ولی ودوست ہے، اللہ تعالی کا برگزیدہ ہے، یہ اللہ تعالی کی بہترین مخلوق میں سے ہے اور یہ اہل زمین میں سب سے زیادہ اللہ تعالی کا پیارا ہے۔ اس نے اللہ تعالی کی دعوت کو قبول کیا اور پھر وہی دعوت لوگوں کو دی جو اس نے خود قبول کی اور اس دعوت کو قبول کرنے کے بعد عمل صالح کو اپنایا اور کہا کہ میں مسلمان (مطیع فرمان لوگوں) میں سے ہوں۔ یہ اللہ تعالی کی طرف سے زمین

1) صحیح مسلم، حدیث:19۔

پر خلیفہ ہے۔"[1]

## طریقۂ دعوت:

اللہ تعالی نے دعوت کا طریقہ بھی خود بیان فرمایا ہے تا کہ وہ بارآور ہو اور اس کی جڑیں لوگوں میں ثبت ہو جائیں اور وہ طریقہ یہ بتایا کہ دعوت یوں دی جائے کہ سامنے والے کو قائل کیا جائے اور ترغیب وترہیب ہر دو طریقوں سے اسے وعظ ونصیحت کی جائے۔حق کے دلائل بیان کئے جائیں اور باطل کے دلائل کا توڑ کیا جائے ۔چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

"(اے نبی ﷺ) لوگوں کو حکمت و دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کریں۔" (النحل:125)

## اجر وثواب دعوت:

اللہ والو! اللہ تعالی کا تقوی وڈر اختیار کرو اور اس کی بات کو خوب ذہن نشین کر لو کہ دعوت الی اللہ سے ہی اسلام کی تکمیل ہوتی ہے،یہ اللہ تعالی کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔اللہ تعالی اس کے ذریعے اپنے بندوں کو توفیق دے کر ان کے درجات بلند کرتا ہے اور اسی کی بدولت ثواب عظیم پاتے ہیں۔

اس داعی الی اللہ کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس کے کہنے پر نیک عمل کرنے والوں کو ملتا ہے اور ان عاملین کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے۔

اللہ والوں! تم میں سے تمام مرد وزن کا حسب توفیق فرض ہے کہ وہ بصیرت کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کریں،اور اس فریضہ کو سرانجام دینے کے ساتھ ہی لوگوں کو جس اچھے کام کا حکم دیں اسے خود بھی کریں اور جس برے کام سے لوگوں کو منع کریں خود بھی اس سے باز رہیں۔

## دعاۃ کے لیے ہدایات:

بعض سلف صالحین امت نے کہا ہے کہ جو شخص دعوت الی اللہ کی ذمہ داری نبھا رہا ہو اسے چاہیئے کہ ان تین آیات کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دے بلکہ خود ان پر عمل کرے:

(1) ارشاد الہی ہے:﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

"کیا یہ عقل کی بات ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کرنے کا کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے ہو،حالانکہ تم کتاب الہی بھی پڑھتے ہو،کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟" (البقرہ:44)

(2) ارشاد الہی ہے:﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ﴾

---

1) تفسیر طبری:24/118۔

”اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں، خود اسے ہی میں کرنے لگوں۔“ (ھود:88)

(3) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ[2] كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾ (الصف:2-3)

”اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو خود نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔“

## فلسفۂ جہاد:

اسلام کی طرف دعوت دینا، بیان و دلیل کے ذریعے سے قائل کرنا ہے، کسی کو دین کے معاملے میں مجبور نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی کسی کو دین حق کے قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بننے دیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾

”دین میں زبردستی نہیں ہے۔ گمراہی سے رشد و ہدایت سے واضح ہو چکی ہے۔“ (البقرہ:256)

## قول و کردار سے دعوت:

جس طرح زبان سے دعوت دی جاتی ہے، اسی طرح ہی اپنے فعل و کردار سے اور اچھے رویہ و اخلاق سے بھی لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

”تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور روزِ قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ بکثرت ذکر الٰہی کرتا ہو۔“ (الاحزاب:21)

آدمی کے افعال و کردار دوسروں کو دعوت دینے کا بہترین ذریعہ ہوتے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم جیسے بعض اہل جہنم کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ﴾

”اور ہم نے انھیں پیشوا بنایا تھا، وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں جائے گی۔“ (القصص:41)

ان کی جہنم کی طرف دعوت ان کے افعال و کردار کے ذریعے تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ" (صحیح مسلم)

”اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے اگر صرف ایک آدمی کو راہ ہدایت پر لگا دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔“[1]

---

1) صحیح مسلم، حدیث:2406۔

# اسلام میں عورت کا مقام اور مغرب کا نعرۂ آزادیٔ نسواں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

1423/6/21ھ، 2002/8/30ء

حمد وثناء کے بعد!

## اسلام میں عورت کا مقام:

مسلمانو! عالم انسانیت نے آج تک کوئی دین یا تہذیب ایسی نہیں دیکھی جس نے عورت کے معاملہ میں اتنی دلچسپی لی اور اہتمام کیا ہو جتنا کہ دین اسلام نے کیا ہے۔ اسلام نے عورت کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کا مقام ومرتبہ بیان کیا ہے۔ اسے سربلند کیا ہے، عالی مقام دیا ہے اور اس کی قدر ومنزلت بڑھائی ہے۔ عورت کا اسلام میں بڑا بلند مقام ہے۔ اسے ایک قابل احترام شخصیت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حقوق متعین کئے گئے ہیں اور اس کے فرائض وواجبات طے کئے گئے ہیں۔

## مرد وزن میں یکسانیت:

اسلام میں عورت کو مرد کی ہم جنس ہم نسل قرار دیا ہے کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ دونوں اس دنیا میں ایک دوسرے سے انس ومحبت پائیں اور خیر وصلاح کے ساتھ سعادت وخوشی سے سرفراز ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ" (ترمذی-صحیح الجامع:1983)

"عورتیں مردوں کی ہم جنس وہم نسل ہیں۔"[1]

اسلامی تعلیمات کی رو سے شرعی احکام میں عورت بھی مرد کی طرح ہے، جو مطالبہ مردوں سے ہے وہی عورت سے اور جن افعال کے کرنے یا نہ کرنے کا جو حکم مرد کو ہے وہی عورت کو بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾

"اور جو نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت، اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔" (النساء:124)

## جبلی وفطرتی فرق:

عورت زندگی کے تمام معاملات میں امانتیں سنبھالنے میں بھی مردوں کی طرح ہے سوائے ان معاملات کے جن میں مرد وزن میں فرق کرنے کا مطالبہ کوئی بشری ضرورت یا فطرت وجبلت کریں، اور اسلام میں بنی آدم کی عزت وتکریم کے اصول وقواعد کا یہی تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾

1) ترمذی، حدیث:113۔

"ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انھیں خشکی وتری میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی۔" (بنی اسرائیل:70)

## عورت ایک نعمت:

برادران ایمان! اسلام نے عورت کی فضیلت اس کا مقام ومرتبہ اور رفعت وشان بیان کرتے ہوئے اسے ایک عظیم نعمت اور اللہ کا ایک قیمتی تحفہ قرار دیا ہے اور اس کی عزت وتکریم اور رعایت ونگرانی کا خاص خیال رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ [49] أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (الشوریٰ:50)

"آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، بچیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا بیٹوں (اولاد نرینہ) سے نوازتا ہے اور کسی کو نرینہ ومادینہ دونوں طرح کی ملی جلی اولاد عطا فرماتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

مسند امام احمد میں ہے: "مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا ، وَلَمْ يُهِنْهَا ، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا قَالَ : يَعْنِي الذُّكُورَ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ" (ابوداود)

"جس کو بچی پیدا ہوئی، اس نے اس کو زندہ درگور نہیں کیا، اس کی اہانت وتحقیر نہیں کی اور نہ ہی لڑکے کو اس پر ترجیح دی، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"[1]

## اسلام میں بچی کا مقام:

اسلامی تعلیمات کے زیر سایہ عورت اسلامی معاشرے میں پوری عزت وتکریم سے زندگی گزارتی ہے۔ اور یہ عزت وتکریم اسے اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر زندگی کے تمام حالات سے گزرتے ہوئے حاصل رہتی ہے۔ اسلام نے عورت کے بچپن کی بڑی رعایت کی ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اور اس پر احسان وحسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ" (صحیح مسلم)

"جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ بلوغت کو پہونچ جائیں، وہ قیامت کے دن یوں میرے ساتھ (جنت میں) ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو جوڑ کر اشارہ کیا۔"[2]

اور صحیح مسلم میں ہی ایک اور حدیث میں ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ ، فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَأَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ ، كُنَّ لَهُ حِجَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ النَّارِ" (ابن ماجہ)

"جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے معاملہ میں صبر کرے اور اپنی کمائی سے انہیں کپڑا پہنائے (کھلائے پلائے) وہ اس کے لئے

---

1) ابوداود، حدیث:5146۔
2) صحیح مسلم، حدیث:2631۔

جہنم کی راہ میں دیوار بن جائیں گی۔"[1]

## اسلام میں ماں کا مقام ومرتبہ:

اسلام نے عورت کو ماں ہونے کی صورت میں ایک خاص درجہ کے اکرام واحترام سے نوازا ہے اور اس کا خصوصی خیال رکھنے اور خدمت و حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

"تیرے رب کا یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت ہرگز نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔" (بنی اسرائیل:23)

بلکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کو والد سے بھی زیادہ اہمیت دی. چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا:"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ، فَقَالَ : مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ : أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ. قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ "

"اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کس کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اس کے بعد؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اس نے عرض کیا: اس کے بعد؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ اور اس نے کہا: اس کے بعد: تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ۔"[2] (متفق علیہ)

## اسلام میں بیوی کا درجہ:

اسلام نے عورت کے بیوی ہونے کی حیثیت سے بھی بڑے حقوق بیان کئے ہیں اور شوہر پر ان کی ادائیگی کو ضروری قرار دیا ہے جن میں سے ہی اس کے ساتھ اچھے طریق، حسن سلوک، نرمی اور عزت واحترام سے پیش آنا بھی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ " (ترمذی)

"خبردار عورتوں سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو۔ وہ (اللہ کی طرف سے) تمہارے زیردست کنیزیں ہیں۔"[3]

"أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ " (ابوداود، ترمذی، مسند احمد)

"زیادہ کامل الایمان وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر کی عورتوں کے لئے اچھا ہے۔"[4]

## بہن، پھوپھی اور خالہ کے حقوق:

1) ابن ماجہ، حدیث:3669۔
2) صحیح مسلم، حدیث:2548۔
3) ترمذی، حدیث:1163۔
4) ترمذی، حدیث:1162۔

اسلام نے عورت کے بہن، پھوپھی اور خالہ ہونے کی صورت میں بھی ان کے حقوق کا بڑا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ ابو داؤد و ترمذی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ"

"اگر کسی کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہیں اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"[1] (ابو داود، ترمذی)

## عورت چاہے کوئی بھی ہو:

عورت کے اجنبی ہونے کی شکل میں بھی اسلام نے اس کی مدد و تعاون کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے: " السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ. وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ " (بخاری و مسلم)

"کسی بیوہ و مسکین کی مدد کرنے والا ایسے ہے جیسے کہ کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، یا پھر وہ ایسے ہے جیسے کوئی بلا ناغہ راتوں کو تہجد گزار ہو، یا پھر کوئی مسلسل روزے رکھنے والا ہو۔"[2]

## معاشرتی حیثیت:

مسلمانو! اسلام میں عورت کی معاشرتی حیثیت اور اس کا مقام و مرتبہ بڑا بلند اور محفوظ ہے۔ اسے تمام حقوق حاصل ہیں اور اسلام نے ان کے دفاع و تحفظ کی ذمہ داری لی ہے اور اگر کسی طرف سے لاپرواہی یا حقوق کی پامالی ہو رہی ہو تو اسے اپنے حقوق طلب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا " (صحیح مسلم)

"صاحب حق کو مطالبہ کرنے کی اجازت ہے۔"[3]

## حق خود ارادیت:

اسلام نے عورت کو اپنی زندگی میں حق اختیار و خود ارادیت عطا کیا ہے وہ اپنی زندگی کے معاملات میں تصرف کا حق رکھتی ہے۔ شرعی قواعد میں سے ہی ایک قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ﴾

"انھیں (نکاح کرنے سے) مت روکو۔" (البقرہ:232)

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: " لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ " (صحیح مسلم)

"کسی بیوہ و مطلقہ عورت سے اس کی زبانی اجازت لئے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کسی کنواری لڑکی سے اجازت کا اشارہ لئے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے۔"[4]

---

1) ترمذی، حدیث:1912۔
2) صحیح مسلم، حدیث:2982۔
3) صحیح مسلم، حدیث:1601۔
4) صحیح مسلم، حدیث:1419۔

## عورت قابل اعتماد و مشورہ:

اسلام کی نظر میں عورت ایک قابل اعتماد شخصیت ہے اور اس سے مشورہ بھی کیا جا سکتا ہے، حتیٰ کہ خود نبی اکرم ﷺ جو کہ تمام انسانوں سے زیادہ علم والے اور سب سے بڑھ کر صائب الرائے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ اپنی بیویوں سے کئی مواقع اور بڑے اہم مسائل و معاملات میں مشورہ لیتے تھے۔

## اقتصادی و مالی اور تجارتی حقوق:

برادران اسلام! اسلام میں عورت کو تجارت یا کوئی بھی تجارت کرنے کی مکمل اقتصادی آزادی حاصل ہے۔ وہ بھی مرد کی طرح بر جائز طریقہ و شکل سے کمائی کر سکتی ہے۔ وہ اپنے مال و جائیداد اپنی مرضی سے جو چاہے تصرف کر سکتی۔ اس پر کہیں بھی اور کوئی بھی جبر او صی و گارڈین نہیں بن سکتا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾

"اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہو، پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔" (النساء:9)

## اقتصادی تحفظ:

صرف یہی نہیں بلکہ اسلام نے عورت کو اقتصادی تحفظ دینا بھی فرض قرار دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ اس کی اسلام قبل کسی دوسرے دین میں مثال تک نہیں ملتی۔ اسلام نے عورت کے ماں، بیٹی، بہن اور بیوی حتیٰ کہ اجنبی ہونے کی شکل میں بھی اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اٹھائی ہے تاکہ وہ کام کاج کرنے اور کمانے کی تمام فکروں سے آزاد ہو کر پورے اطمینان قلبی سے اپنے فرائض منصبی اور فطری ذمہ داریاں ادا کر سکے۔

مومنو! اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کی یہ صرف چند جھلکیاں ہیں بلکہ جسے سمندر سے چند قطرے یا مشتے نمونہ از خروارے کہا جاتا ہے یہ صرف وہی ہے۔

## دشمنان اسلام کی چالیں:

مسلمانو! دشمنان اسلام کی نیندیں ان عالی قدر اسلامی تعلیمات نے اچاٹ کر رکھی ہیں اور وہ راتوں کو اپنے بستروں پر پڑے بھی بے چین رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اور انہی کے ہم نوالہ و ہم مشرب لوگوں نے عورت کے معاملات و حقوق کے معاملہ میں اپنے تصورات و زعم کے مطابق دخل اندازی کرنا شروع کر رکھا ہے جس کے شور میں فضیلت و کرامت اور عزت و شرف کا دم گھٹ رہا ہے اور اخلاقیات کا دیوالیہ نکل گیا ہے۔

وہ ایسے ایسے نعرے لے کر سامنے آگئے ہیں جو عورت کو اس کے دین سے آزادی دلانے اور اسلام سے خارج کرنے کا باعث ہیں۔ ایسے

اصول ومبادیات گھڑلائے ہیں جواس کی فطرت سے متصادم اور ایمانی قدروں کے سراسر منافی ہیں۔

ایسے سبز باغات اور نعرے جوگندی و بدبو دار تہذیبوں، فاسد و بگڑے ہوئے پیمانوں اور مہلک وتباہ کن اصولوں سے جنم لیتے ہیں وہ شر وفساد اور بگاڑ لانے والی چیزوں کو انتہائی پرفریب اور چمک دمک والے ناموں سے بناسنوار کر پیش کر رہے ہیں۔

## مسلم نوجوان نسل:

اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض مسلمان نسل کے جوان جن کی فکر میں کجی اور نظر میں خلل ہے وہ بھی وہی نعرے لگا رہے ہیں اور انہی گمراہ کن ضلالات کو اپنائے ہوئے اور انحراف پذیر نظریات کو اختیار کئے ہوئے انھیں ہی دوسرے مسلمانوں میں رواج دینے کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم اپنی اصل و نسل اور اسلامی وراثت کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

## عورت کی عزت پردے میں:

برادران اسلام! اعدائے دین اور دشمنان اسلام کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ دین اسلام عورت کو عظیم مقام و مرتبہ اور مکمل تحفظ دیئے ہوئے ہے۔اور انھیں اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ اصل الاصول یہی ہے کہ عورت اپنی مملکت اور گھر کے اندر رہے اور پورے سکون واطمینان سے رہے اور صاحب استقرار اور خاندانی فضا والے گھروں میں ٹک کر رہے۔عورت کے حقوق خاندان کی نگرانی میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے پر منحصر ہیں اور عورت کا گھروں سے بلا ضرورت وعذر باہر نکلنا باعث مؤاخذہ ہے۔گھروں میں ہی اس کی عزت وحشمت ہے، اسی میں اس کے ایمان وعصمت کا تحفظ ہے اور اسی میں اس کی کرامت وعفت کا راز ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾

"اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور عہد جاہلیت کا سا اظہار زینت نہ کرو۔" (الاحزاب:33)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: "وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ" (ابوداؤد)

"ان کے گھران کے لئے بہتر ہیں۔"[1]

## کفار و معاندین اسلام کی کوششیں:

اسلام کی ان تعلیمات نے کفار و معاندین اسلام کی ناک میں دم کر رکھا ہے وہ ہر وسیلے اور طریقے سے کوشاں ہیں تا کہ عورت کو اس کے گھر کے پر امن سائے اور پر استقرار ٹھکانے سے باہر نکال دیں تا کہ وہ چادر اور چاردیواری سے نکل کر مطلق العنان اور بے مہار ہو جائے۔وہ عورت کو اسلامی تعلیمات سے باغی کرنے اور اخلاقی اقدار سے آزاد کروانے کے لئے ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔کبھی آزادی نسواں کے نعرے سے، کبھی آزادی ومساوات کے نام سے، کبھی جھوٹی ترقی وعروج کے حوالے سے۔ایسی اصطلاحات کہ جن کا ظاہر تو عورت کے ساتھ رحم وکرم اور بھلائی و بہتری والا لگتا ہے لیکن دراصل وہ سراسر شر ہیں۔ان کی بنیاد ہی اخلاقی اقدار کو تلپٹ کرنے، مفاہیم ومعانی کو الٹا کر رکھ دینے اور

1) ابوداؤد، حدیث:567۔

تمام روابط و اقدار، خاندانی ذمہ داریوں اور معاشرتی حقوق سے عورت کو آزاد کروا دینے پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ یہ کہ عورت لذت و شہوت رانی کے بازاروں میں بکنے والا مال بن کر رہ جاتی ہے۔

ان لوگوں کی نظر میں عورت اپنے گھر کے معاملات اور اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں آزاد ہے اور کمانے، بھاگ دوڑ کرنے اور دوسروں کی نگاہوں کی اپنی طرف کھینچنے جیسے تمام امور خود اسے ہی سرانجام دینے ہیں اور اسے اس کی آزادی قرار دے رکھا ہے اگرچہ اس میں اسے اپنی عفت و عصمت، اخلاق و کردار سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑیں اور خاندان کو اخلاقی اقدار کی بربادی ہی کیوں نہ سہنی پڑے۔ اور پھر اس شکل میں نہ تو وہ اپنے رب کی اطاعت کرتی ہے نہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کرنے کی پابند، نہ اس کا ایک پاک معاشرہ قائم کرنے میں کوئی رول ہوتا ہے، اور نہ ہی نسل نو کی تربیت کرتی ہے۔

برادران اسلام! یہ ان کفار اور معاندین اسلام کے نظریات آزادی ہیں جو انسان کو ضائع کر کے رکھ دیتے ہیں، اس کی شرافت و کرامت کو مٹا دیتے ہیں، انسان کو اس کے اصل اغراض و مقاصد سے ہٹا دیتے ہیں اور اخلاقی اقدار کا فقدان ان کا لازمی نتیجہ ہے۔۔

جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت معاشرے کا ایک اہم عنصر ہے اور اصل یہ ہے کہ عورت ہی نسل نو کی مربی ہوتی ہے۔ وہی ہیروز کو جنم دیتی ہے اور اس کے باوجود اسلام میں عمل خیر کا بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

اسلام کی تعلیمات عورت کو ایسے انداز سے میدان عمل میں اترنے سے ہرگز نہیں روکتیں کہ جن سے اس کا نفس، اخلاق، عزت و کرامت، شرم و حیاء، عفت و عصمت میں کوئی خرابی نہ آنے پائے اور جن میں وہ اپنے دین و بدن، عزت و آبرو اور دل کا تحفظ کرنے پر قادر رہو اور یہ صرف ایسے ہی کاموں میں ممکن ہے جو اس کی طبیعت و فطرت، اس کے طبعی میلانات و رجحانات اور صلاحیتوں سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلام عورت کو ہر اس کام سے پوری قوت سے روکتا ہے جو دین کے منافی ہو، اخلاق سلیمہ و اقدار عالیہ کے برعکس ہو۔ عورت کے کام کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ عزت و باوقار، مظاہر فتنہ سے دور، مردوں کے ساتھ میل جول سے پاک، بے پردگی سے محفوظ اور گناہ و فجور کی دعوت دینے والا نہ ہو۔ اور اگر ہم اس حقیقت واقع کو جاننا چاہیں جو کہ ہمارے اس منہج اسلامی کے مخالف ہے تو پھر ایک مغربی مصنف کی یہ تحریر پڑھ کر دیکھیں۔

## آزادیٔ نسواں، بعض اہل مغرب کی نظر میں:

وہ نظام جس میں عورت کے میدان عمل میں اترنے اور کارخانوں میں کام کرنے کو ضروری قرار دیا گیا، اس سے ملک کو چاہے کتنی بھی دولت و ثروت مہیا ہو مگر یہ بات یقینی ہے کہ اس سے گھریلو زندگی کی عمارت زمین بوس ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ اس نظام نے گھر کے ڈھانچے پر حملہ کر کے خاندان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور معاشرتی تعلقات و روابط کے سلسلے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

ایک دوسری مغربی مصنفہ جو کہ ڈاکٹر بھی ہے، وہ اپنے مغربی معاشرے کے اندر رونما ہونے والے بحرانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے: خاندانی زندگی میں رونما ہونے والے بحرانوں کا سبب اور معاشرے میں جرائم کے بکثرت ہو جانے کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ عورت نے گھر کی چار دیواری کو الوداع کہا تا کہ خاندان کی آمدنی دوگنا ہو، اور واقعی آمدنی تو بہت بڑھ گئی مگر اس سے معیار اخلاق بہت گھٹ گیا۔"

اور آگے چل کر لکھتی ہے: ”تجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ آج نسل نو جس بحران میں مبتلا ہے، اسے اس سے بچانے اور نکالنے کا صرف ایک راستہ و طریقہ ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ عورت کو دوبارہ اس کے اصل مقام (گھر) میں واپس لایا جائے۔“

اسلام نے معاشرے کی تعمیر و ترقی اور تحفظ پر جو توجہ دی ہے اس کی مختلف صورتوں میں سے ہی ایک یہ ہے کہ اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں مرد اور عورت کے مابین اختلاط میل و جول کو ممنوع قرار دے رکھا ہے، کیونکہ یہ ایک خطرناک وباء ہے جو جس معاشرے میں پھیل جائے اس میں ہر بلاء اور شر و فساد جنم لیتے ہیں۔

کوئی بھی جرم جس میں کسی کی عزت لوٹی گئی ہو، عفت و عصمت پر ڈاکہ ڈالا گیا ہو یا عزت و شرف کو داغدار کیا گیا ہو اس جرم کا تانا بانا انہی تاروں سے بنا جاتا ہے، جو اسلامی نظام عفت و عصمت سے باہر نکل جاتی ہے اور جہاں مرد و زن کے تعلقات کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس چور دروازے سے شیطان داخل ہو جاتا ہے، اور ایسے لوگوں کو فساد و بگاڑ یا جرائم پیشہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔

## ایک عینی شاہد کی نصیحت:

آئیے! عورتوں میں سے اس عورت کی بات سنیں جو مخلوط معاشرے میں زندگی گزار چکی ہے۔ وہ (مرد و زن کے اختلاط و میل و جول کو روکو) کے زیر عنوان اپنے مقالے میں اپنی ہی ہم جنس لڑکیوں کے تجربات کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہے: ”عرب معاشرہ ہی کامل و سالم ہے اور اس معاشرے کو ہی لائق ہے کہ وہ اپنی ان تعلیمات اور تقالید اور روایات پر کاربند رہے جو نوجوان دوشیزاؤں اور لڑکوں کو معقول حدود کے اندر رہنے کا پابند کرتی ہیں۔“

اور آگے چل کر وہ لکھتی ہے: ”میری یہ نصیحت ہے کہ اپنی تقالید و روایات کو اپنائے رہو اور مرد و زن کے اختلاط و میل و جول کو روکے رکھو اور نوجوان دوشیزہ کی آزادی کو پابندی میں ہی رہنے دو بلکہ حجاب و پردہ کے زمانۂ خیر کی طرف ہی لوٹ جاؤ۔ یہی تمہارے لئے اس اباحیت و بے راہ روی، آزادی و آوارگی اور فحاشی و گندگی سے بہت بہتر ہے۔“

## پیغامِ حرم:

خبردار! اہل اسلام اپنے بال بچوں اور زیر کفالت و زیر دست لوگوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا تقوی و عاقبت اندیشی سے کام لینا چاہئے اور ان کی روزمرہ کی زندگی میں ان کے چال چلن پر کڑی نظر رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے زیر نگرانی جو لوگ اور رعایا دے رکھی ہے انہیں ان کا مکمل تحفظ کرنا چاہئے۔ انھیں اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی کوتاہی سے ہر ممکن طریقہ سے بچ کے رہنا چاہیے اور ضلالت و گمراہی کی طرف لے جانے والی سیڑھیوں پر چڑھنا تو دور کی بات ہے ان کے قریب بھی نہیں آنا چاہیئے اور نہ ہی فتنے کو آواز دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾

”اور جب نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمھارے اور ان کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔“ (الاحزاب:53)

اے مسلمانو! اس دین اسلام کی تعلیمات کا بھرپور خیال رکھیں اور دشمنان دین و معاندین اسلام کی سازشوں سے چوکنا رہیں ۔

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# ذکر کی فضیلت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1423/6/28ھ

حمد وثناء کے بعد!

اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو، اس کے غضب اور عذاب سے بچو، کیونکہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، اس کا عذاب دردناک ہے، تمہارے رب پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔

اللہ کے بندو! ارشاد باری تعالی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا * وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا}

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔ اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔ [سورہ احزاب: ۴۱-۴۲]

مسلمانوں کی جماعت! ذکر الہی کی رغبت خود اللہ تعالی نے دلائی ہے اور اس پر مداومت کا حکم دیا ہے، اسے تقرب کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس پر ثواب عظیم نیز نجات کا وعدہ کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: {وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا} [سورہ احزاب: ۳۵]

اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ذکر الہی زبان پر بہت ہی آسان جبکہ میزان میں بہت بھاری ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے خود اس کی خبر دی ہے کہ ذکر الہی افضل اعمال اور پاکیزہ اقوال میں سے ہے، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ((أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: ذِكْرُ اللهِ))

کیا میں تمہارے سب سے بہتر اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور سب سے بلند درجے والے عمل کی تمہیں خبر نہ دوں؟ وہ عمل تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے، وہ عمل تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ تم (میدان جنگ میں) اپنے دشمن سے ٹکراؤ، وہ تمہاری گردنیں کاٹے اور تم ان کی (یعنی تمہارے جہاد کرنے سے بھی افضل)" لوگوں نے کہا: جی ہاں، (ضرور بتائیے) آپ نے فرمایا: "وہ اللہ تعالی کا ذکر ہے"۔[1] (مسند احمد وسنن ترمذی)

ذکر الہی کا مفہوم یہ ہیکہ اللہ تعالی کی تعریف، اس کے اسمائے حسنہ اور صفات کاملہ کے ذریعے کی جائے، اس سے سوال کیا جائے، اور جو چیزیں اس کے لائق وزیبا نہیں ہیں ان سب سے اسے پاک و بالا سمجھا جائے۔

ذکر الہی کبھی بدنی عبادتوں کی صورت میں عملی ہوتا ہے، کبھی زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے اور کبھی دل سے ہوتا ہے اور سب سے افضل ذکر وہ ہے جو عملی ہو بدن کے ذریعے، قولی ہو زبان کے ذریعے اور اخلاص سے ہو دل کے ذریعے۔

---

1) سنن ترمذی: 3377۔

اوران میں سب سے افضل ذکر وہ ہے جو قولی ہو تلاوت کلام پاک کے ذریعے کیونکہ قرآن عظیم دلوں کیلئے حیات بخش ہے، عقلوں کا نور ہے، سیدھی ہدایت ہے، رضائے الٰہی اور نعمتوں والی جنت کی طرف لے جانے والا ہے، شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے، رحمٰن کی قربت کا سبب ہے، اس کی تلاوت عبادت ہے، اس کے معانی میں غور و فکر کرنا کامیابی و سعادت ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: (مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا. لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ)

"جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی، اور ایک نیکی دس گنا بڑھا دی جائے گی، میں نہیں کہتا «الم» ایک حرف ہے، بلکہ «الف» ایک حرف ہے، «لام» ایک حرف ہے اور «میم» ایک حرف ہے"۔[1] (سنن ترمذی)

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (يَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ، وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ عَلَى سَائِرِ الكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ) (سنن ترمذی)

"اللہ عز وجل فرماتا ہے: جس کو قرآن نے میری یاد نے مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا۔ میں اسے اس سے زیادہ دوں گا جتنا میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں، اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے سارے کلام پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت اس کی اپنی ساری مخلوقات پر ہے"۔[2]

اور اللہ کا ذکر اسی کیفیت اور صفت پر کیا جائے گا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسے کہ سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله، والله اكبر، ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم کا ذکر، استغفار کے ذریعے اور ذکر کی ان تمام صورتوں کے ذریعے جو سنت مطہرہ میں ثابت ہیں،

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ. لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ)

سب سے زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو چار کلمے ہیں. (سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ) ان میں سے جس کو چاہے پہلے کہے کوئی نقصان نہ ہوگا۔[3] (صحیح مسلم)

مزید سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (هِيَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ بَعْدَ الْقُرْآنِ وَهُنَّ مِنَ الْقُرْآنِ)

قرآن کے بعد یہ افضل کلام ہے اور یہ خود قرآن سے ہیں۔[4] (مسند احمد)

---

1) سنن ترمذی: 2910۔
2) سنن ترمذی: 2926۔
3) صحیح مسلم: 2137۔
4) مسند احمد: 5/20۔

ابوموسی اشعری رضی الہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قُلْ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ")

کہو (لا حول ولا قوة إلا بالله) کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔[1] (صحیح بخاری)

سید البشر رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھی ذکر الٰہی میں شامل ہے۔

اللہ کا ذکر بدعتی کیفیت اور من گھڑت جملوں پر نہیں ہوسکتا، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)

جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہ ہو (یعنی بغیر دلیل کے) وہ ردّ ہے۔[2] (صحیح مسلم)

ذکر الٰہی میں سے بعض مقید ہوتے ہیں جیسے نمازوں کے بعد کے اذکار، اسی طرح وہ اذکار جو صبح وشام پڑھے جاتے ہیں، اسی طرح وہ اذکار جو کسی سبب سے ہوتے ہیں۔ اور ذکر الٰہی میں بعض مطلق ہوتے ہیں، لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ ہر حال میں ذکر الٰہی کی پابندی کرے تاکہ آگے بڑھنے والوں میں ہو جائے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنَ النَّارِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ«، قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟، قَالَ: »وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ)

ابن آدم کے اعمال میں سے ذکر الٰہی سے زیادہ کوئی عمل نار دوزخ سے بچانے والا نہیں ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی، الا یہ کہ وہ تلوار سے لڑے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔[3] (طبرانی)

ایک مسلمان کیلئے یہ مستحب ہے کہ وہ ذکر واذکار کے ان صیغوں کی پابندی کرے جو جامع ہوں اور جو شریعت سے ثابت ہوں، تاکہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے، حدیث نبوی میں آیا ہے: (عَنْ جُوَيْرِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا حِينَ صَلَّى الفجر وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ وَهِيَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: "مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟" قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ)

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے نکلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی وہ اپنی نماز کی جگہ میں تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے، دیکھا تو وہ وہیں بیٹھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اسی حال میں رہیں جب سے میں نے تم کو چھوڑا۔" سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد چار کلمے کہے تین بار اگر وہ تولے جائیں ان کلموں کے ساتھ جو تو نے اب تک کہے ہیں البتہ وہی بھاری پڑیں گے وہ کلمے یہ ہیں (سُبْحَانَ اللَّهِ

1) صحیح بخاری:6384۔
2) صحیح مسلم:1718۔
3) طبرانی:352۔

وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ) یعنی میں اللہ کی پاکی بولتا ہوں خوبیوں کے ساتھ اس کی مخلوقات کے شمار کے برابر اور اس کی رضامندی اور خوشی کے برابر اور اس کے عرش کے تول کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر (یعنی بے انتہا اس لیے کہ اللہ کے کلموں کی کوئی حد نہیں، سارا سمندر اگر سیاہی ہو وہ ختم ہو جائے اور اللہ کے کلمے تمام نہ ہوں)۔[1] (صحیح مسلم)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (أَلا أُخْبِرك بِأَفْضَل وأَكثر من ذكرك اللَّيل مَعَ النَّهَار وَالنَّهَار مَعَ اللَّيْل، تَقول: سُبْحَانَ الله عدد مَا خلق سُبْحَانَ الله مِلْء مَا خلق سُبْحَانَ الله عدد مَا فِي الأَرْض وَالسَّمَاء سُبْحَانَ الله ملْء مَا فِي السَّمَاء وَالأَرْض سُبْحَانَ الله عدد مَا أحصى كِتَابه وَسُبْحَان الله ملْء كل شَيْء والْحَمد لله كَذَلِك)

کیا میں تمہیں شب و روز کے ذکر و اذکار میں سب سے افضل ذکر نہ بتادوں؟ تم یہ پڑھتے رہو: سُبْحَانَ الله عدد مَا خلق سُبْحَانَ الله ملْء مَا خلق سُبْحَانَ الله عدد مَا فِي الأَرْض وَالسَّمَاء سُبْحَانَ الله ملْء مَا فِي السَّمَاء وَالأَرْض سُبْحَانَ الله عدد مَا أحصى كِتَابه وَسُبْحَان الله ملْء كل شَيْء والْحَمد لله كَذَلِك۔[2] (ابن حبان)

مسلمانو! تم کتنا بھی اللہ کا ذکر کرلو، کتنا ہی اس کی تعریف کرلو مگر اس کی تعریف کو شمار نہیں کر سکتے، اور جیسا مناسب اور لائق ہے اس طرح کا ذکر کر نہیں سکتے اور یہ ہمیشہ یاد رکھنا کہ عالم بالاسمیت کائنات کی ہر چیز ذکر و تسبیح میں مشغول ہے۔ اس عبودیت کے شرف سے صرف اور صرف انس و جن کے کافر محروم میں ارشاد باری تعالی ہے: {تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا}

ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔ [سورۃ اسراء:44]

اس لئے اللہ کے بندو! سبقت لے جانے والے ذاکرین میں بنو ارشاد باری تعالی ہے: {وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ} [سورۃ اعراف:205]

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کرا اور غافلوں سے نہ ہو۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور خواہشات نفس کے پھندوں سے دور رہو۔

اللہ کے بندو! یہ جان لو کہ اللہ تعالی ذکر و اذکار پر وہ اجر و ثواب عطا کرتا ہے جسے کوئی شمار نہیں کر سکتا، ایک مومن اس کا اثر دنیا میں ہی دیکھ لیتا ہے اور آخرت میں تو اس کا اجر بہت زیادہ اور باقی رہنے والا ہے ہی۔

ذکر الہی کے اجر و ثواب میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی ذکر کرنے والے کو ملاأ اعلی کے پاس یاد کرتا ہے، ارشاد باریتعالی ہے: {فَاذْكُرُونِي

1) صحیح مسلم:2726۔
2) ابن حبان:6233۔

أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ}

سوتم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔ (سورہ بقرہ:۱۵۲)

اور اللہ سبحانہ وتعالی خود ذکر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: " أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔[1] (صحیح بخاری)

ذکر الہی کے ثواب واجر میں سے دل کا مطمئن ہونا اور ثابت قدم ہونا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ}

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ [سورۃ رعد:28]

ذکر الہی کے اجر وثواب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ محبت کا ذریعہ ہے، ایمان میں اضافے کا سبب ہے۔ معاملات میں آسانی پیدا کرنے والا ہے، اس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایک مسلم اس سے اپنے آپ کو شیطان کے چالوں سے محفوظ رکھتا ہے، حارث اشعری رضی الہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا أَنْ يَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ مِنْهَا ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى، فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ. كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ)

بیشک اللہ تعالی نے یحیی بن زکریا کو حکم دیا کہ وہ بنو اسرائیل کو پانچ باتوں کا حکم دے دیں انہیں میں سے ذکر الہی بھی ہے اس کی مثال اس آدمی کی مثال ہے جس کا پیچھا دشمن تیزی سے کرے اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں پہنچ کر اپنی جان کو ان دشمنوں سے بچالے۔ ایسے ہی بندہ (انسان) اپنے کو شیطان کے شر سے اللہ کے ذکر کے بغیر نہیں بچا سکتا۔[2] (سنن ترمذی)

ذکر الہی کے اجر وثواب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہے اور پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے۔

منجملہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ذکر الہی کا اجر وثواب بے شمار ولاتعداد ہے۔

اللهم صل وسلم وبارك على عبدك ورسولك محمد

---

1) صحیح بخاری:7405۔

2) سنن ترمذی:2863۔

# تعلیم سے زیادہ تربیت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباري الثبیتي حفظہ اللہ
1423/7/6ھ 2002/9/13ء

حمد وثناء کے بعد!

## تعلیم وتربیت اور اسلام:

تعلیم وتربیت کا امت اسلامیہ کے یہاں بڑا مقام ومرتبہ ہے، یہ افراد امت وابناء امت کی عقول کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں، اور پھر یہ ابناء امت حکومتوں اور معاشروں کی بنیادوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

آغاز اسلام میں تعلیم وتربیت نے امت کی ضروریات کو پورا کیا اور ایسی پختہ کار نسلیں پیدا کیں کہ جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسی تعلیم نے امت اسلامیہ کو کسی کے تابع رہنے کی بجائے فن قیادت سکھلائے، ذلت ورسوائی یا غلامی میں زندگی گزارنے کی بجائے عزیز وغالب رہنے کے گر بتائے، لوگوں کے پیچھے لگنے کی بجائے لوگوں کو پیچھے چلنا سکھلایا اور امت اسلامیہ کو ایسا مقام ومرتبہ دیا کہ وہ دوسروں کو کچھ دے سکے دوسرے سے لے نہیں۔

## معلم ومربی کی ذمہ داریاں:

تربیت وتعلیم کے میدان میں کام کرنے والوں کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نوجوان نسلوں کی رہنمائی کریں، انھیں دولت ایمان سے مسلح ومالامال کریں، انہیں دور حاضر کے نت نت نئے رونما ہونے والے فتنوں سے محفوظ رکھنے میں کوشاں رہیں اور تعلیم وتربیت کے ذریعے ہی دنیا میں امت کا مادی مقام بلند ہوسکتا اور تربیتی اغراض کے ساتھ جائز مادّی مقاصد بھی حسب ضرورت آسانی سے پورے ہوسکتے ہیں۔

## بچہ ایک کورا وخالی برتن:

یہ بچہ جو کل تعلیمی میدان میں اترنے والا ہے یہ کورے برتن کی طرح بالکل خالی الذہن ہے، دنوں اور سالوں کے عرصے میں اسی خالی برتن میں عمل وکردار اور مناہج کی دولتیں بھر جائیں گی جنہیں وہ ان علمی گھواروں سے حاصل کرے گا تاکہ ان کے ذریعے اس کے اخلاقی پہلو کی صحیح سمت متعین ہو، اس کی فکر کا انداز صحیح رخ اختیار کرے اور یہ زندگی کا طریقہ ومنزل طے کرسکے۔ یوں گویا تعلیم معاشرے کا تشخص قائم کرنے امت کا ڈھانچہ تشکیل دینے اور اس کی اقدار ومبادیات کی تعمیر کا کام کرتی ہے۔

## اصل مقاصد تعلیم:

تعلیم وتربیت کے نئے نئے نظریات کی کثرت میں ہم مسلمان کبھی کبھی بدیہی امور کو بھول جاتے ہیں یا پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ہم اس سے غافل ہو بیٹھتے ہیں کہ تعلیم کا بنیادی کام نوجوان نسل کو اسلامی اقدار اور ان اصول ومبادیات پر تیار کرنا ہے جو ہمارے رسول اللہ لائے تھے،

ایسے ہی ان میں اسلامی عقائد کو راسخ کرنا، ان کے احساسات میں دینی روح بھرنا اور ان کے کردار پر اسلام کا رنگ چڑھانا ہے حتیٰ کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی احکام کی تابع ہو جائے۔ وہ سجدہ ریز ہو تو صرف اللہ تعالی کے سامنے، جب اس کی کتاب مقدس کی آیات سنے تو خشوع وخشیت الٰہی سے روئے، اسی کی رحمتوں کی امیدوار رہے اور اس کے عذاب سے ڈرتی رہے۔

## امت کی ترقی کا راز:

امت کی ترقی محض علوم ومعلومات سے نہیں ہوتی بلکہ ترقی کا اصل راز اس تربیت میں پوشیدہ ہے جو نسل نو کے دل ودماغ میں اسلامی وانسانی اقدار کی تخم ریزی کرے اور ان کے ذہن وفکر میں اپنے اصول ومبادیات کا بیج بوئے تاکہ وہ امت ایک عملی ومتحرک قوم کی شکل میں سامنے آئے۔ صرف ایسی نسل وجود میں نہ آئے کہ وہ محض نظریات تعلیم یا معلومات کو دماغوں میں بھر لیں اور کمرۂ امتحان میں جا کر ان معلومات کی جگالی کرتے کرتے انہیں اوراق پر پلٹ (اگل) دیں، اور ان کی زندگی میں اس تعلیم کا کوئی اثر نظر نہ آ رہا ہو، اور نہ ہی ان کے کردار میں اس کی کوئی جھلک دیکھنے میں آ رہی ہو۔ ماہرین تعلیم وتربیت تو کجا کوئی بھی عقلمند شخص یہ نہیں سمجھتا کہ تعلیم صرف یہی ہو کہ بچوں کے ذہنوں میں بعض نصوص وعبارات بٹھا دی جائیں مگر ان کے معانی ومدلولات کا عکس ان کی زندگی پر نظر نہ آنے پائے، اگر ہم واقع نوجوان نسلوں کی تعلیم وتربیت اور انھیں کمال ترقی تک پہنچانے کے معاملہ میں مخلص ہیں تو پھر ہمیں اس بات کا یقین رکھنا ہوگا کہ مادّی ودنیوی علوم وسائینسز اور مکنیکل تجربات چاہے کتنی بھی ترقی کر جائیں۔ صرف اتنی سی بات سے شخصیت کی اصل ترقی نہیں ہوتی، نہ ہی آ تنے؟ سے کوئی انسان بن جاتا ہے اور نہ ہی اعمال خیر میں سے کسی عمل خیر کی طرف انسان حرکت کرتا ہے۔ عمل خیر کی طرف انسان کو حرکت دینے والی چیز اس کا اعلی اقدار پر ایمان اور مبادیات واصولوں پر عمل ہے۔

## اصل تعلیم وتربیت:

کتابوں کی عبارتیں حفظ کر لینا جبکہ ان کے مفاہیم ومعانی کی دل پر کوئی چھاپ نہ ہو اور نہ ہی یہ اس کی کردار سازی کر سکیں، ایسی کتابوں کے پڑھنے یا ایسی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ نفس وروح کو چھوڑ دیا گیا جائے تو محض عقل وذہن سے کیسے ڈیلنگ کی جا سکتی؟ تعلیم کی ذمہ داری معلومات مہیا کرنے سے پہلے اس دل کی تعمیر وتشکیل ہے جو کہ معلومات کو استعمال کرے گا اور وہ خیر میں استعمال کرے گا نہ کہ شر میں، بشریت کے فائدہ کے لئے استعمال کرے گا نہ کہ اس کے ضرر ونقصان کے لئے، اور دل کی اس تربیت کے لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلی تربیت کی سخت ضرورت ہے ورنہ یہ ممکن نہ ہوگا اور تربیت بھی ایسی ہو جو دلوں میں اسلامی عقائد کو راسخ کر دے یہاں تک کہ وہ کسی قسم کے شبہات سے زنگ آلود نہ ہونے پائے اور نہ ہی نفس ولذت دنیا کے پیچھے لگ کر عمل وکردار کنارہ کش ہو۔ اصل مطلوب ایمانی تربیت ہے جو کہ لہو ولعب سے ہٹ کر عبث وبیکار حرکات سے دور اور اباحیت وفحاشی سے سراسر خالی ہو۔ ایسی تربیت جس کی بنیاد قرآن وسنت ہوں اور اس کا منہج سلف صالحین امت کا فہم ہو، اور اس کا میدان تزکیۂ نفس ہو. ایسی تربیت جو نفس انسانی کو عالی قدر اعمال سے جوڑ دے اور گھٹیا معمولی درجے کے افعال سے بالا کر دے حتی کہ انسان ڈرے تو صرف اللہ تعالی سے، ناراض ہو تو صرف اللہ کے لئے اور کسی کے ساتھ خوش ہو تو صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت وموالات اور دلی رشتہ ہو تو اللہ تعالی ہی کے لئے ہو اور اگر کسی سے عداوت ہو تو اس کی بنیادیں بھی کوئی

ذاتی رنجشیں کارفرما نہ ہو بلکہ وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر ہو۔ ہمیں ایمان سے بھرے دلوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایسے دماغوں کی ضرورت نہیں جو کہ صرف سائنس و مادّی علوم سے بھرے ہوئے ہوں تا کہ وہ اس شیطان کا کردار ادا کرنے والے نہ بن جائیں جو کہ اپنا شر پھیلانے میں لگا رہتا ہے۔ اور بر سو تباہی و بربادی کا سامان پھیلا رہا ہے۔ ایسے دماغوں والے نہیں بلکہ ہمیں ایمان سے آباد دلوں والے نوجوانوں کی ضرورت ہے جنہیں منشیات، منحرفہ افکار اور گمراہ عقائد اپنا کھلونا نہ بنائیں پھریں۔ نبی اکرم ﷺ کسی کے ایمان لے آنے کے بعد اسے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑ دیا کرتے تھے، بلکہ اس کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور اسی بات کی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

”اپنے اس بھائی کو دین کی تعلیم دو اور اسے قرآن پڑھاؤ۔“

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو عبد الرحمن کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں صحابہ رسول ﷺ میں سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جو کہ ہمیں قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ وہ نبی ﷺ سے دس آیات قرآنیہ سیکھتے تھے اور پھر اگلی دس آیات پڑھنے سے پہلے ان پہلی دس آیات میں پائے جانے والے علم پر عمل پیرا ہو جاتے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے علم اور عمل دونوں چیزیں بیک وقت سیکھی ہیں۔

## تربیت اور سلف امت:

سلف صالحین امت بچوں کو تعلیم دینے والے استاد کو مودّب و مربی کہا کرتے تھے نہ کہ مدرّس۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں: ”ہم نے علم تو صرف بیس سال تک سیکھا لیکن ادب سیکھنے میں تیس سال صرف کئے۔“

امام ابن سیرین کہتے ہیں: ”صحابہ کرام جس طرح علم سیکھا کرتے تھے اسی طرح ہی ہدایت و ادب بھی سیکھتے تھے۔“

امام ابن مبارک نے ابن المحسن سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ”ہم علم سیکھنے سے زیادہ ادب سیکھنے کے ضرورت مند ہیں۔“

## تعلیم و تربیت: لازم و ملزوم:

فعال و بارآور تعلیم وہ ہے جو تربیت کے پہلو بہ پہلو ہو۔ گویا تعلیم اور تربیت دونوں باہم لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ کیونکہ تربیت کے بغیر تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر تعلیم و تربیت کو الگ الگ کر دیا جائے تو پھر نری تعلیم ایسی نسل کو جنم دے گی جو ضعیف الایمان، کمزور شخصیت والی، فکری طور پر پریشان حال اور نظریاتی طور پر مفلوک الحال۔ وہ اخلاقی قدروں کو کوئی اہمیت نہیں دے گی۔ بلکہ وہ خود تباہ کن افکار و مذاہب کے لیے تر نوالہ ثابت ہو گی۔ وہ ایسے علم و سائنس کے ذریعے اپنے آپ اور اپنے معاشرے کے لئے ہلاکت کا سبب بنے گی۔

## لایعنی و بے وقعت علم:

ایسے علم کی قیمت کیا ہے جب ایسے علم والا خود جھوٹا اور دوسروں کی تحقیر کرنے والا ہو، وہ خود کمینہ حرکتوں میں لت پت ہو اور اپنے اخلاق و کردار بد سے تربیت کے اصولوں کے بخیئے ادھڑ رہا ہو۔

ایسے علم کی کوئی قدر نہیں ہے جس کے اثرات خود طالب کی ذات پر نظر نہ آئیں، نہ وہ علم کے آداب جانتا ہو نہ اپنے اساتذہ کا ادب کرتا ہو اور نہ

اس کے دل میں اپنے ساتھیوں اور کتابوں کی ہی کوئی وقعت ہو۔

تعلیم محض اس چیز کا نام نہیں ہے کہ کسی کتاب کو حفظ کر لیا یا کچھ معلومات جمع کر لیں یا کچھ تدریسی کلاسیں باقاعدگی سے پڑھ لیں۔ بلکہ تعلیم ایک نسل کو تیار کرنے، نوجوانوں کو تربیت دینے، عقیدہ سکھانے اور مفاہیم و معانی کو راسخ کرنے اور اخلاق و دینی اقدار کی تخم ریزی کرنے کا نام ہے۔ اور کسی بھی امت کی بقاء کا انحصار اسی بات پر ہے کہ وہ اس چیز پر قادر ہو کہ اپنے اسلاف کے عقائد و اخلاق اور تاریخ کو آئندہ نسلوں تک منتقل کر سکے۔

امت میں اخلاق و کردار کے مسائل و مشکلات تب ظاہر ہوتی ہیں اور معاشرے تب چلاتے اور مسائل کی آگ میں جھلستے ہیں جب تربیت کے معاملہ میں لاپرواہی برتی جانے لگتی ہے۔ یا پھر تعلیم اور تربیت کو شانہ بشانہ نہیں چلایا جاتا بلکہ انھیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا جاتا ہے موجودہ سائنسی و علمی ترقی اگر اخلاقی و دینی اقدار عالیہ اور قواعد ضوابط سے عاری ہوئی تو اس کا نتیجہ یقینی بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا یہی وہ تہذیب نہیں کہ جس نے ایک چوتھائی صدی میں ہی دو عالمی جنگوں کی آگ بھڑکائی تھی اور وہ تباہ کن اسلحہ تیار کیا اور استعمال بھی کیا تھا جو کہ پوری نوع انسانی کو ہی اس دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دینے والا ہے۔

علمی و سائنسی ترقیوں کے باوجود تہذیب حاضر اخلاقی و جنسی انارکی و اباحیت اور قدروں کے انحطاط و بحران کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہے اور اسی کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ امت اسلامیہ میں بھی عقائد و افکار اور اخلاق کے مسائل و مشکلات پیدا ہو گئی ہیں جن سے چھٹکارے کا دوسرا کوئی ذریعہ ہی نہیں سوائے اس کے دوبارہ ایمانی قدروں اور ربانی ہدایات کو اپنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم و تربیت کا کہنا ہے کہ اصلاح احوال میں بنیادی اہمیت تربیت کو حاصل ہے اور اصلاح احوال کی آخری کڑی بھی تربیت ہی ہے۔

## کاغذ کی سیاہی:

تعلیمی مناہج اور کورس اس وقت تک کاغذ کی سیاہی کے سوا کچھ اہمیت نہیں رکھتے جب تک کہ ان کا مفہوم و مدلول انسان کے سلوک و کردار، اس کے افعال و حرکات، احساسات و افکار اور اصول و مبادیات پر صحیح معنوں میں اثر انداز نہ ہو۔ نوجوان نسل کی نظر اگر دھوکہ دہی و جعل سازی پر نہ پڑے گی اور اس کے کان جھوٹ نہ سنیں گے تو وہ صدق و امانت پر پرورش پائے گی، اگر اس کا ماحول و معاشرہ گھٹیا حرکات و عادات سے ملوث نہ ہو گا تو وہ اخلاق فاضلہ سیکھے گی۔ اگر اس سے سختی و سنگدلی سے برتاؤ نہ کیا گیا تو وہ بھی رحم و کرم سیکھے گی۔ اگر معاشرے نے خیانت کی جڑیں کاٹ رکھی ہوں گی تو نوجوان نسل بھی امانت و دیانت پر پروان چڑھے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مثال آپ کے سامنے ہے انہوں نے قیام اللیل کے لئے اٹھنے والے شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے سامنے دیکھا تو خود بھی جلد اٹھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تہجد ادا کرنے لگے۔ (صحیح بخاری)

## علوم عصریہ سے استفادہ کا طریقہ:

مفید علوم عصریہ سے استفادہ کرنا ہمارے لئے ضروری اور ہم سے مطلوب ہے لیکن یہ بات بھی ہمارے ذہن سے محو نہیں ہونی چاہیے کہ پہلے ان علوم عصریہ کو گندی ثقافتوں سے پاک و صاف کر لینا بھی واجب ہے، یہ علوم عصریہ ایسے فکری و مادّی اور عصری دماغوں کی پیداوار ہیں جن کی

پرورش منحرف ثقافتی نظریات پر ہوئی ہے۔اور وہ ایسے معاشرے میں پروان چڑھے ہیں جو علم اور دین کے مابین ایک سخت جنگ اور آویزش میں مبتلا ہے۔جس نے انھیں ایسا بنا دیا ہے جن کے یہاں نہ دین کی کوئی قیمت ہے اور نہ اخلاقی قدروں کی کوئی اہمیت۔یہ ہرگز روا ومناسب نہیں کہ ان عصری علوم ومعارف کو شتر بے مہار کھلا چھوڑ دیا جائے، بلکہ ضروری ہے کہ پہلے انھیں صفائی کی بھٹی سے نکالا جائے اور پھر انھیں مسلم عقول از سرنو ترتیب دیں، سائنس، علم کائنات، علم نفس، علم فلک اور علم اجتماع ومعاشرت میں سے ہم کسی کا بھی انکار نہیں کرتے، اور نہ ہم ایسے کسی فلسفے کو قبول کرتے ہیں جو علوم عصریہ سے اخذ کیا گیا ہو اور وہ ہمارے دین کی تعلیمات کے خلاف ہو جب تک کہ اس کا مرکز اور اس کے مبادیات کا محور ایمان نہ بن جائے اور اس کے مناہج وکورسز کی بنیاد اسلام نہ ہو جائے۔اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ تمام علوم ایک ایسی لڑی میں پروئے ہوئے موتی بن جاتے ہیں جو مل کر خوب چمک دمک پیدا کرتے ہیں۔

اور وہ لاالہ الااللہ وحدہ کی سریلی آواز سنانے لگتے ہیں۔اسکا ہر دانہ اللہ سبحانہ وتعالی کی تسبیح بیان کرنے لگتا ہے اور اس کی قدرت ووحدانیت کا اقرار کرتا ہے۔اس طرح تمام علوم ایک دوسرے کے معاون بن جاتے ہیں اور نصوص کو مختلف مناہج میں استعمال کیا جا سکتا ہے تا کہ کردار سازی کے ساتھ ساتھ ہی تعلیمی اغراض ومقاصد بھی پورے ہوں تا کہ طالب علم بیک وقت ادب، اخلاق، علم اور ایمان کے جواہرات سے مالا مال ہو اور پھر ساتھ ہی منہج وکورس کی کتاب کا دین کے ساتھ نہ صرف تعلق ہو بلکہ وہ دین کی خادم اور طالب علم میں دین کے مغز کو گہرا کرنے والی ہو۔ارشاد الٰہی ہے:﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

"اللہ تعالی ہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے محمد ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے، انہیں پاک کرتے اور اللہ تعالی کی کتاب اور حکمت ودانائی سکھلاتے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔" (الجمعہ:2)

## تعلیم نسواں:

تعلیم مرد وزن دونوں کی ہی ضرورت ہے اور ان دونوں میں چونکہ طبعی (فزیکل) فرق ہے لہذا یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ہر ایک وہی تعلیم حاصل کرے جو اسے اس کی طبعی زندگی میں اس کی فطرت کے مطابق کوئی کام کرنے کا اہل بنا سکے۔دوشیزہ کو علوم ومعارف سکھلانے کے ساتھ ساتھ ہی اس کے اصل کام بیوی، ماں اور گھر کی ملکہ بننے کے گر سکھلائے جائیں، اسے آئندہ نسلوں کی تربیت کرنے اور مردان میدان کو جنم دینے والی ماں بنایا جائے اور نوجوان لڑکے کو خاندان کی باگ ڈور سنبھالنے کا طریقہ سکھلایا جائے تا کہ وہ علم وحکمت اور عقل ودانائی کے ساتھ اپنے گھر کی حکومت چلا سکے۔

آج خاندان اور خانگی امور سے متعلقہ معاملات کے بارے میں تعلیمی مراحل میں کچھ کورسز شامل کرنا ایک اہم ضرورت بن گئی ہے خصوصاً جبکہ موجودہ دور میں خاندانی روابط ورشتے کمزور پڑ رہے ہیں،، باہمی پیار ومحبت کا قحط پڑتا جا رہا ہے، گھر میں سربراہ کون ہوتا ہے اس سے لاعلمی بڑھ رہی ہے، خاندان وخاندان کی بنیادیں، اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے اصول اور خاندانی مسائل کو حل کرنے کا فن مٹتا جا رہا ہے، اور بالخصوص اس لئے کہ آج طلاق کی شرح بہت بڑھ گئی ہے اور بلا شادی پڑے رہنے کی نسبت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔

# اسلامی ضابطۂ اخلاق اور کفار کی دوغلی پالیسی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

13/7/1423ھ، 16/9/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

اے اہل ایمان! یہ زمین پیغام اسلام کے نور سے چمک اٹھی ہے اور سید الانام حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے نور نے اسے جگمگا دیا ہے، اسلام کا پیغام ایسا ہے کہ جس میں تمام جہانوں کی رحمت، پاکیزگی وطہارت اور عام لوگوں کی زندگی کے لئے اصلاح ودرستگی کا سامان موجود ہے۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس کی طرف عقل سلیم اور فطرت سلیمہ وحکیمہ دعوت دیتی ہو اور اس کی دعوت اسلام نے نہ دی ہو اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس سے صحیح طبیعت انسانی اور عقل سلیم انکار کرتی ہو اور اسلام نے اس سے منع نہ کیا ہو اور اس سے باز رہنے کی تاکید نہ کی ہو۔

اسلام کے پیغام میں نفوس کا تزکیہ، قلوب کی طہارت وپاکیزگی، اخلاق وکردار اور ظاہر وباطن کی اصلاح ودرستگی پائی جاتی ہے۔ پیغام اسلام ہر عمدہ عادت، اعلیٰ اخلاق اور حسن کردار کی دعوت دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیامبر اسلام ﷺ کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔" (القلم: 4)

## اسلام کے عناصر قانون:

جی ہاں! اسلام ہی وہ پیغام ہے جس کے قانونی وتہذیبی اصول اخلاقی عناصر پر قائم ہیں۔ وہ پیغام جس کے اہداف بڑے ہی اعلیٰ ہیں اور اس کے قوانین کے اغراض ومقاصد اعلیٰ اخلاق اور عمدہ طبائع کے حکم پر مشتمل ہیں اور وہ قول وفعل اور کردار کے اعتبار سے انہی امور کی طرف دعوت دینے کا حکم دیتے ہیں۔ قولی محاسن اخلاق کے مبادیات میں سے ایک اصول کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾

"اور لوگوں کو اچھی بات کہو۔" (البقرہ: 83)

اور فعلی اخلاق حسنہ کے اصول کی جڑیں مضبوط کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾

"بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو۔" (المومنون: 96)

اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾

"(سخت کلامی کا) ایسے طریقے سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے کہ جس کے اور آپ کے مابین دشمنی تھی گویا وہ آپکا گرمجوش دوست ہے۔" (حم السجدہ: 34)

اس سلسلہ میں کمال انسانی اور انتہائے شرافت بشری سے متصف حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: إنما بعثت لأتمم مكارم

الأخلاق

"مجھے اللہ تعالی نے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔"[1] (مسند احمد، مستدرک حاکم، علامہ ابن عبد البر اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

اے اہل اسلام! اخلاق حسنہ کمال ایمان کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد اور مظاہر اسلام میں سے ایک مظہر ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ"

"مومنوں میں سے سب سے اکمل ایمان والا وہ ہے جو اخلاقی اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہے، اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہے۔"[2] (مسند احمد، ترمذی حدیث حسن صحیح - امام ابن حبان و حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے..)

ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ" (صحیح مسلم)

"نیکی حسن اخلاق کا نام ہے۔"[3]

## حسن اخلاق اور بلندئ درجات:

برادران ایمان! حسن اخلاق کا التزام و اہتمام انسان کے لئے بلندئ درجات، علو مقام و مرتبہ اور عالی قدر ہونے کا سبب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ" (ابوداود)

"میں اس شخص کو جنت میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس نے جھگڑا ترک کیا اگرچہ وہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو، اور میں اس شخص کو جنت کے وسط میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس نے جھوٹ بولنا ترک کیا اگرچہ وہ محض راہ مزاح ہی کیوں نہ ہو، اور میں اسے جنت کے اعلی مقام پر گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حسن اخلاق کا مالک ہو۔"[4]

اور صحیح بخاری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا"

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اخلاق میں تم میں سب سے اچھا ہے۔"[5]

قول وفعل، منہج و کردار اور لین دین میں حسن اخلاق کی بدولت مومن اہل سعادت، اصحاب فوز و فلاح اور عاملین و مجاہدین کی اعلی منازل کو صرف اپنے حسن اخلاق کے ذریعے بھی پا سکتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ: تَقْوَى اللهِ

---

1) مسند احمد: 2/250۔

2) ترمذی، حدیث: 1162۔

3) صحیح مسلم، حدیث: 2553۔

4) ابوداؤد، حدیث: 4800۔

5) صحیح بخاری، حدیث: 6035۔

وَحُسْنُ الْخُلُقِ " (ترمذی، امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور شواہد کی بناء پر یہ صحیح ہی ہے۔)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کے بارے میں پوچھا گیا جس کی بدولت اکثر لوگ جنت میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "منہ اور شرمگاہ۔"[1]

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ "

"مومن اپنے حسن اخلاق سے روزے دار اور شب زندہ دار و تہجد گزار کا مقام پا لیتا ہے۔"[2]

(ابو داود۔ اسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے اور مستدرک حاکم میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔)

## جنت میں مرافقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

برادران اسلام! حسن اخلاق کا التزام و اہتمام، اپنی زندگی میں اس پر عمل اور طبیعت میں نرم خوئی آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرافقت و ساتھ حاصل ہونے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا " (ترمذی، حدیث حسن اور اسے امام ابن حبان نے بھی صحیح قرار دیا ہے)

"قیامت کے دن میرے قریب ترین جگہ پانے والا اور مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ حسن اخلاق کا مالک ہے۔"[3]

## میزان حسنات میں بھاری عمل:

اخلاق حسنہ سے ہی صلاح و درستگی اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور یہی فوز و فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ"

"قیامت کے دن مؤمن کے میزان حسنات میں اخلاق حسنہ سے بھاری دوسری کوئی چیز نہیں ہوگی، اور اللہ تعالیٰ فحش گو اور بدکلام شخص کو ناپسند کرتا ہے۔"[4] (ترمذی و ابوداود، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔)

اے اہل ایمان! ان رنگارنگ بھلائیوں کو پانے اور طرح طرح کے ثمرات کو حاصل کرنے کے لیے ہی رحیم و کریم اور شفیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ "

"جہاں بھی تم رہو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اگر کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو وہ نیکی برائی کو مٹا دے گی، اور لوگوں سے حسن اخلاق

1) ترمذی، حدیث: 2004۔

2) ابوداود، حدیث: 4798۔

3) ترمذی، حدیث: 2018۔

4) ترمذی، حدیث: 2002۔

سے پیش آؤ۔"[1] (ترمذی-حسن صحیح)

## مفہوم وعلامات اخلاق حسنہ:

اے اہل اسلام! اخلاق حسنہ کا مفہوم بڑا وسیع ہے اور اسلام میں یہ ہر نیکی کو شامل ہے، اور اس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان تمام اچھے اقوال و اعمال اور رفق و نرم خوئی کو اپنائے اور اسی میں یہ بھی آتا ہے کہ انسان کا کردار انتہائی عمدہ، طبیعت میں شرافت اور عادات انتہائی اعلی ہوں، اسلام میں محاسن اخلاق کو بیان کرنے والا جامع اصول یہ ہے:

"نیکی کرو اور دوسروں کو اذیت سے بچاؤ۔ وہ قولی ہوں یا فعلی۔"

اور اخلاق حسنہ کا عام قاعدہ ہے:

"شرعی اخلاق کو اپنایا جائے، اور اللہ نے اپنے بندوں کو جو آداب سکھلائے ہیں انھیں اختیار کیا جائے۔"

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سعد بن ہشام نے ان سے پوچھا: "أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ : أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ قُلْتُ : بَلَى . قَالَتْ : فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ" (صحیح مسلم)

اے ام المؤمنین! مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا آپ قرآن کریم نہیں پڑھتے ؟ انھوں نے عرض کیا، کیوں نہیں، پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: "اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن کریم کے احکام پر ہی مشتمل تھا۔[2]

بعض اہل علم نے اخلاق حسنہ کی بعض علامات جمع کی ہیں اور فرمایا: "حسن اخلاق یہ ہے کہ آدمی بہت حیاء دار، مرنجاں مرنج (دوسرے کو تکلیف نہ دینے والا) بہت صاف سیدھا، صدق گو، کم گو، کثیر العمل یا وہ گوئی نہ کرنے والا، فضول گوئی سے بچنے والا، نیکی کا خوگر، باوقار، صابر و شاکر، راضی بقضاء اللہ، حلیم و بردبار، نرم خو، پاکباز، شفیق و رحم دل، ہشاش بشاش و خندہ رو ہو۔ نہ لعن طعن کرنے والا اور نہ ہی برا بھلا کہنے والا ہو، نہ غیبت کرنے والا نہ چغلی خور، نہ جلد باز، نہ حاسد و حاقد اور نہ ہی بخیل ہو، اللہ کی خاطر لوگوں سے محبت رکھنے اور اسی کی خاطر لوگوں سے نفرت کرنے والا ہو، اللہ کے لیے راضی ہونے والا اور اسی کے لئے غضب و غصہ کھانے والا ہو۔"

## سنت وسیرت کے گل بوٹے:

اللہ والو! ان عام اصولوں اور ان کی جزئی فروع کے مظاہر کا پتہ خوشبوئے سنت اور ریحان سیرت میں پائی جانے والی اعلی ہدایات اور عالی قدر تعلیمات سے بھی چلتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ" (ترمذی-حسن غریب)

---

5) ترمذی، حدیث: 1987۔

1) صحیح مسلم، حدیث: 746۔

"کیا میں تمہیں جہنم سے نجات پانے اور جنت حاصل کر جانے والے لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں: اور پھر فرمایا:" ہر وہ شخص جو میانہ رو، نرم خو اور خوش مزاج ہو۔"[1]

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشج عبد القیس سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: "إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ، وَالْأَنَاةُ"
"تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جنہیں اللہ تعالی پسند فرماتا ہے، حلم و بردباری اور سبک روی و نرم خوئی۔"[2] (صحیح مسلم)

ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دیگر مواقع پر فرمایا: "وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ" (صحیح مسلم)
"اللہ تعالی نے میری طرف وحی کی ہے کہ خاکساری و تواضع اختیار کرو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے مسلمان بھائی پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی دوسرے کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔"[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ" (صحیح مسلم)
"کسی نیکی کو حقیر و معمولی نہ سمجھو اگر چہ وہ تمہارا اپنے کسی بھائی کو خندہ روی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔"[4]

## فطری جبلی اور کسبی اخلاق:

برادران ایمان! اخلاق حسنہ میں سے بعض امور و عادات تو وہ ہیں کہ انسان کی جبلت و سرشت میں داخل ہوں، اور بعض وہ ہیں جو انسان خود اپنی محنت و کوشش سے پاتا ہے جن میں تعدیل و تقویم اور اصلاح کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔ چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خلق حسن نوع انسانی میں پائی جانے والی ایک خصلت ہے اور اس معاملہ میں انسان کم بیش درجات والے اور باہم متفاوت مقام والے ہیں۔ جس پر کسی اچھی خصلت کا غلبہ ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے محنت و کوشش کرنی چاہیے تا کہ وہ پسندیدہ خصال کا مالک بن سکے۔"

امام ماوردی فرماتے ہیں: "اخلاق انسان میں پوشیدہ طبیعت کا نام ہے جو اختیاری شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی اضطراری و مجبوری کی شکل میں سامنے آجاتی ہے۔"

لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کی کوشش کرتا رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ، وَإِنَّمَا الْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ، مَنْ يَتَحَرَّى الْخَيْرَ يُعْطَهُ، وَمَنْ يَتَّقِ الشَّرَّ يُوقَهُ"
"علم سیکھنے سے آتا ہے اور حلم و بردباری اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور جو آدمی خیر و بھلائی چاہنے والا ہو، اسے خیر و بھلائی عطا کی جاتی ہے اور جو شخص شر و برائی سے بچنے کی نیت رکھے اسے برائی سے بچایا جاتا ہے۔"[5] (طبرانی فی الاوسط، اسے امام بغدادی نے حسن سند سے روایت

---

2) ترمذی، حدیث: 2488۔
1) صحیح مسلم، حدیث: 17۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 2865۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 2626۔
4) طبرانی الاوسط، حدیث: 2663۔

کیا ہے)

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں فرمایا ہے: "اللَّهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ" (نسائی باسناد صحیح)

"اے اللہ! مجھے حسن اخلاق کی ہدایت دے اور حسن اخلاق کی ہدایت وتوفیق صرف تو ہی دے سکتا ہے اور اے اللہ! مجھے برے اخلاق سے بچا اور بداخلاقی سے صرف تو ہی بچا سکتا ہے۔"[1]

اے اہل ایمان! اسلامی اخلاقیات میں سب سے زیادہ اعتبار وانحصار عقائد پر ہے جو کہ دینی نگرانی وحیثیت سے پھوٹتا ہے۔ یہ اخلاقیات ماحول یا زمین سے نہیں پھوٹتے اور نہ ہی انھیں اپنے مفادات ومصالح کے اعتبار سے پایا جاتا ہے۔غرض محاسن اخلاق نہ تو کسی قیدو بند کے پابند ہیں اور نہ ہی وہ حدود وقیود میں محصور ہیں بلکہ وہ ثابت ہیں جو زمان ومکان کی تبدیلیوں اور تغیرات سے نہیں بدلتے اور یہ مسلمانوں کے تمام حالات کو شامل ہیں وہ معمولی ہوں یا بڑے، باریک وچھوٹے ہوں یا جلیل القدر، اور یہ محض فضائل ہی نہیں بلکہ یہ ایک مکمل منہج وطرز زندگی ہے جس میں تہذیبی تربیت کا تنظیمی قوانین سے چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسی پر پوری زندگی اور اس کے تمام ترنظریات کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہ کمال وجمال، توازن واستقامت ہر صورت کو شامل ہوتے ہیں۔

لہٰذا اے اللہ کے بندوں! عاقبت اندیشی وتقوی اختیار کرو اور حسن اخلاق کو اپناؤ اور ہمیشہ صدق مقال وخوش خصال رہو۔

## اعداء اسلام کی زبان درازی:

اے امت اسلامیہ! یہ گفتگو اصول اسلام میں سے ایک اہم اصول کے بارے میں ہے جو ان گنت اعلی قدروں، عمدہ اخلاقیات اور اچھی عادات پر مشتمل ہے اور اسلام کے اصول اخلاق کے انتہائی روشن وواضح ہونے کے باوجود اعداء اسلام اور دشمنان دین اور اہل اسلام پر نت نئے طریقوں سے حملے اور زبان درازیاں کرتے رہتے ہیں۔ کفار اسلام اور بلاد حرمین شریفین کے خلاف ہرزہ سرائی سے نہیں رکتے اور الزامات وہ لگاتے ہیں جن کا حقیقی منہج اسلامی سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کا اس عملی کردار سے کوئی تعلق ہے جو اپنے دین سے لے کر اہل اسلام اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ ہرزہ سرائیاں ان کے اسلام کے خلاف دیرینہ بغض وکینہ اور حسد کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

## ہماری ذمہ داریاں:

اہل عقل جاننے کی کوشش کریں کہ یہ خود غرض وبدباطن لوگ جو الزامات لگاتے ہیں یہ ثابت شدہ حقائق کو توڑ موڑ اور سچے تصورات کو بگاڑ کر پیش کرنے اور مفاہیم کو بدلنے کا نتیجہ ہیں۔

خبردار رہیں! امت اسلامیہ کو اپنے دین اسلام پر فخر کرنا چاہیے اور اپنی شریعت کو باعث عزت وافتخار سمجھنا چاہیئے اور اس کی طرف دعوت دینے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے تمام تر مساعی کام میں لانی چاہئے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جیئیں تو اسلام کے لئے، اس کی طرف دعوت دینے کے لیے اور اس کے مسائل کو حل کرنے کا حقیقی اہتمام

1) نسائی، حدیث: 897۔

کرنے کے لئے، اور امت اسلامیہ کی مشکلات ومصائب کو دور کرنے کے لیے۔ یہ بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں جنھیں سب کو مل کر اٹھانا ہے اور اللہ رب العالمین کے سامنے ان کے بارے میں سب سے باز پرس ہوگی۔

## بعض منافقین:

برادران اسلام! کافروں کی ان تمام کارستانیوں کے پیچھے ہمارے کچھ اپنے ہی چھپے ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کے دین ومنہج ہونے کا انکار کر رکھا ہے۔ جو دین کی بنیادوں اور اخلاقی قدروں کی پامالی کرتے رہتے ہیں، تاریخی حقائق کو مسخ کرنے پر اپنے قلم اور تمام ذرائع ابلاغ کو لگا رکھا ہے۔ تاکہ نیک وصالح زندگی کی بنیادیں اور اخلاق حسنہ کے بخئیے ادھیڑ کر رکھ دیں اور ان کے اغراض ومقاصد میں سے اہم ترین چیز صرف ایک ہے کہ مسلمان نسل کو روحانی طور پر ظلمتوں اور تاریکیوں میں ڈال دیں، ان کا ایمان ویقین کمزور کر دیں، ان میں دین سے تمسک کو مٹا دیں، اخلاقی اعتبار سے انھیں دیوالیہ کر دیں، اور ان کی حیاء کا جنازہ نکال دیں۔

اے اللہ! مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھ اور ان کی سازشوں کا خود انھیں ہی شکار بنا دے۔

اہل اسلام! ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں انتہائی مکر وفریب سے کام لیتے ہوئے اسلام کے اخلاقی منہج اور اس کے روشن چہرے کو داغدار کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں اور سخت تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ اسلام پر وہ الزامات عائد کئے جا رہے ہیں جس سے اسلام کل طور پر بری ہے، حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جا رہا ہے اور مفاہیم ومعانی کو بدل کر سامنے لایا جا رہا ہے۔

## دوغلی پالیسی:

یہ لوگ جو اسلام پر بے بنیاد اور جھوٹے الزامات لگاتے ہیں وہ حسد وحقد اور بغض وکینہ سے بھرے ہوئے، یہودیوں اور صہیونی طاقتوں کو نہیں دیکھتے جو اخلاق کا نام تک نہیں جانتے، جن کی فطرت میں کمینگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، جو بدترین عادات اپنائے ہوئے ہیں، جن میں سنگدلی کی انتہاء ہو چکی ہے۔ وحشت وبربریت کا پیکر بن چکے ہیں، زمین میں بغاوت وبگاڑ مچائے ہوئے ہیں، اللہ کی مخلوق پر ظلم وستم کی حد کر رکھی ہے۔ ان منافقین اور دوغلی پالیسی پر عمل پیرا لوگوں کو یہ یہودی کیوں نظر نہیں آتے، جو بدامنی، تخریب کاری، دھوکہ دہی اور ضلالت وگمراہی پر اپنا ثانی نہیں رکھتے، عہد شکنی، معاہدات کی خلاف ورزی اور تحریف وجعل سازی جن کی فطرت ہے۔ جنہیں سچ بولنا آتا ہی نہیں۔ خیانت وبد دیانتی ان کی رگ رگ میں بسی ہوئی ہے۔ جھوٹ ان کے ریشے ریشے میں گھسا ہوا، دسیسہ کاریاں ان کی سرشت میں خوف وہراس پیدا کرنا اور خون کی ندیاں بہانا ان کی عادت ہے۔ ان کج فکر لوگوں کو صبر وشاتیلا کے خونچکاں واقعات نظر نہیں آئے، وہ قانا کی خونریزیوں کو نہیں دیکھتے جنین اور ایسے ہی کئی دیگر مقامات پر ان یہود نے خاک وخون کی جو ہولی مچائی تھی، اس وقت ان کا عدل وانصاف کہاں تھا؟ تب ان لوگوں کی عقلیں گھاس چرنے گئی ہوئی تھیں۔ ان سب وحشت وبربریت کے واقعات کو نگاہوں میں رکھ کر بتائیں تو سہی کہ اخلاق کریمانہ کا دشمن کون ہے؟ انسانی عزت وکرامت اور شرف اسی طرح حقوق انسانی میں نقب لگانے والا کون ہے؟ مسلمان یا یہود؟ ترازو کے پلڑوں کے جھکاؤ کو صرف قرآن ہی سیدھا کر سکتا، حل واضح ہے اور حق روشن ہے۔ کیا خواب غفلت میں مارے مارے پھرنے والے لوگ ہوش کریں گے؟

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ[146] الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾

"اگر آپ باوجود یکہ آپ کے پاس علم آچکا، پھر بھی ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو یقیناً آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں۔ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے۔ ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے۔ آپ کے رب کی طرف سے یہ سراسر حق ہے۔ خبردار! آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔" (البقرہ:147)

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# غیبت وچغلی: مذمت ونقصانات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

20/7/1423ھ 23/9/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

## غیبت کی مذمت قرآن کریم میں:

اللہ کے بندو! کبیرہ گناہ ہر قسم کی بدبختی وشر کا سبب اور دنیا وآخرت کے عذاب کا باعث ہیں اور نافرمانی وگناہ کا شر مضر وخطرنا کا وران کبیرہ گناہوں اور نافرمانیوں میں ہی غیبت وچغلی بھی ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسے حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ دلوں میں بگاڑ پیدا کرتی اور انھیں ایک دوسرے سے دور کرتی ہے۔ شر کے بیج بوتی اور مصائب وفتن کو جنم دیتی ہے اور ہلاکت وتباہی کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور مرتکب کو اس وقت ندامت میں مبتلا کر دیتی ہے جب شرم وندامت کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ اختلافات کی خلیج کو وسعت دیتی ہے، دلوں میں حسد وحقد پیدا کرتی ہے، یہ نیکیوں کو گھٹانے اور گناہوں کو بڑھانے کا کام کرتی ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو ذلت ورسوائی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ غیبت وچغلی باعث عار اور سبب نار ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا اللہ تعالی کی ناراضگی کو مول لیتا ہے، اور اسی حالت میں مرجانے کی شکل میں اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا، دل اس شخص سے نفرت کرتے ہیں۔ اس شخص میں عیوب بڑھ جاتے ہیں. اللہ تعالی نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

”اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حالات کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تم ضرور نفرت کرو گے (غیبت بھی نہ کرو) اور اللہ تعالی کا خوف کھاؤ، بیشک اللہ تعالی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“ (الحجرات: 12)

غیبت وچغلی سے روکنے کا یہ انتہائی نفرت دلانے والا انداز ہے، اللہ تعالی نے کسی مسلمان کی غیبت کرنے اور چغلی کھانے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، اور جب چغلی کھانے والا اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے سخت نفرت کرتا ہے تو اسے اپنے زندہ بھائی کا گوشت بھی نہیں کھانا چاہئے اور غیبت وچغلی اس کے زندہ ہونے کی صورت میں اس کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تشبیہ پر غور وفکر کرے تو یہ اسے غیبت وچغلی س دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

## غیبت کیا ہے؟:

غیبت یہ ہے کہ آپ اپنے کسی مسلمان بھائی کے بارے میں اس کی عدم موجوگی میں وہ باتیں کریں جنھیں اگر اس کے سامنے کریں تو وہ

اسے اچھی نہ لگیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ" (صحیح مسلم)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا اپنے بھائی کا ان الفاظ سے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہوں۔" آپ سے عرض کیا گیا: اگر جو بات کی گئی ہے وہ ہمارے اس بھائی میں واقعتاً پائی جاتی ہو تو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر تمہارے بھائی میں وہ بات یا عیب پایا جاتا ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ چیز پائی ہی نہیں جاتی تو یہ بہتان تراشی ہے۔"[1]

یعنی اگر تم نے اپنے کسی بھائی کے اس عیب کو اچھالا جو کہ درحقیقت اس میں پایا جاتا ہے تو یہ غیبت ہے جو کہ ممنوع ہے اور اگر وہ ان الزامات سے بری ہے جو تم اس پر لگا رہے ہو تو پھر تم نے اس پر الزام تراشی و بہتان بازی یا افتراء پردازی کی۔

## غیبت کی مذمت زبان رسالت سے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منی میں یوم نحر (عید کے دن) فرمایا: "فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" (متفق علیہ)

"تمہارے خون، مال، عزت و آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ آج کا دن تمہارے اس ماہ اور اس شہر میں حرمت والا ہے۔ خبردار! کیا میں نے تمھیں (دین) پہونچا دیا؟"[2]

مسلمانو! اس بدترین گناہ غیبت و چغلی سے اپنی زبانیں بچا کر رکھیں کیونکہ یہ ایک گھٹیا قسم کا گناہ ہے۔ جس نے لرزشوں سے اپنی زبان کو بچا لیا وہ فوز و فلاح پا گیا اور جس نے اپنے اعضاء کو اطاعت الہی کا کاربند کر لیا وہ کامیاب ہوگیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" (متفق علیہ)

"جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے مابین والی چیز (زبان) اور اپنی ٹانگوں کے مابین والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے (کہ غلط استعمال نہیں کرے گا) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"[3]

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! افضل

---

1) صحیح مسلم، حدیث:2589۔
2) صحیح مسلم، حدیث:1679۔
3) صحیح بخاری، حدیث:6474۔

مسلمان کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ" (صحیح مسلم)

"جس کے ہاتھوں اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"[1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذریعۂ نجات کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "امْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ" (ترمذی: حدیث حسن)

"اپنی زبان پر کنٹرول رکھو، اپنے گھر میں ٹکے رہو [بلا وجہ ادھر ادھر نہ بھٹکتے پھرو] اور اپنے گناہوں پر گریہ کناں رہو۔"[2]

زبان کی لرزشوں سے بچ کر رہو اور اس کی لگام کو ڈھیلا نہ چھوڑو، زبان بڑی بڑی ہلاکتوں اور مصائب ومشکلات میں مبتلا کر دیتی ہے، اور حسرت وآفات میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، فَتَقُولُ اتَّقِ اللهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا" (ترمذی)

"جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے سارے اعضاء اس کی زبان پر ملامت کرتے اور اسے کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالی کا خوف کھانا ہماری سلامتی کا انحصار تم پر ہے، اگر تم صحیح وسیدھی رہوگی تو ہم بھی سیدھے اور بچے رہیں گے اور اگر تم ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے (ہو کر مشکلات میں مبتلا) ہو جائیں گے۔"[3]

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ، وَنَحْنُ نَسِيرُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ [363/4] الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. قَالَ: ثُمَّ تَلَا: {تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ} حَتَّى بَلَغَ: {يَعْمَلُونَ}، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذُرْوَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا نَبِيَّ اللهِ. فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ. قَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا. فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ" (ترمذی: حدیث حسن صحیح)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے

1) صحیح مسلم، حدیث: 42۔
2) ترمذی، حدیث: 2406۔
3) ترمذی، حدیث: 2407۔

جنت میں (داخل کردے اور جہنم سے دور کردے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم نے بہت ہی اہم سوال کیا اور وہ اس کے لئے تو بہت آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالی آسان کردے۔ اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اگر استطاعت و طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ابواب خیر کا پتہ نہ دوں؟ "روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے جس طرح کہ پانی آگ کو بجھا دیتا اور رات کو اٹھ کر نماز کا پڑھنا۔" اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی جس میں ہے: ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ [16] فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں، کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اور یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔" (السجدہ 16-17)

پھر فرمایا: میں تمہیں دین کا سر، اس کا ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بتائیں! تب آپ نے فرمایا: "دین کا سر اسلام، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کے کوہان کی چوٹی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔" پھر فرمایا: میں تمہیں ان سب کے سردار کا پتہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ضرور فرمائیے: تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: "اسے کنٹرول میں رکھو۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا زبان سے نکلی ہوئی باتوں پر بھی ہمارا مؤاخذہ ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری ماں تمہیں گم پائے، لوگوں کو ان کی زبانوں سے نکلے ہوئے کلمات ہی منہ کے بل جہنم میں گرانے کا باعث ہوں گے ہے۔"[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ " (ابوداوٗد)

"جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور ان سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھید رہے تھے میں نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروریزی کرنے کے درپے رہتے (غیبت کرتے) تھے۔"[2]

مسلمانو! غیبت و چغلی کو معمولی نہ سمجھو، یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ اس کا گناہ بہت ہی بڑا ہے اور یہ انتہائی خطرناک ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾

1) ترمذی، حدیث: 2616۔

2) ابوداوٗد، حدیث: 4878۔

”تم اسے معمولی بات سمجھے تھے جبکہ یہ اللہ تعالی کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔“ (النور:15)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو پکڑ لیتے اور فرماتے: ”یہی وہ زبان ہے جس نے مجھے قدم قدم پر ہلاک کیا ہے۔“

یہ انکی انتہائی خاکساری وتواضع اور محاسبۂ نفس کا نتیجہ تھا۔

## غیبت کے نقصانات:

غیبت وچغلی کے نقصانات وخطرات بہت پھیل گئے ہیں آج کل مجلسوں کا دستر خوان اور موضوع سخن بن گئی ہے ۔ یہ غیظ وغضب اور حقد اور حسد کو ہوا دیتی ہے، غیبت کرنے والا سمجھتا ہے کہ اس طرح وہ اپنے عیوب کو دوسروں سے چھپا لے گا اور وہ صرف اسے ہی نقصان پہونچا رہا ہے جس کی غیبت کر رہا ہے ۔ اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ غیبت کے نقصانات اور اس کے شر سے خود غیبت کرنے والا بھی نہیں بچ سکتا۔

غیبت کرنے والا ظالم ہے اور جس کی وہ غیبت کرتا ہے وہ مظلوم ہوتا ہے، قیامت کے دن ظالم ومظلوم دونوں اللہ تعالی کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے جو حاکم عادل ہے، اس ظالم کی غیبت کے بقدر نیکیاں لے کر اس مظلوم کو دے دے گا۔ اور یہ دن وہ ہے جب کوئی والد اپنے بیٹے کو اور کوئی دوست اپنے جگری دوست کو ایک نیکی دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوگا، بلکہ ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے: ”سود کے ستر سے کچھ زیادہ دروازے ہیں اور ان میں سے سب سے کمتر درجہ یہ ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے برائی کرے اور سود سے بھی بڑھ کر گناہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عزت وآبرو ریزی کے درپے ہو۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " (ترمذی: حدیث حسن)

”جس نے اپنے کسی بھائی کی عزت کا دفاع کیا۔ اللہ تعالی اس کے چہرے کو قیامت کے دن جہنم سے دور کر دے گا۔“[1]

غیبت کرنے اور چغلی کھانے والوں کو اپنے مسلمان بھائیوں کی عزت وآبرو سے کھیلنے سے باز آجانا چاہیے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا [70] يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو اور بات سیدھی کہا کرو، وہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک وہ بڑی مراد پائے گا۔“ (الاحزاب:70-71)

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [16] إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ [17] مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

1) ترمذی، حدیث: 1931۔

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں، اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، انسان کے منہ سے جو بھی بات نکلتی ہے، اس کے پاس نگہبان تیار بیٹھے ہیں۔“ (ق:16-18)

اللہ کے بندو! غیبت اور چغلی انتہائی بڑا کبیرہ گناہ ہے جسے شیطان نے انسان کے لئے مزین کر رکھا ہے اور وہ اس کے جال میں پھنستا چلا جاتا ہے، اور اس کے مکر و فریب میں مبتلا ہو چکا ہے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے پر تلا ہوا ہے۔

## چغلی اور اس کی مذمت:

چغلی بھی غیبت کی ایک بدترین قسم ہے، چغلی یہ ہے کہ لوگوں کی باتیں ادھر سے ادھر پہونچائی جائیں اور لگائی بجھای کی جائے اور یوں ان کے مابین لڑائی وجھگڑا اور نفرتوں کا بیج بویا جائے، اللہ تعالی نے چغلی کھانے والے کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ [10] هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾

”اور آپ کسی ایسے کا بھی کہنا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار و کمینہ اور عیب چین و چغل خور ہو۔“ (القلم:10-11)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ" (بخاری ومسلم)

”چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“[1]

مسلمانو! اللہ کا خوف کھاؤ اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اور ان کی جانچ پڑتال کرلو اور انھیں تول لو قبل اس کے کہ ان کا کوئی اور وزن کرے۔

### بعض استثنائی مواقع:

(1) مسلمانو! اہل علم نے واضح کیا ہے کہ مظلوم کو حق حاصل ہے کہ وہ امیر یا قاضی وغیرہ ولی امر کے سامنے ظالم کی شکایت و چغلی کھائے جو صرف اس کا ظلم بیان کرلے دادرسی کی نیت سے ہو۔

(2) جو شخص کسی برائی کو دیکھے اس کے لئے بھی جائز ہے کہ برائی کرنے والوں کے خلاف شکایت ان لوگوں یا اداروں تک پہنچائے جو برائی کو روکنے اور برائی کرنے والوں کی باز پرس کی طاقت رکھتے ہیں۔

(3) سائل کو حق ہے کہ وہ مفتی کے سامنے اپنے او پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ کر کے اپنے حق کی وضاحت کرے۔

(4) اگر آپ سے کوئی شخص مشورہ طلب کرے اور کسی کے بارے میں مشورہ مانگے تو اسے اس کا اصل حال بیان کردیں، اور آپ کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اس کے بعض حالات کو مشورہ طلب کرنے والے سے چھپائیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ سامنے والے کے دھوکہ وفریب میں پھنس جائے گا۔ صرف ان جیسے امور میں (نیک نیتی سے) غیبت جائز ہے ورنہ نہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

1) صحیح بخاری، حدیث:6056۔

# ہدایت اور ضلالت کے أسباب وذرائع

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

27/7/1423ھ 4/10/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ تعالی نے بنی نوع انسان پر رحمت فرمائی اور ان کی طرف ہر امت میں خوشخبری دینے اور ڈرانے والے رسولوں علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور ان پر حق کے ساتھ کتابیں بھی نازل کیں تاکہ وہ ان کے احکام کی روشنی میں اختلافی مسائل میں فیصلہ فرمائیں اور اللہ نے انبیاء کے اس زریں سلسلہ کو سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم فرمایا۔ اللہ تعالی اپنے تمام انبیاء پر رحمتیں نازل فرمائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افضل ترین کتاب قرآن کریم کو نازل کیا جس کی تلاوت اور جس پر عمل قیامت کے دن تک جاری رہے گا اور اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اسلامیہ کو پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والا بنایا۔ اب اللہ تعالی کسی سے اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

"اور جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" (آل عمران:85)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پہلے تمام انبیاء حق کے ساتھ مبعوث کئے گئے اور ان میں سے ہر کسی نے پورے عزم واخلاص کے ساتھ ہر ممکن طریقہ سے لوگوں کو حق کی طرف دعوت دی۔ اور باطل سے ڈرایا، شر وبرائی اور حرام امور وافعال سے ہر طرح کے دلائل وبراہین کے ذریعے باز کیا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

"ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ ومتنبہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر نہ رہ جائے اللہ تعالی بڑا غالب اور بڑا حکمت والا ہے۔" (النساء:165)

اہل ایمان اور سعادت مند انسان نے حق وہدایت کو قبول کیا اور کفار جن پر شقاوت وبدبختی اللہ تعالی نے لکھ رکھی تھی، انہوں نے حق وہدایت کو قبول کرنے سے اعراض کیا۔ ارشاد الہی ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى[5] وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى[6] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى[7] وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَى[8] وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى[9] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾

"(جس نے اللہ کی راہ) میں دیا اور (اس سے) ڈرا، اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا۔ ہم اسے آسان راستے کی سہولت دیں گے، لیکن جس نے بخل ولاپرواہی برتی اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بھی اس کو تنگی ومشکل کے سامان مہیا ومیسر کردیں گے۔" (اللیل:5-10)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾

”اور اسی طرح آپ کے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔“ (المؤمن:6)

انسانیت کو دین حق و ہدایت کے سامنے دو فریقوں میں کس چیز نے تقسیم کر دیا جس میں سے ایک فریق دل سے ایمان لایا اور اس نے اپنے اعضاء وجسم سے عمل بھی کیا اور دوسرا فریق دل سے کفر پر اڑا رہا اور شر و برائی کی راہ اختیار کی؟ اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ اللہ الملک القدوس القدیر العلیم الحکیم کی مرضی ومشیت سے ہی ہوا ہے کہ ایک گروہ جنت میں جائے اور دوسرا جہنم رسید ہو۔ اور اس میں اس کی عظیم حکمتیں اور جلیل القدر مقاصد پنہاں ہیں جنہیں ان غیبوں کو جاننے والی ذات کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾

”اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا جب کہ لوگوں سے ان کے اعمال پر باز پرس ہوگی۔“ (الانبیاء:23)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کمال عدل وحکمت، علم ورحمت اور قدرت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾

”اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور بضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دوں گا۔“ (السجدہ:13)

## اسباب ہدایت وایمان:

ہدایت وگمراہی کے اسباب ووجوہات پر فکر ونظر کرنا، ہدایت وگمراہی اور حق وباطل کے راستوں کی معرفت حاصل کرنا مومن کے لیے ایمان میں اضافے کا باعث ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ چیز خواہشات نفس کی پیروی سے بچے ہوئے کافر کو بھی ایمان لانے پر آمادہ کر دیتی ہے لیکن یہ تبھی ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کا فضل وکرم کسی کا ساتھ دے۔

(1) شکر وامتنان: اسباب ہدایت وایمان میں سے ہی اللہ تعالیٰ کے سابق وپیشگی علم کے مطابق ایک چیز یہ ہے کہ مومن ایمان کی دولت پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اپنے رب کی ثناء بیان کرتا ہے کہ جس نے اسے اسلام کی توفیق وہدایت دی اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فضل و کرم اور اس کا احسان ہے کہ وہ اپنے پیشگی علم کے مطابق مومنوں کو اہل ہدایت بناتا ہے ورنہ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں کہ جس کی بدولت وہ دولت ایمان واسلام حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ [68] وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾

”اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ اور ان میں سے کسی کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اللہ ہی کس لیے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ جسے لوگ شریک کرتے ہیں۔ ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب سب کچھ جانتا ہے۔“ (القصص:68-69)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾

”اور اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کہاں رکھے۔“ (الانعام:124)

ایسے ہی ارشاد ربانی ہے:﴿وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ﴾

”اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ تاکہ لوگ کہا کریں کہ کیا یہ لوگ وہ ہیں جن پر ہم میں سے اللہ تعالی نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالی شکر گزار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔“ (الانعام:53)

اے مسلمان! دین اسلام کی توفیق و ہدایت پانے پر اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ شکر کے نتیجے میں تمہیں خیر و بھلائی عطا کرے گا اور مزید استقامت و ثابت قدمی سے نواز ے گا۔ اور یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ اپنے پیشگی علم کے مطابق کسی شخص کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک کہ بندے سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

(2) معرفت و اتباع حق: اسباب ہدایت میں سے ہی یہ بھی ہے کہ بندہ حق کی معرفت حاصل کرنے اور اس کی اتباع و پیروی کرنے پر لگا رہے اور خواہشات نفس کی پیروی سے گریز کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”جو لوگ ہماری راہ میں محنت و مشقت برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھلا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالی نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔“ (العنکبوت:69)

3) امراض سے خالی قلب: ہدایت و ایمان کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ بندے کا دل برائی سے بری و خالی اور اللہ کے لئے تواضع والا ہو اور وہ فخر و تکبر، حسد و بغض، مکر و فریب، دھوکہ دہی، خباثت و برائی، نفاق اور جعل سازی سے پاک ہو۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ [88] إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

”جس دن کہ مال و اولاد کچھ کام نہیں آئیں گے لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالی کے سامنے بے عیب دل لے کر آئے گا۔“ (الشعراء:88-89)

4) کلام الٰہی اور سنت رسول سے محبت: ہدایت و ایمان کے ذرائع میں سے کلام اللہ سے پیار، اس کی تلاوت، اس کے لئے خشوع و خضوع اور سنتے وقت اللہ کا خوف کھانا بھی ہے اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت بھی ہدایت و ایمان کا ذریعہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾

”اللہ تعالی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں والی ہے، جس سے ان لوگوں

کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔ آخر میں ان کے جسم و دل اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت جس کے ذریعے جسے وہ چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے، اور جسے اللہ تعالی ہی راہ بھلا دے، اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے۔" (الزمر:23)

ایسے ہی کئی دیگر اسباب و ذرائع ہدایت و ایمان کے ہیں۔

## اسباب گمراہی و عداوت حق:

اسی طرح ہی گمراہی، حق سے بغض و عداوت، اس سے جنگ اور اعراض کے بھی کئی اسباب و ذرائع ہیں:

(1) **خواہشات نفس کی پیروی:** گمراہی و عداوت حق کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی اور شہوت پرستی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾

"کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے، اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے؟" (الجاثیہ:23)

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾

"پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشات نفس کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کا نقصان (ہلاکت و جہنم) ان کے سامنے آئے گا۔" (مریم:59)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ، وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ"

"جہنم من پسند اشیاء و خواہشات سے گھری ہوئی اور جنت ناپسندیدہ اشیاء سے گھری ہوئی ہے۔"[1] (بخاری اور یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں)

(2) **فخر و تکبر کی روش:** حق و ایمان سے روکنے والے اسباب و ذرائع میں سے ہی فخر و تکبر بھی ہے، جب دل تکبر کی غلاظت سے لت پت ہو جائے تو سخت ہو جاتا ہے اور قبول حق سے رک جاتا اور توفیق حق سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ بے یار و مددگار ہو کر ذلت و رسوائی اور دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾

"میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا انہیں کوئی حق نہیں اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں

---

1) صحیح بخاری، حدیث:6487۔

تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے اپنا طریقہ بنالیں یہ اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل ہوئے۔" (الاعراف:146)

## تکبر کیا ہے؟

قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً. قَالَ: إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" (صحیح مسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ چاہتا کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا بھی اچھا ہو تو کیا یہ تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، تکبر یہ ہے کہ حق کو جھٹلائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔"[1]

یعنی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو اپنی ذات سے حقیر و کمتر سمجھے۔

(3) حسد و بغض: حق و ایمان اور اہل حق و ایمان کو ناپسند کرنے کے اسباب و ذرائع میں سے ہی حسد بھی ہے۔ یہ انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے اور جب یہ کسی میں جڑ پکڑ لے تو پھر یہ اسے ہر برائی پر آمادہ کر دیتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

"ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے، محض حسد و بغض کی بناء پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ تم بھی معاف کرو اور چھوڑو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لائے۔ یقیناً اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (البقرہ:109)

حسد و بغض نے حق و ایمان سے کتنے ہی لوگوں کو روکے رکھا ہے۔ اب اسی سے آپ ابلیس لعین کی حالت کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا تھا۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ میرے والد حیی بن اخطب یہودی اور میرے چچا ابو یاسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ صبح آئے اور شام واپس چل دیئے میں نے انہیں دیکھا کہ وہ بڑے تھکے تھکے سے لگ رہے تھے، میں نے انہیں خوش کرنے کی کوشش کی جبکہ میں چھوٹی بچی تھی اور ان دونوں کی اولاد میں سے پیاری تھی، مگر اس کے باوجود میرے والد اور چچا نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میں نے سنا کہ میرے چچا میرے والد سے کہہ رہے تھے: کیا یہ وہی شخص (نبی) ہیں؟ میرے والد حیی بن اخطب نے کہا: حضرت موسی علیہ السلام کے رب کی قسم ہے یہ اپنی صفات کے اعتبار سے بالکل وہی نبی مبعوث ہیں، میرے چچا نے کہا: تم اپنی کیا کیفیت پاتے ہو؟ میرے والد حیی نے کہا: جب تک میں زندہ رہا، اس کی عداوت و دشمنی پر قائم رہوں گا۔"

اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

1) صحیح مسلم، حدیث:91۔

﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

"جنہیں ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ (اہل کتاب) انہیں (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) اسی طرح ٹھیک ٹھیک پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔" (الانعام:20)

(4) برے ساتھی: حق وایمان کو قبول کرنے سے دور کرنے والی اشیاء میں سے ہی برے ساتھی بھی ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا [27] يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا [28] لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾

"اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ہائے کاش میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھے گمراہ کر دیا جبکہ نصیحت میرے پاس آچکی تھی۔اور شیطان تو انسان کو (وقت آنے پر) دغا دینے والا ہے۔" (الفرقان:27-29)

(5) تقلید آباء: حق وایمان سے روکنے والی چیزوں میں سے ہی ایک عادات جاہلیہ اور آباء واجداد کی اندھی تقلید و پیروی بھی ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ [69] فَهُمْ عَلَى آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ﴾

"یقین مانو کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو بہکا یا ہوا پایا اور یہ انہی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے۔" (الصافات:67-70)

(6) دولت وجاہ دنیا: حق سے دور رکھنے اور ایمان سے ہٹائے رکھنے کے اسباب و ذرائع میں سے اس دنیا کی دولت، زیب وزینت، جاہ و جلال اور جھوٹی عزت و شرافت کی طلب بھی ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ [2] الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ﴾

"اور کافروں کے لئے سخت عذاب کی خرابی ہے جو آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہی لوگ پرلے درجے کے گمراہ ہیں۔" (ابراہیم:2-3)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی ہرقل کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی عزت و تعظیم کی اور اپنی قوم پر اسلام پیش کیا تو قریب تھا کہ وہ لوگ ہرقل کو قتل کر دیں، اس پر اس نے کہا: میں تو تمہیں اس سلسلہ میں خبر دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔اس نے اپنی حکومت و بادشاہی بچالی لیکن اسلام قبول نہیں کیا۔

(7) عناد: حق وایمان سے روکنے والی چیزوں میں سے ہی ایک عناد بھی ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ﴾

"ڈال دو جہنم میں ہر کافر اور عناد و سرکشی کرنے والے کو۔" (ق:24)

(8) ذرائع ابلاغ: حق وایمان اور نور سے دور رکھنے اور باطل سے گڈمڈ کرنے کے اسباب و ذرائع میں سے سب سے بڑا ذریعہ گمراہ کن

ذرائع ابلاغ ہیں، یہ عوام الناس کی عقلوں پر یلغار کرتے ہیں اور حقائق کو الٹا پیش کرتے ہیں اور انہیں شعوری وغیر شعوری حالت میں اپنے طے شدہ اور غرض مقصود پر لگا دیتے ہیں۔ یہ ذرائع ابلاغ ہر زمانے میں اس زمانے کی ممکنہ شکلوں میں موجود رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کا سب سے پہلا کل پرزہ جو خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا، جو حق سے نفرت کرتا اور اس سے دور بھاگتا تھا اور باطل کو مزین کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا تھا اور کرتا ہے وہ ہے ابلیس لعین۔ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام اور ابلیس علیہ اللعنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى﴾

"لیکن شیطان نے انہیں وسوسہ میں ڈالا، کہنے لگا کہ کیا میں آپ کو دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت نہ بتاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو۔"

(طہ:120)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ [20] وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ﴾

"اور اس نے انہیں کہا: تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے کسی دوسری وجہ سے منع نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ تو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ، اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیے میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔" (الاعراف:21-20)

اور پھر اس نے باطل کی طرف دعوت دی اور اسے بنا سنوار کر پیش کیا اور انہیں حق سے روکنے اور متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کیں، اور یہی کام ہر افک پرداز اور گناہ گار آج بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ﴾

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ انسان اور کچھ جن، ان میں سے بعض دوسروں کی چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ انہیں دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے۔" (الانعام:112)

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مکہ مکرمہ آیا تو قریش میرے ساتھ چمٹے (اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے سے روکتے رہے حتی کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہ سن پاؤں، پھر میں نے سوچا کہ میں عقلمند انسان ہوں (بلاوجہ تھوڑا ہی باتوں میں آجاؤں گا) میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن پڑھ کر سنایا اور مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو میں اسی وقت وہیں مسلمان ہو گیا اور واپس آکر اپنی قوم کو بھی اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔

## مغربی ذرائع ابلاغ اور اسلام و سعودی عرب:

بعض مغربی ذرائع ابلاغ جو کہ سعودی عرب کے خلاف بڑے گھناؤنے الزامات لگا رہے ہیں اور یلغار کر رہے ہیں وہ دراصل اسلام پر طعن و تشنیع کرنا چاہتے ہیں اور مغربی ممالک کے عوام کے سامنے اسلام کی تصویر کو بڑا خراب کر کے رکھنا چاہتے ہیں حسد و بغض اور کینے سے بھرے

ہوئے یہ ذرائع ابلاغ لوگوں کو دین حق اور مسلمانوں سے دور کرنا چاہتے ہیں ۔اور انہیں بہکانے کے درپے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں انہیں اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا جائے اور اس طرح یہودی وصیہونی لابی اور فری میسینری کے اعداء اسلام کے ادارے لوگوں کو اسلام سے نفرت کرنے اور انہیں حق سے روکنے کے لئے کوشاں ہیں اور یوں وہ سعودی عرب میں نافذ شریعت اسلامیہ اور یہاں مروّج اسلامی اخلاقیات کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جب وجہ وسبب معلوم ہو جائے تو تعجب واستغراب ختم ہو جاتا ہے ہم اللہ تعالی کے شکر گزار ہیں کہ سعودی عرب کے حکام وعلماء اور عوام سب اس ظالمانہ ومفسدانہ اور ماسونی (فری میسنیری) حملوں کے مقابلے میں صف واحد بن کر ڈٹے ہوئے ہیں اور مشرق ومغرب پوری دنیا کے تمام مسلمان جو کہ اس دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ (20٪) ہیں وہ انہیں بدترین ذرائع ابلاغ کو مضحکہ خیز قرار دے چکے ہیں جو کہ ابلاغی اصولوں سے منحرف ہو چکے ہیں جنہوں نے حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا ہے، جھوٹ کا سہارا لیا اور دھوکہ دہی اور تلبیس کا رویہ اپنایا، خصوصا اب جبکہ حقیقت کی معرفت حاصل کرنے کے وسائل وذرائع بھی موجود ہیں جو حقائق کو اسی طرح پیش کرتے ہیں جیسے کہ وہ ہیں ۔اس طرح نہیں جس طرح کہ مغربی ذرائع اور ماسونی وسائل پیش کرتے ہیں ۔

یہ ذرائع ابلاغ جو کہ ہمارے دین وملک کو نشانہ بنا رہے ہیں اور ہمارا ملک جو کہ شریعت اسلامیہ کو نافذ کئے ہوئے ہے اور ان کی آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے، ان ذرائع کا مقابلہ وسدباب ہر شخص کی ذمہ داری بلکہ اس روئے زمین پر بسنے والے مسلمان کا فرض ہے اور ہر کوئی حسب استطاعت اسلام کا دفاع کرے اور اس ملک سعودی عرب کا بھی دفاع کرے ۔کیونکہ اس ملک کا ہر مسلمان پر حق ہے ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

”یقینا تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی اور اگر تم صبر کرلو اور تقوی اختیار کرلو تو یقینا یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔“

(آل عمران:186)

## حقیقی ذرائع ابلاغ:

ذرائع ابلاغ کے راستے جو اچھی بات کہی جائے اس کی مثال ایک اچھے درخت کی طرح ہے جس کا پھل لوگ کھاتے ہیں اور اس کے سائے سے استفادہ کرتے ہیں ۔اور وہ اچھی بات ضرورت وحاجت کے وقت کرنا لازمی امر ہے ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ [24] تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ [25] وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ واچھی بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی، مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں، جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے اور اللہ تعالی لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ

نصیحت حاصل کریں، ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے اوپر سے اوکھاڑ لیا گیا، اسے کچھ ثبات تو ہے نہیں ۔"

(ابراہیم:24-26)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ

"پاکیزہ بات صدقہ ہے ۔"[1]

ذرائع ابلاغ اس وقت عام مسلمانوں کے خلاف اور خصوصا سعودی عرب کے خلاف جو بدزبانی کر رہے ہیں ہر شخص پر واجب ہے کہ ان کے شر اور نقصان کو اپنے ذرائع ابلاغ سے دفع و دور کرے اور وہ اس طرح کہ کلمۂ حق کو بلند کریں، اسلام کے محاسن بیان کریں اور باطل کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیں اور اسے خوب ننگا کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ معكَ يُؤَيِّدُكَ فو الَّذِي نفسي بيدِهِ لكلامُهُ أشدُّ عليهم من وقْعِ النَّبلِ

"مشرکین کی ہجو و مذمت کرو، روح القدس حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تیری تائید و مدد کرے گا، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تیرے اشعار کی کاٹ ان کے لئے تیروں سے بھی زیادہ سخت ہے ۔"[2]

یہ حقیقی ابلاغ کی ایک قسم ہے ۔عربی و اسلامی ذرائع ابلاغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی امت کے عقیدہ و دین اور اس کے اخلاق و مصالح کو بیان کریں تا کہ حق کی مدد و نصرت ہو، اس کی طرف دعوت ہو، اور باطل کا ستیاناس ہو اور لوگوں کو اس سے متنبہ کیا جائے اور نوجوان نسلوں کے اخلاق و کردار کو نیک اور صحیح اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے ۔اور ان کے ذہنوں سے دشمن ذرائع ابلاغ کے پیدا کردہ شبہات کا ازالہ کیا جا سکے ۔اور انہیں تخریب اخلاق اور انحراف افکار سے بچایا جا سکے ۔کیونکہ امت کا اصل سرمایہ اس کے وہ نوجوان ہیں جو امت کے دین و منہج پر قائم ہیں اور انہیں اسی انداز سے تربیت دی جائے تا کہ وہ اپنے دین اور وطن کا تحفظ و دفاع کر سکیں ۔اور جن کی فکر میں انحراف اور اخلاق میں فساد آ جائے اور وہ بھی مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے، ایسے نوجوانوں سے دین و وطن کے دفاع کی بھلا کیا توقع کی جا سکتی ہے ۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

1) صحیح بخاری:2989۔

2) صحیح بخاری:4124۔

# امانت مفہوم وفضیلت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1423/8/5ھ، 2002/10/11ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا [72] لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

”ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے (مگر) انسان نے اسے اٹھالیا، وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے، (یہ اس لیے) تاکہ اللہ تعالی منافق مردوں، عورتوں اور مشرک مردوں، عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں، عورتوں کی توبہ قبول کرے، اور اللہ تعالی بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔“ (الاحزاب: 72-73)

## ایک بوجھل امانت:

بیشک ایک بھاری بوجھ، ایک بہت بڑی ذمہ داری اور ایک اہم ترین چیز اس دنیا پر، آسمان، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی مگر وہ سب اسے اٹھانے سے ڈر گئے اور انہوں نے اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور پھر وہی امانت حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔ انہوں نے اسے اٹھالیا، اور ارشاد الٰہی کے کلمات (بیشک وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے) کا معنی یہ ہے کہ وہ انسان جو اس امانت کی ادائیگی میں اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو کما حقہ نبھانے میں کمی پیش کرے وہ بڑا ظالم وجاہل ہے۔ یہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہیں۔

## تفسیری آیات وآثار:

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بالأمانة الطاعة والفرائض التي فرضها الله على عباده، عرضها على السماوات والأرض والجبال على أنهم إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، فكرهوا ذلك، وأشفقوا من غير معصية، ولكن تعظيما لدين الله أن لا يقوموا بها۔

”امانت سے مراد فرائض ہیں جو زمین، آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کئے گئے اور انہیں کہا گیا کہ اگر تم انہیں صحیح طرح سے ادا کرو گے تو تمہیں اجر وثواب ملے گا اور اگر انہیں ضائع کردو تو اللہ تمہیں عذاب دے گا۔ یہ اختیار پا کر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی کوتاہیوں سے ڈرتے گئے کہ کہیں ان کا حق ادا نہ کر سکے تو مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جائیں۔ ان کا یہ انکار اللہ کی نافرمانی نہیں تھا بلکہ وہ اللہ کے دین (اطاعت) کی عظمت کے پیش نظر اسے اٹھانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔“[1]

---

1) تفسیر ابن جریر: 22/54۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: عرضها على السبع الطباق الطرائق التى زينت بالنجوم، وحملة العرش العظيم، فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال: قيل لها إن أحسنت جزيت، وإن أسأت عوقبت، قالت: لا، ثم عرضها على الأرضين السبع الشداد التى شدت بالأوتاد، وذللت بالمهاد، قال فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال، قيل لها: إن أحسنت جزيت وإن أسأت عوقبت، قالت: لا، ثم عرضها على الجبال الشم الشوامخ الصعاب الصلاب، قال، قيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال لها: إن أحسنت جزيت وأن أسأت عوقبت، قالت: لا۔

”اللہ تعالی نے اپنی اس امانت (دین) کو ساتوں آسمانوں پر پیش کیا جو ستاروں سے مزین کئے گئے ہیں، اسی طرح عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتوں پر بھی یہ امانت پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی کروگے تو تمہیں اس کی جزائے خیر ملے گی اور اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی نہ کی بلکہ اس میں سوء تصرف سے کام لیا تو پھر تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر یہ امانت سات سخت زمینوں پر پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا: کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتی ہو؟ زمینوں نے کہا: اس میں کیا ہے؟ اسے کہا گیا: اگر اس امانت کی صحیح طور پر ادائیگی کروگی تو اجر وثواب اور جزائے خیر پاؤ گی اور اگر اس کی ادائیگی میں کوتاہی کروگی تو تمہیں اس سوء تصرف پر عذاب وسزا دی جائے گی۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر یہی امانت دین پہاڑوں پر پیش کی گئی تو انھوں نے بھی انکار کر دیا۔“[1]

## مفہوم امانت:

اے اللہ کے بندو! امانت سے مراد شرعی تکالیف ومطالبات یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ جس نے انہیں ادا کیا اسے اجر وثواب ملے گا اور جو انہیں ضائع کرے گا، اسے عذاب وسزا دی جائے گی۔

امام احمد، بیہقی اور ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الصلاةُ أمانة، والوضوءُ أمانة، والوزن أمانةٌ، والكيل أمانة) وأشياء عدّدها، (وأشدُّ ذلك الودائع)

”نماز امانت ہے، وضوء امانت ہے، وزن کرنا امانت ہے، کسی چیز کو پیمانے سے ناپنا تولنا امانت ہے، اور پھر انہوں نے کئی چیزوں کو باری باری گنا، اور فرمایا کہ ان میں سے سب سے اہم امانت، لوگوں کی کسی کے سپرد کی گئی چیزیں ہیں۔“[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: والغسل من الجنابة أمانة

”جنابت زائل کرنے کے لئے غسل کرنا امانت ہے۔ اور جو شخص کمال امانت داری سے متصف ہو گیا اس نے اپنے دین کو مکمل کر لیا، اور جس

---

1) تفسیر ابن کثیر: 3/ 523۔
2) بیہقی فی شعب الایمان: 5266۔

نے امانت کی صفت کو گنوا دیا، اس نے دین کو ہی پھینک دیا۔“[1]

اسی طرح معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ"

”اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو کہ امانت دار نہیں۔“[2] (طبرانی)

اور مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے: "لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ" (مسند احمد، بزار، طبرانی)

”اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا دین نہیں جو عہد کا پاسدار نہیں۔“[3]

یہی وجہ ہے کہ امانت داری اللہ کے مبعوث کردہ رسولوں اور مقربین بندوں کی صفت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت نوح، ہود، اور صالح علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ [107] فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾

”میں تمہارے پاس ایک امانتدار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، لہٰذا تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور میری اطاعت و فرمانبرداری کرو۔“

(الشعرآء: 107-108)

## سلب امانت اور اس کے نتائج:

کسی میں جس قدر امانت داری کی صفت کم ہوتی جائے گی اس قدر اس سے ایمان کے شعبے اور درجات بھی کم ہوتے جائیں گے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”امانت لوگوں کے دلوں کے وسط میں نازل کی گئی، پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سنت سے علم حاصل کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا اور فرمایا: "يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ، فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا، وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ، فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ، مَا أَظْرَفَهُ، مَا أَعْقَلَهُ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ" (صحیح مسلم)

”ایک آدمی سوئے گا تو حالت نیند میں ہی اس کے دل سے امانت داری کی صفت سلب کر لی جائے گی، اور امانت کا اثر اس کے دل پر صرف اتنا ہی رہ جائے گا کہ آپ اپنے پاؤں پر کوئی انگاری لڑھکائیں تو اس سے ایک آبلہ سا بن جاتا ہے جسے آپ محض سوجا ہوا پائیں گے لیکن

1) الجامع لاحکام القران للقرطبی: 14/ 254۔
2) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 2292۔
3) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 2606۔

اس کے اندر کوئی چیز نہ ہوگی، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکری پکڑی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا،بلآخر یہ عام ہو جائے گا کہ لوگ خرید وفروخت کریں گے لیکن امانت داری کا کوئی بھی خیال نہیں کرے گا اور یہ چیز اتنی نادر رہ جائے گی ( کہ اگر کہیں کوئی ایسا شخص ہوگا تو وہ مشہور ہوگا اور کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی موجود ہے،اور لوگوں کے اوصاف کے ضمن میں عموماًیہ کہا جائے گا کہ فلاں آدمی کتنا ظریف الطبع وخوش مزاج ہے اور فلاں آدمی کتنا صاحب عقل و دانش ہے،لیکن اس میں سے کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔"[1] ( صحیح مسلم )

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر امانت کو ضائع کرے گا اور سستی ولاپرواہی سے دین کے فرائض وواجبات ادا نہیں کرے گا اور عبادات کے حقوق کی ادائیگی میں خیانت کرے گا تو اسے یہ سزا دی جائے گی کہ اس کے دل سے امانت سلب کر لی جائے گی ورنہ اللہ تعالی کی ذات گرامی اس سے کہیں بالا ہے کہ وہ کسی کے دل سے بلاوجہ و بلاسبب ہی امانت کی صفت کو سلب کرلے اگر کوئی واجبات دین کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا اور حقوق العباد کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا مرتکب ہوگا تو اس کی سزا کے طور پر اس کے دل سے صفت امانت سلب کی جائے گی جیسا کہ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

" پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

(الصف:5)

## مفہوم امانت کی وسعتیں:

اس حدیث مذکورہ سابقہ کا آخری حصہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ امانت سے مراد ایمان ہے،اور وہ دین اور اس کے فرائض وواجبات سے عبارت ہے،توحید امانت ہے،نماز امانت ہے،زکاۃ امانت ہے،روزہ امانت ہے،حج امانت،صلہ رحم امانت ہے،نیکی کا حکم دینا امانت ہے،برائی سے روکنا امانت ہے،مال بھی ایک امانت ہے اس سے نافرمانی کرنے میں مدد نہ لی جائے،آنکھ بھی ایک امانت ہے،اس سے کسی ایسی چیز کی طرف نہ دیکھیں جسے دیکھنا آپ کے لئے اللہ نے حرام کر رکھا ہے،ہاتھ امانت ہے،شرمگاہ امانت ہے،پیٹ بھی امانت ہے،کوئی ایسی چیز ہرگز نہ کھائیں جس کا کھانا آپ کے لئے حلال نہیں ہے،اولاد بھی آپ کے پاس امانت ہے ان کی نیک تربیت میں کوئی کمی کوتاہی ہرگز نہ کریں۔بیویاں بھی شوہروں کے پاس ایک امانت ہیں،ان کے حقوق کو ہرگز ضائع نہ کریں،شوہروں کے اپنی بیویوں پر جو حقوق ہیں وہ بھی امانت ہیں اور بندوں کے مادی ومعنوی تمام حقوق بھی امانت ہیں۔ان کی ادائیگی میں بھی کمی نہ کی جائے اور اللہ تعالی نے امانتوں کی ادائیگی اور ان کے حقوق کو ادا کرنے پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے:﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ[8] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ[9] أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ[10] الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

---

1) صحیح مسلم،حدیث:143۔

”اور (فلاح پاگئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد و معاہدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی و محافظت کرتے ہیں ،یہی وارث ہیں جو (جنت) فردوس کے وراث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“ (المؤمنون:8-11)

## ثواب وعقاب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ خِصَالٍ وَأَكْفُلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ :مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "الصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْأَمَانَةُ، وَالْفَرْجُ، وَالْبَطْنُ، وَاللِّسَانُ"

”مجھے چھ چیزوں کی کفالت وضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں. میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ چھ چیزیں کیا ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز، زکات، شرم گاہ، پیٹ اور زبان۔“[1] (معجم طبرانی کبیر، امام منذری نے (الترغیب والترھیب میں) کہا ہے کہ اس کی سند پر کوئی خاص جرح نہیں ہے۔)

امانتوں کی ادائیگی میں کمی کوتاہی اور فرائض و واجبات دین کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں میں خلل وفساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جس سے زندگی کا مزہ بڑا تلخ ہو جاتا ہے اور معاشرے کے افراد اور اکائیوں کے تعلقات ورشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور تمام خاص وعام مصالح وفوائد ضیاع اور خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ تمام مفاہیم وموازین میں فساد و بگاڑ آجاتا ہے اور یہ دنیا کی بربادی کا اشارہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:"مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" (صحیح بخاری)

”قیامت کب آنے والی ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امانت کو ضائع کیا جانے لگے تو پھر قیامت کے جلد آنے کا انتظار کرو۔“[2]

اے اللہ کے بندو! امانتوں کی ادائیگی کا اہتمام کرو، امانتوں اور واجبات کا تحفظ کرو اور حرام اشیاء سے بچ کر رہو۔ ارشاد الہی ہے:﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ [32] وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ [33] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ [34] أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ﴾

”اور (فلاح پاگئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں اور وہ نمازوں پر محافظت ونگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔“ (المعارج:32-35)

## چند عظیم امانتیں:

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

”اللہ تعالی تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس ادا کر دو اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل وانصاف

1) معجم طبرانی کبیر، حدیث:4925۔
2) صحیح بخاری، حدیث:59۔

سے فیصلہ کرو، یقیناوہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالی کر رہا ہے۔ بیشک اللہ تعالی سنتا ہے، دیکھتا ہے۔" (النساء:58)

یہ آیت مبارکہ تمام امانتوں کے لئے عام اور شامل ہے اور ان امانتوں میں سے ہی ہمارے یہ وظائف، مناصب، کام یاڈیوٹیاں اور ان کے حقوق بھی ہیں جس نے ان حقوق کو بخیر وخوبی اسی طرح ادا کیا جیسے اللہ تعالی نے اس پر واجب کئے ہیں۔ اور وہ حقوق بھی باحسن طریق ادا کئے جن کے ساتھ مسلمانوں کی مصلحتیں وابستہ ہیں اور انہیں ہی پورا کرنے کے لئے انہیں ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تو اس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی اور اپنی آخرت کے لیے بھی نیک کام کیا۔ اور جس نے وظائف ومناصب کے حقوق وواجبات کی ادائیگی میں تقصیر اور کمی کوتاہی کی اور لوگوں کے کام کرنے کی ذمہ داری نہ نبھائی یا کام کرنے پر رشوت ستانی کا ارتکاب کیا، یا مسلمانوں کے مال میں خرد بردکی، اس نے اپنی ذات کے ساتھ بھی دھوکہ کیا اور اپنے لئے وہ زادراہ جمع کرلیا جو اسے تباہ وبرباد کردینے والا، اس نے اپنے آپ کے ساتھ ظلم وغداری کی۔ صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: " إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، فَقِيلَ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ " (صحیح مسلم)

" قیامت کے دن جب اللہ تعالی پہلے اور آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو اکٹھا کرے گا تو ہر غدار کی علامت، ایک جھنڈے کی شکل میں بلند کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری کا پتہ دینے والا جھنڈا ہے۔ "[1] (صحیح مسلم)

اور عظیم امانتوں میں سے ہی لوگوں کی آپ کے سپرد کی گئی چیزیں اور ان کے مال واموال یا حقوق بھی ہیں جن پر انہوں نے آپ کو امین بنایا ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: القتل فی سبیل الله يكفر الذنوب كلها إلا الأمانة. قال: يؤتى بالعبد يوم القيامة وإن قتل فی سبيل الله ويقال: أدِّ أمانتك، فيقول: أی ربّ! كيف وقد ذهبت الدنيا؟ قال: فيقال: انطلقوا به إلى الهاوية، فينطلقون به إلى الهاوية، وتمثل له أمانته كهيئتها يوم دفعت إليه، فيراها فيعرفها، فيهوی فی أثرها حتى يدركها، فيحملها على منكبيه، حتى إذا نظر -ظن- أنه خارج زلت عن منكبيه فهو يهوى فی أثرها أبد الآبدين۔

" اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کے دوران قتل (شہید) ہونا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے سوائے امانت کے وہ کہتے ہیں: " قیامت کے دن بندے کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا امانت ادا کرو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا ختم ہوگئی اب میں امانت کیسے ادا کروں؟ فرشتوں سے کہا جائے گا:" اسے جہنم میں لے جاؤ، تو وہ اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ وہاں اس کے سامنے وہ امانت اسی اصل حالت میں آجائے گی جیسی دنیا میں اس نے لی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پہنچان لے گا اور اسے پکڑنے کے لئے وہ دوڑے گا یہاں تک کہ وہ اسے پالے گا۔ پھر وہ اسے اپنے کندھے پر اٹھا لارہا ہوگا اور جب اسے محسوس ہوگا کہ میں اسے ساتھ لئے جہنم سے نکل جاؤں گا تو وہ اس کے کندھے سے پھر جہنم میں لڑھک جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے اسے پانے کے لیے جہنم میں ہی اس کا پیچھا کرتا رہے گا۔[2]

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) صحیح مسلم، حدیث: 1735۔

2) بیہقی فی شعب الایمان: 5266۔

# اختلاط مرد وزن ایک مسئلہ اور اس کا حل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

1423/08/12ھ، 2002/11/19ء

حمد وثناء کے بعد

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔" (الاحزاب:59)

یہ اور دیگر ایسی ہی بعض آیات مردوں اور عورتوں کے اختلاط ومیل جول کے بارے میں قرآن کریم کا موقف واضح کرتی ہیں۔ اور یہ قرآنی منہج امن وسلامتی کے قواعد وضوابط وضع کر دیتا ہے اور سلامتی وامن کے اسباب کی بھی حد بندی کر دیتا ہے تا کہ مسلمان خاندان کا ڈھانچہ محفوظ رہے، ان کے نسب محفوظ وسلامت رہیں اور مرد وزن کے دل فتنہ وانحراف سے پاک رہیں۔

اللہ تعالی نے عورت کو حکم فرمایا ہے کہ وہ چادریں اوڑھ لیں، اور نگاہیں بچا کر رکھا کریں، اور مرد وزن کے مابین اختلاط حرام قرار دے دیا ہے اور یہ سب شر وفساد کے سدّ باب اور فحاشیوں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے ہے۔

مرد وزن کا اختلاط ومیل جول ایک پرانا مسئلہ ہے جو اب پھر سے تازہ ہو گیا ہے کیونکہ فتنہ وفساد اور بے پردگی وفحاشی کو ترویج دینے والے امت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے اور اللہ تعالی نے اس امت کو جس شرف سے نوازا ہے، اس پر اس سے حسد کرتے ہوئے اور دیگر تمام امتوں پر اس کی فضیلت سے جلتے ہوئے وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں۔

اختلاط وبے پردگی کو پھیلانے والے عزتوں کے تحفظ اور آبرو کی حفاظت کے معنی ہی نہیں جانتے اور نہ ہی انھیں شرف کا پتہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ ان کے نزدیک یہ سب محض چند کلمات ہیں جو اپنا قدیم معنی ومفہوم کھو چکے ہیں اور موجودہ آزادروی اور تہذیب جدید نے ان کلمات کے معانی ومفاہیم کو زندہ درگور کر دیا ہوا ہے۔

## ایک مغالطہ:

بعض لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ مرد وزن کا یہ بے حجاب میل وجول صاف ستھرے تعلقات پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ایک نفسیاتی، معاشرتی اور اقتصادی ضرورت ہے۔

**اس کا ازالہ:** ہم ایسا کہنے والوں سے کہتے ہیں کہ تم ہلاکت کے دہانے پر کھڑی مغربی تہذیب سے ہی پوچھ لو کہ اس نے اس بے پردگی و میل وجول سے کیا کیا کچھ کھویا ہے؟ وہ آپ کو بتائیں گے کہ خوفناک اور تکلیف دہ اعداد وشمار کیا ہیں؟ زنا کے نتیجہ میں حمل ہونے کی نسبت کہاں تک پہونچی ہوئی ہے اور ہزاروں بچے غیر شرعی اور حرام کی اولاد کے طور پر پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ اعداد وشمار اس کے علاوہ ہیں کہ

کتنی حاملہ لڑکیاں قبل از وقت وضع حمل (ابارشن) کرواتی؟ اغوا و کڈنیپنگ اور زنا بالجبر کے واقعات کی مقدار کہاں تک پہونچی ہوئی؟ اس کے علاوہ وہاں کا اخلاقی انحطاط کس درجے تک گر چکا ہے؟ اور ان کے اثرات سے مغربی معاشروں کی تباہی کہاں تک جا پہونچی ہوئی ہے؟ اور وہاں بلا شادی کنوارے لڑکے لڑکیوں کی تعداد کس قدر ہوشربا ہو چکی ہے؟ اور یہ سب اس لئے کہ شہوت رانی کے طریقوں کے با آسانی میسر ہونے کی وجہ سے شادی اور اس کے اخراجات و نتائج (بیوی و اولاد) سے وہ روگردانی کر چکے ہیں۔

## ایک اور مغالطہ:

بعض لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ مرد و زن کا باہمی بے حجاب میل جول شہوت کے زور کو توڑ دیتا ہے۔ جنسی جذبات کی تہذیب و اصلاح کا باعث بنتا اور یہ بے پردگی و کھلا میل جول نفسیاتی گرہوں اور کئی دیگر امراض و ہلاکتوں سے بچاتا ہے۔

اس ڈھول کا پول: یہ بھی ایک زبانی دعوی ہے ورنہ مغربی ممالک میں پائی جانے والی اباحیت و آوارگی ہی، اس دعوے کے جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔ اس بے پردگی و میل جول نے ان ممالک میں حیوانی انداز سے شہوت پرستی، آبروریزی اور شہوت رانی کی روش کو اس قدر عام اور بے مہار کر دیا ہے کہ اب ان لوگوں کی تشنگی میں کمی آتی ہے نہ جذبات میں ٹھہراؤ اور حد تو یہ ہے کہ وہاں غیر فطری طریقوں سے شہوت رانی یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں رہ گئی۔

جنسی جذبات کو بے قابو چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ نفسیاتی عقدے اور گرہیں کم نہیں بلکہ زیادہ ہو رہی ہیں اعصاب میں سکون نہیں بلکہ تناؤ آرہا ہے اور تباہ کن امراض و بیماریاں پھیل رہی ہیں اور نفسیاتی قلق و اضطراب وہاں کی ایک اہم عصری بیماری گیا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ایک شخص کو اٹھا کر ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں میں پھینک دیں اور پھر اس سے یہ مطالبہ بھی کریں کہ دیکھیں تمہارے کپڑے نہ بھیگنے پائیں؟ اور یہ کیسے ہو سکتا کہ ایک آدمی کو ہم اپنے ہاتھوں دہکتی آگ کے الاؤ میں جھونک دیں اور پھر اس سے یہ مطالبہ بھی کریں کہ دیکھنا اپنے جسم کو جلنے سے بچانا؟

## اباحیت پسند ممالک کے عقلاء کی پکار:

وہ ممالک جہاں اباحیت و جنسی انارکی و آوارگی پھیلی ہوئی ہے، جو مرد و زن کے آزادانہ میل جول اور بے پردگی کے نتائج دیکھ چکے، اس کا زہریلا پھل چکھ چکے، اس کی تباہیوں کو جھیل چکے اور اس کی برائیوں میں پھنس چکے، ان ممالک کے اہل دانش و عقل، اپنے ملکوں میں مرد و زن کے آزادانہ میل جول کو اب پوری قوت کے ساتھ منع کرنے کی آواز اٹھا رہے ہیں کیونکہ وہ اس آوارگی کے خوفناک نتائج کا احساس کر چکے ہیں اور ایک طویل عرصہ تک لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کی مشکلات سے دو چار رہنے کے بعد اب پورے زور سے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم سے ان کی الگ الگ تعلیم کا نظام بہت ہی افضل و بہتر ہے۔

غرض بے پردگی و اختلاط کے حامیوں کے زعم کے مطابق یہ چیز کسی اچھے نتیجہ پر نہ لے گئی بلکہ مکمل حیوانیت تک پہونچا دیا۔ اس تجربہ نے گھروں میں مضبوطی پیدا نہیں کی اور نہ ہی یہ استقرار و ثبات لایا بلکہ یہ تجربہ دائمی انتشار روز افزوں طلاقوں اور جنسی بھوک لے کر آیا۔

## اختلاط کے نتائج بد:

یہ اختلاط و بے پردگی ایک ایسا دلفریب جھانسا ہے جو نوجوانوں کو شادی کے بارے میں سوچنے سے ہی روک دیتا ہے اور شادی شدہ شخص کے ازدواجی تعلقات میں ربط و تعلق کے رشتے کو معدوم کر دیتا ہے ۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر کسی رکھیل کے پاس جا نکلے اور بیوی کسی آشنا سے جا ملے ۔ یہ بے پردگی و اختلاط خاندانی زندگی کے لیے تباہی کے عوامل میں سے ہے اور اسی کی بدولت وہاں استقرار کا فقدان ہو جاتا ہے کیونکہ اختلاط و آزادانہ میل جول والے معاشرے کے افراد میں باہم شکوک وشبہات بڑھ جاتے ہیں کسی کو یقین نہیں رہتا کہ یہ اولاد جو اللہ نے مجھے دی ہے یہ میری ہی ہے یا کسی کا نطفہ ہے ۔شوہروں میں غیرت مرجاتی اور خانگی خیانتیں (زنا کاری) عام ہو جاتی ہیں ۔

عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اس کے واضح اسباب میں سے ایک یہی میل جول ہی تھا جس نے اس کے جنسی جذبات کو انگیخت کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو برائی میں پھنسانے کے درپے ہوگئی مگر یوسف علیہ السلام نے علم وحکمت والے اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہوئے اس کے مطالبے کا انکار کر دیا ۔

یہ اختلاط و کھلا میل جول فحاشی و زناکاری کو آسان کرنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ہے ۔یہی انسان کے نفس میں شر کے جذبات کو تحریک دیتا ہے اور یہی شہوت پرستی کی آگ کو تیز کرتا ہے اور پھر انسان کو بہکاتا اور پھسلاتا ہے، یہ اختلاط نوجوانوں کو اخلاق عالیہ سے ہٹا کر قوتوں کے اضمحلال وضعف تک پہونچا تا ہے ۔انھیں حیوانی انداز کی شہوت رانی کا شکار بناتا ہے اور یہ پورے معاشرے کو ہی لہوولعب، کھیل تماشہ، آوارگی و بے حیائی اور عریانی وفحاشی کا میدان بنا دیتا ہے اور معاشرے کو ہلاکتوں سے دوچار کر دیتا ہے ۔

## حرام اختلاط کی صورتیں:

مختلف معاشروں میں اس حرام اختلاط اور مرد وزن کے کھلے میل جول کی کئی صورتیں ہیں مثلاً:

(1) لڑکیوں کا اپنے کزن یعنی چچازاد، پھوپھی زاد ماموں زاد، اور خالہ زاد سے بے حجاب و بے مہابا ملنا جلنا ۔

(2) نکاح سے پہلے ہی منگیتر کا لڑکی کے ساتھ خلوت گزین ہونا اس کے ساتھ کہیں باہر چلے جانا اور کھلے عام بات چیت کرتے رہنا، اور اس کے لئے یہ دلیل دینا کہ یہ باہمی تعارفی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا ذریعہ ہے ۔

(3) عورتوں کا غیر محرم مردوں سے عام میل جول رکھنا اور دلیل و دعوی یہ پیش کرنا کہ دل صاف وشفاف ہیں ۔

(4) مدارس و جامعات اور دیگر تعلیمی و تربیتی اداروں میں کلاسوں میں لڑکیوں اور لڑکوں کا اکٹھے اٹھنا بیٹھنا جیسا کہ بعض ممالک میں مروج ہے ۔

(5) عورت کا اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کے رشتہ داروں مگر اس عورت کے لئے غیر محرم لوگوں کا استقبال کرنا یا اس کے دوست و احباب کا گھر میں داخل کرنا، ان کے ساتھ بیٹھنا اور گپ شپ کرنا، جیسا کہ بعض معاشروں میں اس کا عام رواج ہے ۔

(6) ٹیوشن پڑھانے والے ٹیوٹروں (مدرسین) کا تدریس وتعلیم کے بہانے سے نوجوان لڑکیوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا ۔

(7) کارخانوں یا دفتروں، فارمیسوں یا میڈیکل سٹوروں، ہسپتالوں اور کاروباری اداروں میں مرد وزن کا کھلے عام اکٹھے اٹھنا بیٹھنا اور دلیل یہ

دینا کہ یہ کام کی ضرورت کے تحت ہے۔

(8) کسی محرم کے بغیر کسی مرد ڈاکٹر کا عورت مریضہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا۔

(9) خاندانی مجلسوں کے نام سے مرد وزن کا محرم وغیر محرم کی تفریق کے بغیر مل جل کر اٹھنا بیٹھنا اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگوئیں کرنا۔

## ان سب کی ممانعت:

ان تمام قسم کے اختلاط وبے پردگی کی ممانعت کا پتہ دینے والی کئی احادیث موجود ہیں جو اختلاط کا سبب بننے والے، مرد وزن کو غیر محرم ہونے کی شکل میں ایک دوسرے سے دور رکھنے والے، غیر محرم عورت کے پاس جانے اور اس کے ساتھ خلوت گزیں ہونے سے روکنے والے امور واسباب کو بیان کرتی اور ان میں سے حرام امور کی وضاحت کرتی ہیں، اس طرح وہ عورت کے بلا محرم سفر کے حرام ہونے، مرد وزن میں سے ہر کسی کے ایک دوسرے کو جان بوجھ کر تاڑنے کے حرام ہونے، مردوں کے غیر محرم عورتوں کے پاس بیٹھنے کے حرام ہونے، مرد کے کسی غیر محرم عورت کے جسم کے کسی حصے کو چھونے حتیٰ کہ سلام کے لئے مصافحہ کرنے کے حرام ہونے اور ان میں سے مرد وزن ہر کسی کے ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے کے حرام ہونے کا پتہ بھی دیتی ہیں۔

## شرعی قاعدہ:

شریعت مطہرہ کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی جب کسی چیز کو حرام کرتا ہے تو اس کے اسباب وذرائع کو بھی حرام کر دیتا ہے تا کہ اس کے قریب ہی نہ جایا جائے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

"خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، کیونکہ وہ بڑی ہی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔" (بنی اسرائیل:32)

علماء امت میں سے ایک صاحب لکھتے ہیں:

"زنا کے قریب جانے کی ممانعت محض زنا کے فعل کی ممانعت سے بھی زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ یہ زنا کے تمام محرمات اور ابتدائی امور کو بھی شامل ہیں۔ اور جو شخص کسی ممنوع جگہ کے ارد گرد ہی چکر کاٹتا رہتا ہے اس کے سلسلہ میں یہ خدشہ رہتا ہے کہ یہ کسی بھی وقت اس ممنوع جگہ میں داخل ہو جائے گا۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "مردوں اور عورتوں کا یہ اختلاط اور کھلا میل جول فحاشی اور زناکاری کی کثرت کا باعث ہوتا ہے۔"

## انسداد اختلاط کے لئے نبوی تدابیر:

(1) نبی اکرم ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے دور رکھنے اور اختلاط کی راہیں روکنے کے لیے ہی نہ صرف عام جگہوں پر بلکہ خاص عبادت کے مقامات یعنی مساجد میں بھی انھیں ایک دوسرے سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ تا کہ انھیں یہ احساس ہو کہ وہ اب دنیا داری سے دور اور اپنے رب کے حضور کھڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے: "خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا"

"مردوں کی بہترین صف سب سے اگلی ہے اور سب سے بری صف سب سے پچھلی ہے۔(کیونکہ ان کے پیچھے ساتھ ہی عورتیں ہوتی ہیں)اور عورتوں کی سب سے بہترین صف سب سے آخری والی ہے کیونکہ وہ مردوں سے دور ہوتی ہے اور سب سے بدترین صف میں سے آگے والی ہے۔"[1] (کیونکہ وہ مردوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے)۔(صحیح مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وَإِنَّمَا فَضَّلَ آخِرَ صُفُوفِ النِّسَاءِ الْحَاضِرَاتِ مَعَ الرِّجَالِ لِبُعْدِهِنَّ مِنْ مُخَالَطَةِ الرِّجَالِ وَرُؤْيَتِهِمْ"

"نبی ﷺ نے جماعت میں حاضر ہونے والی عورتوں کی سب سے آخری صف کو فضیلت اس لئے دی کہ وہ مردوں کے ساتھ اختلاط سے بہت دور ہوتی ہیں اور ان کی پہلی صف کی مذمت اس کے برعکس ہونے کی وجہ سے فرمائی۔"

(2) نبی اکرم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا با پردہ ہی سہی مگر اختلاط ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ"

"پیچھے ہٹو تمہیں راستے کے وسط میں نہیں چلنا چاہیئے۔ بلکہ راستوں کے کناروں پر رہا کرو۔"[2] (ابوداؤد)

یہی وجہ تھی کہ صحابیات رضی اللہ عنہن پھر کبھی ایسے نہ چلیں کہ مردوں کے ساتھ ان کا اختلاط ہونے پائے۔

(3) نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ عورت کی نماز جسے وہ اپنے گھر میں ادا کرے، اس کی اس نماز سے افضل و بہتر ہے جسے وہ مسجد میں ادا کرتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ"

"عورتوں کو مساجد میں نماز کے لیے آنے سے نہ روکو، اگرچہ ان کے گھر کی نمازیں ہی ان کے لئے بہتر ہیں۔"[3] (ابوداؤد، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

(4) نبی اکرم ﷺ نے اختلاط روکنے کے لیے ہی عورت کو مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگانے سے منع فرمادیا تھا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ"

"جو بھی عورت بخور (خوشبو) لگالے وہ نماز عشاء کے لئے مسجد میں ہمارے پاس نہ آئے۔"[4] (صحیح مسلم)

عصر نبوت کے بعد عورتوں میں واقع ہو جانے والے تغیر و تبدیلی کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ"

"اگر نبی اکرم ﷺ عورتوں کے ایجاد کردہ ان امور کو دیکھ لیتے تو انھیں بھی مسجدوں سے اسی طرح روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔"[5] (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 440۔
2) ابوداؤد، حدیث: 5272۔
3) ابوداؤد، حدیث: 567۔
4) صحیح مسلم، حدیث: 444۔
5) صحیح مسلم، حدیث: 445۔

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانے کی بات ہے جبکہ عہد نبوت بہت قریب تھا، آج کے دور کے بارے میں کیا حال ہے؟ جس میں فساد و شر عام ہو گیا ہے۔ بے پردگی اور نمائش آرائش عام ہوگئی اور ورع و تقوی بہت کم ہو گیا فلا حول ولا قوۃ الا باللہ

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں سے ملنے جلنے کی آزادی دے دینا تمام برائیوں اور شر کی جڑ اور یہی عام سزاؤں اور عذابوں کے نازل ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اسی طرح یہ عام و خاص تمام امور میں فساد و بگاڑ کے در آنے کا سبب بھی ہے۔"

مرد و زن کا باہمی اختلاط فحاشی و زنا کی کثرت کا موجب ہے اور یہی عام موت اور بیماریوں کا سبب بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی افواج میں فحش عورتیں مل گئیں اور ان میں فحاشی پھیل گئی تو اللہ تعالی نے ان پر طاعون کی بیماری مسلط کر دی جس کے نتیجہ میں صرف ایک ہی دن میں ستر ہزار شخص لقمۂ اجل بن گئے تھے۔

سبحان ربك ربّ العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

# عقیدۂ توحید کی اہمیت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ حفظہ اللہ

8/19/1423ھ، 10/25/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

صرف ایک اللہ کے لئے عبودیت و بندگی ثابت کرنے کے لئے یہ تمام مخلوقات پیدا کی گئیں۔ رسول بھیجے گئے، کتابیں نازل کی گئیں اور شریعتیں بنائی گئیں۔ اسی عبودیت و بندگی کے اختیار کرنے یا نہ کرنے کے نتیجہ میں لوگ مؤمنین اور کفار اور اہل سعادت و اہل شقاوت بنے اللہ وحدہ کے لیے عبودیت و بندگی کا ثابت کرنا ہی دین اسلام کی اصل بنیاد اور اس کی چوٹی ہے۔

## فضائل کلمۂ توحید:

دین میں کلمۂ توحید (لا الہ الا اللہ) کا مقام ومرتبہ اس کا وصف بیان کرنے والوں کے اندازے سے بھی بالا اور جاننے والوں کی معرفت سے بھی بہت ہی بلند ہے۔ یہ انتہائی جلیل القدر کلمہ ہے اور اس کے بے شمار و بے حساب فضائل وفوائد اور برکات ہیں، جنھیں مخلوقات میں کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا، اس کلمے کا مقام ومرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی عظمت کسی دل پر نہیں کھٹکی ہوگی اور اس کے فضائل و برکات کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں سمائے ہوں گے۔ یہ توحید ہی تمام رسولوں کی دعوت کا نچوڑ اور ان کی رسالتوں کا خلاصہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:25)

”اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تم صرف میری ہی عبادت کرو۔“

اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

”اور ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی عبادت) سے اجتناب کرو۔“ (النحل 36)

## آہنی سارا:

لا الہ الا اللہ وہ مضبوط آہنی سہارا ہے کہ جس نے اسے پکڑ لیا وہ نجات پا گیا اور جس سے اس کا دامن چھوٹ گیا وہ خائب وخاسر اور ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾

”جو شخص بتوں کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں لے لی جو کبھی بھی ٹوٹنے والی نہیں ہے۔“

(البقرہ:256)

کلمۂ توحید ہی صحیح وصواب کی انتہاء ہے اور تمام کلمات میں سے افضل واعلی ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾

”جس دن روح (الامین) اور (دوسرے) فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہیں سکے گا مگر جسے اللہ (رحمن) اجازت

بخشے اور اس نے بات بھی صحیح وصواب (درست) کہی ہو۔“ (النبأ:38)

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صواب و درست سے مراد کلمۂ توحید ”لا الہ الا اللہ“ ہی ہے۔

## افضل ترین عمل:

یہ کلمۂ توحید تمام نیکیوں میں افضل ترین اور تقرب الی اللہ کے تمام ذرائع میں سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾

”جو شخص نیکی لے کر آئے گا، اس کے لئے اس سے بہتر (بدلہ) تیار ہے۔“ (النمل:89)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ؟ قَالَ: هِيَ أَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ"

مسند احمد میں صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا کلمۂ توحید "لا الہ الا اللہ" کہنا نیکی ہے؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں وہ تو تمام نیکیوں میں اچھی نیکی ہے۔“[1] (مسند احمد)

یہ کلمۂ توحید تمام اعمال صالحہ میں افضل ترین عمل اور اجر و ثواب کو کئی گنا بڑھانے والا ہے۔ چنانچہ صحیحین بخاری و مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ"

”جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ کلمہ کہا: " لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ " اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، تمام بادشاہی اسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لئے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ یہ کلمہ (سو مرتبہ کہنا) اس کے لئے دس گردنیں آزاد کرنے کے برابر ثواب والا ہو جائے گا، اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکی لکھی جائے گی اور اس سے سو گناہ مٹایا جائے گا اور (اس دن) اس شخص سے بڑے عمل والا کوئی نہیں ہوگا، سوائے اس شخص کے جس نے اس سے بھی زیادہ وہ عمل کیا (یہ کلمہ کہا) ہو۔“[2] (بخاری ومسلم)

## میزان میں بھاری:

اس کلمہ کو اگر ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام زمین و آسمان ڈال دیئے جائیں تو اسی کلمہ کا پلڑا وزن سے جھک جائے گا اور اسی کا عند اللہ وزن زیادہ نکلے گا۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إن نبی الله نوحًا لما حضرته الوفاة قال لابنه: آمرك بلا إله إلا الله، فإن السماوات السبع والأرضين السبع لو وضعن فی كفة ووضعت لا إله إلا الله فی كفة لرجحت بهن، ولو أن السماوات

1) مسند احمد: 5/169۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 2691۔

السبع والأرضين السبع كن حلقة مبهمة لقصمتهن لا إله إلا الله"

"حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے (کنعان) سے کہا: میں تجھے " لا اله الا الله " پڑھنے کا حکم دیتا ہوں۔ اگر ساتوں زمین اور ساتوں آسمان ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیئے جائیں (اور صرف) لا اله الا الله دوسرے پلڑے میں ڈال دیا جائے تو لا اله الا الله والا پلڑا وزن سے جھک جائے گا، اگر ساتوں آسمان کسی مبہم حلقہ میں ہوں تو یہ لا اله الا الله انہیں توڑ دے گا۔"[1] (رواه البخاري في الأدب المفرد، مسند احمد)

## مقبول کلمہ:

کلمۂ توحید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے اور اللہ کے مابین کوئی حجاب و رکاوٹ نہیں ہے بلکہ یہ تمام رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے اللہ تعالیٰ تک پہونچ جاتا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حسن درجہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَا قَالَ عَبْدٌ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَطُّ مُخْلِصًا، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ"

"کوئی بندہ جب پورے اخلاص کے ساتھ لا اله الا الله کہتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ کلمہ عرش الٰہی تک جا نکلتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔"[2] (ترمذی)

## جہنم سے نجات:

لا اله الا الله اپنے کہنے والے کے لیے جہنم سے نجات کا باعث چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ: "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْأَذَانَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ. فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى الْفِطْرَةِ. ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مؤذن کو "اشهد ان لا اله الا الله" (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: "یہ شخص جہنم سے نکل گیا۔"[3] (صحیح مسلم)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ"

---

1) رواه البخاري في الأدب المفرد: 548۔

2) ترمذی، حدیث: 3590۔

3) صحیح مسلم، حدیث: 382۔

”اللہ تعالی نے اس شخص کو جہنم کی آگ پر حرام کر رکھا ہے جو خالص رضاء الٰہی کے لیے لا الہ الا اللہ کہہ دے۔“[1] (بخاری ومسلم)

## افضل ترین ذکر:

لا الہ الا اللہ سب سے افضل واعظم ذکر ہے۔

سنن ترمذی میں حسن درجہ کی سند سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ "

”افضل ترین ذکر (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور افضل ترین دعاء الحمد للہ (سورہ الفاتحہ) ہے۔“[2] (ترمذی)

جس نے خلوص دل سے یہ کلمہ کہہ دیا وہ قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت وسفارش پانے والے سعادت مند لوگوں میں سے ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ، لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کے دن سب سے زیادہ سعادت مند لوگ کون ہوں گے جو آپ کی شفاعت حاصل کرسکیں گے؟: اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! احادیث کے بارے میں حرص و دلچسپی کو دیکھتے ہوئے میرا خیال یہی تھا کہ اس بارے میں تم سے پہلے مجھ سے دوسرا کوئی شخص نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے دن میری شفاعت پانے والے سعادت مند لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے مکمل خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔“[3] (صحیح بخاری)

## صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی:

برادران اسلام! دنیا وآخرت میں حاصل ہونے والے اجر وثواب، فضائل و برکات اور فوائد وثمرات کے ساتھ ساتھ ہی مسلمان کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ لا الہ الا اللہ صرف زبان سے کہہ دینے سے ہی قبول نہیں کرلیا جاتا بلکہ کتاب وسنت سے ثابت اس کے حقوق و فرائض اور تقاضوں کی ادائیگی عملی طور بھی ضروری ہے اور کتاب وسنت میں وارد اس کی شرائط کا پورا کرنا بھی واجب ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا: ”جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور عملاً اس کے حقوق وفرائض بھی پورے کئے تو وہ جنت میں داخل ہوگیا۔“

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب فرزدق کو اپنی بیوی کو دفن کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا: ”اس دن کے لیے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ فرزدق نے کہا: ستر سال سے لا الہ الا اللہ پڑھ رہا ہوں، حضرت حسن بصری نے فرمایا: یہ بہت ہی اچھا سامان اور زادراہ ہے لیکن لا الہ الا اللہ کی کچھ شرائط ہیں۔ انھیں بھی پورا کرنا ہوگا اور خصوصاً معصوم عورتوں پر تہمت لگانے سے بچے رہو۔“

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 425۔

2) ترمذی، حدیث: 3383۔

3) صحیح بخاری، حدیث: 99۔

قِيلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

ایک آدمی نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”کیوں نہیں، لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں اگر دندانوں والی چابی لاؤ گے تو وہ تمہارے لئے دروازے کا تالا کھول دے گی ورنہ وہ نہ کھل پائے گا۔“

برادران ایمان! لا الہ الا اللہ اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک بندہ اس کے مدلول اور تقاضوں کو پورا نہ کرے، اور اس کے مقصود ومطلوب کی اساس وبنیاد یعنی شرک کی نفی اور اللہ تعالی کی وحدانیت کا عملی اظہار نہ کرے اور اس نفی واثبات پر اس کا مضبوط عقیدہ ہو اور وہ اس پر کاربند بھی رہے۔ تب جا کر مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان ہوتا ہے اور تبھی وہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں میں سے شمار ہوتا ہے۔

یہ عظیم کلمۂ توحید اس بات کو شامل ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ الہ ومعبود نہیں ہے اور اس کے سوا کی الہیت ومعبودیت باطل ترین چیز ہے اور اسے ثابت کرنا بدترین ظلم وشرک اور انتہائی گمراہی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

”یہ اس لئے کہ اللہ تعالی کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔“ (لقمان:30)

## محض زبانی:

لا الہ الا اللہ کا ایک مدلول اور تقاضا ہے جسے سمجھنا از حد ضروری ہے اور اس کے معنی کو حفظ و یاد کر لینا بھی اشد ضروری امر ہے کیونکہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کلمے کے معنی کو سمجھے بغیر اور اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر محض زبان سے کہہ دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

”اور جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے، ہاں جو علم ویقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں۔ (وہ سفارش کر سکتے ہیں)۔“ (الزخرف:86)

اہل تفسیر نے کہا ہے کہ: (وہ لوگ سفارش کر سکتے ہیں) جنھوں نے زبان سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی اور دلوں کے ساتھ وہ اپنی زبان سے ادا کردہ کلمات کا معنی ومفہوم بھی جانتے ہیں۔

## نفی واثبات کے تقاضوں پر عمل:

لا الہ الا اللہ صرف اسی شخص کو نفع پہونچا سکتا ہے جو نفی واثبات کے مدلول اور تقاضوں کو بھی جانتا ہو، اس کا دل سے عقیدہ بھی رکھتا ہو، اور اس پر عمل بھی کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص زبان سے کلمۂ توحید بھی پڑھتا ہے اور بعض عبادات غیر اللہ کے لئے بھی بجالاتا ہے مثلاً دعاء و پکار، ذبح وقربانی، نذر ونیاز، غیروں سے مدد طلب کرنا، غیروں پر توکل کرنا، انہی کی طرف رجوع کرنا، ان سے امیدیں وابستہ کرنا، ان سے ڈرنا اور

1) رواه البخاري في صحيحه تعليقا (1237) ووصله في التاريخ الكبير (261).

ان سے محبت کرنا وغیرہ جبکہ یہ تمام عبادات ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی کے لئے بجالانا صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی بجالاتا ہے تو وہ مشرک ہے اگر چہ وہ زبان سے لا الہ الا اللہ بھی پڑھتا ہے۔

## یہ محض نام نہیں:

لا الہ الا اللہ کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ صرف اکیلا ہی معبود حقیقی ہے اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے۔

لا الہ الا اللہ صرف نام کا کلمہ نہیں ہے کہ جس کا کوئی معنی نہ ہو یا محض کوئی قول نہیں کہ جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور نہ ہی کوئی محض چند الفاظ کا مجموعہ ہے کہ جن کا کوئی مضمون ومفہوم نہ ہو جیسا کہ بعض ایسے لوگ سمجھتے اور گمان کرتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کلمۂ توحید کا صرف زبان سے کہہ دینا ہی کافی ہے اور اس کے اصول ومبادیات پر عمل پیرا ہوئے بغیر بھی کافی ہے اور ان کے نزدیک اس کا معنی صرف یہ ہے کہ اللہ کے لئے ربوبیت ثابت کر دی جائے۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ کلمہ بہت ہی عظیم معانی ومفاہیم کا نام ہے اور یہ ایسا قول ہے جس کا بڑا ہی جلیل القدر معنی ہے جو کہ تمام معانی سے بڑھ کر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اللہ کے سوا ہر چیز کی عبادت سے براءت و پاکدامنی اختیار کی جائے اور صرف اللہ تعالی کی طرف توجہ دی جائے" اس کی رحمت ومغفرت کے لالچ ورغبت میں، اسی کی طرف رجوع اور اسی پر توکل کیا جائے۔ اسی سے ڈرا جائے اور اسی کی ہیبت کھائی جائے، دل میں اس کا جلال واکرام ہو، دل اسی کی محبت محل رہی ہو اور اسی کا خوف چھایا ہوا ہو، اسی سے امیدیں وابستہ کی جائیں، اسی پر کلی انحصار وبھروسہ کیا جائے، اسی کو پکارا جائے اور صرف اسی سے مانگا جائے۔

## حقیقی قائلین کے اوصاف:

لا الہ الا اللہ کے حقیقی قائلین کسی غیر اللہ سے سوال نہیں کرتے، نہ اللہ کے سوا کسی سے استعانت ومدد طلب کرتے ہیں، اس کے سوا کسی پر توکل نہیں کرتے، نہ اس کے سوا کسی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں، صرف اللہ تعالی ہی کے لیے ذبح وقربانی کرتے ہیں اور عبادت میں سے کوئی قسم بھی کسی غیر اللہ کے لئے نہیں بجالاتے اور اللہ تعالی کے سوا جتنے بھی طواغیت ومعبودان باطلہ ہیں وہ ان سب کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ [11] وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ [12] قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ [13] قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي﴾

"کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کے لئے بندگی کروں اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے اول مسلمان بنوں، کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ کہہ دیجئے کہ میں اپنے دین کو (شرک سے) خالص کر کے صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں" (الزمر: 11-14)

کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ یہ توحید خالص کا کلمہ ہے اور یہی وہ صاف ستھرا عقیدہ ہے جس کی بدولت جہالت کے اندھیروں سے نکلتے ہیں، شرک کی دلدل سے بالا ہوتے اور خرافات واوہام کی گندگیوں سے پاک رہتے اور بچتے ہیں۔ یہ وہ کلمہ ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے ہی بندہ عبادت میں صادق اور محبت میں مخلص بنتا ہے۔ اس کی خاکساری اور خشوع وخضوع اس کے رب کے لیے مکمل ہوتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر بندہ اللہ کے سوا ہر کسی سے اپنی نظریں پھیر لیتا ہے بلکہ بصارت کے ساتھ ہی وہ اپنی بصیرت اور فکر ونظر سب غیر اللہ سے پھیر لیتا ہے۔

برادران اسلام! اللہ تعالی کی توحید کا صحیح معنوں میں ماننے والا موحد اور کلمۂ توحید کے حقیقی معنوں کو اپنانے والا وہ ہے جس کے دل کے جذبات اور ضمیر کے احساسات سب اس کے رب کے ساتھ مربوط ہوں، اس کے احکام و اوامر کو بجالائے اور اس کے منع کردہ امور سے باز رہے اور وہ اللہ تعالی کی حدود کی ہر صورت میں دل و جان سے پابندی کرے۔اس کی خوشی اللہ کی خوشی میں اور اس کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی میں ہو، اس کی دنیا و آخرت اور اس کی تمام حرکات وسکنات سب صرف اللہ تعالی کے لیے اس کی مکمل عبودیت و بندگی سے عبارت ہوں. اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

”کہہ دیں کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا و مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔“ (الانعام:162-163)

اے اہل ایمان! انسانی زندگی لا الہ الا اللہ کہے بغیر اور اس کے تقاضوں کو پوری زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کئے بغیر نہ انسان کے لائق ہوتی ہے اور نہ وہ رفعت و بلندی پاتی ہے نہ ہی وہ مستقیم و سیدھی اور صحیح و درست ہوتی ہے۔اسی طرح امت کی شان بھی صرف اسی وقت بلند ہو سکتی ہے اور وہ اسی وقت مصائب و مشکلات سے نکل سکتی ہے اور اس کی حالت بھی صرف تبھی سدھر سکتی ہے جب وہ لا الہ الا اللہ کے تصورات و مفاہیم، اس کی قدروں، موازین اور شرائع و قوانین کو اپنائے گی، اسے اس وقت تک عزت و سعادت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ اس کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کے تمام تقاضوں کو اپنے تمام شعبوں اور افراد کی تمام زندگی میں نافذ نہیں کر دیتی۔اس امت سے موجودہ ذلت و رسوائی تب تک دور نہ ہو گی اور وہ جن غموں اور پریشانیوں میں مبتلا ہے ان کے بادل اس وقت تک نہیں چھٹیں گے جب تک یہ اس لا الہ الا اللہ سے اپنی زندگی کا نظام حاصل کر کے اس پر عمل پیرا نہ ہو گی اور اس کلمہ کی حقیقت کے تابع اپنے تمام ظاہری و باطنی امور کو نہ کر دے گی۔

اے امت اسلامیہ! کلمۂ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ امت اپنے نفوس اور اغراض و مقاصد پر قابو پا کر رکھے اور اس کا معنی یہ ہے کہ معاشرہ کی اس کے معاملات و نظام میں راہنمائی کی جائے، اس کا مقصود یہ ہے کہ زندگی کے تمام میدانوں پر غلبہ پایا جائے اور اس کلمہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ تمام اسلامی معاشرے حکام و عوام سمیت اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کریں، اس کے احکام و اوامر پر سر تسلیم خم کریں اور منہج و عمل میں اسے ہی اختیار کرنے کا التزام کریں جیسا کہ تمام بشری کوششوں کے لیے ایک کامل و مکمل منہج کو اختیار کرنا چاہئے اور یہ اللہ کی طرف سے نور کی روشنی میں اور اللہ ہی کی رضاء حاصل کرنے کی غرض سے ہو۔

کلمۂ توحید کے حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی، معاشرتی، اقتصادی و معاشی اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی تمام جوانب میں مسلمانوں کا نظام اس دین اسلام کے قواعد و ضوابط، اس کی تعلیمات اور اس کے اہداف و مقاصد کے مطابق ہو۔کلمۂ توحید پوری امت پر واجب کرتا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی معاملہ میں کسی بھی طرح کے حالات میں اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ساتھ یا غیر مسلم لوگوں کے ساتھ پیدا ہو جانے والے کسی بھی قسم کے جھگڑوں میں صرف اللہ کی شریعت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلے کریں۔اسی سلسلہ میں

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"آپ کے رب کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات (جھگڑوں) میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے خوشی خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔" (النساء:65)

## اس غفلت سے بیداری کب؟

اے مسلمانو! امت اپنے حالات پر کب نظر ثانی کرے گی؟ یہ کب موجودہ غفلت سے بیدار ہوگی؟ اسے کب احساس ہوگا کہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج سے بعد و روگردانی کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے؟ یہ قوم کب ہوش میں آئے گی جس نے اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد سود پر رکھی ہوئی ہے اور شریعت الہیہ کو چھوڑی ہوئے ہے؟ دنیاداری سے مبالغہ کی حد تک تعلقات کب تک قائم رکھے گی؟ اور یہ امت کب تک خواہشات نفس کی پیروی، دنیوی لذتوں میں مگن رہنے اور مادہ پرستی کو اپنائے رکھنے پر مصر رہے گی؟ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:"تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ"

"برباد ہوگیا درہم و دینار (دولت دنیا) کا پجاری اور ہلاک ہوگیا کپڑوں (مال دنیا) کا بندہ (جو اچھے اچھے کپڑے بنانا چاہتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

اے مسلم امہ! مسلمان آج کسی بھی وقت سے زیادہ اس چیز کے محتاج و ضرورت مند ہیں جو انہیں اپنے ایمان پر عزت و افتخار کرنا، اپنے آپ پر اعتماد کرنا اور اپنے روشن مستقبل کی امید رکھنا سکھلائے۔ جس مستقبل میں اللہ کا کلمہ بلند و بالا ہو، اس کا دین غالب ہو اور کافروں کا کلمہ و بول نیچے ہو۔

تمام مسلمانوں کو اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور سب سے پہلے جس چیز کی اصلاح پر توجہ دینی چاہئے وہ ہے عقائد کی اصلاح اور ان کا غلط مفاہیم و فاسد تصورات سے پاک کرنا، اچھے اور برے میں تمیز کرنا، سنت و بدعت میں امتیاز کرنا اور صحیح و غلط فرق کرنا۔

جب بھی عزائم صحیح ہو گئے، نیتیں سچی و صادق ہوگئیں راستہ واضح ہوگیا اور قافلہ امت اس پر چل پڑا، اسی وقت اس امت کا معاملہ درست ہو جائے گا۔ اس میں اتحاد و اتفاق آجائے گا اور اس کی حکومت و اقتدار مضبوط ہو جائیں گے ورنہ اللہ کی حدود کا خیال رکھے بغیر محض چلنا اور سعی و کوشش کرنا اور کسی منزل کی تعین کیے بغیر ہی چل نکلنا نہ عزت و عظمت کی عمارت تعمیر کرنے کا باعث بنتا ہے، نہ حقوق کی واپسی میں مددگار ہوتا اور نہ ہی پہلے یا پچھلے بگاڑ کی اصلاح کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لیے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الانعام:82)

---

1) صحیح بخاری، حدیث:2887۔

## دین وعقیدہ پر ثبات:

اے امت اسلامیہ! امت توحید چاہے کتنے بھی ضعف وکمزوری پیدا کرنے والے اسباب سے دو چار ہو، ناکامیوں کے عوامل کا سامنا کرلے۔ چاہے کتنے بھی غموں میں مبتلا ہو اور اسے چاہے کتنی بھی پریشانیاں کیوں نہ آئیں۔ یہ امت بہر حال عقیدہ وکردار اور عمل ونظام کے اعتبار سے حق پر قائم ہے اور جانتی ہے کہ وہ چاہے کتنے ہی بحرانوں سے کیوں نہ گزرے۔ اس پر چاہے کتنے ہی مصائب ومشکلات کے پہاڑ کیوں نہ ٹوٹیں۔ اس کے افراد کے دلوں میں اپنے عقیدہ کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں گزرتا اور نہ ہی انھیں اپنے مبادیات اور اصولوں پر شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا اللہ پر ایمان مضبوط ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾

”ان پر اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، اور نہ ہی (کافروں سے) دبے، اور اللہ صبر واستقلال اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ (آل عمران:146)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾

”اگر تم تکلیفوں کو برداشت اور اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرتے کرتے رہو گے (دشمنوں سے کنارہ کشی کرتے) رہو گے تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔“ (آل عمران:120)

## ابتلاء وامتحان:

امت توحید جانتی ہے کہ اسے جن شکستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس پر جو مصائب ومشکلات آ رہی ہیں یہ سب اللہ تعالی کے نظام ابتلاء و امتحان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ﴾

”یہ (یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (دوسری طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے کرے۔“ (محمد:4)

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ﴾

”اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو خالص مومن بنا دے اور کافروں کو نیست ونابود کر دے۔“ (آل عمران:141)

اے امت توحید! خبردار رہو! اس دین کے کسی بھی حصے سے دست بردار نہیں ہونا اور نہ اسے چھوڑنا ہے۔ نہ اس کے بارے میں دل میں کوئی شک وشبہ لانا ہے اور نہ اس سے الگ تھلگ ہونا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر یہ اتنا بڑا خسارہ ونقصان ہے کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی خسارہ و نقصان ہو ہی نہیں سکتا اور اس دین پر عمل کئے بغیر عزت وشرف حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس دین اسلام کی سیڑھی کے بغیر ترقی کی منازل طے کی جا سکتی ہیں۔

## دشمنان دین کی کوششیں:

اے امت توحید! دشمنان دین اور اعداء امت مفاہیم کو توڑنے بدلنے اور اصل تصورات میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس دین اسلام کے عقیدہ و شریعت اور نظام حیات ہونے میں تشکیک جیسے ہتھکنڈوں میں شب و روز کوشاں ہیں۔

خبردار! ہمیں اپنے دین کے بارے میں پہاڑوں کی طرح ثابت قدمی دکھانا ہے اور بغض وحقد سے بھرے دلوں والے دشمنوں کی سازشوں کے لیے بھرپور طریقے سے تیار ہو کر ان سے نپٹنا ہے۔ اللہ تعالی اس کی توفیق سے نوازے اور دین کی مدد و نصرت کرنے والوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار کرے اور اسلام و مسلمانوں کے لیے عزوشرف لانے میں کوشاں لوگوں کو اعزاز و اکرام عطا فرمائے۔ آمین۔

## رابطۂ توحید:

اے امت اسلامیہ! رابطۂ توحید کے سوا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے باہم مختلف دلوں کو جوڑا جاسکے، بکھرے ہوئے اور باہم بٹے ہوئے اسلامی معاشروں کو متحد و متفق کیا جاسکے۔ افراد امت کو جمع کرنے والا یہ رابطہ ایسا ہے کہ اس کے سامنے قبائلی نعرے، عنصریت پر مبنی بر تعصب تحریکیں، دھڑے بندیاں اور جماعتوں کی طرف نسبتیں اور جاہلیت کے دعوے سب مٹ جاتے ہیں۔

محبت اور وفاداریاں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوں، برادری صرف اخوت ایمان کی بنیاد پر ہو۔ دین قوت وعزت کا سرچشمہ ہے اور عقیدۂ توحید باعث اکرام اور تحفظ قلعہ ہے۔

اس وقت دنیا طرح طرح کے ظلم و جور اور فساد و بگاڑ کی لہروں کے تھپیڑوں سے دو چار ہے۔ لذت دنیا اور شہوت پرستی کے طوفان عالی نے قدروں اور عمدہ اخلاق کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔ ذاتی مفادات و مصالح اور انانیت پر لڑائیاں لڑی جارہی ہیں۔ جنگیں کی جارہی ہیں اور بیماریاں پھیلائی جارہی ہیں جن کے نتیجہ میں انسانیت روز بروز حسرتوں، اکتاہٹوں اور قلق و اضطراب میں بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔

## احساس ذمہ داری:

امت اسلامیہ پر واجب ہے کہ وہ اپنی اس عظیم ذمہ داری کا احساس کرے کہ ساری دنیا کو دین قویم اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت و راہنمائی کرے اور اس خیر و بہتری کی طرف توجہ دلائے جو کہ اس کے دین اسلام میں پنہاں ہے۔ اور اس کے لئے ضروی ہے کہ وہ اس بات کا یقین کامل رکھے کہ توحید خالص کے عقیدہ کے بغیر کوئی زندگی نہیں اور اسی کے تحفظ میں اس کی بقاء ہے اور اس کے مفاہیم و حقائق پر عمل میں کوتاہی اس کے لئے باعث فناء ہے۔

جب تک یہ توحید اس امت کے افراد کے دلوں میں موجزن ہے وہ بھی موجود و قائم ہیں اور جب تک اس امت میں یہ عقیدہ جاری وساری ہے، یہ امت زینت وجود سے سرفراز ہے۔ اگر افراد امت کے دلوں میں یہ عقیدہ کمزور پڑ گیا تو امت بھی کمزوری میں مبتلا ہو جائے گی اور اگر یہ امت سے زائل ہی ہو گیا تو وہ وقت امت کے زوال کا دور ہوگا۔

## منہج عزت واقتدار:

دین اسلام ہی اپنے حقائق ومضامین سمیت وہ منہج ہے جو امت کو ذلت ورسوائی سے نکال کر شرف وفضیلت کے مقام پر پہونچا سکتا ہے اور احکام دین پر عمل ہی وہ نسخہ ہے جو اس امت مسلمہ کو ذلتوں، غلامیوں اور چارو ناچار حاشیہ نشینوں، کسی کے تابع مہمل بنے رہنے کی رسوائیوں سے نکال کر عزت وشرف، اقبال وکرامت اور صحیح معنوں میں حکومت واقتدار اور حریت وآزادی کی منزل تک پہونچا جاسکتا ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

# ماہ رمضان اور لوگوں کی قسمیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

26/8/1423ھ،14/11/2002

حمد وثناء کے بعد!

## مواسم اطاعت:

مسلمانو! اللہ تعالی نے زمانوں میں سے بعض موسموں کو اطاعت وفرمانبرداری کے لیے اور بعض دنوں اور راتوں کو اپنے فضل واحسان اور کرم گستری کے لیے منتخب کرلیا ہے۔ ہلال رمضان کے افق پر روشن ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اللہ تعالی اس ماہ میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو دوبارہ واپس لوٹائے حصول رضاء الہی اور انہیں اس کی رحمتوں سے مالا مال کرے۔

## ماہ حصول رضاء الہی:

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں روزے دار طہارت وصفائی کے آفاق کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ اس ماہ میں وہ اپنی پیشانیوں سے زندگی کی تھکاوٹوں کا پسینہ پونچھتے ہیں۔ اس ماہ مبارک کا استقبال مسلمان اس انداز سے کرتے ہیں کہ ان میں سے صالح لوگوں کے دلوں میں بہجت وسرور اور عبادت گزار لوگوں کے دلوں میں فرحت وشادمانی ہوتی ہے۔ اس ماہ کی قبولیت عمل کی گھڑی کو کسی بندے نے پالیا تو اس میں دعاء وعبادت کرکے وہ اللہ تعالی کی رضاء وخوشنودی کو پالیتا ہے۔

## خالق اور بندے کے مابین:

روزہ بندے اور اس کے خالق ومالک کے مابین ایک راز ہے جسے بندہ خالص اپنے خالق کے لئے سرانجام دیتا ہے۔ بندہ بھوک میں بھی ایک گونہ لذت محسوس کرتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ"

"بنی آدم کا ہر عمل خود اسی کے لئے ہے سوائے روزے کے۔ یہ میرے لئے ہے اور اس کی جزاء بھی میں ہی دوں گا۔"[1] (صحیح بخاری)

اس ماہ میں روزے کی تکمیل کے ذریعے بندہ اللہ تعالی کے لیے اپنے اخلاص عمل کا اظہار کرتا ہے تاکہ اس کے بعد باقی تمام عبادات میں بھی خلوص دل کی تربیت اور ریاکاری سے دور رہنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

## اصلاح نفوس:

روزہ نفوس کی اصلاح کا کام کرتا ہے۔ اس کے ذریعے بندہ اچھی صفات حاصل کرتا ہے اور برے اخلاق وکردار سے بچتا ہے۔ اسی کے ذریعے بندے کے گناہ بخشے جاتے اور اس کی برائیاں معاف کی جاتی ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 5927۔

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (متفق علیہ)

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے حصول اجروثواب کی نیت سے روزہ رکھا، تو اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔"[1]

## حصول تقرب:

یہ اطاعت الٰہی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ یہ نیکیاں کمانے اور دوسروں کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کا مہینہ ہے۔ اسی ماہ میں عمل صالح کے ذریعے مغفرت وبخشش، رحمت اور رضاءِ الٰہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ"

"جب رمضان آجاتا ہے تو آسمان (جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔"[2] (متفق علیہ)

## لیلۃ القدر:

ماہ رمضان کی سبھی راتیں بڑی مبارک ہیں لیکن ان میں ایک رات تو بہت ہی زیادہ برکتوں والی ہے جسے تمام راتوں کی رانی کہا جاسکتا ہے وہ قدرومنزلت اور عزت وشرف والی (لیلۃ القدر) ہے جو کہ ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے۔ (جس نے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے حصول ثواب کے لیے اس رات قیام کرلیا۔ اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔)

## باب الریان:

اس ماہ میں پیاس کی شدت اور موسم کی تلخی پر صبر اور خواہشات نفس کو دبانے کے لیے مجاہدۂ نفس کیا جاتا ہے اور ان اعمال کی جزاء یہ ہے کہ انہیں جنت میں داخلے کے لیے ایک خاص دروازہ عطا کیا جائے گا جس میں سے روزہ داروں کے سوا کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔

## احساس حاجات فقراء ومساکین:

اس ماہ میں بھوک فقراء ومساکین کے دکھ درد کا احساس جنم لیتا اور ان کی یاد دلاتا ہے۔ اس ماہ میں (خصوصاً روزے کی حالت میں) ہر امیر وفقیر ایک ہی جیسے حال (بھوک و پیاس) سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے والوں اور اللہ سے مغفرت طلب کرنے والوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ تمام روزہ دار ایک ہی وقت میں امساک (کھانا تناول کرنا) چھوڑتے ہیں اور ایک ہی وقت میں سب کھانا کھاتے ہیں۔ اس ماہ میں بھوک و پیاس میں سبھی برابر ہوتے ہیں تاکہ ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد الٰہی صادق وثابت آئے جس میں اس نے کہا ہے: ﴿وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾

"اور تمہاری یہ جماعت (درحقیقت) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو صرف مجھ سے ہی ڈرو۔" (المؤمنون:52)

---

1) صحیح بخاری، حدیث:38۔

2) صحیح بخاری، حدیث:

## ماہ قرآن:

مسلمانو! لوگوں کا تذکرہ بیماری اور اللہ تعالی کا ذکر شفاء ہے اور قرآن کریم دین کی اساس و بنیاد، رسالت کی آیت ونشانی اور زندگی کی روح ہے ۔ یہ قرآن مہینوں کے سردار ماہ رمضان المبارک میں نازل ہوا ۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ﴾

"ہم نے اسے لیلۃ القدر (رمضان) میں نازل کیا ہے ۔" (القدر:1)

اس ماہ میں اس کے نازل کئے جانے میں امت کے لیے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس ماہ میں اس کی بکثرت تلاوت کریں اور اس کے مفہوم و معنی پر تدبر و تفکر کریں،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ"

حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے نازل ہوا کرتے تھے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے ۔ اور جس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اس سال دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا گیا ۔[1] (صحیح بخاری)

بعض سلف امت کا ماہ رمضان میں ہر تیسرے دن قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے، بعض سات دنوں میں بعض دس دنوں میں (اور یہی مطابق سنت ہے) امام مالک رحمہ اللہ کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ماہ رمضان آجاتا تو تدریس حدیث اور تلامذہ کی تعلیم کو چھوڑ چھاڑ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے تھے ۔ جب آپ حسن کلام وقول والے بنتے ہیں تو حسن فعل و عمل والے بھی بنو تا کہ زبان اور حسن عمل باہم برابر ہو جائیں ۔

## ماہ جود و سخاء:

اس ماہ مبارک میں جود و سخاء اور خیرات بانٹنے کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، کیونکہ قلوب مؤمنہ اس ماہ میں نیکی کرنے اور خیر خیرات تقسیم کرنے میں بہت بڑھ جاتے ہیں ۔ اور یہ جود و سخاء اور صدقہ وخیرات رائیگاں نہیں جاتے بلکہ یہ تو اللہ تعالی کو دیا ہوا قرضۂ حسن ہے جس کے واپس ملنے کی اللہ تعالی نے ضمانت دے رکھی ہے ۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَآ أَنفَقۡتُم مِّن شَيۡءٖ فَهُوَ يُخۡلِفُهُۥ﴾

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ (اللہ) تمہیں اس کا عوض دے گا ۔" (سبا:39)

صدقہ وخیرات پر اللہ تعالی دنیا میں برکت وسعادت کی شکل میں بدلہ دیتا ہے اور آخرت میں سدا بہار نعمتوں سے نوازتا ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا"

"ہر دن اللہ کے دو فرشتے (آسمان سے) نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ دعاء کرتا ہے: اے اللہ! خرچ (صدقہ) کرنے والے کو

---

1) صحیح بخاری، حدیث:4998۔

اس کا معاوضہ (نعم البدل) عطا کر، اور دوسرا فرشتہ بددعاء کرتے ہوئے کہتا ہے: اے اللہ! (صدقہ سے) اپنے مال کو روک کر رکھنے والے کا مال (تلف) برباد کر دے۔"[1] (متفق علیہ)

فقراء و مساکین کے گھر اور یتیموں بیواؤں کے ٹھکانے تلاش کریں، ان کی مشکلات دور کریں اسی سے اللہ تعالی آپ کی مشکلات دور کرے گا اور بلائیں دور کرے گا۔

بھوکوں کو کھانا کھلائیں، بچوں میں خوشیاں بانٹیں اور خاندان کو دست سوال دراز کرنے سے بچائیں کہ یہی اسوہ رسول ﷺ ہے، آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ جود و کرم کرنے والے تھے۔ آپ جب خرچ کرتے تو دل کھول کر کرتے اور اگر کسی کو کچھ عطا کرتے تو خوب نوازتے تھے، اگر کسی کو کچھ دیتے تو ایسے انداز سے دیتے جیسے وہ شخص دیتا ہے جسے فقر و فاقے کا کوئی ڈر نہ ہو،

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ"

آپ ﷺ ماہ رمضان کا استقبال بڑے جود و سخا اور فیض و کرم کے ساتھ کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ ماہ رمضان میں خیر و خیرات کرنے میں اتنے تیز ہوتے کہ ہوا بھی کیا مقابلہ کرے گی۔[2]

لہٰذا آپ بھی اس ماہ کے چند گنتی کے شب و روز میں دل کھول کر خرچ کریں۔ مال کو حرص و لالچ باقی نہیں رکھ سکتے اور بذل و عطاء (انفاق فی سبیل اللہ) اسے ختم نہیں کر سکتے۔

## قیام اللیل وتراویح:

ماہ رمضان کی راتیں سال بھر کی راتوں کی سرتاج ہیں ان راتوں کا اندھیرا بہت ہی قیمتی ہے۔ اس میں اوقات بڑے صاف ہوتے ہیں اور اللہ تعالی سے مناجات کرنے کی حلاوت و مزہ سہ چند ہو جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ"

"فرض نماز کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز (قیام اللیل) ہے۔"[3]

"إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ"

اور جس نے امام کے ساتھ آخر تک نماز پڑھی اسے اس پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔"[4]

اور جو شخص اپنے رب کی اطاعت کے لیے اپنے نفس کو پابند نہ کر سکے اور نہ ہی اپنے دل کو اللہ کی محبت پر لگا سکے، وہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی آزمائش سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ اگر آپ سے ہو سکے تو یہ کر گزریں کہ آپ سے اللہ کی طرف کوئی سبقت نہ لے جا سکے۔

رمضان کی ہر رات میں آسمان سے قبولیت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اس صاحب جود و کرم

1) صحیح بخاری، حدیث: 1442۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 1902۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 1163۔
4) ترمذی، حدیث: 806۔

سے سوال کریں اور اس رحیم سے رحمتیں طلب کریں۔ یہ مہینہ تو اس کی عطاؤں اور کرم گستریوں کا مہینہ ہے۔ وہ شخص بھی کتنا عاجز و کمزور اور بے بس ہے جو دعاء بھی نہ مانگ سکے۔

مسلمانو! دن عمر کے صحیفے ہیں اور سعادتمند وہ لوگ ہیں جو ان دنوں کو اعمال حسنہ سے آباد کئے رکھیں۔ جس شخص کو اللہ تعالی سے گناہوں کی ذلت سے اطاعت کی عزت کی طرف لگا دیا، اسے اللہ نے بلا مال ہی غنی کر دیا اور کسی انیس وساتھ کے بغیر ہی اسے انس کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اس کے نفس کو رشد و ہدایت سے نواز دیا۔ اور نفس کی راحت گناہوں کو کم از کم کرنے میں ہے۔ اور جس نے اپنے رب کو پہچانا وہ اپنے نفس کی چاکری کی بجائے اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اس ماہ مبارک میں قرآن کریم نازل ہوا تھا اس میں اللہ کی مغفرت و بخشش طلب کرنے کی کئی انواع اور طریقے ہیں، نیکی میں وسعت، عطا اور داد و دہش کی کثرت، دعاء و مناجات، مصیبت زدہ لوگوں کی مشکلات دور کرنا، اور بکثرت عبادات بجا لائیں۔

## نقصان اٹھانے والے:

اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ماہ اور ہر موسم میں بعض لوگ نقصان اٹھانے والے بھی ہوتے ہیں۔ انہی میں سے بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اپنی راتوں کو بھی ضائع کر دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو سیٹلائٹ چینلز پر لگائے رکھنے اور نظر سوزی کرتے رہتے ہیں۔ وہ وہم کی دنیا میں انہی لوگوں کے ساتھ جیتے ہیں، ان کی فکر و خیال انہی کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور اسی سراب کو سعادت سمجھتے رہتے ہیں۔ اور جب یہ ماہ مبارک گزر جاتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے نہ دنیا ہی ملی اور آخرت بھی برباد کی، لوگ کما گئے اور وہ کھو بیٹھا۔

## عورت اور شیطان:

عورتیں شیطان کے جال ہیں اور ان کی اکثریت جہنم کا ایندھن ہے۔ انہیں اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کروانے کے لیے بکثرت اعمال صالحہ سرانجام دینے چاہئے جو انہیں جہنم کی آگ سے نجات دلا دیں گے۔ انہیں اس ماہ مبارک میں ڈرنا چاہیے اور اپنے گھروں سے بلا ضرورت باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ ان کا اپنے گھروں میں نماز تراویح ادا کرنا حرمین شریفین میں ادا کرنے سے بھی افضل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ"

"عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"[1] (ابو داؤد)

## گھر سے نکلنے کے آداب:

اگر عورت گھر سے کسی ضروری حاجت کے لیے باہر نکلے تو اس پر حرام ہے کہ وہ بے پردہ عریاں نکلے بلکہ شرم و حیاء کا دامن تھامے رکھے اپنے ولی و سرپرست کی موجودگی و عدم موجودگی میں اپنے رب سے ڈرتی رہے۔ عورتوں میں سے نیک عورتوں کو اللہ تعالی نے اپنی رضاء و خوشنودی، عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اس کا اپنے دین اسلام سے تمسک و لگاؤ اور حجاب و پردے کو اپنی عزت و وقار سمجھنا اس کی شان

1) ابو داؤد، حدیث: 567۔

میں اضافہ اور مقام ومرتبہ میں مزید رفعت و بلندی کا باعث بنتا ہے، ایسی ہی پاکباز عورتیں معاشرے کا فخر، عفت کا تاج، زندگی کا جوہر اور دیگر عورتوں کے لیے نمونہ ہوتی ہیں ۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرہ:183)

## شفاء القلوب:

مسلمانو! دلوں کی دواء وشفاء پانچ چیزیں میں ہیں:

1) پورے تفکر وتدبر کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

2) پیٹ کا خالی رکھنا۔

3) رات کو قیام (تہجد وتراویح) پڑھنا۔

4) سحری کے وقت اللہ کے سامنے گڑگڑانا اور دعائیں مانگنا۔

5) نیک وصالح لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔

## اعتکاف وعمرۂ رمضان:

اے مسلمانو! اس ماہ رمضان میں اعمال صالحہ، نماز تہجد وتراویح اور تلاوت قرآن کریم کو لازم پکڑیں اور ماہ رمضان میں عمرہ کر لینے کو غنیمت سمجھیں کیونکہ رمضان میں کئے گئے عمرے کا ثواب حج کے برابر ہوتا ہے ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان (کے عشرہ اخیرہ) میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اعتکاف سے مراد اللہ کی اطاعت کی نیت سے مسجد کو لازم پکڑنا ہے۔

اور یہی دراصل دل کو اللہ سے جوڑنے، لوگوں سے منہ موڑنے، عبادت وذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مشغول ہونے کا نام بھی ہے۔

## روزے کے آداب:

روزہ کو توڑنے اور خراب کرنے والے امور سے دور رہیں اور خبردار! مسلمانون کی عزتوں سے کھیلنے سے بچ کر رہیں، اپنی زبان پر کنٹرول رکھیں ،اپنی نگاہوں اور کانوں کو حرام اشیاء سے بچائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”روزہ دار کو چاہیے کہ وہ زبان کے گناہوں سے اپنے روزے کو بچائے ۔سلف امت جب روزہ رکھتے تو مسجدوں میں بیٹھے رہتے اور کہتے کہ ہم اپنے روزے کو بچانے کے لیے مسجدوں میں بیٹھے رہتے ہیں تا کہ کسی کی غیبت وچغلی نہ کرسکیں۔ اگر کسی جاہل سے سامنا ہو جائے تو اس کی بدزبانی کا جواب ترک بہ ترک (بدزبانی) سے نہ دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ

أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ "

"روزہ ڈھال ہے، تم میں سے جب کسی نے روزہ رکھا ہوا ہو تو شہوانی باتیں یا حرکتیں اور غل غباڑہ نہ کرے اور اگر کوئی اسے گالی گلوچ کرے تو وہ اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔"[1] (صحیح بخاری)

## ماہ جہاد نفس:

اپنے ماہ صیام کو شہوت نفس کے خلاف مسلسل جہاد بنائیں اسی طرح اللہ تعالی کی عبادت و اطاعت، قرآن کی آیات کے درس و تدریس و تلاوت اور رات کے خالصتہ لوجہ اللہ قیام و تراویح کے ذریعے بھی اس ماہ کو ماہ جہاد بنا دیں، یہ توبہ اور انابت الی اللہ کا سیزن ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا اور تیرے رب کی عطائیں بٹ رہی ہیں۔ گناہوں میں لت پت شخص جب اس ماہ میں بھی توبہ نہ کرے گا تو پھر کب کرے گا اور اگر کوئی اس ماہ رحمت و مغفرت میں بھی اطاعت و عبادت کی طرف نہ لوٹا تو پھر کب لوٹے گا؟ اللہ کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کریں، اس کا دروازہ بجانے میں تاخیر نہ کریں اور اس سے بکثرت توبہ و استغفار کریں۔

## اے خاتون مسلم!

رنگا رنگ کھانے پکانے پر فخر و مباہات سے دور رہو، یہ اطاعت کے سیزن ایسے مواقع ہیں کہ ان میں نفع بخش اعمال سرانجام دیئے جائیں۔ اپنے اس ماہ کو عبادت اور صالحات کا ایک غنیمت موقع سمجھیں۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور فائدوں کے زمانے کو غنیمت سمجھو، ان موسموں کے دن بہت تھوڑے ہیں اور فضیلتوں والے اوقات مشہود ہیں، رمضان میں بڑے قیمتی خزانے ہیں انہیں لہو ولعب اور بے فائدہ کھیل تماشوں میں ضائع نہ کر دیں، آپ نہیں جانتے کہ کب اللہ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ کیا دوسرا رمضان پا بھی سکو گے یا نہیں؟ سمجھدار وہ ہوتا ہے جو اپنے حال پر نظر رکھے اور اپنے عیوب کو ٹٹولتا رہے اور اچانک قبل اپنے نفس کی اصلاح کر لے کیونکہ موت کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد بندہ اس دنیا سے برزخی زندگی میں اور پھر وہاں سے دار الحساب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 1904۔

# ماہ رمضان = ایک مہمان

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
1423/9/3ھ،موافق 2002/11/8ء

حمد وثناء کے بعد!

## ماہ رمضان کی تجلیات وعطر بیزیاں:

مسلمانو! تمہارے پاس وہ مہینہ آگیا ہے جو کہ خیرات و برکات کا مہینہ ہے، وہ اپنے پورے جلال و جمال کے ساتھ تم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔ یہ بڑا ہی خوش نما اور عطر بیز مہینہ ہے، اس کے فضائل ظاہر و باھر ہیں اور یہ خیرات و برکات سے بھرا ہوا ہے، اس کے حسن کی حد بندی کرنا ناممکن ہے، اور اس کے نفحات و انوار بے شمار ہیں، اس ماہ کے ثمرات لاتعداد اور برکات بے انتہا ہیں، یہ اس ماہ کی عطر بیزیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ ہر طرف عبادت گزاروں اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنے والوں کو ہی پائیں گے۔ ان کا دل نرم اور آنکھوں میں آنسوں کی جھڑی ہے، کیونکہ وہ ان آیات کی تلاوت کرتا ہے جو دلوں کے زنگ کو زائل کر دیتی ہیں اور تشنگی کو مٹا دیتی ہیں اور دلوں کے اندھیروں کو بھگا دیتی ہیں۔ اللہ کا شکر اور اس اک حمد وثناء بیان کریں کہ اس نے آپ کو اتنا موقع دیا ہے کہ ماہ رمضان تک پہونچا دیا ہے ورنہ کتنے ہی لوگ اس ماہ کو دوبارہ پانے کی خواہش لیے ہی چل بسے مگر اسے دوبارہ نہ پاسکے اور کتنے ہی لوگ اس ماہ کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی حسرتیں ہی دل میں لئے رہے مگر موت نے انھیں مہلت نہ دی اور آدبوچا۔

## ایک غنیمت موقع:

ہم نے اس ماہ کو پالیا لیکن کتنے ہی اعزاء و أقارب کو کھو چکے ہیں، ہم نے رمضان تک پہنچ گئے مگر کتنے احباب کو قبروں میں لٹا چکے ہیں۔ ہم نے تو اس ماہ مبارک کے روزے رکھ لیے یا رکھنے لگے ہیں جبکہ ہم اپنے کتنے ہی عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے قبروں اتار چکے ہیں۔ برادران گرامی! ہم میں سے جو بھی گیا ہے اس کا جانا ہمارے لئے ایک وارننگ ہے کہ اب ہماری باری ہے۔ موت ہمارے قریب آتی جارہی ہے اور اس سفر کے لیے ہم نے کوئی زاد راہ جمع نہیں کیا۔ توبہ کی قبولیت کا وقت گزرنے سے پہلے پہلے تائب ہو جاؤ ورنہ وقت آپہنچے گا تو کسی سے فدیہ میں دنیا بھر کا مال بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ عزم بالجزم کرلو اور اپنے عمل سے اللہ کو کچھ کر کے دکھا دو۔ جو کامیاب ہوا وہ جدو جہد اور محنت سے ہی کامیاب ہوا ہے اور جس نے کچھ پایا ہے عزم و ارادہ کی قوت سے ہی پایا ہے۔

## خائب وخاسر لوگ:

یہ ذہن میں رکھیں کہ جو ہمیشہ سستی و کاہلی میں ہی مبتلا رہا وہ خائب و خاسر اور نقصان اٹھانے والا ہوتا ہے اور ناکامی اس کا مقدر بن کے رہ جاتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ"

کہ نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان میں عمل صالح اور خیر و بر کی جتنی کوشش کرتے تھے اتنی دوسرے کسی ماہ میں نہیں کرتے تھے۔"[1] (صحیح مسلم)

مسلمانوں! یہ قبولیت وسعادت کا مہینہ ہے، یہ جود وسخا اور گردن آزاد کرنے کا مہینہ ہے، یہ ترقی اور بلندی کا موسم ہے۔ کس قدر نقصان پانے والے ہیں وہ لوگ جو اس ماہ کو دن بھر سوئے ہوئے گزار دیں۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً"

"جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ (بازو) جتنا بڑھتا ہوں، اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر بڑھ کر آتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کیطرف آتا ہوں۔"[2] (بخاری)

## قبولیت عبادت کا مہینہ:

اے اللہ کے بندوں! یہی جدو جہد کا وقت ہے اگر تم واقعی سنجیدگی سے محنت کرنا چاہتے ہو، اور اگر آپ تیار ہیں تو یہی عبادت گزاری کا موسم ہے، قبولیت کی بادِ نسیم چل پڑی ہے اور خیرات و برکات کا سیلاب امڈ آیا ہے، شیطان کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں اور وہ برباد ہو گیا ہے، اور طلب گاروں کے لیے خیر و بر کا دروازہ کھل گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ"

"جب ماہ رمضان آجاتا ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔"[3] (متفق علیہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے: "إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَنَادَى مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ، وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ"

"جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے (زنجیریں مار دی جاتی ہیں) اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی بھی دروازہ کھلا نہیں چھوڑا جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی یہ نداء دیتا رہتا ہے، اے خیر و بھلائی کرنے والے پیش قدمی کر آگے بڑھ اور اے شرو

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1175۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 7536۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 1899۔

برائی کرنے والے! باز آجا، اور اللہ تعالی جہنم سے بے شمار لوگوں کی گردنیں آزاد کرتا ہے، اور یہ سلسلہ خیر ہر رات چلتا ہے۔"[1] (ابن ماجہ)

## رجوع الی اللہ کا مہینہ:

مسلمانو! یہ انابت و رجوع الی اللہ کا وقت ہے۔ یہ ماہ ایک ایسا چشمہ ہے جس کا پانی نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو میٹھا و شیریں ہے اور یہ بہت ہی زیادہ عطا کرنے والے اللہ کریم کی رحمت بے کراں ہے۔ لہذا جلد تائب ہو جاؤ کیونکہ مٹی میں غلطان ہونے اور قبروں میں نہاں ہونے کا وقت بہت قریب آگیا۔

اے وہ شخص! جو گناہوں سے مانوس ہو چکا ہے، اے وہ شخص جو لرزشوں کا رسیا بن چکا ہے۔ جلد توبہ کرلو کیونکہ موت و فنا کا وقت سر پر آن پہونچا ہے، اللہ تو جود و کرم کرنے کو محبوب رکھتا ہے اور تائب ہونے والوں کو اپنے دربار میں خوش دلی سے قبول کرتا ہے اور یہ اس کا فضل و کرم ہے، خوشخبری اس کے لئے جس نے اس ماہ میں اپنے گناہوں کے میل کو توبہ کے پانی سے دھولیا، اور وقت گزر جانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں سے رجوع کرگیا۔

## جہنم سے آزادی کا مہینہ:

اے اسیر گناہ! اے قیدی ذلت و رسوائی! یہ وہ مہینہ ہے جس میں گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کی گردنیں آزاد کی جاتی ہیں اور مجرموں کو چھوڑا جاتا ہے اور اہل معاصی وگناہ سے درگزر کیا جاتا ہے، لہذا اس موقع کو غنیمت جانیں اور اسے ہاتھ سے نہ نکلنے دیں اور ان لوگوں میں سے نہ بنیں جن پر یہ ماہ رحمت و غفران سایہ فگن ہوا اور پھر نکل گیا مگر اس نے کچھ پالینے سے عملاً انکار کیا۔

نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور تین مرتبہ فرمایا: آمین آمین آمین: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا: (اس کا سبب کیا ہے؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللهُ، قُلْ: آمِينَ، فَقُلْتُ: آمِينَ"

"حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا: جس نے ماہ رمضان کو پایا مگر اس کی بخشش نہ ہوئی بلکہ جہنم میں داخل ہو گیا، وہ اللہ تعالی کا راندۂ درگاہ ہو جبرائیل نے کہا آمین کہیں تو اس پر میں نے کہا تھا آمین۔"[2] (صحیح ابن حبان و ابن خذیمہ)

مسلمانوں! اہل انحراف وگمراہی اور اہل فساد و بگاڑ کے جھانسے سے بچ کر رہنا، ان کے گمراہ کن پروگراموں، مخرب اخلاق مناظر سے دور رہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اہل اسلام و ایمان کو نقصان پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور وہ بلا خوف لومۃ لائم اسلام پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔ وہ بدامن ہیں انھیں کوئی لگام دینے والا نہیں وہ ایسے مجرم ہیں کہ جن کے کے لئے روزہ وغیر روزہ یا رمضان وغیر رمضان میں کوئی فرق نہیں وہ اپنے ظلم و سرکشی میں بدستور جاری رہتے ہیں۔ انھوں نے نوجوانوں کو تباہی و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔

## حرمت رمضان کی پامالی سے بچو:

1) ابن ماجہ، حدیث: 1899۔

2) صحیح ابن حبان، حدیث: 907۔

اے اپنے نفس کی انجام بدکو اختیار کرنے والوں! اے تقصیر وتحقیر کے اسباب کا ارتکاب کرنے والوں! اے حرام اشیاء پر نگاہیں گاڑنے والوں! اب تم سب سے بہترین مہینہ سے گزر رہے ہو،اس ماہ کی حرمت کو پامال کرنے سے بچو،اس کے شرف کو اور مقام ومرتبہ کو پیش نظر رکھو اس میں کمی کرنے کی کوشش نہ کرو،نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"مَنۡ لَمۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّورِ وَالۡعَمَلَ بِهِ، فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنۡ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ"

”جو شخص جھوٹ اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنا نہیں چھوڑتا االلہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے (اور بھوکے پیاسے مرنے) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“[1] (صحیح بخاری)

اے بظاہر آزاد مگر حقیقت میں اسیر وغلام،اے بظاہر بینا مگر حقیقت میں نابینا! اے لوگو جو صفائی کی بجائے گدلے پن پر خوش ہو،اے وہ لوگو جو اوقات سحر گاہی کو غلط سلط اور باعث عار کاموں میں ضائع کر دیتے ہو اور ہر روز اسی حالت میں ہوتے ہو جیسے کوئی مردہ گدھے کی لاش پر سے اٹھے۔تعجب ہے کہ تم واضح راستہ چھوڑ کر ہلاکتوں اور قباحتوں والی راہ کو کیوں اختیار کرتے ہو،تمہارے کانوں کو کیا ہوا ان پر پردے کیوں پڑ گئے ہیں،تماری آنکھوں کو کیا ہوا ہے وہ نور کو کیوں نہیں دیکھتیں اور تم غفلت و دھوکے میں پڑے ہو اور تمہیں معذور بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔آباد کاری کے لحاظ سے استفادہ کرنے کی کوشش کرو اور غفلت کے اوقات میں کھوئے رہنے سے بچو۔تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو دور سے ہی نشانے لگاتے ہیں اور جب کہا جائے توبہ کرلو تو سیدھا رویہ اپنانے اور سیدھا جواب دینے کی بجائے آج کل پر ٹالتے جاتے ہیں۔

خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے موجود دنیوی شہوت پرستیوں کو چھوڑا اور آخرت میں ملنے والی ان لذتوں کو حاصل کرنے کی تمنا کی جن کا وعدہ کیا جاچکا ہے اور اس کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تک نہیں ہے البتہ االلہ کے وعدے کی وہ تصدیق کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ االلہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُونَ[33] لَهُمۡ مَا يَشَاءُونَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ذَلِكَ جَزَاءُ الۡمُحۡسِنِينَ[34] لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ أَسۡوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجۡزِيَهُمۡ أَجۡرَهُمۡ بِأَحۡسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعۡمَلُونَ﴾

”اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ لوگ متقی ہیں وہ جو چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس موجود ہے نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے تا کہ االلہ تعالی ان سے برائیوں کو دور کر دے جو کہ انھوں نے کیں اور ان نیک کاموں کا انہیں بدلہ دے جو وہ کرتے رہے۔“ (الزمر:33-35)

## تلاوت وتدبر قرآن:

اے روزے دار! اپنے اوقات کو صرف کرنے اور اس ماہ کی گھڑیوں کو گزارنے کا بہترین طریقہ عمل قرآنی آیات کی تلاوت،اس کی بینات پر تدبر اور اس کی نصائح اور وعظوں پر تفکر کرنا ہے۔

"وَكَانَ أَجۡوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلۡقَاهُ جِبۡرِيلُ، وَكَانَ يَلۡقَاهُ فِي كُلِّ لَيۡلَةٍ مِنۡ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الۡقُرۡآنَ

1) صحیح بخاری،حدیث:1903۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان میں ہر رات نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔[1]" (متفق علیہ)

یہ قرآن تمام روحانی وقلبی بیماریوں کیلئے شفاء و دوا ہے، مشتبہ امور میں فیصلہ کرنے کے لئے یہ میزان عدل ہے۔ اس میں زبردست قصے اور واقعات، آنکھیں کھول دینے والے مواعظ، حکمت و دانائی کی باتیں اور توحید پر مسکت قسم کے دلائل پائے جاتے ہیں۔ جو دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچانے والے ہیں۔ یہ قرآن سدا بہاری زندگی کے لئے روح ہے اور اگر روح ہی نہ ہو تو یہ جسد خاکی کس کام کا؟ یہ مرجاتا ہے، اس قرآن کی طرف توجہ دو اور اس میں پائے جانے والے جواہر و لعل نکالو۔ اسباب نزول کا علم حاصل کرو اور کتب تفسیر و تاویل کا مطالعہ کرو اور اس کی محض تھوڑی سی تلاوت پر ہی قناعت کر کے نہ بیٹھے رہا کرو بلکہ اس کو اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں حاکم و فیصل کے طور پر شمار کرو، سعادت مندوہ ہے جو اپنی ہمت اور عزم و فکر کو قرآن پر مرکوز کر پایا اور اس باغیچۂ قرآن کی سیر کا عادی ہوگیا جس کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہوگا اور جس کا بحر فیوض کبھی رکنے اور ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

"ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں یہ قرآن نازل کیا گیا جو کہ لوگوں کے لیے ہدایت، اس میں ہدایت کی نشانیاں اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔" (البقرہ:185)

## روزہ وقرآن کی سفارش:

اے اللہ کے بندوں! اس سیاح کی طرح بنو جو ایک طرف سے سفر ختم کرتا تو دوسری طرف کے سفر پر چل نکلتا ہے اسی طرح تم بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے بنو کہ ادھر قرآن کریم ختم ہوا ادھر پھر نئے سرے سے شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: " الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ! وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ- فَيُشَفَّعَانِ" (مسند احمد والحاکم)

"روزہ اور قرآن اللہ تعالی کے حضور بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے اللہ! میں نے تیرے بندے کو دن میں کھانے پینے اور شہوت پوری کرنے سے روکے رکھا، اس ک بارے میں میری شفاعت قبول کر، قرآن کہے گا: اے اللہ! میں نے تیرے بندے کو راتوں کی نیند کے مزے لوٹنے سے روکے رکھا، اس کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔ اور اللہ تعالی ان دونوں کی شفاعت کو قبول کرے گا۔"[2]

## ماہ صدقات وخیرات:

مسلمانوں! یہ مہینہ اللہ کی راہ میں بذل وعطا اور خرچ کرنے کا مہینہ ہے۔ اے وہ لوگوں! جن کے پیٹ دولت سے بھرے ہوئے اور تجوریوں میں دولت رکھنے کی جگہ نہیں، غریبوں اور بھوکے پیٹ والے لوگوں کو بھی یاد رکھو جو مصائب ومشکلات سے دو چار ہیں جو فقر وتنگدستی میں مبتلا

1) صحیح بخاری، حدیث:5۔
2) حاکم، حدیث:2043۔

ہیں۔ بیماری کے علاج کے لیے پیسہ پیسہ کے محتاج ہیں۔ ان کی مدد کرو، انھیں اپنے مال سے دے کر انھیں غنی کرو۔ جو مانگنے پر مجبور ہوگیا ہے اسے بھی دو اور سفید پوشی کا بھرم نبھانے کے لیے دست سوال دراز نہیں کرتا اس کی بھی آبرومندانہ طریقہ سے مدد کرو، بھوکے اور مجبور کو کھانا کھلاؤ، اپنے پیسے کو گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالی بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا، بے حساب دو بے حساب لو، اے لوگوں! نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گوش ہوش سے سنو: "يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى"

"اے بنی آدم! اپنی ضرورت سے بچے ہوئے مال خرچ کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر اسے خرچ کرنے سے روکو گے تو وہی تمہارے لئے برا ہو جائے گا۔ اور کفایت شعاری ومیانہ روی پر تمہیں کوئی ملامت نہیں کرے گا، اور خرچ کرتے وقت سب سے پہلے ان کو دیکھو جن کا نان ونفقہ تمہارے ذمے ہے اور اوپر (خرچ کرنے والا) ہاتھ نیچے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اور ارشاد نبوی ہے: "أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ"

"بہترین صدقہ وہ ہے جو ماہ رمضان میں کیا جائے۔"[2] (ترمذی)

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ"

نبی اکرم ﷺ بہت ہی صاحب جود وسخا تھے اور ماہ رمضان میں تو آپ ﷺ کی جود وسخا اور بذل وعطا بہت ہی بڑھ جاتی تھی کیونکہ روزانہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات جو ہوتی تھی۔[3]

## روزے کے آداب واحکام:

اے مسلمانوں! یہ مہینہ صدقات کا موسم وسیزن ہے، لہٰذا اس فانی مال کو خوب خرچ کرلو، اور اس ماہ میں کوتاہی سے بچو، اس کے شعائر وعبادات بجالاؤ، شرعی واجبات اور سنن ادا کرو اور اس کے آداب کا خیال رکھو۔

(1) اس کے آداب میں سے ہی جلدی روزہ افطار کرنا بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ" (صحیح مسلم)

"لوگ اس وقت تک خیر سے رہیں گے جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔"[4]

(2) اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ" (صحیح مسلم)

1) صحیح مسلم، حدیث: 1036۔
2) ترمذی، حدیث: 663۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 2308۔
4) صحیح مسلم، حدیث: 1098۔

"ہمارے اور اہل کتاب (یہود ونصاری) کے روزے میں فرق کرنے والی چیز ہمارا سحری کھانا ہے۔"[1]

(3) اور ارشاد ہے: "فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ"

"سحری کھاؤ اگرچہ وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔"[2] (ابوداؤد)

(4) "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ"

نبی اکرم ﷺ نماز مغرب پڑھنے سے پہلے رطب سے روزہ افطار کیا کرتے تھے، اور اگر رطب نہ ملتی تو خشک کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اور اگر خشک و پرانی کھجوریں (چھوہارے) نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی کر ان سے ہی روزہ افطار فرماتے تھے۔"[3] (ابوداؤد)

(5) آپ جب روزہ کھولتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ" (ابوداؤد)

" ذهب الظّمأ و ابتلّت العروق و ثبت الأجر إن شاء الله ۔ " (پیاس گئی انتڑیاں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ومحفوظ ہو گیا۔)

(6) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ، أَوْ شَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ"

"اگر کوئی روزے کی حالت میں بھول چوک سے کھا پی لے تو وہ اپنے روزے کو پورا کرے اور یہ اسے اس کے رب نے ہی کھلایا پلایا ہے۔ اس کا اس پر نہ کفارہ ہے اور نہ قضاء ہے۔"[4]

(7) "مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ"

اور اگر روزے کی حالت میں کسی کو خود بخود قے آجائے تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے اور اگر کوئی جان بوجھ کر قے کرے تو اس پر اس دن کے روزے کی قضاء ہے۔"[5]

(8) اگر کوئی شخص کسی طریقے سے مادہ منویہ نکال لے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اگر کسی کو غیر ارادی طور پر احتلام ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا

(9) ارشاد نبوی ہے: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (صحیح مسلم)

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے حصول ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے کے تمام گناہ بخش گئے۔"[6]

(10) اور ارشاد ہے: "وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (صحیح مسلم)

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 1096۔
2) ابوداؤد، حدیث: 2356۔
3) ابوداؤد، حدیث: 2357۔
4) صحیح مسلم، حدیث: 1155۔
5) ابوداؤد، حدیث: 2380۔
6) صحیح مسلم، حدیث: 760۔

”جس نے ماہ رمضان میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے ثواب کی امید پر راتوں کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔“[1]

(11) "مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ" (ترمذی)

”جس کسی نے امام کے ساتھ قیام شروع کیا اور اس کے فارغ ہونے تک ساتھ ہی رہا اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔“[2]

(12) "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا" (ترمذی)

”جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا، اسے بھی روزہ دار جتنا ثواب ملے گا اور روزے دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“[3]

(13) "إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا، فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ" (صحیح مسلم)

”اگر کسی کا روزہ ہو، تو اسے چاہیے کہ بد زبانی وفحش گوئی اور جاہلانہ حرکات سے باز رہے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا اس کے گلے پڑے تو یہ اسے صرف اتنا کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔“[4]

(14) عنِ ابنِ عباسٍ، رضی اللہ عنهما، أنَّ النَّبيَّ ﷺ قالَ: عُمْرَةٌ فی رمضانَ تعدِلُ حجة أَوْ حَجَّةً مَعِي (متفق علیہ)

”ماہ رمضان میں کیا گیا عمرہ ایسے ہے جیسے نبی اکرم ﷺ کی معیت میں کیا گیا حج ہے۔“[5]

## تارکین روزہ کا انجام:

اے مسلمانو! وقت ہونے سے پہلے روزہ افطار کرنے سے بچو اور ماہ رمضان کے دن کی حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرو اور بلا شرعی عذر کے روزہ نہ چھوڑو۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أَتَانِي رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضَبْعَيَّ، فَأَتَيَا بِي جَبَلًا وَعْرًا، فَقَالَا لِي: اصْعَدْ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ، فَإِذَا أَنَا بِصَوْتٍ شَدِيدٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ: هَذَا عُوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيبِهِمْ مُشَقَّقَةٌ أَشْدَاقُهُمْ تَسِيلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ" (صحیح ابن حبان وابن خزیمہ)

”میں سویا ہوا تھا کہ دو آدمی آئے اور مجھے اٹھا کر ایک بے آب وگیاہ پہاڑ پر لے آئے اور مجھے کہنے لگے: اوپر چڑھیں، میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، انھوں نے کہا ہم یہ کام آپ کے لئے آسان کریں گے۔ تب میں نے اوپر چڑھنا شروع کیا اور جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہونچا تو میں نے بڑی سخت آوازیں سنیں میں نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں ہیں۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ اہل جہنم کی چیخ و پکار

---

1) صحیح مسلم، حدیث:760۔
2) ترمذی، حدیث:806۔
3) ترمذی، حدیث:807۔
4) صحیح مسلم، حدیث:1151۔
5) صحیح مسلم:1256۔

ہے، پھر وہ مجھے لے کر آگے چل دیئے یہاں تک کہ ہمارا گزر ایسے لوگوں کے پاس ہوا جو الٹے لٹکائے گئے تھے۔ ان کی باچھیں پھٹی ہوئی تھیں اور ان سے خون بہہ رہا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔"[1]

## خواتین کے لئے ہدایات:

(1) عورت اگر نماز عشاء اور تراویح کے لئے مسجد میں آئے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ عطریات وخوشبوئیات اور باعث فتنہ لباس سے گریز کرے، کیونکہ یہ چیزیں کمزور ایمان والے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور اہل شر وفساد اس سے بہک جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہوتا ہے وہ تو گویا بگڑ ہی جاتے ہیں۔

(2) ان خواتین کو چاہیئے کہ وہ غیر محرم ڈرائیوروں کے ساتھ خلوت اختیار نہ کریں کیونکہ اس کے نتائج خاطر خواہ نہیں نکلتے۔

(3) حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ" (صحیح مسلم)

"تم میں سے اگر کوئی عورت عشاء، باجماعت پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے تو اس رات وہ کوئی خوشبو لگا کر نہ آئے۔"[2]

اور ایک روایت میں ہے: "إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا"

"تم میں سے جو عورت مسجد میں آئے وہ خوشبو لگا کر نہ آئے۔"[3] (صحیح مسلم)

(4) عمرہ بنت عبد الرحمن، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"آج کل عورتوں نے جو جو (فیشن) ایجاد کر لئے ہیں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشیاء کو دیکھ لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عورتوں کو مساجد میں آنے سے اسی طرح روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا گیا تھا؟ عمرہ سے پوچھا گیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا گیا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں۔" (صحیح مسلم)

(5) گھر میں ان کی نمازیں ان کے لئے مساجد میں نمازوں سے بہتر ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ"

"تم اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو اگرچہ ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔"[4] (ابوداود)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوتِهِنَّ"

---

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 7491۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 443۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 445۔
4) ابوداود، حدیث: 567۔

"عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھر پچھلی کوٹھریاں ہیں۔"[1] (صحیح ابن خزیمہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا"

"عورت کی وہ نماز جو اس نے اپنے کمرے میں پڑھی ہو وہ اس نماز سے بہتر ہے جو اس نے اپنے گھر کے صحن میں پڑھی ہو، اور اس کی وہ نماز جو اس نے پچھلی کوٹھری میں پڑھی ہو وہ اس نماز سے بہتر ہے جو اس نے اپنے کمرے میں پڑھی ہو۔"[2] (ابوداؤد)

## اہل علم سے سوال کرلو:

اے مسلمانوں! بیماری کی شفاء دواء پوچھنے میں ہے، اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو، اور پیچیدہ مسائل میں فتوی لے لیا کرو، جو شخص بلا علم ہی کچھ نہ کچھ کرتا رہے اس کے اعمال غیر مقبول ہیں۔

## کھانے پینے میں فضول خرچی:

اے مسلمانوں! ایک چیز جو انتہائی ناپسندیدہ ہے جسے دیکھ کر دل کڑھتا ہے وہ ایک بہت ہی بری عادت ہے اور وہ بعض لوگوں میں بڑے زور سے گھر کر گئی ہے اور وہ ماہ رمضان میں حاجت وضرورت اور قدر کفایت سے بہت ہی زیادہ کھانے پینے کی چیز تیار کرنا، اور اس سلسلہ میں اسراف وفضول خرچی کرنا، یہ انتہائی مضر اور سراسر شر ہی شر ہے اور بیماریوں کو آواز دینے والی بات بھی ہے، یہ فہم وفراست کو بگاڑنے اور ان میں فساد پیدا کرنے کا سبب بھی ہے، بہت سارے لوگ اللہ تعالی کی ان نعمتوں میں سے بچے ہوئے کھانوں کو گندگی کے ڈھیروں اور کوڑے کچرے میں پھینک دیتے ہیں جبکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو بھوکوں مر رہے ہیں۔ خاندانوں کے خاندان نان جویں کو ترس رہے ہیں اور انھیں پیٹ کی بھوک پیاس مٹانے کے لئے کسی چیز کی تلاش ہے۔

اے اللہ کے بندوں! اس طرح نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا اللہ کا کچھ خوف کھاؤ اور اللہ کے انتقام کو آواز نہ دو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾

"فضول خرچی نہ کرو، بیشک اللہ تعالی فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الانعام: 141)

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا [26] إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾

"اور کھلی فضول خرچی نہ کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا تھا۔" (بنی اسرائیل: 26)

اوسط درجے اور میانہ روی پر رہو کہ یہ قابل تعریف طرز عمل ہے اور اعتدال سے خرچ کرو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾

"اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے ساتھ نہ باندھ رکھو (بخل نہ کرو) اور نہ ہی اسے پوری طرح ہی کھول دو (فضول خرچی کرنے لگو) اور اسی کے نتیجہ

5) صحیح ابن خزیمہ، حدیث: 1683۔

1) ابوداؤد، حدیث: 570۔

میں بالآخر ملامت زدہ وحسرت زدہ رہ جاؤ۔“ (بنی اسرائیل:29)

اسراف وفضول خرچی میں کوئی خیر نہیں اور خیر و بھلائی کے کام میں کوئی فضول خرچی نہیں ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

”اگر تم میری نعمتوں کا شکر کروگے تو میں تمھیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم نے میری نعمتوں کا کفروانکار کیا تو یاد رکھو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔(ابراہیم:7)

## قبولیت دعاء کی گھڑی:

مسلمانو! ہر دن اور رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں روزے دار کی دعاء سنی جاتی ہے، اس کے سامنے قبولیت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے:"وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ"

”ہر مسلمان کے لیے ہر دن اور رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعاء کی قبولیت ہوتی ہے ۔[1]“ (طبرانی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ"

”روزہ افطار کرتے وقت ایک گھڑی ایسی ہے کہ روزے دار کی دعاء رد نہیں کی جاتی۔“[2] (ابن ماجہ)

لہٰذا اس ماہ مبارک ومقدس میں اپنے لئے، اپنے اہل وعیال کی اور دوست واحباب کے لئے بکثرت اچھی اچھی دعائیں کریں۔ گڑ گڑائیں اور دست سوال دراز کریں اور اطاعت گزاری کے ساتھ ساتھ دعائیں کریں کہ اے اللہ! ہمارے کمزور و بےبس بے گھر و بے آسرا، بےقصور و بےگناہ اور مصائب ومشکلات سے گھرے ہوئے بھائیوں کی مدد فرما وہ چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں ہیں ۔امت اس وقت انتہائی مشکل دور سے گزر رہی ہے۔اس کے خلاف گہری سازشوں کے جال بنے جا رہے ہیں اور طرح طرح کی چالیں چلی جا رہی ہیں اور ایسے حالات میں ملجا وماوی اور راہ نجات اللہ کے سوا کہیں نہیں ہوتی اور ہمارا تو صرف اسی پر ہی توکل وآسرا ہے وہ ہی ہر مشکل میں ہمارا مددگار اور ہمارا غوث الاعظم ومعاون ہے۔اللہ سے دعائیں کریں اور اسی کے حضور اپنی شکایتیں لگائیں اور اسے ہی آوازیں دیں اور قبولیت دعاء کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور ممانعت کا سبب بننے والی حرکتوں سے بچیں اور ایمان ویقین کے اسلحہ سے مسلح ہوجاؤ اور اس بات کا یقین رکھو کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش وامتحان ہے تاکہ امت اپنی خواب غفلت سے بیدار ہو، ہوش کے ناخن لے اور دوست و دشمن کو پہچانے اور اپنے دین کے ساتھ تحقیق کے نتیجہ میں تعلق پیدا کرے اور اپنی زندگی پر اس کے احکام وقوانین کو نافذ کرے، اے اللہ! ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تجھی پر توکل وبھروسہ کرتے ہیں ۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) طبرانی فی الاوسط، حدیث:6401۔

2) ابن ماجہ، حدیث:1753۔

# قرآن کریم: معجزۂ خالدہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
10/9/1423ھ 15/11/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ یہی تمہاری بہترین کمائی ہے اور یہی تمہارا بہترین ذخیرہ وخزانہ ہے، اسی سے تمہارے اعمال اور نفسوں کا تزکیہ ہوتا ہے اور یہی تمہارے درجات کی بلندی کا باعث ہے۔

## قرآن کریم ایک عظیم نعمت:

اے اللہ کے بندو! یہ بات ذہن میں بٹھا لو کہ اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایمان اور قرآن بھی ہیں۔ ایمان دلوں کا نور اور بصیرتوں کی ضیاء ہے۔ یہی انسان، اس کے جسم، اس کی عزت وکرامت اور قدر ومنزلت کی روح ہے

کسی آدمی میں اگر ایمان نہیں تو اس میں کوئی خیر وبھلائی نہیں ہے۔ اور قران ہدایت ونور ہونے کے ساتھ ساتھ ہر خیر کی طرف دعوت دینے والا، ہر برائی سے روکنے والا، روحوں کی غذاء اور جسموں کا تزکیہ کرنے والا ہے۔ اس میں حلال وحرام اور قانونی تفصیلات واحکام ہیں۔ یہ دنیا و آخرت کے فیصلے بتانے والی کتاب ہے۔ جس نے اس کے ساتھ تمسک کیا، اللہ اسے سب سے بہترین امور کی ہدایت کرتا ہے اور جو اسے پس پشت ڈالے، وہ شومئ قسم میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾

"یقینا یہ قران وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو کہ نیک عمل کرتے ہیں، انھیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔" (بنی اسرائیل:9)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى [123] وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾

"جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا، اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔" (طہٰ:123)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "اللہ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جس نے قرآن کریم پر عمل کیا وہ نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں وہ شقاوت وتکلیف میں پڑے گا۔"

## قرآن: ایک معجزۂ خالدہ:

قرآن کریم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سدا بہار معجزہ ہے جو کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی نسلوں سے خطاب کرتا ہے اور طرح طرح کے

دلائل و براہین کے ساتھ عقل انسانی کو قائل کرتا ہے تاکہ انسان حق کو قبول کرے اور اپنے اختیار و اطاعت کے ساتھ رب العالمین کو تسلیم کرے یا پھر حق کو قبول کرنے سے انکار کرے تو وہ بھی حق کو پہچاننے کے بعد محض تکبر و انکار کی بناء پر ہو (نہ کہ محض جہالت کی وجہ سے) تاکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے حجت و دلیل قائم ہو جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحياً أَوْحَى اللهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی جسے اللہ نے مبعوث فرمایا، اسے وہ چیز دی گئی جس کی بناء پر بنی بشر میں سب لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی و قرآن سے نوازا ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ میری اتباع کرنے والے لوگ تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔"[1] (صحیح بخاری)

## قرآن کریم کا چیلنج:

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ خالدہ اور جن وانس مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب اس کے نزول کے وقت نہیں لا سکے تھے بلکہ جن وانس کے اول و آخر سارے مل جائیں اور قرآن کریم جیسی کتاب لانا چاہیں تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے، چنانچہ اسی سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجیے کہ اگر تم تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔" (بنی اسرائیل:88)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام جن وانس کو چیلنج کیا ہے کہ تم سب مل کر اس قرآن کی دس سورتوں جیسی ہی کوئی چیز لے آؤ مگر کسی میں اس کی جرأت نہ پائی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

"کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گھڑا ہے۔ جواب دیجیے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو، اپنے ساتھ بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔" (ہود:13)

اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا کہ چلو زیادہ نہیں تو ان سورتوں میں سے کسی ایک سورت جیسی ہی لے آؤ مگر ان سے یہ بھی نہ بن پڑا، اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[23] فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

---

1) صحیح بخاری:4981۔

”ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے، اس میں اگر تمہیں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالی کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو، پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔“ (البقرہ:23-24)

## معجزہ رحمت:

اللہ تعالی نے قرآن کریم کو اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے ایک معجزہ بنا کر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ اس بات کو پہچانیں کہ یہ اللہ کا اپنا کلام ہے اور اللہ ہی حق مبین الہ و معبود ہے اور حضرت محمد ﷺ حقیقی طور پر اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ یہ قرآن کریم خود سب سے بڑی دلیل ہے، یہ ہمیں ہمارے رب کی صفات بتاتا ہے اور اس بات کا پتہ دیتا کہ اللہ کے لئے کن کن صفات کمال کا وجود واجب ہے اور کون کون سے عیب و نقائص ہیں جن سے اس کی ذات گرامی پاک و منزہ ہے جو کہ اس کی ذات گرامی اور جلالت شان کے لائق ہی نہیں ہیں۔ اسی سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ﴾

”یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم سچائی کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں، تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔“ (الجاثیہ:6)

اور فرمایا ہے: ﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾

”یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم سچائی کے ساتھ پڑھ کر آپ کو سناتے ہیں (اور اے محمد ﷺ) آپ بے شبہ پیغمبروں میں سے ہیں۔“ (البقرہ:252)

جو شخص قرآن کریم اور اس کے معجزہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا وہ خوارق عادات، مشاہدہ آیات اور قرآن کے بدیع و خوبصورت نظم میں پائے جانے والے اعجاز کو نہیں سمجھ سکتا، نہ ہی وہ اس کے حکیمانہ قوانین، اسرار خلق اور سنن کائنات پر اس کے دلائل کو سمجھ سکتا ہے۔ نہ انسانی معاشرے کے قواعد، اس کی تعلیمات کی جامعیت اور ماضی و مستقبل کے بارے میں اس کی دی ہوئی خبروں کی صداقت کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتا ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد کی رفعتوں اور انسان کی ہر جانب سے مکمل تربیت کے سلسلہ میں قران کریم کے اعجاز کو سمجھنے سے محروم رہتا ہے. اللہ تعالی نے اس قرآن کے ذریعے لوگوں کے لیے امت اسلامیہ کو میدان میں اتارا ہے اور قرآن ہی کی بدولت وہ تمام امتوں میں سے بہترین امت ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾

”(اے مومنو!) جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کیونکہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔“ (آل عمران:110)

## خیر الامم امت:

انسانی تاریخ میں آج تک اس امت اسلامیہ سے زیادہ رحم دل، عادل اور وسیع الظرف کوئی قوم نہیں گزری۔ اے مسلمانو! تمہیں اشد ضرورت ہے کہ تم ان صفات کو اپناؤ جنہیں اختیار کرنے کی قرآن نے دعوت دی ہے۔ اس کے احکام و اوامر کو اپناؤ اور اس کے منع کردہ امور سے دور رہو، اس کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھو اور اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال جانو، اس کی محکم آیات پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ۔

## ضروری امر:

قرآن اس وقت تک انسان میں اپنے اثرات وثمرات نہیں دکھاتا، نہ جادۂ حق پر رواں دواں کرتا ہے اور نہ ہی اسے اپنے رنگ رنگتا ہے جب تک کہ نفس انسانی اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو، دل اس کے انوار کو جذب کرنے پر رضامند نہ ہوں اور انسانی جسم کے اعضاء اس کی ترغیب وترہیب اور وعدہ ووعید کے سامنے جھک نہ جائیں جیسا کہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾

”اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں، کتاب اللہ (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی ہیں۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہو کر) اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے اور وہ اس سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔“ (الزمر:23)

## تاثیر قرآن اور رمضان:

مناسب وقت انسانی نفس میں قرآن کی تاثیر میں معاون ثابت ہوتا ہے اور یہ مسلمان کے دل میں ہدایت پر ہدایت اور نور پر نور کی برسات کرتا ہے، اور ماہ رمضان قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور اس کی تاثیر کو پانے کا بہترین مہینہ ہے کیونکہ قرآن روح کی غذا ہے اور اس ماہ میں نفس امارہ کا زور انسانی جسم سے ٹوٹا ہوا اور کمزور پڑا ہوا ہوتا ہے، اور روزے سے بدن و روح کو غذا ملتی ہے اور اس قرآنی غذا کی وجہ سے روح میں رفعتیں اور قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے میں بندہ اپنے رب کے کلام سے انتہائی فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ اس قرآن کی تلاوت سے لذت اٹھاتا اور لطف اندوز ہوتا ہے کیونکہ یہی تو اس کی روح اور زندگی کی غذا ہے۔ قرآن کریم کی مثال باران رحمت کی سی ہے اور نفس زمین کی طرح ہے اور ماہ رمضان نزول باران کے مناسب وقت کی طرح ہے جس میں کہ زمین طرح طرح کی بارونق وخوشنما چیزیں اگاتی ہے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا، وَسَقَوْا، وَرَعَوْا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ، وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ ".

"اللہ نے جو ہدایت وعلم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جو زمین پر برسے تو زمین کے کچھ اچھے حصے تو قبول کر لیتے ہیں اور نباتات اور سبزیاں اگا دیتے ہیں اور اس زمین کے بعض حصے بنجر ہوتے ہیں اور وہ پانی کو (ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ اسے) محفوظ کر لیتے ہیں اور اللہ اس جمع شدہ پانی سے بندوں کو نفع دیتا ہے، وہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اور اپنی کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور ان میں زراعت و باغبانی کرتے ہیں اور وہی بارش زمین کے ایک دوسرے حصہ پر بھی برستی ہے اور وہ حصہ چٹیل زمین ہوتا ہے۔ وہ نہ پانی کو محفوظ کر کے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کچھ اگاتا ہے۔ بارش اور زمین کے ان الگ الگ صفات والے حصوں کی طرح ہی ان لوگوں کی بھی مثال ہے کہ کوئی اللہ کے دین کو سمجھے اور اللہ نے مجھے علم و ہدایت دے کر مبعوث فرمایا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے، خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے، اور وہ شخص جو ہدایت پر کان نہیں دھرتا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہونے کے لئے سر اٹھاتا ہے اور نہ ہی اس ہدایت کو قبول کرتا ہے جو مجھے اللہ نے دے کر مبعوث فرمایا ہے: (یہ چٹیل زمین کی طرح ہے)۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

اے اللہ کے بندو! رمضان مبارک کا جو حصہ باقی رہ گیا اسے غنیمت سمجھو۔ اس میں بکثرت تلاوت کرو اور اللہ کی کتاب مفہوم و معنی پر تدبر کرو اور اس میں وارد احکام پر عمل کرو۔

## قرآن اور سلف صالحین:

سلف صالحین امت اس ماہ میں تلاوت قرآن کے لیے فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رہتی تھیں۔ ان میں سے بعض لوگ سات دنوں میں قرآن پاک کو ختم کر لیا کرتے تھے، بعض صرف تین ہی دنوں میں پورے قرآن کی تلاوت کر لیتے تھے، جبکہ بعض صرف ایک ہی شب و روز میں قرآن پڑھ جایا کرتے تھے۔

## صاحب قرآن کون؟

جو شخص قرآن پر عمل کرے وہی دراصل اہلِ قرآن و صاحب قرآن ہے اگرچہ وہ اس کا حافظ نہ ہو، اور جو شخص قرآن پر عمل نہ کرے وہ اہل قرآن اور صاحب قرآن نہیں ہے اگرچہ وہ پورے قرآن کا حافظ ہو۔ اور جو شخص پورے قرآن کا تو حافظ نہیں لیکن اس کے بعض حصوں کو حفظ کئے ہوئے ہے اور حفظ کردہ حصوں کو بار بار دہراتا اور بکثرت ان کی تلاوت کرتا ہے وہ بھی صاحب قرآن ہے۔

## توبہ و عمل صالح اور خیرات:

توبہ نصوح کی طرف جلدی کرو اور اپنے تمام گناہوں سے جلد تائب ہو جاؤ کیونکہ توبہ کے بغیر فلاح و کامیابی ممکن ہی نہیں ہے، اور اپنے اوقات کو اعمال صالحہ سے آباد کرو۔ اس ماہ رمضان میں بکثرت صدقہ و خیرات کرو، اور فضیلت والے اس مہینے میں فقراء و مساکین اور محتاجوں پر احسان کرو، کیونکہ پوری کائنات سے زیادہ صاحب جود و سخا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی طریقہ کار تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال ماہ رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے اور آپ

---

1) صحیح مسلم، حدیث:

ﷺ کی زندگی کے آخری سال میں دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا اور جن دنوں نبی اکرم ﷺ جبرائیل سے ملا کرتے تھے ان دنوں میں آپ تیز ہواؤں سے بھی زیادہ صدقہ وخیرات کرتے تھے۔

## تراویح:

ماہ رمضان میں نماز تراویح کی ادائیگی کا التزام کریں کیونکہ حدیث میں آیا ہے: " مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ " (ترمذی)

" جو شخص کسی امام کے ساتھ قیام اللیل شروع کرے اور آخر تک اس کے ساتھ رہے، اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔"[1]

اور جس نے ماہ رمضان کا پورا مہینہ قیام کیا، اللہ اس کے پچھلے (اور آئندہ) تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔

" وَمَنْ قَامَ رمضان إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ " (صحیح مسلم)

" جس نے ماہ رمضان میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے ثواب کی امید پر راتوں کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش گئے۔"[2]

## نماز پنج گانہ:

اللہ کے بندو! نماز کا خاص خیال رکھو اور اس کا اہتمام کرو کیونکہ یہ دین کا ستون ہے، جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے نفس اور دین کی حفاظت کرلی ہے جس نے اسے ضائع کردیا اس نے اپنے نفس کو کھودیا اور اپنا دین ضائع کربیٹھا، قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ نماز ہی ہے۔ اگر یہ قبول کرلی گئی تو سارے عمل قبول ہوجائیں گے اور اگر یہ ردّ کردی گئی تو پھر سارے عمل ہی ردّ کردیئے جائیں گے، اور تارک نماز کو کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

## زکوۃ اموال:

اپنے اموال کی زکوۃ اس کے وقت کے آجانے سے پہلے پہلے ادا کرتے رہو جب کہ تمہیں اسی مال کے ساتھ عذاب دیا جانے لگے۔ حدیث میں ہے: " مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ، لَهُ زَبِيبَتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ " (صحیح بخاری)

"کوئی بھی خزانے (مال و دولت) کا مالک جو کہ اس کی زکات ادا نہیں کرتا، اس کا مال قیامت کے دن اس کے لئے ایک زہریلا اژدھا بن کر آجائے گا اور وہ اپنے جبڑوں میں صاحب مال کو جکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔"[3]

## خاتمہ بالخیر:

اس ماہ کو حسب قدرت اعمال صالحہ کے ساتھ ختم کرو کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔ جس نے اس ماہ کے شروع میں اچھے طریقے سے

---

1) ترمذی، حدیث: 806۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 760۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 1403۔

روزے رکھے وہ اللہ کی حمد وثناء بیان کرے، اور اسی طرح اچھے طریقے سے روزے رکھتا چلا جائے اور جس سے کمی کوتاہی ہوئی اسے مافات کا تدارک کر لینا چاہیئے، اور خاص طور پر اس ماہ کے آخری عشرہ (دس دنوں) میں خوب محنت وعبادت کرنی چاہیئے۔

## روزے کا تحفظ کیسے؟

روزے کا تحفظ کرو اور وہ یوں کہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھو، زبانوں پر کنٹرول کرو، لوگوں کو زبان یا ہاتھ سے اذیت نہ پہونچاؤ اور خوب صدقہ وخیرات کرو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، کیونکہ ذکر الٰہی تمہارے تمام اعمال صالحہ میں سے اللہ کے نزدیک سب سے افضل و پاکیزہ اور پیارا عمل ہے۔

اے اللہ کے بندو! دن اور رات کی گھڑیوں میں پورے خلوص کے ساتھ بکثرت دعائیں مانگو، مسلمان حکام وامراء اور عوام کے لیے بھرپور دعائیں کرو مسلمانوں کے اپنے گناہوں کی وجہ سے ان پر پے درپے مصائب ومشکلات نازل ہو رہی ہیں اور مسلمانوں پر نازل ہونے والی بلاؤں کو صرف اللہ ہی دور کرسکتا ہے تمام شرور، سختیوں، مصائب اور مشکلوں سے صرف اللہ ہی نکال سکتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ [133] الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ [135] أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾

"اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض (چوڑائی) آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بنائی گئی ہے، جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی دوسری برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے، اور وہ جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے، ایسے لوگوں کا صلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش اور جنتیں ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی اچھا ہے۔" (آل عمران: 133-136)

اللہ کی رحمت وحکمت، اس کے علم کا احاطہ اور اس کی قدرت کا ہی نتیجہ ہے کہ اس نے ہمارے لئے فضیلت والے مہینوں، عظمت والی راتوں، عزت وشرف والے دنوں اور برکت والی گھڑیوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے، تا کہ ہم ان میں اللہ کی مشروع کردہ اطاعت وعبادت میں کوشاں ہوں۔ تا کہ اپنے رب کی رحمتوں اور برکتوں کو پانے کے لیے ہاتھ پاؤں ماریں، جس نے پورے اخلاص للہ اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے دروازے پر دستک دی اللہ اس کے لئے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

## لیلۃ القدر:

ان فضیلت وشرف والی راتوں اور گھڑیوں میں سے ہی ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں اور گھڑیاں بھی ہیں جن میں ہی ایک رات وہ ہے

جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ [1] وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ [2] لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾

"ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے، اور آپ کیا جانیں کہ وہ قدر والی رات کیا ہے؟ وہ قدر والی رات ایک ہزار مہینے (83 سال اور چار ماہ) سے بہتر وافضل ہے۔" (القدر: 1-3)

اس آخری آیت کا معنی یہ ہے کہ اس ایک رات (لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب ان ہزار مہینوں سے بھی بہتر وزیادہ ہے جن میں یہ لیلۃ القدر نہ ہو، اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (صحیح مسلم)

"جس نے ماہ رمضان میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی سے ثواب کی امید پر راتوں کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ بخش گئے۔"[1]

اور لیلۃ القدر ماہ رمضان کے آخری عشرہ (آخری دس راتوں اور ان کی بھی طاق راتوں 21، 23، 25، 27، 29،) میں ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم، حدیث: 760۔

# ماہ رمضان اور قیام اللیل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباری الثبیتی حفظہ اللہ

9/17/1423ھ 23/11/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

## خطاب الٰہی بنام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ[1] قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا[2] نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا[3] أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا[4] إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا[5] إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا[6] إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا[7] وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾

"اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو! رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات، (قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو، ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے، کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں، اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔" (المزمل:1-8)

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے تاکہ آپ کو قول ثقیل اور عظیم پیغام کو پہنچانے کے لیے تیار کیا جائے اور اس تیار و تربیت کے لیے رات کی درسگاہ کو منتخب کیا گیا ہے جو کہ بندے کے دل کو کھول دیتی ہے اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو استوار و مضبوط کر دیتی ہے۔ اور نور سے چمکا دیتی ہے۔

## تہجد و مناجات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ اپنے رب کو جاننے والے اور اس کا تقوی اختیار کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی فرصت ملتی، فوراً تخلیہ اختیار کر لیتے اور اپنے رب کا ذکر و عبادت کرنے لگتے تھے۔ جب رات ہو جاتی تو آپ اپنے رب و معبود عز وجل کی طرف لو لگا لیتے، اس سے مناجات و گفتگو کرتے، اسے پکارتے، اور اس کے سامنے کھڑے، بیٹھے اور سجدہ کی حالت میں گڑگڑاتے تھے اور یہ سلسلہ دن چڑھنے کے قریب تک جاری رہتا اور اس کو رات کے قیام کے اس طول کا احساس ہی نہ ہوتا جبکہ آپ اللہ تعالی کے ساتھ تخلیہ اختیار کئے ہوئے ہوتے تھے، شاہوں کے بھی شاہ (شہنشاہ عالم) کے ساتھ تخلیہ میں ہوتے اور اس سے مناجات و گفتگو کا انس و محبت اور اس کی عبادت کی لذت و حلاوت سے خوش کام ہو رہے ہوتے اور دل و جان سے اس کے ساتھ لو لگائے ہوئے ہوتے جیسا کہ اللہ والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[16] فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف و امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے انھیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی کیسی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔" (السجدہ:14-17)

## برکات وانوارِ تہجد:

(1) چہرے کا حسن ورونق: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: تہجد گزار لوگوں کے چہرے تمام لوگوں سے زیادہ بارونق ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ تخلیہ کرتے ہیں تو اس کے نور کی جھلک ان کے چہروں پر بھی چھا جاتی ہے۔

(2) رقت ونور: رات کا قیام وتہجد دلوں میں نرمی ونور پیدا کرتا ہے۔ عطا خراسانی کہتے ہیں: "یہ کہا جاتا تھا کہ تہجد وقیام اللیل جسموں کو زندگی دلوں کو نور، نگاہوں میں روشنی اور دیگر اعضاء جسم کو طاقت مہیا کرتا ہے۔ کوئی شخص جب رات کو تہجد کے لیے بیدار ہوتا ہے تو وہ اس (توفیق) پر بڑی خوشی پاتا ہے اور دن کے وقت وہ اپنے دل میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ (یہ چہرے کے حسن ورونق کا باعث ہے) اور اگر اس پر نیند غالب آجائے اور وہ اپنے اس وظیفے سے سویا رہ جائے تو وہ بڑا غمگین اور شکستہ دل ہو کر صبح کرتا ہے اس کی حالت کچھ یوں بے قراری ہوتی ہے جیسے وہ کوئی چیز کھو بیٹھا ہو اور صحیح بھی ہے کہ وہ اپنے لئے انتہائی نفع بخش چیز کھو چکا ہوتا ہے۔"

(3) رضاء الٰہی: آپ کا رب قیام اللیل کرنے اور تہجد گزاری کرنے والوں پر بڑا خوش ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "عَجِبَ رَبُّنَا مِنْ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ ثَارَ مِنْ وِطَائِهِ وَلِحَافِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، فَيَقُولُ اللهُ جَلَّ وَعَلَا: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي ثَارَ مِنْ فِرَاشِهِ وَوِطَائِهِ مِنْ بَيْنِ حِبِّهِ وَأَهْلِهِ إِلَى صَلَاتِهِ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي"

"ہمارا رب عزوجل دو شخصوں پر بڑا خوش ہوتا ہے، ایک وہ شخص جو اپنے اہل وعیال کے مابین سے اپنے نرم بستر اور گرم لحاف سے اٹھا اور نماز ادا کرنے لگا، ہمارا رب فرماتا ہے: "اے فرشتو! دیکھو میرے اس بندے کو یہ اپنے اہل وعیال اور احباب کے درمیان سے اپنے بستر سے اٹھا ہے اور نماز پڑھنے لگا ہے اور اسے صرف میری نعمتوں کی طلب ورغبت اور میرے عقاب وعذاب کا ڈر ہے۔"[1] (صحیح ابن حبان، مسند احمد، سنن ابو داود عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

(4) شرف مومن: اس بندے کا یہ عمل کتنا ہی جلیل القدر ہے، قیام اللیل کا مقام ومرتبہ اتنا اعلیٰ ہے کہ آپ کا رب بھی شب زندہ داری کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے، جسے عزت وشرف اور رفعت وبلندی مطلوب ہو اسے چاہیئے کہ تہجد وقیام اللیل پر دوام وہمیشگی کرے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مومن کا شرف اس کے قیام اللیل میں پنہاں ہے۔"

(5) بلندی درجات: قیام اللیل بندے کے درجات بلند کرنے کا باعث ہے اور یہ تہجد بھلائی کے تمام کاموں میں سے اعلیٰ ترین عمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 2557۔

النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ"

"کیا میں تمہیں بھلائی کے کاموں کی خبر نہ دوں؟ (اور پھر فرمایا:) روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو یوں ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور آدمی کا راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھنا بھی ابواب الخیر (بہت بڑی بھلائی کے کاموں) میں سے ہے۔"[1] (مسند احمد سنن ابن ماجہ، ترمذی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے)۔

(6) قبولیت دعاء: بندہ جب تاریک رات کے اندھیرے میں اپنے گرم بستر سے نکلتا ہے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے، اس سے مناجات و دعاء کرتا اور اسے پکارتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اللہ تبارک و تعالی فرشتوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا، اس پر فخر کرتا ہے اور اس کی دعاؤں، استغفار اور تسبیح کو سنتا ہے اور اس کی اس تمجید اور بیان عظمت و بزرگی کو بھی سنتا ہے کیونکہ سب چیزیں وہ اس وقت کر رہا ہوتا ہے جس وقت دوسرے لوگ خواب غفلت کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں اور ان کا رب تو نہ غافل ہوتا ہے اور نہ ہی ان کا وہ خالق سوتا ہے۔ ایسے وقت سحر گاہی میں تو اللہ فرماتا ہے کہ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ ہمارا رب ہر رات کی آخری گھڑیوں (ایک تہائی حصہ رہ جانے پر) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور دعائیں مانگنے والوں کی دعائیں سنتا ہے، مانگنے والوں کو دیتا ہے اور گناہگار کے گناہ بخشتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ وَمَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟"

"ہر رات کا جب پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالی آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور کہتا ہے: "میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنوں؟ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں؟ اور یہ سلسلہ فجر کی روشنی پھیلنے تک جاری رہتا ہے۔"[2] (متفق علیہ۔ لیکن یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "إِنَّ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ" (صحیح مسلم)

"رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ جو سوال بھی دنیا یا آخرت کی خیر و بھلائی کا کرے، اللہ اسے وہ دے دیتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات میں ہوتی ہے۔"[3]

(7) جنت کے بالاخانے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "جنت میں ایک بالاخانہ ایسا ہے کہ جس کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بالاخانہ کس کے لیے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، أَعَدَّهَا اللهُ لِمَنْ

1) ترمذی، حدیث: 2616۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 758۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 757۔

أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ، وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ "

" وہ نرم کلامی کرنے، لوگوں کو کھانا کھلانے، راتوں کو قیام کرنے والے ان لوگوں کے لیے ہے جو اس وقت قیام کر رہے ہوتے ہیں جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔"[1] (صحیح ابن حبان، مسند احمد)

## لمحۂ فکریہ:

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں: "اگر تم رات کو قیام اور دن کو روزہ نہ رکھ سکو تو سمجھ لو کہ تم بہت محروم انسان ہو اور تمہارے گناہوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔"

حضرت حسن بصری سے کسی آدمی نے پوچھا: میں رات کو خیر و عافیت سے تندرست و توانا ہوتا ہوں، رات کو قیام کرنا چاہتا ہوں، وضوء کے پانی کو تیار کر کے رکھ لیتا ہوں لیکن کیا وجہ ہے کہ میں اٹھ نہیں پاتا؟ انھوں نے فرمایا: "تجھے تیرے گناہوں نے جکڑ رکھا ہے۔"

**أقوال زرین:** اگر آپ کی قسمت میں رات کا قیام نہ ہو تو بعض سلف امت کے اس ارشاد پر ہی عمل کر لو جس میں وہ کہتے ہیں: "اگر تمہاری قسمت رات کا قیام نہیں تو پھر کم از کم دن کے وقت اپنے رب کی نافرمانی تو نہ کرو۔"

## مومن کی عزت و شرف:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا مُحَمَّدُ، عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ، وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ، وَاعْلَمْ أَنَّ شَرَفَ الْمُؤْمِنِ قِيَامُ اللَّيْلِ، وَعِزَّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ" (طبرانی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ چاہے جتنا بھی جی لیں آخر آپ کو مرنا ہی ہے، آپ کسی کو چاہے کتنا ہی چاہ لیں، آخر اس سے فراق کا داغ لینا ہی پڑے گا، آپ جو بھی عمل کر لیں آپ کو اس کا بدلہ ضرور ہی ملے گا، اور پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مومن کا شرف قیام اللیل میں پنہاں اور اس کی عزت لوگوں سے اس کی بے پرواہی و استغناء میں پوشیدہ ہے۔"[2]

## عشرۂ اخیرہ اور لیلۃ القدر:

ماہ رمضان ایک غنیمت کا موقع ہے کہ جس میں ہم گہرا سبق حاصل کر سکتے ہیں اور قیام اللیل کے لئے تیاری کر سکتے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اس مدرسۂ شب کے لیے اپنے آپ کو ماہ رمضان اور دوسرے مہینوں میں تیار کریں اور خصوصا ماہ رمضان کا آخری عشرہ سر پر آن پہونچا ہے اور اس میں بیشمار بھلائیاں پائی جاتی ہیں اور اس کے فضائل معروف ہیں۔ اسی عشرہ میں ایک ایسی رات بھی ہے کہ جس نے اس کا قیام کر لیا اور

---

1) صحیح ابن حبان، حدیث: 509۔

2) طبرانی فی الاوسط، حدیث: 4278۔

اللہ پر ایمان اور اسی سے اجر وثواب کی نیت سے کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش گئے ۔اس رات کو پانے کے لیے ہر کسی کو بھرپور کوشش کرنی اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔یہ دعاؤں کی قبولیت کے اوقات ہیں اور گناہوں سے بوجھل گردنوں کو جہنم سے آزاد کروانے کی گھڑیاں ہیں ۔یہی وہ ساعتیں ہیں جن میں ارض وسماوات کے معبود کے سامنے گڑگڑایا جائے اور اللہ کا ارشاد ہے:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

"اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کو سنتا (اور حاجتوں کو پورا کرتا) ہوں ۔" (غافر:60)

## تلاش لیلۃ القدر اور اسوۂ حسنہ:

انتہائی حرمان نصیبی اور غفلت شعاری ہے کہ شیطان بعض لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور انھیں خیر وبھلائی اور رحمت کے موسموں میں سے عظیم ترین موسم میں بھی ذکر الٰہی ،عبادت اور قیام اللیل سے ہٹا دیتا ہے ۔ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے ۔ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ" (صحیح بخاری)

"جب عشرہ (اخیر) داخل ہو جاتا تو آپ کمر کس لیتے، شب زندہ داری کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کئے رکھتے ۔"[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمر کسنے میں اس بات کی طرف اشارہ وکنایہ ہے کہ آپ خوب جدو جہد کرتے اور جو شخص کسی معاملہ میں یا کسی چیز کو پانے کے لیے جدو جہد کرتا ہے وہ اس کے لئے قربانی دیتا ہے، تو اس کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ ہٹ جاتی، ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے، اور اپنی راہ میں پیش آمدہ ہر مشقت میں وہ لذت محسوس کرتا ہے ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب وروز طرح طرح کی عبادات اور حصول تقرب الٰہی کے لیے مختلف قسم کی ریاضت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے ۔آمین

سبحان ربّك ربّ العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح بخاری، حدیث:2024۔

# رمضان المبارک: ماہ بصائر وعبر ومدرسۂ نصائح ومواعظ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1423/9/24ھ 2002/11/29ء

حمد وثناء کے بعد!

## مرورزمانہ اور عبرتیں:

مسلمانو! یہ شب و روز کتنی تیزی سے گزرے جارہے ہیں اور یہ ماہ و سال کتنی جلدی سے بیتتے چلے جاتے ہیں اور یہی سنت حیات ہے دن گزرتے اور سال تکرار چلے آتے ہیں اور بیت جاتے ہیں ۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

"ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے رخ الٰہی (اللہ تعالی) اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (القصص:88)

جی ہاں! زمانے کے ہیر پھیر میں عبرتیں اور حالات کے تغیر وتبدل میں بصیرتیں اور نصیحتیں ہیں ۔

## ماہ مبارک کا وقت الوداع:

برادران ایمان! ماہ رمضان اپنے اختتام کو پہونچ گیا ہے اس کا پردہ اب گرنے والا ہے، وہ اپنے شامیانے سمیٹنے کو جارہا ہے اور اس کے شب و روز اب گزرنے کو آگئے ہیں، اس کے سفر کا وقت آن پہونچا ہے اور اس کا اب انتہائی معمولی سا حصہ باقی رہ گیا ہے، وہ الوداع کہنے کے لیے اب کھڑا ہو چکا ہے، جو حصہ گزر گیا اس پر اللہ کی حمد وثناء اور اس میں اس نے جو ہمیں عطا کیا اور جس جس نعمت سے نوازا اس پر اس کا شکریہ

## بشارت وخوشخبری:

ماہ رمضان کا صفحہ الٹ گیا، لپٹ گیا اور خیرات و برکات اور نیکی وحسنات سے بھرا ہوا اس کا بازار اب بند ہو گیا۔ اس بازار سے جس نے کچھ کمالیا اس نے کمالیا اور جس نے گنوالیا اس نے گنوالیا۔

یہ مہینہ گزر گیا اور جس نے اس ماہ میں اپنے رب کی عبادت کی وہ جنتوں کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ جس نے تقوی کو اپنا مال متاع بنالیا اس کے لئے خوشخبری ہے اور جس نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اس کے لئے بشارت ہے ۔

اللہ تعالی آپ لوگوں پر رحم فرمائے ۔ خیر و بر کے کاموں میں جلدی کر کے اور فضیلت وقرب الٰہی کے کام کر کے رمضان کے بچے کھچے تھوڑے سے حصہ سے کچھ حاصل کرلو ۔

## حق میں یا مخالف گواہ:

اللہ کے بندو! اس ماہ مبارک نے منتقل ہونے اور سفر پر نکل جانے کا عزم کر لیا ہے اور وہ جاتے ہوئے آپ کے اعمال کو ساتھ لیتا جائے گا اور ان پر وہ تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف (حسب عمل خیر وشر) گواہی دے گا، پتہ نہیں کہ وہ ہمارے نیک اعمال کی تعریفیں کرنے والا

بن جائے گا یا پھر ہمارے اس غنیمت موقع کو ضائع کر دینے پر ہماری مذمت کرے گا؟ جس نے اس ماہ میں اچھے کام کئے اسے اس ماہ کے مکمل ہو جانے تک وہ سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے اور جس نے کوتاہی برتی اسے چاہیئے کہ وہ اس ماہ کے اختتام کو نیکی سے کرے کیونکہ عمل کا دار مدار بھی تو خاتمے پر ہی ہوتا ہے۔

## احکام دین کے اسرار و مقاصد:

برادران گرامی! اسلامی تشریعات و احکام میں اتنے اسرار و رموز اور اغراض و مقاصد پائے جاتے ہیں کہ جن کی کوئی حد و شمار ہی نہیں اور روزے کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مسلمان کے وجدان و شعور میں بڑی دقیق شکلوں اور وسیع معنوں میں صفت تقویٰ کی عظیم عمارت تعمیر کرنے کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ کیا ہم نے رمضان کو ایک ایسی درس گاہ سمجھا اور اختیار کیا ہے جو ہر نیکی کرنے پر ہمیں عزم کی شدت اور ارادے کی قوت عطا کرے، ہمارے سلوک و کردار کو منظم کرے، ہمارے نفوس کی تقویم و اصلاح کرے، ہماری خواہشات میں صحیح اعتدال کی راہ ہموار کرے، اور ہمارے ضمائر کی صفائی ستھرائی کا کام کرے، خیر و فضیلت کے کاموں کو اپنانے کی مشق کرائے اور محاسن و کردار و مکارم اخلاق کے زیور سے آراستہ ہوں۔

## حسین انقلاب:

اگر ہم نے رمضان کو ایسی تربیت گاہ سمجھتے ہوئے اس سے ان سب امور میں استفادہ کیا تو پھر اس ایک ماہ کی ٹریننگ کے نتیجہ میں مسلمان کی زندگی میں ایک حسین انقلاب آجاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا ایک نیا روشن باب شروع کر دیتا ہے جو نیک اعمال، عمدہ خصال اور اخلاق کی صفات سے پر ہوتا ہے، اس کے لئے روزہ گناہوں سے بچنے کا ایک مضبوط قلعہ اور محفوظ چراگاہ بن جاتا، اس کی روح باصفاء، اس کا دل رقیق و نرم، اس کا نفس درست و صالح اور اس کے اخلاق سنور جاتے ہیں۔

## فکر و نظر کے مواقع:

برادران اسلام! ماہ رمضان کا استقبال کرنے اور اسے الوداع کرنے میں ہمارے لئے سوچنے کے مواقع اور فکر و نظر کے چانسز ہیں۔ کاش امت اسلامیہ اپنی موجودہ حالت کو محسوس کر سکے اور اس بگاڑ کی اصلاح کر سکے تاکہ جو کمزور ہو گیا ہے اسے تقویت حاصل ہو اور جو بگڑ گیا اس کا علاج ہو۔ یہ بڑے ہی عمدہ مواقع ہیں بشرطیکہ کوئی ان سے عبرت حاصل کرنا اور صدق دل، نیک نیتی سے فائدہ اٹھانا چاہے اور صحیح راہ اپنائے اور صحیح منہج و طرز زندگی کو اختیار کرنے کا ارادہ ان سے رکھتا ہو۔

## امت کے لئے موقع تفکیر:

اے مسلمانوں! مصائب و مشکلات میں گھری ہوئی، ذلت و رسوائی میں گری ہوئی اور ضعف و کمزوری میں پڑی ہوئی امت کو سخت ضرورت ہے کہ وہ ماہ رمضان المبارک جیسے عظیم مواقع پر بصائر و عبر اور مواعظ و نصائح حاصل کرے تاکہ وہ شیطان کے ساتھ حقیقی مقابلہ و جہاد کرنے کا صحیح عزم کر سکے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق پائے، اسی طرح ہی اس میں فساد و بگاڑ اور بغاوت و سرکشی کی تمام شکلوں اور رنگارنگ صورتوں

کے ساتھ جنگ کرنے کی عادت جڑ پکڑے گی اور یہ عام ہو گی۔

## مدرسۂ رمضان:

برادران اسلام! ماہ رمضان دراصل ایک مدرسہ ہے اور امت پر واجب ہے کہ وہ اس ماہ کے گزرنے سے پہلے پہلے اپنے حالات کی اصلاح کرے اور اپنے دینی و دنیوی تمام امور میں پائے جانے والے خلل و بگاڑ کو سنوارے اور ان کی رفو گری کرے۔ حکام و عوام سب متعدد فتنوں اور مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ماہ مبارک کو ایک انقلاب کا نقطۂ آغاز بنالیں خصوصاً جبکہ ان کے عوام اور مومنین بڑے بڑے زخموں سے چور چور ہیں اور وہ بہت بڑے بڑے مصائب و مسائل اور مشکلات میں مبتلا ہیں، انھیں اپنے تمام اختلافات اور ذاتی رنجشیں ختم کر کے متحد و متفق ہو جانا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس ماہ مقدس کو اس انقلاب کا نقطۂ آغاز بنائیں کہ وہ سنجیدگی سے اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اپنے ربّ کی کتاب قرآن کریم اور اپنے نبی ﷺ کی سنت و طریقہ کی روشنی میں طرزِ عمل اختیار کریں گے۔

امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ماہ کو خالی نہ گزرنے دیں بلکہ وہ اس کی حکمتوں کو پائیں، اس کی عطاؤں سے استفادہ کریں، اس کے ثمرات و خیرات کو سمیٹیں اور اس کے واضح فضائل کو حاصل کریں، تاکہ حقیقی اسلام کی جھلک امت کی زندگی میں نمایاں طور پر نظر آئے اور یہ سب اللہ کی ذات کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہیں۔

## ماہ جود و سخاء:

اے امت اسلامیہ! ماہ رمضان ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر قسم کی نیکیوں، تقرب الٰہی کے حصول کی مختلف شکلوں اور اعلیٰ صفات میں انتہائی جود و سخاء کے مالک تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ: ”نبی اکرم ﷺ بڑے ہی صاحب جود و سخاء تھے، اور ماہ رمضان میں خاص طور پر آپ جود و سخا کی حد کرتے دیتے تھے۔“

کیا ہم اپنی زندگی میں اور اس کے تمام شعبوں میں نبی اکرم ﷺ کے عمل و طریقہ اور اسوۂ حسنہ کو اپنائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ کی سیرت و سنت ایک چڑھتا ہوا سورج، ایک روشن مشعل راہ اور چمکدار نور ہے جو تمام انحرافات و گمراہیوں اور اضطرابات و پریشانیوں کے ظلمات و اندھیروں کو زائل کر دیتا ہے۔

## مطالعۂ سیرت کا مہینہ:

امت کو آج سے زیادہ کبھی بھی ﷺ کی سیرت طیبہ کو سمجھنے کی ضرورت نہ رہی ہوگی کیونکہ آج کے دور میں امت مصائب کی لہروں میں ڈول رہی ہے، فتنے اس کا گھیراؤ کئے ہوئے ہیں، خواہشات نفس کا غلبہ ہو چکا ہے اور اپنی رائے و مزعومات کو منوانے کا جذبہ قدم گاڑ چکا ہے۔ اس دور میں امت کو کئی مکارانہ چیلنجوں، خطرناک سازشوں اور کفر کے کھلے مقابلوں کا سامنا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں ہم نبی اکرم ﷺ کی اتباع کریں۔ ہماری بصیرتیں، اعمال اور فکر نظر سب

آپ ﷺ کے تابع ہوں۔

خبردار! میں آپ ﷺ کی سیرت میں سے ایسی چیزیں کو اپنانا چاہیئے جو ہمارے ایمان میں اضافے کا سبب ہوں، ہماری اپنی کردارسازی کا باعث ہوں، ہمارے اخلاقی معیار کو بلند کریں اور ہماری زندگی کو حقیقی و عملی طور پر سیدھا کریں نہ کہ صرف شکل وصورت میں ہی سدھار لائیں۔

ارشادِالٰہی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ اسوہ حسنہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالی کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کا ذکر کرتا ہے۔" (الاحزاب:21)

## فطرانہ:

مسلمانو! تم پر صدقہ فطر (فطرانہ) فرض کیا گیا ہے جو کہ روزے کے دوران سرزد ہونے والے لغو کاموں اور شہوانی باتوں سے طہارت کا باعث اور فقراء ومساکین کے لیے روزی کا ذریعہ ہے، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ"

"نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر فرض قرار دیا، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو جو ہر آزاد وغلام، مرد وزن اور چھوٹے بڑے تمام مسلمانوں پر فرض ہے، اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ لوگوں کے عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے پہلے یہ فطرانہ ادا کریں۔"[1] (صحیح بخاری)

ہر مسلمان پر یہ فطرانہ نکالنا واجب ہے، وہ اپنی طرف سے اور جن کا نان ونفقہ (اخراجات) اس کے ذمے واجب ہیں جیسے بیوی، اولاد اور والدین، اس سب کی طرف سے فطرانہ ادا کرے اور حمل کی حالت میں ماں کے پیٹ کے بچے کی طرف سے فطرانہ ادا کرنا واجب نہیں محض مستحب ہے۔

اس کی واجب مقدار یہ ہے کہ گندم، جو، پنیر، کھجور یا منقہ میں سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کریں۔ ان اشیاء کے علاوہ اصل بلد کی غالب غذاء، مثلاً چاول، وغیرہ سے بھی فطرانہ دیا سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ، صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ"

"ہم نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں عید الفطر کے دن غلے کا ایک صاع فطرانہ ادا کیا کرتے تھے۔"[2] (صحیح بخاری)

فطرانے میں غلے کی جگہ قیمت ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نص حدیث کے خلاف ہے، اور جس کام کا بھی نبی اکرم ﷺ نے حکم نہ دیا ہو وہ نامقبول ہوتا ہے افضل یہ ہے کہ نماز فجر ونماز عید کے درمیان صدقہ فطر ادا کیا جائے اور اگر کوئی عید سے دو ایک دن پہلے ادا کردے تو بھی جائز ہے، اور صدقہ فطر وہاں ادا کرنا چاہیئے جہاں روزہ دار رہا ہو، اور اگر روزے دار مسافر ہو تو وہ راجح مصلحت اور واضح منفعت کی بناء پر اپنے

---

1) صحیح بخاری، حدیث:1503۔
2) صحیح بخاری، حدیث:1506۔

ملک میں کسی شخص کو اس کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کے لئے اپنا وکیل بھی مقرر کرسکتا ہے۔

## تکبیرات عید:

برادران ایمان: اس ماہ کو الوداع کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی بکثرت تکبیریں اور بڑھائیاں بیان کی جائیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اللہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اس کی بڑھائیاں بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔"

(البقرہ:185)

اہل علم نے کہا ہے: عید کی رات سے تکبیریں کہنا سنت ہے وہ لوگوں کے اجتماعات اور تنہائیوں میں سب جگہوں پر کہی جائیں۔ مرد بلند آواز سے کہیں اور عورتیں آہستہ سے اور یہ سلسلہ تکبیرات نماز عید کی ادائیگی تک جاری رکھیں۔ جیسا کہ بعض آثار میں آیا اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ الفاظ تکبیرات منقول ہیں:

"الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد"

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تکبیر و بڑھائی صرف اللہ کے لئے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تکبیر میں یہ الفاظ کہا کرتے تھے:

الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر، ولله الحمد، الله اكبر واجلّ، الله اكبر على ما هدانا" (بیہقي بسند صحیح)

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تکبیر و بڑھائی صرف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ سب سے بڑا اور جلیل القدر ہے۔ اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق وہ سب سے بڑا ہے۔

مصنف عبدالرزاق اور السنن الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کی تکبیر و بڑھائی یوں بیان کرو:

"الله اكبر، الله اكبر، الله اكبر كبيرا"

اللہ سب سے بہت ہی بڑا ہے۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

# عمل پیہم

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ

06/12/2002ء 02/10/1423ھ

حمد وثناء کے بعد!

مہینے، راتیں اور سال انسان کی عمر کے اندازے اور اعمال کے لئے اوقات کی تعین کا کام دینے والی چیزیں ہیں اور آہستہ آہستہ یہ سبھی گزرتے اور ختم ہوتے جاتے ہیں اور موت شب و روز چکر کاٹتی رہتی ہے، جس کا وقت آجائے اس سے ذرہ بھی متاخر نہیں ہوتی۔ یہ دن تمہارے اعمال کو محفوظ رکھنے والے خزانے ہیں جنہیں تم قیامت کے دن اپنے سامنے پاؤ گے جبکہ ہر شخص ہر نیک عمل کو اپنی آنکھوں کے سامنے موجود پائے گا، اس وقت تمہارا رب تمہیں نداء دے کر فرمائے گا: "يَا عِبَادِي: إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ"

"اے اللہ کے بندوں! یہ تمہارے اعمال کی پونجی ہے۔ انہیں میں گن گن کر ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا، جس نے اچھا بدلہ پایا وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جس نے اچھے کی بجائے دوسرا بدلہ پایا وہ صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔"[1] (جو کہ اس برے بدلے کا اصل ذمہ دار ہے) (صحیح مسلم)

ماہ رمضان تمہارے اعمال کا گواہ بن کر گزر گیا ہے اور اس نے تمہارے اقوال و افعال پر مہر ثبت کردی ہے۔ جس سے اس ماہ مبارک میں بھی برائی کا ارتکاب ہوا وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے اور کتاب عمل کے سمیٹ لئے جانے سے پہلے پہلے یہ نیک کام کر گزرے۔ اور جو شخص اس ماہ میں اپنے رب کی طرف رجوع و انابت کرنے والوں میں سے رہا اور صحیح وصالح عمل کرتا رہا۔ اسے یہ عمارت عمل مزید مستحکم و مضبوط کرنی چاہیئے اور اسی نعمت عمل پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اسے اس عورت کی طرح نہیں ہونا چاہیئے جو روئی سے مضبوط دھاگہ تیار کرے اور پھر اس کاتے ہوئے ہوئے سوت کا تار تار بکھیر دے۔

## اچھی اطاعت و نیکی:

وہ اطاعت و نیکی کتنی ہی اچھی ہے جس کے بعد بھی نیکی ہی کی جائے اور وہ حسن عمل بھی کیا ہی خوب ہے کہ جس کے بعد بھی حسن کردار کو اختیار کئے رکھا جائے اور اعمال خیر و بر کو مسلسل جاری رکھا جائے اور یہی دراصل وہ باقیات صالحات ہیں جن کی اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو رغبت دلائی ہے۔ ﴿وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا﴾ (الکہف:18: مریم76)

قبولیت عمل کے لیے بھرپور اہتمام کریں کیونکہ اللہ تعالی صرف اہل تقوی سے ہی عمل قبول کرتا ہے۔

نیکی کے بعد برائی شروع کر دینا کتنا برا طرز عمل ہے اور جب نیکیاں برائیوں کو اڑا لے جاتی ہیں تو برائیاں بھی نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہیں۔

مسلمانوں! تم اپنے ایسے خیر و بر کے مہینے کو گزار کر آئے ہو جس کے دنوں کو آپ روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو قیام کرتے تھے اور اللہ سے ثواب

1) صحیح مسلم، حدیث:

حاصل کرنے کے لالچ اور اس کے عذاب وعقاب سے بچنے کی نیت سے آپ طرح طرح کی عبادات بجالا کر اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب وہ دن تو یوں بیت گئے جیسے خواب وخیال ہوں۔ ہماری زندگی کا ایک مرحلہ گزر گیا ہے جو کہ اب کبھی ہمارے ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔ ماہ رمضان گزر گیا ہے۔ اب کتنے ہی ایسے ہیں جو اس کے استقبال کے لیے تیار ہیں مگر وہ وہاں تک نہ پہونچ پائیں گے، اور کتنے ایسے لوگ اس ماہ کے دوبارہ لوٹ آنے کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں لیکن وہ اس ماہ کو دوبارہ نہ پاسکیں گے۔ اسی طرح زندگی کے دن ایک ایک کر کے کٹتے جاتے ہیں اور ہم اپنی آخرت کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ عمل صالح پر دوام وہمیشگی اور وقت کا طویل عرصہ ہاتھ لگ جانا صالحین کے لیے تو اچھا ہے اور حسن عمل اس میں کچھ کر گزرتے ہیں جبکہ اطاعت وفرمانبرداری کے لئے نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ ہی کسی عبادت کے لیے گنا چنا عرصہ ہے بلکہ یہ تو بندوں پر اللہ کا حق ہے جس سے یہ زمانے کو آباد کرتے ہیں۔

## بازی لے جانے کا مہینہ:

ماہ رمضان تو بازی لے جانے والوں کے لئے مقابلے کا ایک میدان ہے۔ اس میں صالحین اور حسن عمل کے عادی لوگ ایک دوسرے سے آگے نکل جانے میں کوشاں رہتے ہیں وہ دل و جان سے نیک عمل میں لگے رہتے ہیں اور برائیوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، اور چاہیئے کہ ماہ رمضان کے گزر جانے کے بعد بھی رشد و ہدایت پر رواں دواں رہیں کیونکہ اللہ رب العالمین کی عبادت صرف ماہ رمضان کے ساتھ ہی خاص نہیں اور بندے کو موت آجانے تک عبادت کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں اور بہت ہی برے ہیں وہ لوگ جو اللہ کو صرف ماہ رمضان میں ہی پہچانتے ہیں۔

مسلمانو! اس میں عبادت کی قبولیت اور اس سودے کے فائدہ مند ہونے کی بعض علامات اور اس میں نقصان ورد ہو جانے کی بعض نشانیاں ہیں، اور نیکی کی قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ بندہ بعد میں بھی نیکی کرتا رہے اور برائی کی نشانی یہ ہے کہ بندہ اس کے بعد بھی برائی میں مبتلا رہے۔ لہذا نیکی کے بعد نیکیاں کئے چلے جاؤ، یہ قبولیت عمل کی علامت ہوں گی اور برائیوں کے بعد بھی نیکیاں کرو، یہ ان برائیوں کا کفارہ بن جائیں گی اور اس کے خطرناک نتائج سے بچاؤ کا ذریعہ ہو جائیں گی۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾

"بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں، یہ ان کے لئے نصیحت جو نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔" (ہود:114)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

"آپ جہاں بھی ہوں، اللہ سے ڈرتے رہیں اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کریں وہ اس برائی کو مٹادی گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں۔"[1] (ترمذی)

اگر کسی نے ماہ رمضان کے گزر جانے کے بعد کمی وکوتاہی اور تقصیر کا عزم وارادہ کیا تو اسے اللہ سمجھ لے گا کیونکہ وہ حي وقیوم ہے۔ یہ مرور زمانہ اور چاند کی مختلف شکلوں کا بدل بدل کر آنا اسے فنا نہیں کرسکتا۔ وہ اللہ اس بندے سے راضی ہوتا ہے وہ چاہے کسی بھی ماہ میں اس کی اطاعت

---

1) ترمذی، حدیث: 1987۔

کرے، اور کسی بھی وقت نافرمانی کرنے والوں پر غضب ناک ہوتا ہے۔

سعادت کا دارومدار اس طویل عمری پر ہے جس میں حسن عمل کی توفیق بھی حاصل ہو اور مسلمان کا اطاعت وفرمانبرداری پر دوام و ہمیشگی کرنا اور اس سلسلہ میں کسی مخصوص مہینے، متعین زمانے اور فضیلت والی جگہ کا خیال نہ کرنا اس کے عمل کی قبولیت کی عظیم نشانی اور اس کی استقامت کی اعلی علامت ہے۔

## نفلی روزے:

مسلمانو! رمضان اگرچہ گزر گیا ہے مگر روزے تو دوسرے مہینوں میں بھی مشروع ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ہر ہفتے میں سوموار (پیر) اور جمعرات کے روزے رکھ کر ان کے مسنون ہونے کا پتہ دیا اور ان کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ذَانِكَ يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيهِمَا الْأَعْمَالُ عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ" (نسائی)

"ان دنوں میں بندوں کے عمل اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور مجھے یہ اچھا لگتا کہ جب میرے عمل پیش کئے جائیں تو میں اس وقت روزے سے ہوں۔"[1]

اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہر ماہ کے تین روزے رکھنے کی تاکید کی اور فرمایا: "مَنْ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ"

"ہر ماہ میں تین روزے رکھنے والا گویا کہ سدا روزے دار ہو جاتا ہے۔"[2] (نسائی)

ماہ رمضان کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے بھی رکھو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ" (ترمذی)

جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور پھر ماہ شوال میں بھی چھ روزے رکھ لئے، اس نے گویا سال بھر (عمر بھر) کے روزے رکھے۔[3]

## قیام اللیل:

اگرچہ ماہ رمضان کے ساتھ ہی قیام رمضان کا وقت تو بیت گیا ہے لیکن قیام اللیل تو سال بھر کی ہر رات میں مشروع ہے، اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی ہر رات کے آخری تہائی (سہ پہر) میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: "کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی پکار کو سنو؟ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں؟۔

اور اللہ کا پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو چاہے وہ چھوٹا و معمولی سا ہی کیوں نہ ہو، اور دھوکے میں وہ شخص آ گیا جو اطاعت الہی سے پھیر دیا گیا اور انتہائی حرمان نصیب ہے وہ جو رحمت الہی سے محروم کر دیا گیا۔

---

1) نسائی، حدیث: 2357۔

2) نسائی، حدیث: 2411۔

3) ترمذی، حدیث: 759۔

## نوجوانوں کی دو قسمیں:

بعض نوجوان اس ماہ رمضان و روزہ میں بھی شہوت پرستی و برائیوں میں ڈوبے رہتے ہیں، گناہوں اور بدکاریوں میں غلطان و پیچان ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ نوجوانوں کا ایک وہ نورانی گروہ بھی دیکھیں گے جو خیر و بر کے اعمال میں مشغول رہتے ہیں، باقیات صالحات سے اپنا دامن بھرنے میں مصروف نظر آتے ہیں، وہ اللہ کے گھروں (مساجد) میں اعتکاف کئے ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنے خالق سے ناطہ مضبوط و استوار کرنے کے لئے وقتی طور پر پوری خلائق سے رشتہ توڑ رکھا ہے، انھوں نے اپنی تمام خواہشات پر اپنے رب کی رضاء کو فوقیت دے رکھی ہے اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنی ذاتی دلچسپیوں اور رغبتوں پر ترجیح دی ہوئی ہے، آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ رکوع میں، خشوع و خضوع سے، اشک بار ہیں، اپنے رب کی کتاب کو پڑھتے اور اپنے خالق و مالک کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔ یہ نوخیز بچے اپنے والدین کے لئے باعث عزت وسرمایہ افتخار ہیں۔ یہی وہ بادنسیم ہیں جو امت کو بہاروں سے دوچار اور امید سے مالامال کریں گے، اور یہی نوجوان افراد امت کی اصلاح کا کام کریں گے۔ انھیں جیسی استقامت وصفائی ہرکسی کو اختیار کرنی چاہیئے، انہیں جیسے بچوں سے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور ایسے بچے ہی ماں باپ کے لیے باعث سعادت بنتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

”کہہ دیں اے نبی ﷺ کہ یہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہی میسر ہوئی ہے لہٰذا لوگوں کو اس پر خوش ہونا چاہیے، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“ (یونس:58)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ﴾

”جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے دنیا میں پاک وآرام دہ زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ وصلہ دیں گے۔“ (النحل:97)

مسلمانو! اللہ کا تقوی کا اختیار کرو، یہ سب سے اعلیٰ عمل ہے، اللہ کی اطاعت گزاری کرو، اس کی رضاء وخوشنودی پاجاؤ گے، اس کے حرام کردہ امور واشیاء سے اجتناب کرو، اس کے غضب وعذاب سے نجات حاصل کرلو گے، اور اس کی نافرمانی میں ڈوبنے کی طرف مت لوٹو کیونکہ یہ عذاب الٰہی کو آواز دینے والی بات ہے۔

## تجارت مع اللہ:

آپ لوگوں نے اعمال صالحہ کے ذریعے اللہ کے ساتھ تجارت کے ایک عظیم سیزن کو ابھی ابھی رخصت کیا ہے اور اللہ نے اہل قبلہ مسلمانوں کو اپنی رحمت وخوشنودی سی مالامال کردیا ہے، بعض لوگ سعادت کو ترجیح دے کر شقاوت و بدبختی سے نجات پا گئے ہیں اللہ نے انہیں گناہوں کی زنجیروں سے آزاد کردیا ہے، جو شخص اس انعام نجات سے سرفراز ہوگیا اسے مبارک ہو، افسوس ہے اس پر جو اس ماہ کی آمد کے باوجود بھی خائب وخاسر اور نادم وشرمندہ ہی رہا۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ عمل کا وقت ختم ہورہا ہے، دنیا انتہاء کو پہونچ گئی لہٰذا اب ان نتائج کا سامنا کرنے کی

تیاری کرو جو ہولناک شکل میں انتظار کر رہے ہیں۔ اب اس دنیا سے منتقل ہو کر رب جلیل کے روبرو کھڑے ہونے کا وقت آرہا ہے۔ تمہاری گنی چنی سانسیں باقی ہیں، ملک الموت (فرشتۂ اجل) تمہارے پاس پیغام لا رہا ہے اور وہ دنیا سے تمہارا نام ونشان مٹا دے گا اور تمہارے شہروں کو ویران و برباد کر دے گا۔

اللہ اسی بندے پر رحم کرے جس نے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا، اور اپنے پچھلے کل (زندگی) سے آئندہ کل (قیامت) کس لیے توشۂ عمل بھیجا، گمراہی و ہلاکت کو چھوڑیں اور رشد و ہدایت کو اختیار کریں اور دنیا کی زینتوں سے، ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھائیں اور حق پر چلنے والوں کی قلت سے نہ گھبرائیں۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# شکر باری تعالی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

9/10/1423ھ 13/12/2002ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کی لاتعداد نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا اہم واجبات اور مؤکدہ فرائض میں سے ایک ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

"اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرے، اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر دودھ پلاتی ہے) اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، (ہم نے اسے تاکید کی ہے کہ) میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی، تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔" (لقمان:14)

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

"تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔" (البقرہ:152)

ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

"اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اسی کی عبادت کرتے ہو۔" (النحل:114)

اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا، اللہ کے ساتھ کفر کرنے کی ضد ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا [2] إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

"ہم نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا، تاکہ اسے آزمائیں، تو ہم نے اسے دیکھتا سنتا بنایا، اور ہم نے اسے راستہ بھی دکھایا (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو، خواہ ناشکرا بنے۔" (الدھر:2-3)

## اعلی انداز شکر:

اللہ کے شکر کا سب سے عظیم ترین انداز اللہ تعالی پر ایمان لانا، اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرنا، واجبات کی ادائیگی اور اس کی حرام کردہ اشیاء و امور سے دور رہنا ہے۔ اسی طرح اللہ کی دیگر تمام نعمتوں کا اجمالی و تفصیلی انداز سے شکر ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح اللہ کی نعمتوں کی ناشکری و کفران نعمت کا سب سے بدترین انداز رسالت کا انکار کرنا ہے وہ یوں کہ اللہ تعالی پر ایمان لانے سے اعراض و روگردانی کی جائے، اس کے عائد کردہ فرائض و واجبات کو ترک کیا اور گناہوں (نافرمانیوں) کا ارتکاب کیا جائے۔ اور پھر ایسے ہی باقی نعمتوں کی ناشکری ہے۔

## شکر نعمت:

شکر کرنے کا ہی ایک انداز یہ بھی ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا استعمال ایسے کاموں میں کیا جائے، جن میں اللہ کی رضاء و خوشنودی ہے۔ اللہ نے بندے کو جسم عطا کیا ہے، اگر ایک مسلمان اسے اللہ کی اطاعت میں لگائے اور اسے ایسے کاموں کا پابند کرے جو اللہ نے حلال قرار دئے

ہیں تو اس شخص نے اپنے اعضاء جسم کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیا، اور اگر بندے نے اپنے اعضاء جسم کو اللہ کی نافرمانیوں میں لگائے رکھا، اس نے اللہ کا شکر نہ کیا بلکہ ولی نعمت کے ساتھ اس کی نعمتوں پر جنگ کی۔

بندہ اگر مال کو واجب و مستحب یا جائز و مباح امور پر صرف کرے گا اور اس کی غرض رضاء الٰہی کا حصول ہوگا تو یہ اللہ کی نعمت مال کا شکر ہے اور اگر اس نے اس مال کو اللہ کی نافرمانی کے کاموں، ناپسندیدہ و مکروہ امور یا محض فضول و لایعنی مقامات پر ضایع کیا تو اس سے اللہ کا شکر فوت ہو گیا بلکہ اس نے مال سے ایسے کاموں میں مدد لی جو اللہ کو ناراض کرنے والے اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے وبال جان ہیں۔ اگر ایک مومن اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور پاک و مباح اشیاء سے فائدہ اٹھائے اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرے اور دل سے اس بات کا یقین رکھے کہ یہ اللہ کی نعمتوں میں جو اس نے اپنے فضل و کرم سے اسے عطا کی ہیں تو اس شخص نے نعمتوں کا شکر ادا کر دیا اور اگر بندہ منعمِ حقیقی کو بھول ہی جائے تو اس نے نعمتوں کے اٹھا لئے جانے کے قابل فعل کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

”اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر طرح سے امن وچین سے بس رہی تھی، ہر طرف سے بافراغت رزق چلا آ رہا تھا، مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے بسبب انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزا چکھا دیا۔“ (النحل:112)

## انسان شکر سے قاصر ہے:

بندہ چاہے کتنی بھی کوشش کرے وہ اللہ کی نعمتوں کا مکمل اور کما حقہ شکر ادا نہیں کر سکتا، چنانچہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

”اور اگر اللہ کے احسان و نعمتوں کو گننے لگو تم شمار نہ کر سکو گے۔“ (ابراہیم:34)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے: "لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ. قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللهُ بِرَحْمَةٍ"

”تم میں سے کوئی شخص محض اپنے اعمال کے بل بوتے پر ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں؟ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔“[1]

البتہ مسلمان کے لیے یہی کیا کم ہے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ وہ اللہ کی نعمتوں پر کما حقہ اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ اگر وہ مکمل طور پر شکر ادا کرلے گا تو یہ شکر ادا کر لینا پھر اس کے شکر کا متقاضی ہوگا۔ لہذا بندے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے رب کا تابع فرمان رہے، اس کی نافرمانی سے گریز کرے اور حسب استطاعت میانہ روی سے عمل کئے جائے۔

1) صحیح بخاری، 6463۔

## نعمت اطاعت:

بندوں پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اسے اللہ کی اطاعت کی توفیق حاصل ہو جائے اور اگر کسی مسلمان کو اطاعت کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ نافرمانی کر کے اس نعمت کو باطل میں نہ بدل لے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اطاعت میں نقص ڈالنے والا ہو، بلکہ اطاعت پر اطاعت کئے چلا جائے، کیونکہ نیکی پر نیکی کئے چلے جانا پہلی نیکی کا شکرانہ اور اضافۂ اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے جس اطاعت و عمل کو فرض قرار دیا ہے، اس کی جنس و نوعیت سے کچھ دیگر اطاعات مشروع قرار دی ہیں جنہیں سرانجام دے کر بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرسکتا ہے، اور جن پر عمل کے نتیجہ میں وہ اللہ کی اعلیٰ جنتوں میں داخل کیا جاتا ہے۔

## نفلی عبادات:

نماز، زکوۃ، روزہ اور حج وغیرہ ایسے فرائض ہیں کہ ان کی ادائیگی میں واقع ہونے والے نقص کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالی نے ان فرائض کی طرح ہی ان کے نوافل بھی مشروع کئے ہیں اور انہیں سرانجام دے کر نیکی میں سبقت لے جانے والے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں چنانچہ: ”جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال میں بھی چھ روزے رکھ لئے وہ ایسے ہے جیسے اس نے زمانے بھر کے روزے رکھے۔“ جیسا کہ صحیح حدیث میں یہ بات وارد ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسرے مستحب نفلی روزے بھی ہیں جن کے ذریعے بندے کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی برائیاں مٹادی جاتی ہیں، اور نفلی نمازیں بھی معروف ہیں، فرض زکوۃ کے علاوہ جو نفلی صدقات وخیرات ہیں وہ بھی ہر کسی کے علم میں ہیں، اسی طرح نفلی حج وعمرہ بھی ہیں۔ ان سب کی ادائیگی اللہ کے شکر کی ادائیگی کی عملی صورت ہے جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کا تزکیہ کرتا ہے اور قیامت کے دن اپنے بندوں کو ان نفلی اعمال پر اجر عظیم عطا کرے گا۔

## نیکی پر نیکی کئے جانا:

اے اللہ کے بندو! اطاعت پر اطاعت اور نیکی پر نیکی کئے جانا کتنا اچھا عمل ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی رضاء وخوشنودی اور زیادہ اجر و ثواب ہے اور اس کے عقاب وعذاب سے بچاؤ ہے، جبکہ نیکیوں کے بعد برائیوں میں ڈوب جانا کتنا ہی برا رویہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کا غضب و ناراضگی، اجر و ثواب میں نقص وکمی یا پھر کلیتہ ثواب سے محرومی کا خدشہ ہوتا ہے، لہذا تمام مہینوں اور دنوں میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر دوام و ہمیشگی کرو، ماہ رمضان کا رب ہی باقی مہینوں اور سالوں کا بھی رب ہے، مؤمن کو اپنے رب سے ملاقات سے قبل عمل سے فرصت وراحت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگیا جس نے قیامت کی ہولنا کیوں سے پہلے پہلے اعمال صالحہ کا اہتمام کرلیا اور حسرت وندامت اس کا مقدر ہے جو آخرت کو بھول گیا اور جس نے اپنی قبر کو برائیوں اور کبیرہ ومہلک گناہوں سے کالا کرلیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[18] وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[19] لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ

النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل قیامت کے لیے کیا (عمل) بھیجا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمھارے تمام اعمال سے خبر دار ہے۔ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالی کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے، یہ فاسق و بدکردار لوگ ہیں۔ اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت کو فوز وفلاح (کامیابی) حاصل کرنے والے ہیں۔" (الحشر: 18-20)

## اتباع صراط سنت:

اللہ کے بندو! صراط مستقیم پر چلتے جاؤ اور اپنے صاحب خلق عظیم نبی اکرم ﷺ کی سنت کو اپنائے چلو، شیطان سے بچو اور خواہشات نفس کی پیروی سے گریز کرو، شیطان چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اعمال صالحہ کو گرد و غبار بنا دے۔ اللہ سے اس کے خلاف مدد مانگو اور مسلسل اطاعت و عمل کا مظاہرہ کر کے اسے خائب و خاسر کر دو اور ہر قسم کی برائی سے دور رہ کر اسے نامراد ثابت کر دو۔ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔" (محمد: 33)

اور ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں فریب دے۔" (فاطر: 5)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ"

"تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔"[1] (ترمذی)

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

1) ترمذی، حدیث: 1987۔

# احوال امت کی چند جھلکیاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ
16/10/1423ھ 20/12/2002

حمد وثناء کے بعد!

## وقت بدلتا رہتا ہے:

مسلمانو! شر و برائی چاہے جتنی بھی بڑھ جائے، خطرات ومضرات چاہے کتنے بھی زیادہ ہو جائیں، مومن کو اس بات کا مکمل یقین ہوتا ہے کہ جس چیز کا اللہ نے فیصلہ کر رکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ جو مقدر ہے وہ وقوع پذیر ہو کر رہے گا اور قلم تقدیر نے جو لکھ رکھا ہے۔ اس کے واقع ہونے کا انتظار رہتا ہے، اور جو اللہ چاہے وہ ہو کر رہے گا اور جو اللہ کا فیصلہ ہے وہ نافذ ہو جائے گا، جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا اور جسے اللہ عزت عطا فرما دے اسے کوئی ذلت سے دوچار نہیں کر سکتا، جسے اللہ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے اللہ محروم کر دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا جزع فزع اور رونا دھونا کیسا؟

بلکہ صبر وہمت سے کام لینا چاہیئے اور اس بات کا یقین رکھیں کہ آخر اسلام کو فتح ونصرت اور اقتدار وغلبہ حاصل ہو کر رہے گا اور دشمنان اسلام کے مقدر میں آخر کار ذلت ورسوائی لکھی ہوئی ہے اور خسارہ وتباہی انہی کا مقدر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (یوسف:21)

## ملعون اقوام اور مسلم امہ:

مسلمانو! مسلم امہ آج شدید خصومت، خوفناک سازش اور جبر وتشدد کے حالات سے دوچار ہے اور یہ حالات اس ملعون قوم نے پیدا کر رکھے ہیں جن کی آنکھوں سے حیاء اور انسانیت کے جذبات مر چکے ہیں۔ موجودہ حالات وواقعات اور ایام ان میں حقد وبغض پیدا کر رہے ہیں اور چھپے سموم اور طرح طرح کی زہروں کو سامنے لاتے جا رہے ہیں انہوں نے دنیا کو ظلم وستم سے بھر رکھا، اور پوری دنیا میں آگ لگا رکھی ہے، یہ لوگ دنیا کے لیے امن وسلامتی اور دائمی سکون وراحت کہاں پیدا کریں گے؟ حالات پیدا کیے جا رہے ہیں، گرگٹ کی طرح رنگ بدلے اور کردار گھڑے جا رہے ہیں، جھوٹ اور الزام تراشیاں، بے بنیاد دعوے کئے جا رہے ہیں، انتہائی غرور وتکبر، جور واستبداد، فسق وفجور اور ظلم وجور اور ظالموں کا باہمی گٹھ جوڑ زوروں پر ہے۔ اور انہی چیزوں نے تشدد کی کاروائیوں کو عام کیا ہے، امن وامان غارت کر کے رکھ دیا ہے، خوف وہراس پھیلا ہوا ہے اور دنیا کے کتنے ہی ملکوں اور علاقوں میں حالات بگڑے پڑے ہیں، دنیا میں جنگل کا قانون نافذ ہے، دھمکیاں، دہشت گردی، چیلنجز، اور خوف ورعب کی سیاست چل رہی ہے۔ ذاتی مصلحتوں، فرد واحد کا جاری کردہ نظام اور انفرادی ادارے کی دنیا پر حکومت ہے۔ دوسروں سے یوں معاملہ کیا جاتا ہے جیسے کہ کوئی آقا کرتا ہے۔ ذاتی مصلحتوں کی سیاست کام کر رہی ہے جس میں اخلاقی اقدار کی کوئی قیمت نہیں مانی جا رہی اور نہ انہیں کوئی اہمیت دی جاتی ہے، ایسی سیاست کھیلی جا رہی ہے جس میں نہ حکومت میں مساوات اور نہ فیصلوں میں

انصاف ہے ۔انتہائی دورنگی کارویہ اور دوہرے پیمانے استعمال ہو رہے ہیں، سرکشی و بغاوت اور تسلط وتمرد کا دور دورہ ہے ۔مخصوص آراء و نظریات ہیں جنہیں طاقتور ملک وقائدین طے کرتے ہیں جن کی بنیاد میں صرف ان کے اپنے عقائد اور مصلحتیں ہی کارفرما ہوتی ہیں ۔
دشمن دین، امت مسلمہ میں انتشار وافتراق اور اس کی صفوں میں اختلاف وضعف پیدا کرنے کے نت نئے طریقے تلاش کر رہا ہے تاکہ مسلم امہ چھوٹے چھوٹے، بکھرے ہوئے اور بے جان ٹکڑوں میں بٹ کر رہ جائے، یہ انتہائی واضح صورتحال ہے اور موجودہ تلخ حالات بھی بن چکے ہیں جن کا ہر آزاد وغیرت مند شخص انکار کرتا ہے، اور اس صورت حال کو قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے ۔
وہ تائید وحمایت جو اسرائیلی جنگی جرائم اور صیہونی منصوبوں کو حاصل ہے اور جس طرح ان کے لئے حالات کو سازگار کیا جا رہا ہے اور ان کے مکانوں کی توڑ پھوڑ وانہدام، لوگوں کو بے گھر کرنے اور انہیں قتل وخون میں نہلانے کا جو میدان بنایا جا رہا ہے یہ دین اسلام کے خلاف دشمنان کے اندھے حقد وبغض اور کھلی نفرتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ قوم یہود کے باب عدل وانصاف کا کوئی معنی ہی نہیں ۔
مسلمانو! پانی حد سے گزر چکا ہے، مکروفریب کی اور ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی ہے ۔ظلم کی چکی ہمیشہ تو کیا، زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی ۔یہ ماند پڑ جائے گی بلکہ مکمل طور پر بند ہو جائیگی اور زمانے کا پہیہ چلتے چلتے اسے روند کر رکھ جائے گا اور تب جا کر ظالموں کو اپنے غرور وتکبر کا انجام معلوم ہو گا۔

## امم ظالمہ کا انجام:

آج وہ لوگ کہاں ہیں جو امن وسکون سے مالامال تھے؟ وہ قومیں کیا ہوئیں جو دولت وثروت میں کھیلا کرتی تھیں؟ ان ظالم و جابر اور متشدد غالب قوموں پر عذاب نازل ہوئے، ان پر تازیانے اور کوڑے برسے، آج ان کا نام ونشان نظر نہیں آتا، نہ کوئی آہٹ محسوس ہوتی ہے اور نہ تذکرہ چلتا نظر آتا ہے، وہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیئے گئے ہیں ۔حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾" "اللہ تعالی ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بالآخر اسے ایسا پکڑتا ہے کہ وہ بھاگ نہیں پاتا۔ پھر آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں ارشاد الہی ہے:﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ "اور تمہارا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اس طرح ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑ بڑی المناک اور سخت ہوتی ہے ۔"[1] (ہود:102) (متفق علیہ)

## مظلوم کی بد دعاء:

مسلمانو! ظالم چاہے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اور مظلوم چاہے کتنا ہی ضعیف وکمزور کیوں نہ ہو بالآخر ظالم پر قہر الہی نازل ہو کر رہتا ہے اور ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے، اسے پابند سلاسل اور پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے، ظالم کو اس کی شامت اعمال پکڑ لیتی ہے اور مظلوم کی بد دعاء اس کے لئے تیر

---

1) صحیح بخاری، حدیث:4686۔

بہدف کا کام دیتی ہے اور مظلوم کی بد دعاء تو اللہ حی و قیوم بادلوں پر سوار کر کے اوپر اٹھوا لیتا اور جلد قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ : الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ ، وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ ، وَيَقُولُ الرَّبُّ : وَعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ "

" تین اشخاص کی دعاء (بد دعاء) ردّ نہیں کی جاتی، روزہ دار جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، عادل و منصف حاکم اور مظلوم کی بد دعاء کو تو اللہ تعالی بادلوں پر سوار کر کے اوپر اٹھواتا اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلوا دیتا اور اللہ تعالی فرماتا ہے:" مجھے میرے عزت و جلال کی قسم ہے، میں تیری مدد و نصرت ضرور کروں گا اگرچہ تھوڑے وقت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

اللہ کی ذات پاک ہے، جس نے غمزدہ مظلوم کی دردناک پکار کو سن لیا، کرب و بلا میں مبتلا شخص کی نداء کو سنا اور مظلوم کا مقام و مرتبہ بلند کیا اور ظالم سے اس کا دفاع کیا اور ظالم کو ذلیل و رسوا کیا۔

## ظلم کا نتیجہ:

لوگو! زمین کو خراب و برباد کرنے اور مخلوق کے ضمیر کو بگاڑنے والی ظلم و سرکشی سے بڑی دوسری کوئی چیز نہیں ہے اور جہاں طغیان و سرکشی عام ہوگی وہاں آبادکاری و شادابی نہیں ہوگی، ظالم و جابر، حقد و بغض، دشمنی اور نفرت کے جذبات سے گھرا رہتا ہے وہ امن کی زندگی اور سکون و سلامتی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی خطرات اور بے خوابی سے دوچار ہو جاتی ہے، کیونکہ ظالم شخص ظلم و جور اور مصائب و مشکلات کو جنم دیتا ہے نعمتوں کو سلب کروانے کا سبب بنتا اور نقمتوں کو لانے کا باعث بنتا ہے۔ پرانی کہاوت ہے:

" امن و سلامتی والی زندگی پرسکون و خوشحال زندگی اور عدل و انصاف سب سے طاقتور فوج ہے، عدل ظلم و جور کو دفع کرتا ہے، اور عادل سے ہر قسم کے شر و برائی کو دور کرتا ہے، اور اس کے لئے کسی کی مدد و اعانت طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔"

## دھوکہ نہ کھائیں:

مسلمانو! کبھی کبھی اللہ تعالی کافر کو نفع بخش نعمتوں یا بظاہر رفعت و بلندی اور دفاع جیسی نعمت عطا کرتا ہے اور یہ انعام و عطا محض اسے ڈھیل دینے اور گھات لگا کر پکڑنے کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾

" اور کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم انہیں جو مہلت دیئے جاتے ہیں یہ ان کے حق میں اچھی ہے، (ہرگز نہیں) ہم انہیں اس لیے مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اور گناہ کر لیں اور بالآخر انہیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔" (آل عمران:178)

اور فرمایا:﴿وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾

" اور میں انہیں مہلت دیئے جاتا ہوں، میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔" (الاعراف:183)

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ [55] نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ

1) ترمذی، حدیث:3598۔

﴿بَلْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

"کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔" (المؤمنون:55-56)

کفار کو جو وقتی طور پر مال و دولت دے کر غنی کیا جاتا ہے یہ دراصل مصائب و مشکلات کا پیش خیمہ، امراض و وباؤں سے بھرپور، خوف و رعب اور ناخوش حالی سے پر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

"اور کافروں پر ہمیشہ ان کے اعمال کی شامت کے طور پر بلا و مصیبت آتی رہے گی یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آن پہونچے، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" (الرعد:31)

ایسے ہی فرمایا ہے: ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ﴾

"(اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں (ناز و نعمت میں) چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ نہ دے۔" (آل عمران:196)

اے مسلمانو! آج آپ کو بھی ان کفار کی مادی تیاریاں اسلحہ جات دھوکہ میں مبتلا نہ کریں، اور اس وقت وہ جس ظلم و استبداد، تکبر و تعلی اور جبر و ستم کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں، اس سے بھی دھوکہ میں نہ آئیں۔ وہ اس وقت جو فوجی و عسکری قوت اور مہلک اسلحہ کے مالک ہیں، آپ کو ان کی یہ حالت بھی دھوکے میں مبتلا نہ کرے، یہ سب بقول ارشاد الہی ہے: ﴿مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

"یہ (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے۔ پھر (آخرت میں) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔" (آل عمران 197)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ﴾

"یہ (کفار ان چیزوں پر) ابھی اور بھی خرچ کریں گے مگر آخر یہ ان کے لئے موجب افسوس و حسرت ہوگا اور مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔" (الانفال:36)

## زوالِ امت کے اسباب: فسق و فجور:

مسلمانو! آج مسلمان جس پسماندگی و ضعف پسپائی و رجعت قہقری اور تنزل و ادبار میں مبتلا ہیں، ان کا رعب و دبدبہ چھن چکا ہے۔ وہ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہیں، یہ تمام حالات مسلمانوں کے اپنے فسق و فجور اور سرکشی و سرتابی کا نتیجہ اور شامت اعمال ہیں۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"

”قریب ہے کہ غیر مسلم قومیں تم پر یوں پل پڑیں گی جس طرح بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر جھپٹ پڑتے ہیں ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس وقت مسلمان قلت میں ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ اس وقت مسلمان بڑی کثیر تعداد میں ہوں گے لیکن تمہاری حالت سیلاب کے خاشاک کی سی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب و دبدبہ چھین لے گا، اور اللہ تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا، ایک صحابی نے پوچھا: یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وھن کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“[1] (ابوداؤد)

## ترک جہاد:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ"

”جب تم نے بیع عینہ (ایک ناجائز طریقہ بیع) کا رویہ اختیار کرلیا، اور گائے بیل کی دم پکڑلی اور زراعت و باغبانی کرنے پر خوش ہو کر بیٹھ گئے اور جہاد کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ تم پر وہ ذلت و رسوائی مسلط کردے گا جو اس وقت تک زائل نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرلو گے۔“[2] (ابوداؤد)

## لالچ و طمع:

لوگ ایسے طمع و لالچ میں مبتلا ہو چکے ہیں جو انہیں دوسروں کی تقلید و پیروی پر لگا رہا حالانکہ ان چیزوں میں کوئی خاص فائدہ بھی نہیں بلکہ یہ محض شہوت رانی اور وقتی متع ولذت ہے۔ دنیا کی زندگی اور عیش و عشرت کو ترجیح دی جارہی ہے اور خواہشات نفس کی پیروی عام ہے۔ نوجوان نسلیں لایعنی امور میں مشغول ہیں اور معاشروں میں گندے پروگرام پیش کرنے والے چینلز عام رواج پا چکے ہیں، عورت سے پوری ڈھٹائی و بے شرمی سے کھیلا جارہا ہے، سود ایسے ہو چکا ہے جیسے کوئی مباح چیز ہو جس میں کوئی حرج و گناہ نہ ہو، ظالموں کا ہاتھ فقراء اور کمزور لوگوں پر بڑھ چکا ہے، ان پر تسلط و غلبہ، جبر و ستم، قہر و ظلم ڈھا رہے ہیں، ناحق مال جمع کرنے والے ظالم ہیں، لوگوں کے حقوق غصب کرنے والے بھی ظالم ہیں۔ مالکوں کے ہاتھوں سے بلاعوض و بلاوجہ ملکیت چھین لینے والے بھی ظالم اور مزدوروں کے حقوق پورے ادا نہ کرنے والے بھی ظالم ہیں۔

## ترک عدل وانصاف:

وہ ریوڑ جس کا چرواہا سو جائے انہیں بھیڑیا جھپٹ لیتا ہے، لہٰذا جسے بھی اللہ نے مکمل حکومت اور عام قیادت سے نواز رکھا ہے ان پر واجب ہے کہ وہ عدل و انصاف سے کام لیں تاکہ وہ اپنے اقتدار و غلبہ کے ذریعے ظالموں کا ہاتھ روک سکیں اور ان کے خوف و ڈر کی وجہ سے حدود سے

1) ابوداؤد، حدیث: 4297۔

2) ابوداؤد، حدیث: 3462۔

تجاوز کرنے والے لوگ اپنی حرکتوں سے باز رہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّهُ لَا قُدِّسَتْ أُمَّةٌ لَا يَأْخُذُ الضَّعِيفُ فِيهَا حَقَّهُ غَيْرَ مُتَعْتَعٍ"

"وہ قوم کبھی مقدس و پاکیزہ نہیں ہو سکتی جس میں زور آور سے کمزور کا حق بغیر اس کمزور کو پریشان کئے نہ لیا جائے۔"[1] (ابن ماجہ)

## فساد و انحراف عقائد و قلوب:

مسلمانو! امت اسلامیہ کے افراد میں انحراف عقائد اور قلبی فساد و بگاڑ بھی پایا جاتا ہے جو کہ ذلت و محرومی کا باعث ہے۔ عالم اسلام میں کتنی ہی قبریں ایسی ہیں جن کی عبادت کی جا رہی ہے، کتنی ہی قبریں ایسی ہیں جن تک اجر و ثواب کی نیت سے جایا جاتا اور ان کا حج کیا جاتا ہے، انہیں سجدے کئے جاتے ہیں اور ان پر قربانیاں و چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، اپنے چہرے اور رخسار رگڑ کر انہیں خاک آلود کرنے کو سعادت سمجھا جاتا ہے، ان قبروں والوں سے مدد مانگی جاتی ہے، مصائب اور مشکلات دور کرنے کی التجائیں کی جاتی ہیں اور مشکل کشائی کے لیے انہیں پکارا جاتا ہے، اور ایسے ہی کتنے دوسرے افعال ہیں جو سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ دین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متناقض و مخالف ہیں۔

## واجب امت و دعاۃ:

ان حالات میں امت پر واجب ہے کہ وہ بھرپور کوشش کرے مال و دولت اور وقت صرف کرے اور دعاۃ و مبلغین متعین کرے، جو عقیدہ توحید کو نشر کریں اور شرکیہ امور کی نقاب کشائی کر کے ان کا سد باب کریں اور لوگوں کو ان سے باز کریں تاکہ موجودہ حالات میں تبدیلی آئے اور مصائب و مشکلات کا دور کٹے۔ اور دعاۃ و مبلغین کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ بہترین کام جس میں وہ اپنے قلم کی روشائی کو صرف کرے اور جس کے لیے وہ ہر اعتبار سے بھرپور تیاری کرے وہ اللہ تعالی کی توحید عبادت و الوہیت اور توحید قصد و ارادہ ہے۔

مسلمانو! ہم بھرپور قوت و صحت اور امن و امان سے جی رہے ہیں لہذا ہم پر واجب ہے کہ اس نعمت کے بخشنے والے رب کریم کا شکر ادا کریں، یہ اللہ کا ہم پر حق ہے، اور نوجوان مسلم نسلوں اور ہمارے اوطان وممالک کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اسلام کے وفادار رہیں، اسلام کے امین رہیں اور تمام برے افعال و حرکات سے اپنے آپ کو پاک رکھیں، نوجوان نسلوں کی تعلیم و تربیت کا صحیح اہتمام کریں، ان کی تہذیب و تادیب پر بھرپور توجہ دیں اور اللہ کی اطاعت سے بڑھ کر ان اوطان وممالک کے تحفظ کا دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

## اصلاح ذات و تزکیہ نفس:

موجودہ زبوں حالی اور ذلت و رسوائی سے نکلنے کا یہی طریقہ ہے اور یہی حصول فتح و نصرت کا وسیلہ ہے، اب اپنی ذاتی اصلاح اور تزکیۂ نفس کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ کی نعمتوں، امن و سلامتی سے پُر زندگی اور اس کی عمدہ زینت و رونق پر اللہ کے شکریہ کے طور پر اس کی اطاعت بجا لاؤ۔ ربانی علماء سے رہنمائی حاصل کرو جو کہ دلوں کے امراض کے ماہر معالج اور عیوب و محاسن کو جانچنے کے لیے بہترین آئینے ہیں، وہ تمام زیادہ عزت و قدر والے ہیں، سب سے زیادہ وہ سلیم الفکر اور اصحاب بصیرت و نظر ہیں۔

---

1) ابن ماجہ، حدیث: 2426۔

نئی روشنی اور تجدید و ترقی کے دعوے داروں سے بچ کر رہیں ۔ یہ گروہ محض دنیا کی بدترین قوموں کے غلام اور ان کی تقلید و پیروی کرنے والے لوگ ہیں ۔ اور ان لوگوں میں سے بھی نہ بنیں جو جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے اور سبیل رشد و ہدایت کو چھوڑ بیٹھے اور بغض و عناد اور غرور و تکبر کی راہ اختیار کر گئے اور حسن عبرت و نصیحت پذیری سے غافل لوگوں میں سے بھی نہ ہو، ورنہ پھسل کر عقوبات و سزاؤں اور نقمتوں کی دلدل میں پھنس جاؤ گے ۔ اے جماعت خیر! اللہ کے اس قول حق کو گوش ہوش سے سنو! ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾

"وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم شرک سے آلودہ نہیں کیا، ایسے ہی لوگوں کے لیے امن و سلامتی ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں ۔" (الانعام:82)

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ کا تقویٰ تمہارا قوی ترین معاون اور سب سے زیادہ وفادار مددگار ہے، اس کی رحمت کی موجودگی میں ہر کام آسان ہے اور ہر چیز اس ذات الٰہی کے در کی فقیر ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ ہر چیز کو سننے اور دیکھنے والا ہے، آج مسلمانوں میں جو بے تحاشا ظلم و ستم اور جور و جبر ڈھایا جا رہا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ "بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے ۔" (الحج:39)

مسلمانو! یہ دنیا تلخ و شیریں سے عبارت اور زمانہ تنگ و آسانی کا مجموعہ ہے، ہر سختی کا انجام کشائش و آسانی اور ہر مشکل کے لیے بالآخر زوال ہے ۔ ہر غبار آلودگی و تکدر کے بعد مطلع صاف ہو جاتا ہے ۔ بارش کے بعد بادل چھٹ جاتے ہیں، سورج غروب ہوتا ہے اور پھر چمک اٹھتا ہے، باغات مرجھا جاتے اور پھر لہلہا اٹھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ باغیوں اور سرکشوں سے انتقام لے لیتا ہے ۔ جس نے کشائش و خوشحالی کے وقت اللہ کو یاد رکھا اسے اللہ بدحالی و تنگی کے دنوں میں یاد رکھتا ہے اور دشمنوں کی تمام چالوں کو اس سے پھیر دیتا ہے اور وہ بیٹھا ہو یا کھڑا، سویا ہو یا جاگتا، ہر حالت میں اس کی حفاظت کرتا ہے، اللہ کی اطاعت کرتے رہو، اور جماعت کے ساتھ متحد رہو، باہم بغض و کینہ اور لڑائی جھگڑوں سے باز رہو اور عمل و جد و جہد جاری رکھو ۔

## التزام کتاب و سنت:

یہ بات ذہن میں رکھو کہ جو شخص اپنی منشاء کے مطابق عمل کرے گا وہ اس کا برا نتیجہ بھگتے گا اور جس نے اپنے بگاڑ کی اصلاح کر لی اس نے اپنے دشمن کی ہلاکت کا سامان کر لیا اور بہترین ڈھال سلف امت کے منہج و فہم کے مطابق کتاب و سنت کا التزام کرنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ [7] وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ [8] ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ [9] أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا [10] ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ﴾

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا، اور جو لوگ کافر ہوئے،

انہیں ہلاکت و بربادی ہوگی، اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے۔ پس اللہ تعالی نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے، کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معاینہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں، وہ اس لیے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالی ہے اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔" (محمد:7-11)

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ ربّ العالمین

# حمد وشکر باری تعالی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ
1423/10/23ھ 2002/12/27ء

حمد وثناء کے بعد!

## ابتلاء وآزمائش:

اے اللہ کے بندوں! اللہ تعالی کا تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کیونکہ تقوی ہی دل کا نور اور آخرت کا ذخیرہ ہے، اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر بے شمار اور عظیم نعمتیں نازل کی ہیں۔ اس کا دایاں ہاتھ اتنا بھرا ہوا ہے کہ شب و روز لٹانے سے بھی اس میں کوئی کمی نہیں آتی، وہ اتنا رزق تقسیم کرتا اور لوگوں کو نوازتا رہتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق مہیا کرتا ہے وہ اپنے بندوں کو جس طرح مصائب و مشکلات میں مبتلا کر کے آزماتا ہے اسی طرح ہی نعمتوں سے نواز کر بھی ان کا امتحان لیتا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

"اور ہم تم لوگوں کو خیر وشر آسودگی وسختی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔" (الانبیاء:25)

## فتنہ وابتلاء خوشحالی:

اللہ تعالی ہی تمام نعمتوں سے نوازنے والا اور خوشحالی کا فتنہ تنگ حالی و بدحالی کے فتنے سے بھی زیادہ بڑا ہے، اور جسے اس فتنۂ خوشحالی میں مبتلا کر دیا جائے اسے صبر و شکر سے کام لینا چاہیئے اور فقر و تونگری دونوں ہی امتحان کا ذریعہ ہیں اور بندے کے لیے صبر اور شکر دونوں ہی اللہ کے احکام و نواہی، اس کی قضاء و قدر اور فیصلوں پر لازم ہیں اور تقوی کی ان دونوں پر بنیاد ہے۔ اللہ نے شکر کو ایمان کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور فرمایا ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

"اگر تم اللہ کے شکر گزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔" (النساء:147) (تخلیق کائنات)

## خلق وامر کی غرض وغایت شکر:

اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ شکر اس کے خلق و امر کی اصل غرض و غایت ہے: ﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اور اللہ ہی نے تمہیں تمھاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہیں کان، آنکھیں، دل وغیرہ اعضاء بخشے تا کہ تم شکر کرو۔" (النحل:78)

اللہ تعالی نے اپنی رضاء وخوشنودی شکر گزاری میں بتاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾

"اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔" (الزمر:7)

اللہ تعالی نے اس شب وروز کی تخلیق ہی اس لئے فرمائی ہے کہ انہیں دیکھ کر اس کی قدرت پر تفکر اور اس کی نعمتوں پر شکر کرو، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾

"اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک کے پیچھے آنے والے بنایا یہ باتیں اس شخص کے لیے ہیں جو غور وفکر کرنا یا شکر گزار بننے کا ارادہ کرے۔" (الفرقان:62)

## بندوں کی دو قسمیں:

اللہ نے اپنے بندوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک گروہ شکر گزاری کرنے والوں کا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

"ہم نے اسے راستہ بھی دکھلایا، اب خواہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکرا بنے۔" (الدھر:3)

## اصل عبادت: شکر:

اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ اس کی عبادت صحیح معنوں میں اسی نے کی ہے جس نے اس کا شکر کیا اور جو شکر گزاری نہیں کرتا وہ اللہ کی عبادت گزاری کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا: ﴿وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ﴾

"اللہ ہی کے بندے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرو۔" (البقرہ:172)

## نوح علیہ السلام: شکر گزار:

اللہ نے اہل زمین کی طرف بھیجے گئے اپنے پہلے رسول کی یہ تعریف بیان کی کہ وہ شکر گزار تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾

"اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بیشک وہ ہمارے شکر گزار بندے تھے۔ (بنی اسرائیل:3)

## انبیاء کو حکم شکر گزاری:

اللہ تعالی نے اپنے بندے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ منصب نبوت ورسالت کے حصول اور شرف ہم کلامی پر شکر ادا کرو۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿قَالَ يَا مُوسَى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾

"اے موسی! میں نے تمہیں منصب رسالت ونبوت اور اپنے شرف ہم کلامی کی بدولت لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تمہیں عطا کیا ہے، اسے پکڑے رکھو اور میرا شکر بجالانے والوں میں سے بنو۔" (الاعراف:144)

اللہ تعالی نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شکر گزاری پر ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ [120] شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ﴾

"بیشک ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے امام امت اور اللہ کے مخلصانہ فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے،

وہ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔" (النحل:121-122)

اللہ تعالی نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو شکر گزاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا﴾

"اے داوٗد علیہ السلام کی اولاد میرا شکر ادا کرو۔" (سبا:13)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعاء کی کہ انہیں شکر گزار بنا، چنانچہ فرمایا: ﴿رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ﴾

"اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور ماں باپ پر کئے ہیں، ان کا شکر کروں۔" (النمل:19)

اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾

"بلکہ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں۔" (الزمر:66)

اللہ تعالی نے حضرت لقمان علیہ السلام کو شکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ﴾

"ہم نے لقمان علیہ السلام کو دانائی بخشی کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔" (لقمان:12)

ہمارے پروردگار نے اس انسان کو جو پہلی وصیت کی ہے اس میں یہی فرمایا ہے کہ اس کا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ.....أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

"میرا بھی شکر ادا کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی کہ تمہیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔" (لقمان:14)

## وصیت انبیاء:

تمام انبیاء نے بھی اپنی اقوام کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا: ﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

"پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو، اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر کرو، آیات ونشانیوں اور عبرتوں سے صرف وہی شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے جو کہ شکر گزار ہو۔" (العنکبوت:17)

چنانچہ اللہ نے یہ بات بتاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾

"اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار بندوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔" (الاعراف:58)

اللہ نے ہمیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا تا کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بنیں، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اور اس اللہ نے تمہیں کھانے کے لئے پاکیزہ چیزیں دیں تا کہ اس کا شکر کرو۔" (الانفال:26)

## وصیت مصطفی علیہ السلام:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی شکر گزاری کی وصیت فرمائی، چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے معاذ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تم ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ بھولنا: "اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

"اے اللہ! اپنا ذکر و شکر کرنے اور حسن عبادت بجالانے پر میری مدد فرما۔"[1] (ابوداؤد)

بندے کا اپنے رب سے یہ دعا کرنا کہ وہ اسے نعمتوں کا مکمل شکر ادا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ یہ بہترین دعاء ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں نے غور و فکر کیا تو سب سے افضل دعاء اس کو پایا: "اے اللہ! اپنا ذکر و شکر کرنے اور حسن عبادات بجالانے پر میری مدد فرما۔"

## شکر گزاروں کا مقام:

اللہ کے شکر گزار بندے ہی اس کی مخلوقات میں سے اس کے فضل و کرم کے خاص مستحق ہیں اور وہی ایسے لوگ ہیں جو فتنہ و آزمائش کے وقت لڑکھڑاتے نہیں۔ ان کے پائے ثبات میں لرزش نہیں آتی اور نہ وہ ڈگمگاتے ہیں: ﴿ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾

"اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اللہ تعالی کا کوئی نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو بڑا ثواب دے گا۔" (آل عمران:144)

## درجہ شکر اور ابلیس کی مساعی:

اللہ کے دشمن ابلیس لعین کو جب شکر کے مقام و مرتبہ کا علم ہوا کہ یہ تو تمام عبادات سے ارفع و اعلی عبادت ہے تو اس نے اپنی تمام تر مساعی اس بات پر صرف کر دیں کہ وہ لوگوں کو شکر گزار بننے سے روکے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے کہ اس شیطان نے کہا تھا: ﴿ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾

"پھر ان انسانوں کے آگے سے اور پیچھے سے میں، اور ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں جانب سے ان پر حملہ کروں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔" (الاعراف:17)

## انبیاء: اللہ کے شکر گزار:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ اللہ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم میں دنیا سے رخصت ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی، بھوک کی وجہ سے غزوہ خندق کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بطن مبارک (پیٹ) پر پتھر باندھا اور اللہ نے آپ کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے تھے۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سوجھ کر پھٹ جاتے اور آپ فرمایا کرتے تھے: "أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا"

---

1) ابوداؤد، حدیث:1522۔

"کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"۔[1]

حضرت داوٗد علیہ السلام نصف رات تک سوتے پھر ایک تہائی حصہ قیام کرتے اور پھر رات کا بقیہ چھٹا حصہ سو جاتے تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار (روزے کی چھٹی) کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا﴾

"اے آلِ داوٗد! اللہ کا شکر ادا کرو۔" (سبا:13)

## شکر گزاری: ذریعۂ امن:

شکر گزاری عذاب سے امن حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

"اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟"۔ (النساء:147)

حضرت لوط علیہ السلام کو شکر گزاری کے نتیجے میں ہی عذاب سے محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ [34] نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ﴾

"بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے، انہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دے دی، اپنے احسان سے ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں"۔ (القمر:34-35)

## ناشکری پر پکڑ:

قومِ سبا نے جب اللہ کی نعمتوں کی ناشکری وانکار کیا اور شکرانِ نعمت کی بجائے عصیان وگناہ اور نافرمانی کا رویہ اپنایا تو اللہ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں اور انھیں رنگا رنگ کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ [16] ذَلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ﴾

"لیکن انھوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کے سیلاب کا پانی بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔ ہم نے ان کی ناشکری کا انھیں یہ بدلہ دیا، ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں کو ہی دیتے ہیں"۔ (سبا:16-17)

سورہ القلم میں مذکور باغ والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور مساکین کو کچھ دینے سے محروم کیا۔ اس کے نتیجہ میں ان کے باغات اور کھیتوں پر وہ طوفان بھیجا کہ ان کے پھل اور فصلیں تباہ ہو کر رہ گئے۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں: کہ نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ کم ہی کوئی نعمت ہے کہ کسی قوم سے زائل ہوئی ہو اور دوبارہ لوٹائی گئی

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 4836۔

ہو۔اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے لوگ بھی تھوڑے ہی ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾

"اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔" (سبا:13)

## نعمت نہیں نقمت:

ہر وہ نعمت جو بندے کو اللہ کا قرب مہیا نہ کرے وہ دراصل نعمت نہیں بلکہ وہ نقمت و عذاب ہے اور شکر موجود نعمتوں کو محفوظ رکھنے کا اور لازوال بنانے کا ذریعہ اور غیر موجود نعمتوں کے حصول کا باعث ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: إن النعمة موصولة بالشكر , والشكر متعلق بالمزيد ولن ينقطع المزيد من الله حتى ينقطع الشكر من العبد.

"نعمت شکر کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور شکر کا مزید اضافے سے تعلق ہے، اللہ سے مزید اضافے کا اس وقت تک انقطاع نہیں ہوتا جب تک کہ شکر گزاری منقطع نہ ہو جائے۔[1]

بندے کو اگر اللہ کے نزدیک کوئی مقام و مرتبہ حاصل ہو تو شکر اس کی حفاظت کرتا ہے اور جب بندہ شکر گزاری کا سلسلہ جاری رکھتا ہے تو اللہ اس کے اس مقام و مرتبہ اور عزت و شرف میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔اور اگر شکر کرنا چھوڑ دے تو اللہ اسے آہستہ آہستہ پکڑ لیتا ہے۔"

## کفرانِ نعمت پر گرفت:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إن الله ليمتع بالنعمة ما شاء، فإذا لم يشكر عليها قلبها عذابا.

"اللہ تعالی جب تک چاہتا ہے کسی نعمت سے مالا مال کئے رکھتا ہے اور جب بندہ اس کی شکر گزاری نہ کرے تو اللہ اس نعمت کو نقمت و عذاب میں بدل دیتا ہے۔[2]

اگر آپ محسوس کریں کہ اللہ تعالی تو آپ پر مسلسل اپنی نعمتیں ہی نازل کئے جا رہا ہے اور آپ اس کی نافرمانی کئے جا رہے ہیں تو اللہ سے ڈریں کہ کہیں پھنسا نہ لئے جائیں۔کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"ہم انہیں بتدریج گرفت میں لئے جا رہے ہیں بایں طور کہ انہیں خبر بھی نہیں ہے۔" (الاعراف:182، القلم-44)

سفیان اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اللہ انہیں بتدریج گرفت میں یوں لیتا ہے کہ ان پر اپنی نعمتوں کو عام کر دیتا اور انہیں شکر ادا کرنے کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے۔جبکہ جسے شکر کی توفیق مل گئی، اسے اللہ مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے رب نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔" (ابراہیم:7)

---

1) ابن ابی الدنیا:18۔

2) ابن ابی الدنیا فی کتاب الشکر:۱۷۔

ابوقلابہ کہتے ہیں: لا تضر کم دنیا شکر تموھا ۔

"اگر تم شکر گزاری کرو تو یہ دنیا کی دولتیں تمہیں کوئی نقصان نہ دے گی۔"[1]

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی طرف سے کنود وکفران نعمت کو سخت مذموم قرار دیا ہے اور کنود کا ارتکاب کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے انسان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ﴾

"یقیناً بندہ اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔" (العادیات:6)

## نتیجہ شکر:

مسلمانو! اللہ کے شکر و اطاعت سے بندے کے لئے دنیا و آخرت کی نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"اور اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقوی و پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔" (الاعراف:96)

## دل وزبان وغیرہ سے شکر:

اللہ کا شکر دل وزبان اور تمام اعضاء جسم سے ہونا چاہئے۔ دل سے شکر تو نعمتوں کے پیدا کرنے والے کی نعمتوں کی نسبت سے ہوگا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾

"تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں، سب اللہ کی ہی دی ہوئی ہیں۔" (النحل:53)

اور زبان سے شکر بکثرت حمد وثنا بیان کرنے سے ہوگا جو کہ نعمتوں کو عطا کرنے والے کے لئے ہے۔ نبی ﷺ فرماتے: "وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ"

"الحمد للہ" تسبیح میزان (ترازو) کو بھر دیتی ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

## حمد وثناء: شکر:

حمد وثناء بیان کرنا شکر ادا کرنے کی چوٹی اور آغاز ہے اور یہی اللہ کی کتاب مجید کی پہلی آیت ہے، جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

"ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالی کے لئے ہے۔" (الفاتحہ:1)

اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کریں، چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

---

1) ابن ابی الدنیا فی کتاب الشکر:59۔

2) صحیح مسلم، حدیث:223۔

﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

"اور اپنے رب کی نعمتوں کی بیان کرتے رہیں۔" (الضحیٰ:11)

## اعضاء جسم سے شکر:

اعضاء جسم کے ساتھ شکر یہ ہے کہ ان کے ساتھ اللہ کی رضاء کے کام کئے جائیں اور انھیں معصیت و نافرمانی کے کاموں میں لگانے سے روکا جائے، چنانچہ آنکھ کا شکریہ ہے کہ اس سے کسی ایسی چیز کو نہ دیکھا جائے جس کا دیکھنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے لئے نگاہوں کو بے لگام چھوڑا جائے، اور زبان کا شکریہ ہے کہ اس سے صرف حق بات کہی جائے، اس سے صرف صدق وسچائی کی بات کی جائے۔ کانوں کا شکریہ ہے کہ ان سے کسی کی غیبت وچغلی نہ سنی جائے، بہتان اور دیگر حرام چیزیں نہ سنی جائیں۔

## والدین کا شکریہ:

اللہ تعالی نے والدین کا شکر ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾

"اور یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔" (لقمان:14)

والدین کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کا رویہ اختیار کیا جائے، ان کے لئے دعائیں کی جائیں، ان کے دل کو خوش رکھنے کے لئے ان کے ساتھ پیار ومحبت اور احترام سے پیش آیا جائے اور ان کے سامنے اپنے آپ کو نہایت نرم ومؤدب رکھا جائے۔ اور یہ معصیت وگناہ ہے کہ ان کی نافرمانی کی جائے، ان کی کسی بات پر ناراض ہو کر اف کہا جائے، ان کے احکام واوامر کی نافرمانی وانکار کیا جائے، ان کی اطاعت کرنے میں کوتاہی برتی جائے۔

## سب سے بڑا سعادت مند:

لوگوں میں سے سب سے زیادہ سعادت مند شخص وہ ہے جس نے اللہ کی نعمتوں کو اللہ کی رضاء حاصل کرنے اور دار آخرت کو سنوارنے کا ذریعہ بنایا اور بد بخت ہے وہ شخص جس نے ان نعمتوں کے ذریعے خواہشات نفس کی غلامی و پیروی کو اپنا لیا اور انھیں محض دنیوی لذتیں سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾

"بیشک اللہ تعالی لوگوں پر فضل وکرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔" (المومن:61)

## شاکر محبوب الٰہی:

ہمارا رب بھی شکر وقدر دانی کی صفت سے متصف ہے اور اس کے بندوں میں سے اسے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو صفت شکر گزاری سے مزین ہو، اسی طرح اللہ کا سخت ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو صفت شکر گزاری سے خالی اور کفران نعمت کے مرض میں مبتلا ہے۔ اللہ قدردان ہے اور شکر گزار لوگوں کو پسند فرمایا ہے۔

## شکر الٰہی کی ایک شکل:

اللہ کے شکر کی شکلوں میں سے ہی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے جس نے آپ پر کوئی نیکی کی ہو، اس کا شکریہ ادا کیا جائے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنۡ لَمۡ يَشۡكُرِ النَّاسَ لَمۡ يَشۡكُرِ اللهَ"

"وہ اللہ کا شکر کیا ادا کرے گا جو لوگوں کا ہی شکریہ ادا نہ کرے۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

آپ جب کسی پر کوئی نیکی و احسان کریں تو اس سے شکریہ کا انتظار نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر و ثواب کے امیدوار رہیں۔

## قناعت و صبر و شکر:

اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر قناعت شعار رہیں، تو آپ سب لوگوں سے زیادہ شکر گزار ہوں گے۔ اللہ کی بکثرت حمد و ثناء بیان کریں یہ اللہ کی عبادات میں سے سب سے بڑی عبادت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنۡزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ"

"کھانے اور شکر گزاری کرنے والا اسی طرح ہے جیسے صبر کرنے والا روزہ دار ہو۔"[2] (ترمذی، صحیح بخاری)

جو تھوڑے پر شکر ادا نہیں کرتا وہ کثرت پر کیا شکر ادا کرے گا، ابو مغیرہ کو اگر کہا جاتا ہے کہ آپ نے کیسے صبح کی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی نعمتوں میں غرقاب مگر اس کے شکر سے قاصر ہونے کی صورت میں صبح کی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنۡ تَعُدُّوا نِعۡمَتَ اللَّهِ لَا تُحۡصُوهَا﴾

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہیں سکو گے۔" (ابراہیم:34)

ہر شخص کو تو صحت و عافیت سے نوازا گیا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کیسی شکر گزاری کرتا ہے؟ یا پھر وہ کسی بیماری و مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ وہ کتنا صابر ہے؟

اللہ کے بندوں! تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اگر آپ نے صبر و شکر کی صفات کو بھی اپنا لیا تو آپ تمام لوگوں سے بڑے عبادت گزار بن جائیں گے۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) ترمذی، حدیث:1955۔

2) ترمذی، حدیث:2486۔

# گناہ ونافرمانی کے اثرات بد

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1423/10/30ھ موافق 1/3/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ تعالی نے صرف انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو بندوں کے لیے خیر وبھلائی اور دنیا وآخرت کے فوائد ومصالح پر مشتمل ہیں جبکہ معاصی وگناہ بندوں اور ملکوں کے لیے سخت نقصان دہ بلکہ دنیا وآخرت کے لیے شر و برائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور دنیا وآخرت میں شر و برائی کی بنیاد برائیوں اور کبیرہ ومہلک گناہوں کا ارتکاب اور اس کا سبب گناہ اور برائیاں ہیں، انہی کی وجہ سے کتنی نعمتیں زائل ہوگئیں، کتنی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں اور کتنی ذلت ورسوائیاں جھیلنی پڑی ہیں۔

مسلمانو! گناہوں کے بہت برے اثرات افراد وجماعت کے سامنے آتے ہیں۔ ان اثرات میں سے بعض دل اور بدن کو متاثر کرتے ہیں اور بعض تو دنیا وآخرت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں جن کے اثرات بد کو صرف اللہ ہی جانتا ہے اور گناہوں کے نقصانات اور برائیوں کے اثرات میں سے ہی بعض وہ بھی ہیں۔ جو تمام نوع بشر اور پورے معاشرے کو بالعموم نقصان پہونچاتے ہیں۔

## گناہ: باعث فقر و بے برکتی:

گناہوں اور برائیوں کے برے اثرات میں سے ہی یہ بھی ہیں کہ رزق وروزی سے محرومی، فقر وفاقہ کے پھیلنے اور بندوں کو حاصل شدہ اشیاء سے خیر وبرکت اٹھالے جانے کا سبب بنتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ"

"بندہ گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔"[1] (ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "نیکی چہرے کی رونق، دل کے لیے نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت اور مخلوق کے دلوں میں محبت کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ گناہ و برائی کی سیاہی، دل کے اندھیروں، جسم میں کمزوری، رزق میں کمی اور مخلوق کے دلوں میں بغض و ناراضگی کا سبب بنتی ہے۔"

کسی معاشرے میں جب گناہ اور نافرمانی عام ہو جائے تو ان لوگوں کے معاملات میں مشکلات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور ان کے سامنے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس معاشرے کے افراد اپنے سامنے خیر وبھلائی اور فوائد ومصالح کے دروازے بند پاتے ہیں اور کیوں نہ ہو جب کہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

"جو شخص اللہ کا تقوی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کے کام میں سہولت وآسانی پیدا کر دیتا ہے۔" (الطلاق:4)

1) ابن ماجہ، حدیث:4022۔

## گناہ باعث ذلت:

نافرمانی وگناہ بندے کے اپنے رب کی نظروں سے گرنے اور اس کے سامنے ذلیل و بے وقعت ہو جانے کا سبب ہیں۔حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: "هَانُوا عَلَيْهِ فَعَصَوْهُ وَلَوْ عَزُّوا عَلَيْهِ لَعَصَمَهُمْ"

"وہ لوگ اللہ کے سامنے بے دام ہو گئے لہذا انہوں نے نافرمانی وگناہ کئے اگر وہ اللہ کو عزیز ہوتے تو اللہ انہیں گناہ سے بچا لیتا۔"[1]

اور جب بندہ رب کے سامنے بے قیمت ہو جاتا ہے تو پھر اس کی کوئی بھی عزت نہیں کرتا۔جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ﴾

"جسے اللہ ذلیل کر دے، اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔" (الحج:18)

مسلم معاشرے میں جب معاصی وکبیرہ گناہ پھیل گئے اور افراد معاشرہ میں برائیوں اور گناہوں کی کثرت ہوگئی تو یہ چیزیں اس معاشرے کی ذلت و رسوائی اور تمام مخلوقات کے سامنے ان کی بے وقعتی کا سبب بن گئیں،مسند احمد میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: وجُعِلَتِ الذِّلَّةُ والصَّغَارُ على مَن خالف أمري۔

"میرے احکام کی نافرمانی میں ذلت و رسوائی ہے۔"[2] (مسند احمد)

عزت وشرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾

"جو شخص عزت کا طلب گار ہے، تو عزت تو سب اللہ کی ہے۔" (فاطر:10)

جب قبرص (سائپرس) فتح ہوا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ رونے لگے۔لوگوں نے پوچھا: آج جب کہ اللہ تعالی نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی ہے تو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "لوگ جب اللہ کے احکام کو ترک کر دیں تو وہ اللہ کے نزدیک بہت کمتر ہو جاتے ہیں جب کہ امت اسلامیہ تو ایک غالب قوم ہے، ان کے ہاتھ میں حکومت ہے، انہوں نے اللہ کے احکام کو ضائع کرنا شروع کر دیا اور آج نتیجہ آپ کے سامنے ہے، حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"

"قریب کہ تم پر ہر جانب سے قومیں یوں ٹوٹ پڑیں جیسے بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر پل پڑتے ہیں، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا مسلمان اس وقت بہت کم رہ جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس وقت بڑی تعداد میں ہو گے لیکن

---

1) جامع العلوم والحکم:188۔

2) مسند احمد:2/50۔

تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے سیلاب پر تیرنے والی خس وخاشاک کی ہوتی ہے۔ دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت ختم کردی جائے گی اور تمہارے دلوں میں (وھن) گھر کرلے گا، صحابہ کرام نے پوچھا: "وھن کیا ہے؟" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔"[1] (ابوداؤد، مسند احمد)

اسی طرح مسند احمد اور سنن ابی داوٗد میں حسن درجہ کی سند سے مروی ارشاد نبوی ہے: "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ"

"جب تم بیع عینہ کے ذریعے کاروبار کرنے لگوگے، بیل کی دم پکڑلوگے اور زراعت و باغبانی پر رضامند ہوجاؤگے اور (اللہ کی راہ میں) جہاد کرنا چھوڑ بیٹھوگے تو تم پر اللہ ذلت وخواری مسلط کردے گا اور اسے اس وقت تک زائل نہیں کرے گا جب تک کہ تم اللہ کے دین کی طرف رجوع نہ کرلوگے۔"[2] (ابوداؤد)

اور ایک روایت میں ہے: أنزل الله عليكم من السماء بلاء فلا يرفعه عنكم حتى تراجعوا.

"اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے بلاء مصیبت نازل کردے گا اور اسے اس وقت تک رفع نہیں کرے گا جب تک تم اللہ کے دین کی طرف رجوع نہ کروگے۔"[3] (مسند احمد، سنن ابی داوٗد وبسند حسن)

یہی وجہ ہے کہ بعض سلف صالحین امت ان الفاظ میں دعا کیا کرتے تھے: " اللهم أعزّني بطاعتك ولا تذلّني بمعصيتك "

"اے اللہ اپنی اطاعت کے ذریعے مجھے عزت عطا فرما اور اپنی نافرمانی کے سبب مجھے ذلت سے دوچار نہ کر۔"

## بحر و برّ کا بگاڑ: گناہوں کا نتیجہ:

برادران اسلام! بندوں اور ملکوں پر گناہوں کے جو آثار مرتب ہوتے ہیں ان میں ہی یہ بھی ہے کہ ذنوب ومعاصی کے نتیجے میں زمین میں طرح طرح کے فساد و بگاڑ رونما ہوتے ہیں، جیسے پانی کا خراب ہوجانا، ہوا کا نقصان دہ ہوجانا (آب وہوا کا بگڑ جانا) کھیتوں، پھلوں اور رہائشوں کا خراب ہوجانا اور ایسے ہی دیگر بگاڑ رونما ہوجاتے ہیں اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

"خشکی وتری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد و بگاڑ پیدا ہوگیا ہے، تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔" (الروم:41)

اور یہاں فساد و بگاڑ سے مراد نقص وکمی اور الام ومصائب ہیں جو بندوں کے گناہوں کے نتیجہ میں زمین میں رونما ہوتے ہیں۔ لوگ جب گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اللہ تب ان پر کوئی سزا نازل کرتا ہے۔

بعض سلف صالحین امت نے کہا ہے: "تم جب جب گناہ کروگے، اللہ تم پر تب تب عذاب وسزا نازل کرے گا۔"

---

1) ابوداؤد، حدیث:4297۔

2) ابوداؤد، حدیث:3462۔

3) مسند احمد:2/28۔

امام مجاہد کہتے ہیں: ”جب کسی ظالم شخص کو حاکم بنالیا جائے اور وہ زمین میں ظلم وفساد مچادے تو اللہ بارش روک دیتا ہے یہاں تک کہ فصلیں برباد اور جانور ہلاک ہوجاتے ہیں۔“ اور پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں ارشاد باری تعالی ہے کہ: خشکی وتری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد وبگاڑ پیدا ہوگیا ہے اور پھر انہوں نے مزید فرمایا: ”یہاں بحر سے مراد عام معنی کا سمندر نہیں بلکہ تمہارا ہر گاؤں جو کسی بہتے پانی کے کنارے پر ہے وہ بحر ہے۔“

ایسا ہی معنی دیگر مفسرین نے بھی بیان فرمایا ہے۔

## پانچ گناہ اوران کے اثرات:

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا. وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَؤُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا. وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ. وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ، إِلَّا جَعَلَ اللهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.''[1] (سنن ابن ماجہ)

”اے مہاجرین! پانچ باتیں ایسی ہیں کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہوجاؤ:

(1) کسی قوم میں جب فحاشی وزناکاری عام ہوجاتی ہے حتی کہ وہ اس کا ارتکاب اعلانیہ کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالی انہیں طاعون جیسی بیماریوں اور دوسرے مصائب ومشکلات میں مبتلا کردیتا ہے جوکہ ان سے پہلے لوگوں نے کبھی نہ دیکھی تھیں۔

(2) جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی بیشی کرنے لگے تو اللہ اسے قحط سالی، تنگی رزق اور جور وجفا سلطان مبتلا کردیتا ہے۔

(3) جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرنا بند کردے تو اللہ ان پر بارشیں نازل کرنا بند کردیتا ہے۔ اگر زمین پر جانوروں کا وجود نہ ہوتو وہ کبھی بارش نازل نہ فرمائے۔

(4) کوئی قوم جب عہد وپیمان کا پاس کرنا چھوڑ دے تو اللہ ان پر بیرونی دشمنوں کو مسلط کردیتا ہے، اور وہ ان کا استحصال کرتے اوران کے ہاتھوں سے ہر چیز چھین کرلے جاتے ہیں۔

(5) اور جب ان کے حکام اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں گے تو اللہ ان کے ملکوں میں خانہ جنگی شروع کروادے گا۔

مسند احمد میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إذا ظهرت المعاصي في أمّتي عمّهم الله بعذاب من عنده.

---

1) ابن ماجہ، حدیث: 4019۔

"جب میری امت میں گناہ عام ہو جائیں گے تو اللہ انہیں عمومی عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"[1] (مسند احمد)

## گناہ: باعث تسلط اعداء:

برادران ایمان! بندوں کے ذنوب ومعاصی کا ان پر جو اثر ہوتا ہے۔اسی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ دشمن مسلط ہو جاتا ہے اور برے لوگ نیک لوگوں پر غالب آجاتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ "

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں اس کی جان ہے تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ اللہ تم پر عذاب نازل کر دے گا کہ تم اسے پکارو گے مگر تمہاری دعاء و پکار بھی نہیں سنی جائے گی۔"[2] (ترمذی، امام ترمذی ومنذری وغیرہ نے اس حدیث کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے)

## گناہ: باعث زوال نعمت:

مسلمانو! گناہوں کی دنیوی سزاؤں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ان کے نتیجے میں نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔عذاب نازل ہوتے ہیں، امن وامان کی جگہ خوف وہراس، سعادت کی جگہ شقاوت اور صلاح کی جگہ فساد و بگاڑ رونما ہو جاتے ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

"اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی فعلوں کے نتیجے میں ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔" (الشوری:30)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما نزل بلاء إلا بذنب ولا رفع بلاء إلا بتوبة۔

"کوئی بلاء ومصیبت صرف گناہ کے نتیجہ میں نازل ہوتی ہے اور صرف توبہ کے نتیجے میں رفع کی جاتی ہے۔"[3]

بندے جب بھی اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو معصیت ونافرمانی میں، اس کی نعمتوں کے شکر کو کفران نعمت میں، اس کی رضاء وخوشنودی کے اسباب کو اس کی ناراضگی کے اسباب میں بدل دیں گے تو اللہ ان پر نازل کردہ نعمتوں کو نقمتوں میں بدل دے گا اور جب وہ معصیت ونافرمانی چھوڑ کر اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگیں تو اللہ بھی عقوبت وسزا کو عافیت میں، ذلت ورسوائی کو عزت وشرف میں اور شقاوت وبدحالی کو سعادت وخوشی، راحت وسکون اور اطمینان وسرور میں بدل دے گا، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾

"اللہ اسی (نعمت) کو جو کسی قوم کو حاصل ہے، نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے، اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے

---

1) مسند احمد: 6/304۔

2) ترمذی، حدیث: 2169۔

3) طریق الہجرتین: 415۔

تو وہ پھر نہیں بچ سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار کوئی نہیں ہوتا۔" (الرعد:11)

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے:﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

"یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے، جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں، اللہ اسے نہیں بدلا کرتا، اور بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔" (الانفال:53)

## گناہ: باعث امراض نفس:

مسلمانو! نافرمانیوں اور گناہوں کی دنیوی سزاؤں میں سے ہی یہ بھی ہے کہ افراد معاشرہ میں نفسیاتی امراض پھیل جاتے ہیں، خوف و ہراس عام ہو جاتا ہے، قلق و اضطراب جڑ پکڑ لیتے ہیں اور غم وفکر دامن گیر رہنے لگتے ہیں اور یہ اس لئے کہ گناہ دلوں کو صحت مندی سے نکال کر بیماری میں اور استقامت سے پھیر کر کجروی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ دل مسلسل بیماری میں مبتلا رہتا ہے۔ اسے کوئی غذا بھی فائدہ نہیں دیتی حالانکہ وہی غذائیں دلوں کی حیات و زندگی اور صلاح وسنوارنے کا باعث ہوتی ہیں۔ گناہوں کا اثر دلوں پر اس طرح ہوتا ہے جس طرح کہ بدنوں پر بیماریوں کا اثر ہوتا ہے بلکہ گناہ تو دلوں کی وہ بیماریاں ہیں جن کا کوئی علاج و دواء بھی نہیں سوائے اس کے کہ ارتکاب گناہ کو ترک کر دیا جائے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ [13] وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾

"بیشک نیک وکار نعمتوں (کی جنت) میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں۔" (الانفطار:13-14)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ:" یہ نہ سمجھو کہ اس آیت میں مذکور نعمتیں صرف آخرت کی نعمتوں میں ہی منحصر ہیں۔ اسی طرح ہی جحیم (جہنم) بھی صرف آخرت کی جہنم ہی ہے، نہیں بلکہ ان سے مراد تینوں عالموں (جہانوں) کی نعمتیں اور عذاب مراد ہیں، دنیا کی زندگی، حیات برزخ، اور دار آخرت، یہ جنت میں مزے کریں گے اور وہ جہنم میں عذاب وسزا بھگتیں گے۔ دل کی نعمت کے سوا کونسی نعمت ہے اور دل کے عذاب سے بڑھ کر اور کونسا عذاب ہے اور خوف و پریشان غم وفکر اور سینے کی تنگی سے بڑھ کر سخت عذاب اور کونسا ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ اہل اطاعت وتقوی غموں پریشانیوں سے دو اور قلق و اضطراب جیسی تمام نفسیاتی بیماریوں یا عذابوں سے بہت بعید ہوں گے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"پھر جو شخص ایمان لائے اور نیک وکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (الانعام:48)

ایسے ہی ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔"

(الاحقاف:13)

اللہ والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو تو یقینا فوز وفلاح و کامیابی پا جاؤ گے اور اس کی نافرمانی و گناہ سے اجتناب کرو ،سعادت وخوشی تمہارا مقدر ہوگی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے گا، تو بیشک وہ یقیناً بڑی فوز و فلاح (اور عظیم مراد) پائے گا"

(الاحزاب:71)

## گناہ: باعث بے برکتی:

برادران ایمان! گناہ اور نافرمانیاں دین و دنیا کی برکتیں مٹا کر رکھ دیتی ہیں، اسی طرح یہ عمر و رزق، علم و عمل اور ہر چیز کی برکتوں کی قاتل ثابت ہوتی ہیں بلکہ زمین سے برکتیں مٹتی ہی گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں ہیں ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آئے اور متقی و پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر زمین و آسمان کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی (جھٹلایا) سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے انہیں پکڑ لیا" (الاعراف:96)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا[16] لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾

"اور (اے پیغمبر) یہ بھی (ان سے کہہ دیں) کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے، تاکہ اس سے ان کی آزمائش کریں" (الجن:16-17)

## گناہوں کا لامحدود اثر:

نافرمان کی نافرمانی و گناہ صرف اسی کے لیے باعث نحوست نہیں ہوتے بلکہ اس کا اثر دوسرے سب لوگوں پر بھی پڑتا ہے حتی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ الْحُبَارَى لَتَمُوتُ فِي وَكْرِهَا مِنْ ظُلْمِ الظَّالِمِ "

"ظالموں کے ظلم کا اثر اتنا دور رس ہوتا ہے کہ سرخاب اپنے گھونسلے میں اس کے نتیجہ میں مر جاتا ہے" [1]

امام مجاہد فرماتے ہیں: إِنَّ الْبَهَائِمَ تَلْعَنُ عُصَاةَ بَنِي آدَمَ إِذَا اشْتَدَّتِ السَّنَةُ، وَأُمْسِكَ الْمَطَرُ، وَتَقُولُ: هَذَا بِشُؤْمِ مَعْصِيَةِ ابْنِ آدَمَ.

"اگر قحط زور پکڑ جائے اور بارش نازل ہونا رک جائے تو جانور بھی بنی آدم کے گناہگاروں پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قحط وغیرہ سب بنی آدم کے گناہوں کا نتیجہ ہیں" [2]

## گناہوں کا ایک عجیب اثر:

یہ گناہ اور نافرمانی بندے پر مخلوقات کی ان چیزوں کو بھی جری کر دیتے ہیں جن کی ویسے انسان پر غالب آنے کی جرات نہیں ہوتی، یہ شیطانوں کو اذیت پہونچانے، اغواء کرنے، وسوسہ اندازی کرنے، خوف و ہراس میں مبتلا کرنے، غمناک کر دینے، انسان کے فائدے کی چیزوں کو بھلا دینے اور اس کے ذہن سے نکال دینے اور جنہیں بھلا دینے میں ہی انسان کی عافیت و بہتری ہے ان اشیاء کو یاد دلانے میں شیطان

1) البیہقی فی شعب الایمان:7479۔
2) جامع البیان لابن جریر:2/54۔

کے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

یہ گناہ و نافرمانی انسانی شیطانوں کو بھی انہیں نقصان پہنچانے پر جری کر دیتے ہیں چاہے وہ ان کی موجودگی میں ہو یا عدم موجودگی میں۔ بلکہ گناہ گار و نافرمان کے اہل و عیال، خدم و حشم، اولاد و احفاد اور پڑوسی بھی اس پر جسارتیں کرنے لگتے ہیں۔

بعض سلف امت کا قول ہے: إني لأعصي الله فأعرف ذلك في خُلق دابتي وامرأتي.

”میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہوں اور اس کا اثر اپنی بیوی اور سواری کے جانور میں دیکھ لیتا ہوں۔“[1]

بہر حال اللہ تعالی اپنے فرمانبردار اور مومن بندوں سے دنیا و آخرت کے تمام مضرات و نقصانات اور مشکلات و مصائب کو دور کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

”اللہ تو مومنوں کا ان کے دشمنوں سے دفاع کرتا ہے۔“ (الحج:38)

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) جامع العلوم والحکم: 187۔

# حیات طیبہ (عیش وآرام کی زندگی)

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباري الثبيتي حفظہ اللہ
7/11/1423ھ 10/1/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا خوف کھانے کی تاکید کرتا ہوں، کیونکہ یہ تقوی وخوف الٰہی ہی دنیا وآخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

"جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک وآرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔" (النحل: 97)

## حیات طیبہ کا مفہوم:

مفسرین کرام نے اس آیت میں وارد حیات طیبہ کے معنی ومفہوم کی تعیین کے لیے کئی اقوال ذکر کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس سے مراد دنیا میں پاک وحلال روزی، یا قناعت وکفایت اور رضاء ومرضی وغیرہ ہے، لیکن علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان سے کہیں عمیق معنی کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "صحیح تر بات یہ ہے کہ حیات طیبہ سے مراد دل کی زندگی، اس کی نعمتیں، بہجت وسرور اور ایمان کی وجہ سے حاصل ہونے والی خوشی ہے۔ دل کو معرفت الٰہی، محبت الٰہی، انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ کی وجہ سے حاصل ہونے والی خوشیاں مراد ہیں۔" دل سلیم کے مالک شخص کی مطمئن زندگی سے بہتر اور اس کی ناز ونعمت کی حالت سے اعلی حالت ونعمت کوئی نہیں سوائے جنت کی نعمتوں کے جیسا کہ بعض عارفین کہتے ہیں:

"بعض دفعہ مجھ پر ایسے اوقات آتے ہیں کہ جن کے دوران میں کہتا ہوں کہ اگر اہل جنت ان جیسے حالات میں ہوں گے تو ان کی زندگی بہت ہی اعلی ہوگی اور جب دل کی زندگی آرام وسکون کی زندگی ہو تو دوسرے اعضاء کی زندگی بھی اسی کے تابع ہونے کی وجہ سے پرسکون آرام کی ہوگی کیونکہ باقی سارے اعضاء تو گویا دل کی ملکیت ہیں۔"

## اسباب حزن وملال:

ہم ایک ایسے دور میں آگئے ہیں کہ جس میں غموں اور پریشانیوں کی کثرت ہوگئی ہے۔ اس میں فتنے اور مصائب ومشکلات بہت بڑھ گئیں ہیں اور بغض ونفرت عام ہوگئی، مصروفیات کی بھرمار کا کوئی حساب ہی نہیں رہا جن میں لوگ باولے ہوئے پھرتے ہیں۔

## مادی ترقی روحانی انحطاط:

دور حاضر میں زندگی نے انسان کے لیے عیش وعشرت اور لذت کام ودھن کے نئے نئے طریقے تو ایجاد کر لئے ہیں، مگر حقیقی حیات طیبہ، دل

کی سعادت وخوشی اور نفسیاتی اطمینان وسکون مہیا نہیں کر سکی۔

علوم معاصرہ ترقی کی اعلی منازل کو تو چھونے لگے ہیں مگر انہوں نے صرف جنسی و مادّی عیش وعشرت، صرف ظاہری لذت اور محض مشینی قسم کا سکون وآرام مہیا کیا ہے، دلی اور نفسیاتی سکون وآرام اور راحت واطمینان کے اجزاء کو بھی نہیں پہنچے۔ اور نہ ہی نفس ودل نے ابھی ان علوم جدیدہ کے حوالے سے عیش وآرام کی حقیقی کی زندگی دیکھی ہے۔

بعض لوگ رزق برق روشنیوں، جھوٹے مناصب ومراتب اور بڑی بڑی گاڑیوں کے ساتھ حیات طیبہ کو جوڑ دیتے ہیں۔

بعض دوسرے لوگ کثرت مال، شہوت رانی کی دلدل میں لت پت اور شراب وشباب کے نشے میں مست رہنے کو حیات طیبہ کا نام دے لیا ہے اور ایک تیسرا گروہ سمجھتا ہے کہ بڑے بڑے محلات اور حویلیوں میں زندگی گزارنا اور نرم وگداز مخملیں گدوں پر ٹیک لگانے کا نام حیات طیبہ ہے، جبکہ یہ سب خام خیالیاں ہیں۔

## خوشحال زندگی کیسے؟

مایوسی، قلق واضطراب، رنج والم دنیا میں موجیں مار رہے ہیں، سرکشی، اختلافات وگروہ بندی اور شقاوت وبدبختی موجودہ دور والی زندگی کی نشانی بن گئی ہیں۔ انتہائی لاقانونیت وانارکی دنیا کا گلا گھونٹ رہی ہے اور رہے سہے نظام کے بھی بخیئے ادھڑ رہی ہے اور زندگی (حیات طیبہ) کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہے اور پرسکون واطمینان اور پر استقرار زندگی ہر انسان کا مطلوب ہے اور ہر صاحب عقل ودانش کا مقصود ہے۔ اس امن واستقرار والی زندگی کا مزہ ہم کیسے لوٹ سکتے ہیں، اپنے معاشرے میں ایسی زندگی کیسے جی سکتے ہیں؟ اپنی آئندہ نسلوں کے لیے اس زندگی کی ضمانت کیسے دے سکتے ہیں؟ ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾

"جس نے نیک عمل کیا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، تو ہم اسے (دنیا میں) پاک وآرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے۔" (النحل:97)

## ایمان وعمل:

اس ارشاد گرامی میں اللہ تعالی نے عمل صالح کے ساتھ ہی ایمان کی شرط بھی عائد کی ہے جو کہ زندگی کا آرام مہیا کرنے کا باعث ہے، وہ زندگی کو پر امن وقرار، نفس کو خوشحال اور دل کو فارغ البال بناتا ہے اور یہ ایمان ہی بندے کا معاملہ درست کرتا، اسے رضا ومرضی عطا کرتا اور آرام دہ زندگی (حیات طیبہ) کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالی کے ہی خالق ومالک ورازق اور معبود ہونے پر مکمل ایمان لانا ہی حیات طیبہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور یہی بات اللہ تعالی نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾

"جس نے نیک عمل کیا، وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی لایا۔" (النحل:97)

## بے خوفی کے اسباب:

بندے نے جب اپنے رب تعالیٰ کو اس کی صفات واسماءِ حسنیٰ کے ساتھ پہچان لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو وہ پھر کسی دوسرے سے نہ ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔

## بے خوفی کا حصول:

اللہ تعالیٰ کے نبی داوٗد علیہ السلام کی طرف دیکھیں، جب ان کی قوم نے انھیں اپنے معبودان باطلہ سے ڈرانا چاہا تو انھوں نے انھیں کس طرح چیلنج کیا اور فرمایا: ﴿إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ[54] مِنْ دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ[55] إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

”اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنہیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سب سے بری و بیزار ہوں (جن کی) اللہ کے سوا (تم عبادت کرتے ہو) تم سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنا چاہو کر لو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو، میں اللہ پر جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسہ کرتا ہوں، (زمین پر) جو بھی چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کی چوٹی (کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے) بیشک میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔“ (ہود:55-56)

اس پوری کائنات کا بادشاہ اور اس سارے جہان کا مالک کون ہے؟ اس سب کچھ کا خالق کون ہے؟ وہ اللہ ہے جو کہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا پالنے بڑھانے والا ہے وہ اکیلا ہی تمام کائنات کا مدبر و کارساز ہے، وہ نیچے گرانے والا اور پر اٹھانے والا ہے وہ عزت بخشنے اور وہی ذلیل ورسوا کرنے والا ہے، وہی نفع بخشنے والا اور نقصان پہونچانے والا ہے، وہ ہی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز کی قدرت رکھنے والا ہے، وہ زمین اور آسمان کو قائم رکھنے والا ہے۔ جب بندے کو اس بات کا علم ہو جائے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے رب کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور اس کی اطاعت اور اسی کے سامنے انکساری میں ہی اپنی عزت سمجھے، دوسری کسی جگہ عزت تلاش نہ کرے، کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے سوا کسی کے ساتھ اپنے دل کا رشتہ قائم کرے۔ اسے جتنے بھی مصائب ومشکلات اور سختیاں آئیں وہ صرف اسی اکیلے کی طرف رجوع کرے اور صرف اسے ہی اپنا ملجا وماوی مانے کیونکہ وہی اکیلا ہی اس کا رب، اس کا مالک، اس کے تمام امور کو بنانے اور چلانے والا ہے، اگر کسی نے ایسا کر لیا تو وہ نفسیاتی اطمینان وسکون پائے گا، ثابت قدم رہے گا اور اس کا دل مضبوط ہوگا کیونکہ ایسا کرنے سے اسے معلوم ہوگا کہ وہ ایسے سہارے کی طرف متوجہ ہو رہا ہے جو کہ بہت ہی مضبوط ہے اور وہ ایسی ذات کی پناہ اور سہارا لے رہا ہے جو کہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ (شہنشاہ) ہے۔ اس نے اس ذات پر توکل و بھروسہ کیا ہے جو کہ زندہ ہے جسے کبھی موت آنے والی نہیں ہے۔ یہ چیز اس کے لئے نفسیاتی اطمینان وسکون کا باعث ہوگی اور اسے حیات طیبہ سے ہمکنار کئے رکھے گی۔

## امن وسکون کیسے؟

جو اس طرح ہو گیا، اس نے امن وامان اور نفسیاتی سکون واطمینان پا لیا کیونکہ ایسا کر لینے سے صرف ایک پروردگار کا بندہ ہو جائے گا اس کی

توجہ کا مرکز صرف ایک ہی ذات ہوگی۔ نہ اس کا نفس بکھرے گا اور نہ ہی اس کی توجہ ادھر ادھر بھٹکے گی، وہ بندہ جو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ صرف اللہ تعالی ہی ساری کائنات کا مالک ہے اور وہ تمام حاکموں کا بھی حاکم ہے تو پھر وہ کسی تکلیف کو دور کرنے یا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے کسی غیر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا ہے اللہ کی شریعت کے ہوتے ہوئے کسی غیر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے، اللہ کی نافرمانی میں کسی شہوت پرستی میں مبتلا ہے، کسی ظالم وجابر باغی کے ظلم وجبر سے ڈرتے ہوئے اس سے امیدیں وابستہ کرے اور اللہ کی بجائے دنیا کو ہی اپنا معبود بنائے بیٹھا ہو تو وہ بد بخت ہے جو متعدد چیزوں کے مابین مشترک ہے اور ہر کوئی اس میں اپنا حق جتا رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المزاج اور) بدخو اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا (غلام) ہے بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ (نہیں) الحمد للہ، بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (الزمر:29)

## تقوی واطاعت:

حیات طیبہ کو حاصل کرنے کے ذرائع میں سے اللہ کا بایں طور تقوی اختیار کرنا کہ بندہ اس کے عائد کردہ فرائض ادا کرے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب و پرہیز کرے۔ اگر کوئی تنگی وترشی میں ہو تو اپنے بارے میں اور اپنے مال اموال کے بارے میں اللہ کا تقوی وخوف اختیار کریں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[62] الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ[63] لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"سن رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور متقی و پرہیز گار بنے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت وخوشی ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی (حصول بشارت) تو بڑی کامیابی ہے۔" (یونس:62-64)

اللہ کا تقوی وخوف رکھنے والا مومن سب سے زیادہ خوشگوار زندگی والا، سب سے زیادہ مطمئن دل والا، سب سے زیادہ کھلے اور ٹھنڈے سینے والا اور سب سے زیادہ خوش دل ہے۔ اور آخرت میں ملنے والی جنت کا ایک معمولی سا نمونہ یا دنیوی جنت ہے۔

## نماز:

حیات طیبہ کو پانے کا ایک عظیم ذریعہ نماز بھی ہے، یہ دل کی شرح ٹھنڈک کا ذریعہ ہے اور تنگی کو دور کرنے والی ہے، یہ دل میں راحت و اطمینان کی نبضیں چلاتی ہے۔ بندہ ایسے ہوتا ہے جیسے جیل یا تنگی میں مبتلا ہے اور جیسے وہ نماز شروع کرتا ہے تو اس کے ساتھ یا اس کے ذریعے راحت پاتا ہے نہ کہ اس سے، یہ نماز بندے کو قوت ایمانی عطا کرتی ہے اور اسے زندگی کی مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے مدد دیتی ہے، اسی کے ذریعے تمام غم و پریشانیاں اور دکھ درد زائل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾

"اور (رنج وتکلیف میں) صبر ونماز سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو خشوع وعاجزی کرنے والے ہیں۔" (البقرہ:45)

ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حدیث میں ہے: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى"
"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو فوراً نماز میں مصروف ہو جاتے۔"[1] (ابوداؤد، صحیح بخاری)

## ذکرِ الٰہی:

حیاتِ طیبہ کے حصول کے اہم ترین ذرائع میں سے ہی دائمی طور پر ذکرِ الٰہی کو اختیار کرنا ہے، ذکرِ الٰہی اطمینانِ قلب، سکونِ نفس اور تمام شر ورو مصائب سے نفس کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے ذکر سے بھرپور دل بہت ہی قوی ومضبوط ہوتا ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے ہرگز نہیں ڈرتا اور یہ اس لیے کہ وہ ہمیشہ اللہ کو اپنے ساتھ سمجھتا ہے اور خود اللہ نے ہی ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي" (ترمذی، مسند احمد)
"میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے، یاد کرے اور میرے ذکر کے ساتھ وہ اپنے ہونٹوں کو ہلائے۔"[2]

## توبہ واستغفار:

دنیا وآخرت میں حیاتِ طیبہ پانے کے لیے اہم ذریعہ بندے کو اللہ کا توبہ واستغفار کی ہدایت دینا کہ جب بھی بندہ کوئی گناہ کرے یا نافرمانی کا مرتکب ہو تو فوراً تائب ہو اور اللہ سے مغفرت طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾
"جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور دل کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتے ہیں۔" (الاعراف:201)

## قناعت وکفایت شعاری:

حیاتِ طیبہ کا بھید رزق میں قناعت وکفایت اور اللہ کی تقسیم پر رضاء وخوشی میں پوشیدہ ہے اور اس بات کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:
"مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا"
"تم میں سے جو شخص اپنے گھر میں پرامن صبح کرے، جسمانی طور پر وہ صحت مند وسلامت ہو، اس کے پاس اس کے کھانے کا انتظام موجود ہے تو وہ سمجھ لے کہ گویا اس کے پاس ساری دنیا اکٹھی ہو کر آگئی ہے۔"[3] (ترمذی)
اور ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے: "جو شخص اسلام لے آیا، حسبِ کفایہ اسے رزق دیا گیا اور جو اسے ملا اس پر اللہ نے اسے قناعت کی تقسیم

---

1) ابوداؤد، حدیث:1319۔
2) ترمذی، حدیث:2388۔
3) ترمذی، حدیث:2346۔

دی تو سمجھ لیں کہ وہ فلاح پا گیا۔" (صحیح مسلم)

## زندگی دو بھر کرنے کے اسباب:

لوگوں کے ہاتھوں میں دنیا کی ریل پیل دیکھنا اور اس پر للچائی ہوئی نظریں ڈالنا تمھیں ایسے غم سے دو چار کر دے گا جو آپ کی زندگی کو تلخ بنا دے گا اور ایسے درد کا شکار کر دے گا جو صفا حیات کو گدلا کر دے گا، بکثرت لوگوں کی زندگی کو اجیرن کرنے والی چیز آج کل یہ ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر کفایت کرتے ہوئے راضی نہیں ہوتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنے مال و منصب میں اوپر والے کی طرف ہی جھانکتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہمیں صحیح طرز عمل کی طرف راہنمائی کرتی ہے: "انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ"

"اس کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے، اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے اگر تم نے اس طرز عمل کو اپنا لیا تو اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی نوبت نہیں آئے گی۔"[1] (ترمذی)

آپ کے پاس چاہے کتنا ہی کم مال ہو اور حالات چاہے کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں پھر بھی آپ ایسے ہزاروں لاکھوں لوگوں سے بہتر ہیں جو حسب و نسب اور علم و عقل کے اعتبار سے آپ سے بہتر ہیں۔

## مختصر زندگی:

زندگی بہت چھوٹی ہے، اسے غموں کے سپرد نہ کر دیں کہ وہ اسے بگاڑ کر تباہ کر دیں اور نہ ہی اسے گدلے پن میں مبتلا کر کے ختم کر بیٹھیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: "جسم کی راحت و سکون کم کھانے میں ہے، نفس کی راحت کم گناہ کرنے میں ہے، دل کا سکون کم پرواہ کرنے میں ہے اور زبان کی راحت و آرام کم بولنے میں ہے۔"

مستقبل سے پرامید رہنا اور زندگی کے بارے میں نیک فال و فارغ البال رہنا دل کو بہجت و سرور میں مغمور و معمور رکھتا ہے، بندۂ مسلم اپنی زندگی میں خوشحال ہو جاتا ہے، مستقبل میں اس کا امید ہونا اس کے رنج و الام کو پونچھ دیتا جو بالآخر اللہ سے حسن ظن پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

## زندگی کا نکھار:

نیکی کرنے اور محتاج و ضرورتمند کی مدد کرنے سے زندگی میں نکھار و قرار آتا ہے، لوگوں کے کام آنا اور انھیں خوش کرنے کا اہتمام کرنا خوشحال زندگی کے حصول کا سبب بنتا ہے۔

اے مسلمانو! تمھیں زندگی کی صحیح لذت و مزہ لینے کے لیے کمزوروں اور کم نصیب لوگوں کے دلوں میں بہجت و سرور داخل کرنے کے لیے کوشاں رہنا چاہیئے۔ جی ہاں، آپ جب کبھی کسی انسان کی سعادت و خوشی کا باعث بنیں گے تو آپ کے روئیں روئیں میں سعادت و خوشی کی لہر دوڑ

1) ترمذی، حدیث: 2513۔

جائے گی۔

## تمام رنج والم کو یکجا کرنا:

تمام غموں اور پریشانیوں کو یکجا کر کے اللہ کی مرضی پر محمول کر دینا زندگی کے آلام، حیات قلب اور انس محبوب کا باعث ہوتا ہے اور جو شخص اپنے غموں کا دکھڑا کھول بیٹھے وہ ان میں مبتلائے عذاب ہو جاتا ہے اور وہ اسے بالآخر ہلاکت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے تمام غموں کو غم آخرت میں ضم کر دیا، اللہ دنیا کے تمام غموں کو زائل کرنے کے لیے اسے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص دنیا کے بارے میں طرح طرح کے غموں میں مبتلا رہا، اللہ اس کے بارے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ جس وادی چاہے ہلاک ہوتا رہے۔“ (ابن ماجہ)

## صحت تفکیر وارادہ:

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: ”اس شخص کی زندگی سے زیادہ پرسکون واطمینان زندگی اور کونسی ہو سکتی ہے جو شخص اپنے تمام غموں کو جمع کر کے صرف ایک ہی غم بنالے اور اسے اللہ کی رضاء ومرضی کے تابع کر دے اور اس کا دل ادھر ادھر نہ بھٹکے اور نہ بکھرے بلکہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے افکار وارادہ بھی مجتمع ہو جائیں، جو کہ وادی وادی میں ٹکڑے ٹکڑے بکھرتے پھر رہے تھے اور سب کا اللہ سے تعلق استوار کر لے تو اس کا اپنے محبوب اعلی کا ذکر کرنا، اس کی ملاقات کی محبت وشوق اور اس کے قرب کا انس پانے کا جذبہ اس پر غالب آجائے، اس کے تمام ارادے، افکار اور غم والم سب اللہ کے لیے ہو جائیں۔ اگر وہ خاموش رہے تو اللہ کے لیے خاموش رہتا ہے۔ اگر اس کی زبان گویا ہو تو صرف اللہ کے لیے گویا ہوتی ہے، اگر سنے تو اللہ کے لیے سنے اور اگر دیکھے تو اللہ کی منشاء سے، اسی کی مدد سے پکڑتا ہے، اسی کے تعاون سے چلتا ہے، اس کی توفیق سے حرکت کرتا ہے اور اسی کی رضاء کے لیے وہ سکوت اختیار کرتا ہے، اسی کے لیے جیتا، اسی کے لیے مرتا ہے اور اسی کے حکم سے اٹھایا جائے گا۔

## صلاح دین:

حیات طیبہ کا حق صرف اسے ہی حاصل ہوتا ہے جو اللہ سے اس کے لئے مدد طلب کرے، اس کی طرف رجوع کرے اور اس سلسلہ میں اسے ہی ملجا وماوی مانے اور اللہ سے دین کی صلاح ودرستگی کا سوال کرتا رہے اور دنیا کی خوشحالی کی اس سے دعائیں مانگے۔ نبی اکرم ﷺ اسی کی دعائیں کرتے تھے اور وہی ہمیں بھی سکھلایا ہے۔ چنانچہ آپ دعا فرمایا کرتے تھے: " كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ "

”اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ "

"اے اللہ! میرے لئے دین کو سنوار دے جو کہ میرے معاملے کی عصمت (میرا بچاؤ) ہے اور میرے لئے میری دنیا سنوار دے جس میں میری روزی روٹی ہے اور میرے لئے میری آخرت سنوار دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا اور ہر خیر کے لیے میرے زندگی کو زیادہ کر دے اور ہر شر سے بچنے کے لیے میری موت کو میرے لئے باعث راحت بنا دے۔"[1]

صاف ستھرے اور مخیرانہ افکار آپ کی راہ متعین کرتے ہیں اور مفید اعمال آپ کے شب و روز کو مسرتوں سے لبریز کر دیتے ہیں۔ جو بلند افکار رہوا، اس کی زندگی بھی بلندیوں سے آشنا ہوگئی اور انتہائی خوشحال، فرحت افزاء اور خوشیوں کا گہوارہ ہوگئی۔ افکار کی بلندی زندگی میں روح پھونکتی ہے اور شریف اغراض مقاصد آپ کو ان فضاؤں میں لے جاتے ہیں جہاں آپ ہر قسم کی گندگیوں سے بالا ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا شکر کریں اور ہر مصیبت پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

"اور تمہارا مال اور راولاد ایسی چیز نہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں۔ ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔" (سبا:37)

## دنیا و آخرت:

دنیا میں اگر مومنوں کو خوشحال زندگی میسر آجائے تو یہ چیز ان کی آخرت میں کمی و نقص کا باعث نہیں ہوتی اور یہ اللہ جواد و کریم کا وعدہ ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

"ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔" (یونس:64)

اور اللہ تعالیٰ کا ہی یہ فرمان بھی ہے: ﴿نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

"ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق و دوست) ہیں۔" (حم السجدہ:31)

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح مسلم، حدیث:2720۔

# امانت وحقوق کی ادائیگی اور خیانت کی مذمت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

11/14/1423ھ 17/1/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

## امانت عظمی: دین:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا [72] لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

"ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے (مگر) انسان نے اسے اٹھالیا، وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے، (یہ اس لیے) تاکہ اللہ تعالی منافق مردوں، عورتوں اور مشرک مردوں، عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں، عورتوں کی توبہ قبول کرے، اور اللہ تعالی بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔" (الاحزاب: 72-73)

## ایک بوجھل امانت:

بیشک ایک بھاری بوجھ، ایک بہت بڑی ذمہ داری اور ایک اہم ترین چیز اس دنیا پر، آسمان، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی مگر وہ سب اسے اٹھانے سے ڈر گئے اور انہوں نے اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور پھر وہی امانت حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔ انہوں نے اسے اٹھالیا، اور ارشاد الٰہی کے کلمات (بیشک وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے) کا معنی یہ ہے کہ وہ انسان جو اس امانت کی ادائیگی میں اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو کما حقہ نبھانے میں کمی پیش کرے وہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔ یہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہیں۔

## ترجمان القرآن کی تفسیر:

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بالأمانة الطاعة والفرائض التي فرضها الله على عباده، عرضها على السماوات والأرض والجبال على أنهم إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، إن أدوها أثابهم وإن ضيعوها عذبهم، فكرهوا ذلك، وأشفقوا من غير معصية، ولكن تعظيما لدين الله أن لا يقوموا بها۔

"امانت سے مراد فرائض ہیں جو زمین، آسمانوں اور پہاڑوں پر پیش کئے گئے اور انہیں کہا گیا کہ اگر تم انہیں صحیح طرح سے ادا کرو گے تو تمہیں اجر وثواب ملے گا اور اگر انہیں ضائع کر دو تو اللہ تمہیں عذاب دے گا۔ یہ اختیار پا کر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی کوتاہیوں سے ڈرتے گئے کہ کہیں ان کا حق ادا نہ کر سکے تو مبتلائے عذاب نہ کر دیئے جائیں۔ ان کا یہ انکار اللہ کی نافرمانی نہیں تھا بلکہ وہ اللہ

کے دین (اطاعت) کی عظمت کے پیش نظر اسے اٹھانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔"

## حضرت حسن بصری کا قول:

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: عرضها على السبع الطباق الطرائق التي زينت بالنجوم، وحملة العرش العظيم، فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال: قيل لها إن أحسنت جزيت، وإن أسأت عوقبت، قالت: لا. ثم عرضها على الأرضين السبع الشداد التي شدت بالأوتاد، وذللت بالمهاد، قال فقيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال، قيل لها: إن أحسنت جزيت وإن أسأت عوقبت، قالت: لا. ثم عرضها على الجبال الشم الشوامخ الصعاب الصلاب، قال، قيل لها: هل تحملين الأمانة وما فيها؟ قالت: وما فيها؟ قال لها: إن أحسنت جزيت وأن أسأت عوقبت، قالت: لا

" اللہ تعالی نے اپنی اس امانت (دین) کو ساتوں آسمانوں پر پیش کیا جو ستاروں سے مزین کئے گئے ہیں، اسی طرح عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتوں پر بھی یہ امانت پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا کہ کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی کروگے تو تمہیں اس کی جزائے خیر ملے گی اور اگر تم نے اس کی صحیح طور پر ادائیگی نہ کی بلکہ اس میں سوءتصرف سے کام لیا تو پھر تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر یہ امانت سات سخت زمینوں پر پیش کی گئی اور انہیں کہا گیا: کیا تم اس امانت اور جو کچھ اس میں ہے اسے اٹھاتی ہو؟ زمینوں نے کہا: اس میں کیا ہے؟ اسے کہا گیا: اگر اس امانت کی صحیح طور پر ادائیگی کروگی تو اجر وثواب اور جزائے خیر پاؤ گی اور اگر اس کی ادائیگی میں کوتاہی کروگی تو تمہیں اس سوءتصرف پر عذاب وسزا دی جائے گی۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر یہی امانت دین پہاڑوں پر پیش کی گئی تو انھوں نے بھی انکار کر دیا۔"

## امانت کیا ہے؟

وہ امانت دراصل شرعی احکام، حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں، جس نے انہیں ادا کیا اس کے لئے اجر وثواب ہے اور جس نے انھیں ضائع کر دیا اس کے لئے عقاب وعذاب ہے،

امام احمد، بیہقی اور ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الصلاةُ أمانة، والوضوءُ أمانة، والوزن أمانةٌ، والكيل أمانة) وأشياء عدّدها، (وأشدُّ ذلك الودائع)

" نماز امانت ہے، وضوء امانت ہے، وزن کرنا امانت ہے، کسی چیز کو پیمانے سے ناپنا تولنا امانت ہے، اور پھر انہوں نے کئی چیزوں کو باری باری گنا، اور فرمایا کہ ان میں سے سب سے اہم امانت، لوگوں کی کسی کے سپرد کی گئی چیزیں ہیں۔"

## امانت میں خیانت کی مذمت:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: والغسل من الجنابة أمانة۔

"جنابت زائل کرنے کے لئے غسل کرنا امانت ہے۔اور جو شخص کمال امانت داری سے متصف ہوگیا اس نے اپنے دین کو مکمل کرلیا،اور جس نے امانت کی صفت کو گنوا دیا،اس نے دین کو ہی پھینک دیا۔"

اسی طرح معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے۔کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ"

"اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو کہ امانت دار نہیں۔"[1] (طبرانی)

اور مسند احمد و بزار اور معجم طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے:"لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ" (مسند احمد،بزار،طبرانی)

"اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا دین نہیں جو عہد کا پاسدار نہیں۔"[2]

## امانتداری: وصف انبیاء:

یہی وجہ ہے کہ امانت داری اللہ کے مبعوث کردہ رسولوں اور مقربین بندوں کی صفت تھی۔چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت نوح،ہود،اور صالح علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ [107] فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾

"میں تمہارے پاس ایک امانتدار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں،لہذا تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور میری اطاعت وفرمانبرداری کرو۔"

(الشعرآء:107-108)

## امانت کا قبض کیا جانا:

کسی میں جس قدر امانت داری کی صفت کم ہوتی جائے گی اس قدر اس سے ایمان کے شعبے اور درجات بھی کم ہوتے جائیں گے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:"امانت لوگوں کے دلوں کے وسط میں نازل کی گئی ،پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے قرآن سنت سے علم حاصل کیا۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس امانت کے اٹھائے جانے کے بارے میں بتایا اور فرمایا:"يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ، فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ، فَنَفِطَ، فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا، وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ، فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ، لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ: إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا، حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا أَجْلَدَهُ، مَا أَظْرَفَهُ، مَا أَعْقَلَهُ، وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ" (صحیح مسلم)

"ایک آدمی سوئے گا تو حالت نیند میں ہی اس کے دل سے امانت داری کی صفت سلب کرلی جائے گی،اور امانت کا اثر اس کے دل پر

1) طبرانی فی الاوسط،حدیث:2292۔

2) طبرانی فی الاوسط،حدیث:2606۔

صرف اتنا ہی رہ جائے گا کہ آپ اپنے پاؤں پر کوئی انگاری لڑھکائیں تو اس سے ایک آبلہ سا بن جاتا ہے جسے آپ محض سوجا ہوا پائیں گے لیکن اس کے اندر کوئی چیز نہ ہوگی، پھر آپ ﷺ نے ایک کنکری پکڑی اور اسے اپنے پاؤں پر لڑھکایا، بالآخر یہ عام ہو جائے گا کہ لوگ خرید وفروخت کریں گے لیکن امانت داری کا کوئی بھی خیال نہیں کرے گا اور یہ چیز اتنی نادر رہ جائے گی (کہ اگر کہیں کوئی ایسا شخص ہوگا تو وہ مشہور ہوگا اور کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی موجود ہے، اور لوگوں کے اوصاف کے ضمن میں عموماً یہ کہا جائے گا کہ فلاں آدمی کتنا ظریف الطبع وخوش مزاج ہے اور فلاں آدمی کتنا صاحب عقل و دانش ہے، لیکن اس میں سے کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔"[1] (صحیح مسلم)

## قبض امانت کا سبب:

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر امانت کو ضائع کرے گا اور سستی ولاپرواہی سے دین کے فرائض وواجبات ادا نہیں کرے گا اور عبادات کے حقوق کی ادائیگی میں خیانت کرے گا تو اسے یہ سزا دی جائے گی کہ اس کے دل سے امانت سلب کر لی جائے گی ورنہ اللہ تعالی کی ذات گرامی اس سے کہیں بالا ہے کہ وہ کسی کے دل سے بلا وجہ و بلا سبب ہی امانت کی صفت کو سلب کر لے اگر کوئی واجبات دین کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا اور حقوق العباد کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا مرتکب ہوگا تو اس کی سزا کے طور پر اس کے دل سے صفت امانت سلب کی جائے گی جیسا کہ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

"پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالی نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

(الصف:5)

## مفہوم امانت کی وسعتیں:

اس حدیث مذکورہ سابقہ کا آخری حصہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ امانت سے مراد ایمان ہے، اور وہ دین اور اس کے فرائض وواجبات سے عبارت ہے، توحید امانت ہے، نماز امانت ہے، زکاۃ امانت ہے، روزہ امانت ہے، حج امانت، صلہ رحم امانت ہے، نیکی کا حکم دینا امانت ہے، برائی سے روکنا امانت ہے، مال بھی ایک امانت ہے اس سے نافرمانی کرنے میں مدد نہ لی جائے، آنکھ بھی ایک امانت ہے، اس سے کسی ایسی چیز کی طرف نہ دیکھیں جسے دیکھنا آپ کے لئے اللہ نے حرام کر رکھا ہے، ہاتھ امانت ہے، شرمگاہ امانت ہے، پیٹ بھی امانت ہے، کوئی ایسی چیز ہرگز نہ کھائیں جس کا کھانا آپ کے لئے حلال نہیں ہے، اولاد بھی آپ کے پاس امانت ہے ان کی نیک تربیت میں کوئی کمی کوتاہی ہرگز نہ کریں۔ بیویاں بھی شوہروں کے پاس ایک امانت ہیں، ان کے حقوق کو ہرگز ضائع نہ کریں، شوہروں کے اپنی بیویوں پر جو حقوق ہیں وہ بھی امانت ہیں اور بندوں کے مادی ومعنوی تمام حقوق بھی امانت ہیں۔ ان کی ادائیگی میں بھی کمی نہ کی جائے اور اللہ تعالی نے امانتوں کی ادائیگی اور ان کے حقوق کو ادا کرنے پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے:﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

1) صحیح مسلم، حدیث:143۔

رَاعُونَ[8] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ[9] أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ[10] الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

"اور (فلاح پاگئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد و معاہدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی ومحافظت کرتے ہیں ،یہی وارث ہیں جو (جنت) فردوس کے وراث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" (المؤمنون:8-11)

جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اُكْفُلُوا لِي بِسِتِّ خِصَالٍ وَأَكْفُلُ لَكُمُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "الصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالْأَمَانَةُ، وَالْفَرْجُ، وَالْبَطْنُ، وَاللِّسَانُ"

"مجھے چھ چیزوں کی کفالت وضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں. میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ چھ چیزیں کیا ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز، زکات، شرمگاہ، پیٹ اور زبان۔"[1] (معجم طبرانی کبیر، امام منذری نے (الترغیب والترھیب میں) کہا ہے کہ اس کی سند پر کوئی خاص جرح نہیں ہے۔)

حدیث میں یہ بات بھی آگئی ہے کہ سب سے پہلے اپنے دین میں سے جو چیز تم ضائع کر بیٹھو گے، وہ امانت ہے اور پھر بالآخر اپنے دین کے اہم امور میں سے نماز کو بھی ضائع کر بیٹھو گے۔

## خیانت: باعث خلل و بگاڑ:

امانتوں کی ادائیگی میں کمی کوتاہی اور فرائض وواجبات دین کی ادائیگی میں سستی ولاپرواہی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں میں خلل وفساد اور بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے جس سے زندگی کا مزہ بڑا تلخ ہوجاتا ہے اور معاشرے کے افراد اور اکائیوں کے تعلقات ورشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور تمام خاص وعام مصالح وفوائد ضیاع اور خطرے میں پڑجاتے ہیں۔ تمام مفاہیم وموازین میں فساد وبگاڑ آجاتا ہے اور یہ دنیا کی بربادی کا اشارہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: "مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" (صحیح بخاری)

"قیامت کب آنے والی ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امانت کو ضائع کیا جانے لگے تو پھر قیامت کے جلد آنے کا انتظار کرو۔"[2]

اے اللہ کے بندو! امانتوں کی ادائیگی کا اہتمام کرو، امانتوں اور واجبات کا تحفظ کرو اور حرام اشیاء سے بچ کر رہو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ[32] وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ[33] وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ[34] أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ﴾

"اور (فلاح پاگئے) وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں اور وہ

1) معجم طبرانی کبیر، حدیث:4925۔
1) صحیح بخاری، حدیث:59۔

نمازوں پر محافظت ونگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔" (المعارج:32-35)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

"اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں واپس ادا کردو اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے۔" (النساء:58)

## مناصب وعہدے: ایک امانت:

یہ آیت مبارکہ تمام امانتوں کے لئے عام اور شامل ہے اور ان امانتوں میں سے ہی ہمارے یہ وظائف، مناصب، کام یا ڈیوٹیاں اور ان کے حقوق بھی ہیں جس نے ان حقوق کو بخیر وخوبی اسی طرح ادا کیا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کئے ہیں۔ اور وہ حقوق بھی باحسن طریق ادا کئے جن کے ساتھ مسلمانوں کی مصلحتیں وابستہ ہیں اور انہیں ہی پورا کرنے کے لئے انہیں ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں تو اس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی اور اپنی آخرت کے لیے بھی نیک کام کیا۔ اور جس نے وظائف ومناصب کے حقوق وواجبات کی ادائیگی میں تقصیر اور کمی کوتاہی کی اور لوگوں کے کام کرنے کی ذمہ داری نہ نبھائی یا کام کرنے پر رشوت ستانی کا ارتکاب کیا، یا مسلمانوں کے مال میں خرد برد کی، اس نے اپنی ذات کے ساتھ بھی دھوکہ کیا اور اپنے لئے وہ زاد راہ جمع کرلیا جو اسے تباہ وبرباد کردینے والا، اس نے اپنے آپ کے ساتھ ظلم وغداری کی۔ صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "إِذَا جَمَعَ اللهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، فَقِيلَ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ" (صحیح مسلم)

"قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پہلے اور آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو اکٹھا کرے گا تو ہر غدار کی علامت، ایک جھنڈے کی شکل میں بلند کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری کا پتہ دینے والا جھنڈا ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

## برائے حفاظت رکھی گئی امانتیں:

عظیم امانتوں میں سے ہی لوگوں کی آپ کے سپرد کی گئی چیزیں اور ان کے مال واموال یا حقوق بھی ہیں جن پر انہوں نے آپ کو امین بنایا ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں: القتل في سبيل الله يكفر الذنوب كلها إلا الأمانة. قال: يؤتى بالعبد يوم القيامة وإن قتل في سبيل الله ويقال: أد أمانتك، فيقول: أي رب! كيف وقد ذهبت الدنيا؟ قال: فيقال: انطلقوا به إلى الهاوية، فينطلقون به إلى الهاوية، وتمثل له أمانته كهيئتها يوم دفعت إليه، فيراها فيعرفها، فيهوي في أثرها حتى يدركها، فيحملها على منكبيه، حتى إذا نظر -ظن- أنه خارج زلت عن منكبيه فهو يهوي في أثرها أبد الآبدين.

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے دوران قتل (شہید) ہونا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے سوائے امانت کے وہ کہتے ہیں: "قیامت کے دن

2) صحیح مسلم، حدیث:1735۔

بندے کو لایا جائے گا اور اسے کہا جائے گا امانت ادا کرو۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا ختم ہوگئی اب میں امانت کیسے ادا کروں؟ فرشتوں سے کہا جائے گا: "اسے جہنم میں لے جاؤ، تو وہ اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ وہاں اس کے سامنے وہ امانت اسی اصل حالت میں آجائے گی جیسی دنیا میں اس نے لی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر پہنچان لے گا اور اسے پکڑنے کے لئے وہ دوڑے گا یہاں تک کہ وہ اسے پالے گا۔ پھر وہ اسے اپنے کندھے پر اٹھا لا رہا ہو گا اور جب اسے محسوس ہو گا کہ میں اسے ساتھ لئے جہنم سے نکل جاؤں گا تو وہ اس کے کندھے سے پھر جہنم میں لڑھک جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے اسے پانے کے لیے جہنم میں ہی اس کا پیچھا کرتا رہے گا۔" (مسند احمد، سنن کبری، بیہقی)

حضرت **ابو ذر غفاری** رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی امانت آپ کے سپرد کی، آپ اس کی وہ امانت اسے لوٹا دیں اور جس نے تمہاری خیانت کی تم اس کی بھی خیانت نہ کرو۔"

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين)

# فضائل ومسائل حج وعشرہ ذوالحجہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1423/11/21ھ 2003/01/24ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو کیونکہ قیامت کے لئے یہی بہترین زاد راہ اور اسی کی برکت سے بندوں کے امور ومعاملات کو اللہ تعالی سنوارتا ہے:﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

"اور جو اللہ سے ڈرے (اس کا تقوی اختیار کرے) گا۔ اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔" (الطلاق:4)

## مقصد تخلیق انسانی:

اللہ کے بندو! اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ عبادت گزاری کرنا تمام مکلفین (جن وانس) پر اللہ تعالی کا حق اور فرض ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

## عبادت: باعث عزت واکرام:

عبادت بندوں کے لئے بہت ہی عزت واکرام کا باعث ہے اور اسی سے اللہ تعالی اہل تقوی کے درجات بلند کرتا ہے، اسی سے دلوں کو نور حاصل ہوتا ہے اسی سے اعمال کا تزکیہ اور ان میں برکت ہوتی ہے اور اللہ راضی ہوتا ہے۔ خود اپنے اعمال درست کرنے اور پھر دوسروں کے اعمال کی اصلاح کرنے اور انھیں سنوارنے کی بدولت یہ زندگی صحیح معنوں میں آباد ہوتی ہے، اسی سے جنتوں میں درجات بلند ہوتے ہیں ،گناہ مٹتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

## بعثت رسول ﷺ کا مقصد:

ہم پر یہ بھی اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے ہماری طرف پوری کائنات کی افضل ترین شخصیت حضرت محمد ﷺ کو معبوث فرمایا، آپ ﷺ ہمارے لئے ان امور اقوال واعمال اور عقائد کی وضاحت فرماتے ہیں جنہیں اپنانے پر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اسی طرح ہی اقوال واعمال اور عقائد میں سے ہی وہ امور واضح فرماتے ہیں اور ہمیں ان سے ڈراتے بچاتے ہیں جن سے ہمارا رب ناراض ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ[151] فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

"جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے (تزکیہ کرتے) اور کتاب (قرآن) اور دانائی (حکمت) سکھلاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، سو تم مجھے یاد کرو

میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔" (البقرہ: 151-152)

اگر اللہ تعالی رسولوں کو مبعوث نہ فرماتا اور آسمان سے کتابیں نازل نہ کرتا تو بنی آدم جانور سے بھی زیادہ بے راہ ہوتے لیکن اللہ نے تمام جہانوں پر رحم فرمایا اور دین کی تعلیم دی اور ہر چیز کی تفصیل بیان فرمائی اور صراط مستقیم (سیدھی راہ) کے نشان منزل مقرر فرمائے جنھیں دیکھ کر اہل سعادت وخوش نصیب لوگوں کی راہ حق کو پایا اور اہل شقاوت اور بدبختی روشن دلائل کو دیکھ کر بھی گمراہ ہو گئے۔

## عبادات اور تزکیہ نفس:

اللّٰہ تعالی کی رحمت، اس کی حکمت اور اس کے کمال علم کا نتیجہ ہے کہ اس نے انسان کے نفس کی اصلاح وتزکیہ کے لئے عبادات کا سلسلہ مشروع فرمایا۔ اللہ نے کئی طرح کی عبادتیں مقرر فرمائیں جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج وغیرہ ہیں اور ان سب عبادات کی مشروعیت کا مقصد و فلسفہ ہی یہی تھا کہ انسان کی تربیت وتطہیر ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اللہ تعالی تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تا کہ تم شکر کرو۔"

(المائدہ: 6)

## حج ارکان خمسہ میں سے ایک رکن:

حج اسلام کے ارکان میں سے کے ایک رکن ہے، اس میں اللہ تعالی نے اخلاص کی شکل میں قلبی عبادت اور قولی فعلی اور مالی تمام طرح کی عبادت کو جمع فرما دیا ہے اور اسے مجموعہ عبادات بنا دیا ہے، حج اور اس میں شہادتین، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں بھی جمع ہو جاتی ہیں جو کہ اسلام کا سب سے اہم ترین رکن ہے، اس میں نماز، اللہ کی راہ میں مال کا خرچ کرنا اور جو خرچ کی استطاعت نہ پائے اس کے لئے روزے، امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) صبر کرنا، حلم و بردباری سے کام لینا، ترس کھانا، رحم ومہربانی کرنا، خیر و بھلائی کی تعلیم، نفس سے جہاد کرنا، تمام عبادات جمع ہو جاتی ہیں اور حرام اشیاء سے اجتناب وواحتراز کا بھی درس ملتا ہے۔

## حج ایک عظیم نشانی:

حج اللہ کی ان عظیم نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے۔ نبی اکرم ﷺ جو دین لائے وہی دین حق ہے۔ کیونکہ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں کہ وہ ہر سال انسانوں کی تمام انواع (کالے گورے وغیرہ) معاشروں کے ہر طبقے (امیر وفقیر وغیرہ) اور ہر قسم کے لوگوں کو یوں جمع کر سکے، جن کے دل شوق ومحبت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، جو سفر کی مشقتوں سے لذت پاتے ہیں، اپنے اہل وعیال، دوست واحباب اور دیس ووطن کو چھوڑنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور وہ حج کی گھڑیوں کو اپنی زندگی کی سب سے زیادہ سعادت وخوشی کی گھڑیاں تصور کرتے ہیں، وہ حج کے مشاعر ومقامات مقدسہ کی تعظیم کرتے ہیں، نفس کی خوشی اور دلی سخاوت کے ساتھ وہ حج کے موقع پر اپنے اموال صرف کرتے ہیں،

ان سب امور کے لئے اتنی بڑی مخلوق کو یوں اس مقدار میں جمع کر دینا یہ اللہ تبارک وتعالی کا ہی خاصہ ہے، اور اس باری تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿27﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

"اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کر دیں کہ وہ آپ کی طرف پیدل، اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز راستوں سے گزرتے ہوئے چلے آئیں تاکہ اپنے فائدے کے لئے حاضر ہوں اور قربانی کے ایام معلومہ میں چارپایوں کے ذبح کرتے وقت جو اللہ نے انھیں دیئے ہیں، ان پر اللہ کا نام لیں، اس میں سے آپ خود بھی کھائیں اور فقیر درماندہ کو بھی کھلائیں۔" (الحج:27-28)

امام ابن جریر وابن کثیر وغیرہ علماء تفسیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: "اللہ نے جب اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ میں سب لوگوں کو کیسے اعلان پہنچاؤں جبکہ میری آواز ان سب تک نہیں پہنچ سکتی؟ اللہ تعالی نے فرمایا: "آپ آواز لگائیں اسے لوگوں تک ہم پہنچائیں گے۔" وہ اسی وقت اپنی جگہ پر ہی کھڑے ہوئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کوہ صفا (پہاڑی) پر چڑھ گئے اور یہ بھی کہا گیا وہ جبل ابوقبیس پر چڑھ گئے اور انھوں نے ان الفاظ میں اعلان فرمایا: "اے لوگو! تمہارے رب نے اپنے لئے ایک گھر کو منتخب کیا ہے، تم سب اس گھر کا حج کرو۔"

کہا جاتا ہے کہ روئے زمین کے تمام پہاڑ پست ہو گئے اور ان کی آواز و اعلان پوری روئے زمین پر پہنچ گئی اور اسے مادر رحم والے بچوں اور اپنے باپوں کی پشتوں میں موجود نطفوں کو بھی وہ اعلان پہنچ گیا اور ان کی اس آواز پر پتھر، مٹی، درخت اور قیامت تک جتنے لوگوں کو حج نصیب ہونے والا ہے ان سب نے ان الفاظ میں جواب دیا: "لبّيك، اللهمّ لبّيك" "میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں"۔[1]

## فضائل حج وعمرہ:

اے مسلمانو! اپنے حج کے لیے اپنی نیت کو خالص کریں کہ یہ صرف اللہ کے لیے ہے، اور مناسک واعمال حج کی ادائیگی میں امام الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کریں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اپنے اعمال حج مجھ سے سیکھ لو" تاکہ آپ کا حج مقبول اور سعی مشکور ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"

"جس نے حج کیا اور اس کے دوران کوئی شہوانی حرکت اور گناہ نہیں کیا، تو وہ گناہوں سے یوں پاک ہو کر لوٹا جیسے اسے آج ہی اس کی ماں

1) تفسیر ابن جریر: 17/ 144۔

نے جنم دیا ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ"

"ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزاء تو جنت ہی ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: لَا، لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ"

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے، کیا ہم جہاد نہ کریں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے لئے بہترین جہاد حج مبرور و مقبول ہے۔"[3] (بخاری)

## حج مبرور کیا ہے؟

حج مبرور وہ حج ہے کہ جس میں حج کا فریضہ ادا کرنے والے شخص کی نیت میں خلوص ہو کہ وہ یہ فریضہ صرف اللہ کی رضاء کے لئے ادا کر رہا ہے اور تمام مناسک و اعمال حج کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ادا کرے دوران حج نافرمانی و گناہ سے اجتناب کرے، دوسرے مسلمانوں کو اپنے کسی قول و فعل سے اذیت نہ پہنچائے۔ وہ حاجی اپنی بیوی سے کسی ایسے وقت میں جماع و ہم بستری نہ کرے جس میں یہ اس کے لئے حلال نہ ہو، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھے اور لغو گوئی و باطل کلامی سے باز رہے۔ اس کا حج پر اٹھنے والا خرچہ حلال ہو اور خیر و بھلائی کے کاموں پر حسب توفیق جی بھر کر خرچ کرے۔ جب کسی کے حج میں یہ ساری صفات جمع ہو جائیں تو سمجھ لیں کہ وہی "حج مبرور" ہے۔

## ارکانِ حج:

حاجی کو چاہیے کہ ان تمام امور کو سیکھے جن سے اس کا حج صحیح مکمل ہو، احکام و مسائل کے سلسلہ میں علماء سے ربط بحال رکھے کیونکہ ان کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل و صحیح نہیں ہوتا، اور ارکان حج میں سے:

**پہلا رکن: احرام:** اور اس سے مراد ہے مناسک حج میں داخل ہونے کی نیت و ارادہ کرنا اور داخل ہو جانا۔

**دوسرا رکن: میدان عرفات میں وقوف و قیام:** اور یہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: الحَجُّ عَرَفَة۔

"حج، میدان عرفات میں وقوف کا ہی نام ہے۔"[4]

**تیسرا رکن: طواف افاضہ:** (جسے طواف زیارت اور طواف حج بھی کہا جاتا ہے)

**چوتھا رکن:** راجح قول کے مطابق صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا۔

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 1820۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 1773۔
3) صحیح بخاری، حدیث: 1520
4) مسند احمد: 4/309۔

## واجباتِ حج:

حاجی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حج کے واجبات کو صحیح ادا کرے اور ان میں سے کسی بھی کام کو ترک نہ کرے۔ واجبات حج میں سے

پہلا واجب ہے: حاجی کے لئے راستے میں آنے والے معتبر میقات سے احرام لباس زینت تن کرنا،

دوسرا واجب ہے: عرفات میں مغرب تک وقوف کرنا جو کہ دن کو وقوف کرے،

تیسرا واجب ہے: منی میں راتیں (ایام تشریق کی) گزارنا۔

چوتھا واجب ہے: مزدلفہ میں نصف رات کے بعد تک رکنا۔

پانچواں واجب ہے: رمیٔ جمرات۔

چھٹا واجب ہے: حلق (پورے سر کے بال منڈوانا) یا تقصیر (بال چھوٹے کروانا)۔

ساتواں واجب ہے: حج تمتع یا قران والے کا قربانی کرنا۔

آٹھواں واجب: طواف وداع۔

## اعمال یوم نحر:

یوم نحر (10 ذوالحجہ) میں

(1) جمرۂ عقبہ کی رمی، (کنکریاں مارنا)،

(2) قربانی کرنا،

(3) بال کٹوانا۔

(4) طواف افاضہ کرنا۔

(5) حج افراد و قران والے جن لوگوں نے پہلے سعی نہ کی ہو، (ان کے کے لئے بھی اور حج تمتع والے کے لئے بھی) سعی کرنا۔

## تحلل اول:

کوئی حاجی جب جمرۂ عقبی پر رمی کرے (کنکریاں مارنے) اور اپنی قربانی کے جانور کو ذبح و نحر کرلے اور بال کٹوالے تو اس پر احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہوئی تھیں وہ سب حلال ہو جاتی ہیں سوائے بیوی (اور بیوی کے تعلقات) کے۔ اور جب وہ طواف افاضہ اور صفا و مروہ کے مابین سعی بھی کرلے) جبکہ وہ رمیٔ جمرہ عقبی یا حلق یا تقصیر کروا چکیں تو اس کے لئے میاں بیوی کے تعلقات سمیت ہر وہ چیز حلال ہو جاتی ہے جو کہ احرام کی وجہ سے حرام ہوئیں تھی۔

## مستحاب حج:

حاجی کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ بکثرت تلبیہ کہتا رہے اور اعمال خیر و بھلائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور جمرۂ عقبی کی رمی کر لینے تک یہ سلسلہ

(تلبیہ) جاری رکھے۔ پھر بکثرت تلاوت قراءت کرتا رہے اور الحاح وزاری سے گڑگڑا کر دعائیں کرے۔ خاص طور پر یوم عرفہ کی دعائیں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

"بہترین دعاء یہ ہے جو یوم عرفہ کو کی جائے اور پہلے انبیاء نے اور میں نے جو دعائیں کی ہیں ان میں سے بہترین دعاء و ذکر یہ ہے: "لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير"

"اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں، اس کے لئے بادشاہی اسی کی اور ہر طرح کی حمد وثنا بھی صرف اسی کے لئے سزاوار ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"[1]

## زبان پر کنٹرول:

چغلی وغیبت سے حاجی اپنی زبان کو بچا کر رکھے، لڑائی جھگڑوں سے، لایعنی بحث مباحثوں سے دور رہے۔ بعض سلف صالحین امت کے بارے میں تو یہاں تک منقول ہے کہ وہ جب احرام باندھ لیتے تو ایسے ہو جاتے جیسے وہ گونگے ہیں، خیر کے سوا کسی بات کے لیے زبان نہ کھولتے اور لایعنی امور میں قطعاً دخل اندازی نہ کرتے تھے۔

## تکبیرات مسنونہ:

مسلمان کو مسنون تکبیرات کی پابندی کرنی چاہیے اور ان کا وقت یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کی نماز فجر سے شروع ہو کر ایام تشریق کے آخری دن (13 ذوالحجہ) کی نماز عصر تک رہتا ہے، اور حاجی یوم عید (10 ذوالحجہ) کی نماز ظہر کے بعد سے شروع کرکے ایام تشریق کے آخر دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے رہنا چاہئے۔ اور تکبیرات کے الفاظ " الله اكبر الله اكبر، لا اله الا الله والله اكبر، الله اكبر ولله الحمد" "اللہ سب سے ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور وہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کی حمد وثناء کا سزاوار ہے۔"

## فضائل عشرۂ ذوالحج:

حاجی اور غیر حاجی سب کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عشرۂ ذوالحج (1-10 ذوالحجہ) میں ہر عمل خیر بھلائی کے کام میں خوب سرگرمی دکھائے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ"

"کوئی دن بھی ایسا نہیں جس میں کیا گیا عمل صالح اللہ کو اتنا پیارا ہو جتنا کہ یہ دن یعنی ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:" اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" ہاں فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے عمل کے جو

1) ترمذی، حدیث: 3585۔

اپنی جان اور مال کے ساتھ میدان جہاد میں اترا اور ان دونوں چیزوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔"[1] (یعنی شہید بھی ہوگیا) (صحیح بخاری)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"اپنے رب کی مغفرت و بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو کہ اہل تقویٰ (پرہیزگاروں) کے لئے بنائی گئی ہے۔" (آل عمران:133)

## یوم عرفہ کا روزہ:

اسی عشرۂ ذوالحج میں ہی یوم عرفہ (9 ذوالحج) بھی ہے، اگر آپ پہلے روزہ نہ رکھ سکیں تو کم از کم یہ دن خالی نہ جائے۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ"

"یہ سابقہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"[2] (ترمذی، صحیح مسلم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی دن بھی ایسا نہیں جو اتنا عظیمت والا ہو اور جس میں کیا گیا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو جتنے کہ یہ دس دن ہیں۔ لہٰذا ان دنوں میں بکثرت تسبیح (سبحان اللہ کہنا) تکبیر (اللہ اکبر کہنا) اور تحمید (الحمد للہ) کہا کرو۔" (مسند احمد)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا"

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بازار میں جا نکلتے اور تکبیریں کہتے، اور لوگ بھی ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہنے لگتے۔"[3] (بخاری)

اے حاجی! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾

"حج کے مہینے معین ہیں جو معلوم ہیں تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرلے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے۔ نہ کوئی برائی کرے نہ کسی سے جھگڑے۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا، تو زاد راہ (راستے کا خرچ) ساتھ لے کر جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ زاد راہ کا) تقویٰ و پرہیزگاری ہے، اور اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو۔" (البقرہ:197)

اے حجاج کرام! اعلیٰ و مثالی اسلامی آداب و اخلاق عالیہ کو اپناؤ اور اپنے اس حج کو اپنی آنے والی زندگی کے لئے توبہ بنالو، اسے اپنے لئے سدھار و سنوار اور آئندہ کے لئے باعث تقویٰ کرلو اور اپنے ماضی کے لئے ندامت کا اظہار بنادو اور امن و ایمان کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثناء اور شکر ادا کرو اور خیر و بھلائی کے کاموں اور عبادات کے اسباب مسخر کرنے پر بھی اس کے شکر گزار رہو، اور اس نے جو آپ کو وسیع رزق عطا

---

1) صحیح بخاری، حدیث:969۔
2) ترمذی، حدیث:749۔
3) صحیح بخاری، حدیث:969۔

فرمایا اور لاتعداد نعمتوں سے نواز رکھا ہے اور فتنوں، آفات اور عقوبات و عذابوں سے جو محفوظ رکھا ہوا ہے اس پر بھی اللہ کی حمد و ثناء اور تعریف و توصیف کرتے رہا کرو۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

# حج مبرور کی علامات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ
1423/11/28ھ، 2003/01/31ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کا ایسا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور ظاہری و پوشیدہ ہر فعل و عمل کے وقت اللہ کو دیکھنے والا نگران سمجھو، ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والوں! اللہ کا ایسا خوف وتقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور تمھیں موت آئے تو صرف اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔"

(آل عمران:102)

## نداء خلیل علیہ السلام:

لوگوں کی جماعتوں کی جماعتیں اپنے ملکوں اور گھروں سے نکل کر خانہ کعبہ کی طرف کھینچی چلی آرہی ہیں اور یہ اس دعاء کا اثر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے کی تھی یہ ان کی اس دعاء اور منادی کو قبول کرکے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا ۔ یہاں تک کہ اس زمین کا اور اس کی تمام مخلوقات کو اللہ تعالی اپنی ملکیت بنالے لوگ تلبیہ کہتے ہوئے، گڑگڑاتے ہوئے، اللہ کی تکبیریں اور بڑائیاں بیان کرتے ہوئے اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے آتے ہی رہیں گے۔

## خالد و سدابہار امت:

مومنوں کی ان جماعتوں اور اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کرنے والے حاجی لوگوں کو دیکھنے سے جو کہ دنیا کے کونے کونے سے چلے آتے ہیں، پہلی نظر میں ہی اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس امت اسلامیہ کے خلاف دشمنان دین چاہے کتنی سازشیں کریں، اس کے خلاف چاہے مکر و فریب کے کیسے جال بچھائیں؟ یہ امت ایک سدابہار امت ہے جب تک اس کا پیغام و رسالت اور کتاب باقی ہے تب تک یہ امت اس روئے زمین پر موجود رہے گی اور جب تک شب و روز کا سلسلہ جاری ہے تب تک یہ امت باقی رہے گی ، یہ تمام امتوں سے اپنے اعمال، مبادیات و اصول، ایمان، باہمی جذبہ رحم و کرم اور اصول عدل و انصاف کی بناء پر افضل ترین امت ہے۔

## ضیافت و میز بانی:

یہ حجاج کا جم غفیر بلاد حرمین میں پہنچ رہا ہے اور اہل بلد پر واجب ہے کہ وہ ان سب کی ضیافت و مہمانی کے حقوق کشادہ دلی سے ادا کریں اور اپنے واجبات دینیہ کی بجا آوری کرتے ہوئے ان کے بارے میں اللہ کا خوف کھائیں، انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق چلائیں وہ معاملہ احرام باندھنے کا ہو یا گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں نظم وضبط، عرفات واپسی کا سفر ہو یا منی میں راتیں گزارنے کا، طواف ہو یا سعی ، ہر معاملہ میں نصیحت وخیر خواہی سے کام لیں، ان کی ہر موقع پر بھرپور راہنمائی کریں اور ان کے ساتھ خرید وفروخت کرتے وقت بھی ان کی

خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں۔

## اللہ کی حفاظت وضمانت:

جوشخص خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔اللہ تعالی نے اس کے تحفظ وسلامتی کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ثلاثة في ضمان الله عز وجل : رجل خرج إلى مسجد من مساجد الله عز وجل ، ورجل خرج غازيا في سبيل الله تعالى، ورجل خرج حاجا۔

" تین طرح کی لوگ اللہ کے ضمانت وحفاظت میں ہیں، وہ آدمی جواللہ کی مساجد میں سے کسی بھی مسجد کی طرف نکلا، وہ آدمی جواللہ کی راہ میں جہاد وغزوہ کے لئے روانہ ہوااور وہ آدمی جو حج کے سفر پر روانہ ہوا۔"[1] (مسند حمیدی)

## قدم قدم پر نیکی:

اے حجاج کرام! آپ لوگوں کو ہر قدم پر نیکی ملتی ہے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ما ترفع إبل الحاج رجلًا ولا تضع يدًا إلا كتب الله تعالى له بها حسنة أو محا عنه سيئة أو رفعه بها درجة۔

" حاجی کا اونٹ جب بھی اپنا قدم اٹھاتا اور زمین پر رکھتا ہے، اللہ ہر قدم پر حاجی کی کتاب حسنات میں ایک نیکی لکھتا ہے، یا اس کی ایک برائی اس کے نامۂ اعمال سے مٹاتا ہے، یا اس کے عوض میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔"[2] (شعب الایمان بیہقی بسند حسن)

اور جب آپ لوگ ندائے توحید بلند کرتے اور لبيك اللهم لبيك کہتے ہیں تو پوری مخلوق آپ کے ساتھ توحید خالق کا یہ نغمہ بولنے لگتی ہے اور اس کی تسبیح اور حمد وثناء بیان کرنے لگتی ہے، پتھر بھی تلبیہ کہتے ہیں، مٹی بھی تلبیہ پڑھنے میں مصروف ہو جاتی ہے اور درخت بھی توحید باری کا یہ راگ الاپنے لگتے ہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ما مِن مُسلمٍ يُلبّي إلَّا لبَّى مَن عن يَمينِه وشِمالِه: مِن حَجَرٍ، أو شَجرٍ، أو مَدَرٍ، حتَّى تَنقطِعَ الأرضُ مِن هاهنا وهاهنا۔

" جب بھی کوئی مسلمان تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں بائیں کے تمام درخت، پتھر اور مٹی بھی تلبیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں حتی کہ زمین جگہ جگہ سے منقطع ہو جاتی ہے۔"[3] (ترمذی)

یہ تو آپ کے اس عمل کی فوری جزاء ہے اور آخرت کا بدلہ کتنا اور کیسا ہوگا؟

## حج مبرور کے تقاضے:

حاجی جب صحیح بخاری ومسلم کی یہ حدیث سنتا ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ"

---

1) مسند حمیدی: 1090۔
2) شعب الایمان بیہقی: 4116۔
3) ترمذی: 828۔

"حج مبرور کی جزاء تو جنت ہی ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

تو اس کا دل اس عظیم اجر وثواب اور اللہ کے اس فضل وکرم کی طرف لپکتا ہے اور وہ دل ہی دل میں سوال کرتا ہے کہ وہ حج مبرور سے کیسے عہد برآء ہو سکتا ہے؟

امام مجاہد نے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: "حجاج کرام کی تعداد کتنی بڑھ گئی ہے۔" تو انھوں نے فرمایا: "ان کی حقیقی تعداد کتنی کم ہو گئی۔ لیکن سوار ہو کر آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

## اخلاص دل اور خلوص نیت:

حج مبرور بندے سے اخلاص کا مطالبہ کرتا ہے لیکن جو شخص گھر سے حج کے لئے نکلا اور اس کی نیت لوگوں کی مدح وثناء حاصل کرنا اور شہرت چاہنا اور جھوٹی عزت تلاش کرنا ہو یا وہ اسے محض فخر ومباہات کا ذریعہ چاہتا اور جھوٹی عزت کا تلاش کرتا ہو تو اس کی تمام محنت رائیگاں گئی اور اس کا وہ عمل برباد ہو گیا۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: "أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ"

"جس نے کوئی عمل کیا اور میرے ساتھ کسی دوسرے کی رضاء کا عنصر بھی اس میں شامل کر دیا تو میں اسے اور اس دوسرے کو چھوڑ دیتا ہوں۔"[2] (صحیح مسلم)

یعنی اس کا وہ عمل قبول نہیں کرتا ہوں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریا کاری سے بچنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور اپنے رب سے اس سلسلہ میں مدد طلب کیا کرتے اور یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: "اللهم حجة لا رياء فيها ولا سمعة" "اے اللہ! میں یہ حج کر رہا ہوں جس میں تیرے فضل سے کوئی ریاکاری اور شہرت طلبی شامل نہ ہونے پائے۔" (ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

## تذلل وانکساری:

جو شخص حج کا لباس پہن لے اسے اپنے رب کے سامنے انتہائی انکساری وتذلل سے رہنا چاہیے اور اپنے عمل پر تکبر کرنے یا اترانے سے دل کو پاک صاف رکھنا چاہیئے بلکہ اس کا عمل چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، اسے معمولی ہی سمجھنا چاہیے خصوصاً جبکہ اس کے منعم حقیقی کی اس پر بے شمار وعظیم نعمتیں بکثرت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے۔" (النحل:18)

## مقامات مقدسہ کا احترام:

شعائر حج ایسے مقامات پر ادا کئے جاتے ہیں جو بڑے ہی عظمت والے اور مقدس ترین ہیں۔ اور حج کے مبرور ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حاجی ان مقامات کا حتی المقدور احترام کرے نہ کہ ان میں فساد وبگاڑ پیدا کرے۔ اور انتہائی بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے غلط مقاصد

---

1) صحیح بخاری، حدیث:1773۔

1) صحیح مسلم، حدیث:2985۔

کے لئے اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اوران مقامات کے تقدس کو پامال کرتے ہیں ۔وہ بلاد الحرمین میں اس لیے آتے ہیں تا کہ اپنے تخریب کاری کے دلوں میں بھرے زہر کو یہاں پھونک سکیں ،اپنے باطل و فاسد عقائد اور گمراہ افکار کی نشر و اشاعت کرسکیں اور لوگوں کا مال لوٹ سکیں ۔جبکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

"جس نے اس حرام میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کیا، اسے ہم دردناک عذاب چکھائیں گے۔" (الحج:25)

## موافقت سنت:

حج کو مبرور بنانے میں اس بات کو بھی بہت عمل دخل حاصل ہے کہ ہر چھوٹے بڑے عمل کو نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق سر انجام دیا جائے اور آپ ﷺ کی کسی بھی سنت کی خلاف ورزی ہرگز نہ کی جائے جبکہ ہر جگہ کے لئے نبی اکرم ﷺ کی سنتیں منقول ہیں اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:"مجھ سے تم اپنی عبادت (حج) کے طریقے سیکھ لو۔"سنتوں میں سستی بالآخر واجبات میں سستی تک لے جانے کا باعث بن سکتی ہے اور ارکان میں سستی کی راہ ہموار کرسکتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا کہ مسلسل کئی غلطیاں جمع ہو کر حج کو ہی فاسد و برباد کردیں اور تمام تر بھلائی نبی ﷺ کے طریقہ کو سیکھ لینے میں ہی ہے۔

## مطلق اتباع و پیروی:

حج کو مبرور بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شارع کے احکام پر سر تسلیم خم کریں اور اللہ و رسول کے اوامر کی اتباع و پیروی کریں اور بہترین اتباع یہ ہے کہ کسی امر کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس پر عمل پیرا ہو جائیں ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال آپ کے سامنے ہے انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا:"لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ"

"اللہ کی قسم ہے میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور تو کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔[1]" یہ الفاظ کہنے کے بعد انہوں نے اسے بوسہ دیا۔(صحیح بخاری)

## مال حلال:

حج مبرور کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس پر خرچ کیا جانے والا مال پاک و حلال ہو کیونکہ حرام مال سے خرچ کرنا مقبولیت کی راہ میں مانع وحائل بن جاتا ہے ۔معجم طبرانی میں ایک مرفوع حدیث ہے جس میں ہے:إذا خرج الحاجُّ حاجًّا بنفقةٍ طيبةٍ، ووضع رجلَيه في الغرزِ، فنادى: لبيك اللهم لبيك، ناداه منادٍ من السماءِ: لبيك وسعديك، زادُك وراحلتُك حلالٌ، وحجُّك مبرورٌ غيرُ مأزورٌ، وإذا خرج بالنفقةِ الخبيثةِ فوضع رجلَه في الغرزِ فنادى: لبيك، ناداه منادٍ من السماءِ: لا لبيك ولا سعديك، زادُك حرامٌ، ونفقتُك حرامٌ، وحجُّك غيرُ مبرورٍ۔

"اگر آدمی پاک مال سے حج کے لئے روانہ ہو اور اپنا پاؤں سواری کے پائے دان میں رکھے اور لبيك اللهم کہے تو آسمان سے اسے

1) صحیح بخاری، حدیث:1610۔

منادی نداء دیتا ہے اور کہتا ہے: ” تیری حاضری قبول ہوئی تو سعادت مند ہوگیا، تیرا مال حلال ہے، تیری سواری مال حلال سے ہے اور تیرا حج مبرور مقبول ہے۔ اور اگر وہ ناپاک مال خرچ کر کے سفر حج پر نکلے اور سواری کے پائیدان میں اپنا قدم رکھے اور لبیک پکارے تو آسمان سے ایک منادی اسے نداء دیتے ہوئے کہتا ہے: ” نہ تیری حاضر منظور ہے، نہ تو صاحب سعادت ہے۔ تیرا مال حرام ہے اور تیرا اخرچہ مال حرام سے ہے اور تیرا حج بھی منظور و مقبول نہیں ہے۔“[1] (معجم طبرانی مرفوعا)

## اللہ کے وفد و مہمان:

حج مبرور کے ایام ذکر الٰہی کی کثرت سے مزین ہوتے ہیں، ان کی راتیں تلاوت قرآن سے منور ہوتی ہیں، استغفار کی کثرت سے پاک ہوتے ہیں نیکی و دعوت الی اللہ کے کاموں سے معمور ہوتے ہیں ۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ، دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ “[2] (ابن ماجہ)

” اللہ کی راہ میں نکلنے والا مجاہد، حج کے لئے روانہ ہونے والا اور عمرے کا سفر اختیار کرنے والا، یہ سب اللہ کے وفد و مہمان ہوتے ہیں ۔ اللہ نے انھیں بلایا اور وہ لبیک کہتے ہوئے اس دعوت کو قبول کر کے آگئے ہیں اور اب وہ اللہ سے جو کچھ مانگ لیں گے، اللہ انہیں عطا کرے گا۔

نبی ﷺ سے حج مبرور کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ

” بھوکوں کو کھانا کھلانا اور سلام کو عام کرنا حج مبرور کا سبب ہے۔“[3] (مسند احمد)

## ہر وقت طاعت و بندگی:

اپنے اوقات کو اللہ و رسول کی اطاعت کے امور سے بھر پور رکھنا، حج کو ہلاک آفرین آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح یہ نیکیوں کے چوروں سے بھی بچاتا ہے، یہ حج کے مبرور ہونے کا ذریعہ ہے، یہ دن انتہائی فضیلت والے ہیں اور یہ مقامات بھی فضیلت سے بھرے ہوئے ہیں ۔ ان دنوں اور ان مقامات پر اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے ۔ سلف صالحین امت کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ جب اس عبادت کے لیے لباس پہن لیتے تو اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی، تسبیح و تہلیل اور تحمید سے پر کئے رکھتے تھے اور وہ سبحان اللہ ، الحمد للہ ، لا الہ الا اللہ کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے۔

## شور و اذیت نہ پہنچائیں:

ان مقامات مقدسہ میں حاجی کا یہ شعار ہونا چاہیے کہ وہ پرسکون و اطمینان رہے اور اس حج کے شعائر کی ادائیگی میں حاجی کا کردار ہو کہ وہ اپنی آواز کو مدھم و پست رکھے بلا وجہ لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنے، دوسرے مسلمانوں کو اذیت و تکلیف نہ پہنچائے اور عبادت و دعاء میں خاموشی و سکون کو اختیار کرے۔

---

1) معجم طبرانی: 5228۔

2) ابن ماجہ، حدیث: 2893۔

3) مسند احمد: 3/325۔

## مسلسل ذکر وتلبیہ:

حج مبرور میں تلبیہ ایسا ذکر ہے کہ اسے منقطع نہیں ہونا چاہیے،اس کے کئی معانی ومفاہیم ہیں،وہ اگر کسی کے دل میں جاگزین ہو جائیں تو وہ مسلمان کی زندگی کو رنگ کر رکھ دیں اور اس کی ڈگر کو درست کر کے اس کا کردار و سیرت سدھار دیں،یہ تلبیہ دراصل اللہ کے سامنے بندے کی عبودیت و بندگی، اطاعت و پیروی اور تذلل و انکساری کا اعلان ہے۔تلبیہ ہے:"لبّيك اللّهمّ لبّيك، لبّيك لا شريك لك لبّيك، انّ الحمد والنّعمة لك والملك لا شريك لك۔" "میں حاضر ہوں،اے اللہ! میں حاضر ہوں،میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں،میں حاضر ہوں،ہر قسم کی تعریفیں تیرے لیے ہیں اور تمام نعمتیں بھی تیری ہی طرف سے ہیں۔تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔"

## اچھا رفیق سفر:

سفر حج کے دوران اگر کوئی اچھا رفیق سفر و ساتھی میسر آجائے تو اوقات وضعف میں وہ آپ کے لئے باعث تقویت ہو گا۔اگر آپ کسی چیز کو بھولنے لگیں گے،تو وہ یاد دہانی کرائے گا،خیر و بھلائی کے کاموں کی طرف توجہ دلائے گا اور شر و برائی کے کاموں سے باز کرے گا۔

## شہوانی افعال وگناہ سے اجتناب:

جو شخص حج مبرور کی خواہش رکھے اسے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی مکمل طور پر تعمیل کرنی چاہیۓ جو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:"مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" "جس نے اللہ کی رضاء کی کے لئے حج کیا اور دوران حج کسی قسم کی شہوانی فعل اور گناہ کا ارتکاب نہ کیا۔وہ گناہوں سے یوں پاک ہو کر لوٹا جیسے کہ اس دن تھا جس دن اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

## تمام اعضاء پر کنٹرول:

جو شخص حج مبرور کا خواہش ہو اسے چاہئے کہ اپنے تمام اعضاء جسم کو اسلامی آداب کا پابند بنائے،آنکھ بدنظری فحش نگاہی میں مبتلا نہ ہو،زبان ژاژ خائی وفحش گوئی سے بچے۔ہاتھ سے کسی کو اذیت وتکلیف نہ پہنچے اور دل میں کسی کے خلاف بغض ونفرت اور حسد نہ رہے۔

## دوسروں کی عزت اور اپنی صفائی:

حج مبرور وہ ہے جس میں حاجی اپنے سے بڑے کی عزت وتوقیر کرے اور اپنے سے چھوٹے پر رحم کھائے۔کمزور پر ترس کھائے اور اس کی غمخواری کرے اور اپنی جگہ،اپنے کپڑوں اور اپنے بدن کی صفائی وستھرائی کا اہتمام رکھے،ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

"اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔" (البقرہ:222)

اور صفائی وستھرائی یا نظافت و پاکیزگی کے بارے میں بلند اسلامی رویہ وہ ہے جسے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے وہ فرماتی

1) صحیح بخاری، حدیث:1820۔

ہیں: " كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ "

" نبی اکرم ﷺ جب احرام باندھتے تو تلبیہ سے پہلے میں انھیں خوشبو لگاتی اور جب آپ ﷺ احرام کھولتے تو طواف کے لئے جانے سے پہلے بھی انھیں خوشبو لگاتی ۔" [1] (صحیح بخاری)

ایسے ہی ایک دوسری حدیث میں وہ بیان فرماتی ہیں: " كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ " (صحیح بخاری)

" میں گویا کہ نبی ﷺ کی مانگ میں لگی خوشبو کی چمک اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہیں ۔" [2]

## اذیت رسانی سے گریز:

یہ وہ مسلم معاشرہ ہے جس میں ہر فرد اپنے دوسرے بھائیوں کے جذبات کا بھرپور خیال رکھتا ہے ۔ ہر اس چیز سے اجتناب کرتا ہے جو دوسروں کے لئے اذیت رساں و تکلیف دہ ہو چاہے وہ بدبو ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے لوگوں سے بہت ہی اچھے مظہر و منظر کے ساتھ پیش آتا ہے اور دل میں اتنے اچھے جذبات رکھتا ہے کہ جو دل کو خوش کر دیں، نفوس کو راضی کر دیں اور لوگوں کی الفت و محبت کو کھینچ لیں ۔ اور اسی ظاہری و باطنی صفائی و طہارت کے لئے جمعہ اور عیدین کے لئے غسل کرنا اسلام کی سنتوں اور مطالبات میں سے ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ "

" حج و عمرہ کرتے رہا کرو، یہ فقر و تنگدستی اور گناہوں کو یوں مٹا دیتے ہیں، جیسے آگ کی بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کا کھوٹ مٹا دیتی ہے اور " حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے ۔" [3] (ترمذی)

### عشرۂ ذی الحج کی فضیلت:

بعض ایام میں اللہ تعالی کی رحمتوں کے جھونکے آتے ہیں جنھیں اللہ کے صاحب توفیق بندے ہی سمیٹ سکتے ہیں ۔ ان ایام سعیدہ میں سے ہی ذوالحج کے یہ پہلے دس دن ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: " مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ . قَالُوا : وَلَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ "

" ان ایام میں کیئے گئے عمل سے بہتر عمل کوئی نہیں ۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! کیا جہاد بھی نہیں ؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں سوائے اس آدمی کے جو اپنے مال و جان کے ساتھ میدان میں اترا اور ان دونوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا ۔" [4] (صحیح بخاری)

---

2) صحیح بخاری، حدیث: 1539 ۔

3) صحیح بخاری، حدیث: 1538 ۔

1) ترمذی، حدیث: 810 ۔

2) صحیح بخاری، حدیث: 969 ۔

## سلف کا طرزِ عمل:

سلف صالحین امت کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب ماہ ذوالحج کے یہ دس دن آتے تو وہ عمل برو اطاعت میں بہت ہی زیادہ محنت کرتے تھے، اللہ کی تعظیم اور ذکر و دعاء میں بڑی کثرت کرتے تھے اور ان ایام مین جو بھی مشروع عمل ہے اس کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے مثلاً نفل نمازیں پڑھتے، بکثرت لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر کہتے، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرتے اور فقراء و محتاج لوگوں پر صدقہ وخیرات کرتے اور مجبور و بےکس لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ والدین کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کرتے، قیام اللیل کا سخت اہتمام کرتے اور ایسے ہی دیگر اعمال سرانجام دیتے تھے جو حج نہ کررہے ہوتے وہ ان ایام ممکن تعداد میں روزے رکھتے تھے خصوصاً یوم عرفہ (9 ذوالحج) کے روزہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے کیونکہ صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: "إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ"

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ روزہ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہوں کو مٹا دیتا۔"[1] (ابوداؤد، صحیح مسلم)

ایسے ہی ان ایام میں اللہ کی بکثرت تکبیر و تعظیم بیان کرتے اور نماز عید تک ہر دن اور رات تمام اوقات میں مطلق تکبیر ہی کہتے رہتے تھے۔ البتہ مقید و مقرر تکبیرات صرف باجماعت پڑھی جانے والی نمازوں کے بعد ہوتی تھیں۔ جنہیں غیر حاجی تو یوم عرفہ کی نماز ظہر سے شروع کرتے ہیں اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) کے آخری دن کی نماز عصر تک کہتے جائیں گے۔ اور قربانی کی تیاری کرنا بھی ان دنوں میں مشروع ہے اور جو شخص قربانی کرنا چاہے اس کے لیے حلال نہیں کہ ذوالحج کا چاند نظر آجانے سے لے کر قربانی ذبح کرنے تک اپنے بالوں یا ناخنوں میں سے کچھ کاٹے نوچے یا تراشے، کیونکہ صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے: "إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَلَا بَشَرِهِ شَيْئًا"

"جب تم ذوالحج کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی دینا چاہے تو اسے اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جانا چاہیئے۔"[2] (ابن ماجہ، صحیح مسلم)

سبحان ربك رب العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

---

3) ابوداؤد، حدیث: 2425۔

1) ابن ماجہ، حدیث: 3149۔

# عشرۂ ذوالحج،فوائد وثمرات اور دروس وعبرِ حج

امام وخطیب:فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

1423/12/06ھ، 2003/02/07ء

حمد وثناء کے بعد!

## فوائد وثمرات حج:

اللہ تعالی نے عظیم حکمتوں،اعلی مقاصد اور بیشمار اسرار کے پیش نظر عبادات کو مشروع فرمایا ہے اور ان میں سے بعض امور کو تو لوگ جانتے ہیں اور بعض کا انہیں ادارک حاصل نہیں ہے اور عبادات کے اسی عظیم وسنہری سلسلے کی ایک کڑی یہ" فریضہ" حج ہے ۔ وہ فریضہ جو کہ مناسک و مسائل کے اعتبار سے بڑا ہی عظیم،مظہر میں بڑا ہی جلیل القدر اور ثمرات کے اعتبار سے انتہائی بلند و بالا ہے ۔ یہ فوائد ومنافع کے لحاظ سے عظمت والا اور آثار و اثرات کے نقطۂ نظر سے بہت ہی وسیع عمل ہے،اس میں اتنے فوائد مضمر ہیں کہ جنہیں کوئی شمار ہی نہیں کرسکتا۔اس کے بلند مقاصد،اعلی حکمتیں اور عظیم منافع کا اصل محور اصلاح عقائد وعبادات،اتحاد و اتفاق امت،وحدت صفوف قوم،فرد ومعاشرہ کی اصلاحی تربیت اور نفوس وقلوب کے ساتھ ہی ارواح و ابدان کے کردار کا تزکیہ ہیں،غرض حج میں اتنے لامتناہی فوائد ومنافع ہیں کہ جن کا حصر وشمار ناممکن ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

"اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقرر ایام میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام یاد کریں جو کہ پالتو ہیں۔" (الحج:28)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:" دنیا وآخرت کے فوائد ومنافع،اور آخرت کے فوائد ومنافع میں سے ہی اللہ کی رضا ہے اور اس حج کے دنیوی فوائد ومنافع وہ ہیں جو اونٹوں جانوروں،ذبیحوں اور دیگر تجارتی اشیاء سے حاصل ہوتے ہیں۔"

بعض فوائد ومنافع ایسے ہیں جن کا جاننا امت اسلامیہ کے تمام افراد ومعاشروں اور حکام ومحکومین کے لئے ضروری ہے،اور ان کی حقیقت کو پانا ان سب پر واجب ہے اور انھیں اپنی زندگی میں کردار وعمل اور حقیقت وواقع ہر اعتبار سے وہ پانے چاہیں اور جب امت نے ان مقاصد و فوائد کو حاصل کرنے کی توفیق و ہدایت پالی اور ان اہداف کو پانے میں کامیابی حاصل کرلی تو یقیناً وہ عزت وشرف،خیر وبھلائی اور مجد وعظمت رفتہ کو پالے گی۔بعض غیر مسلم دانشوروں نے کہا ہے:" یہ اسلام اس وقت تک ایک سخت و ناقابل تسخیر چٹان بنا قائم رہے گا اور تنصیر (عیسائی بنانے) کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی اور اس کی کشتیاں اس چٹان سے ٹکرا کر توڑ پھوڑ میں مبتلا ہوتی رہیں گی جب تک کہ اسلام کے چند ستون قائم رہیں گے اور وہ ستون ہیں،قرآن کریم،اجتماعات جمعہ اور سالانہ عالمی حج کانفرس۔"

## دروس ومواعظ وعبر وحکم حج:

آج جبکہ امت فتنوں کے تلاطم میں گھری ہوئی ہے،طرح طرح کی بلاؤں اور مشکلات میں مبتلا ہے ایسے میں امت کو اس بات کی سخت

ضرورت ہے کہ وہ اسلامی فرائض سے عبرتیں، نصیحتیں، اور دروس واسباق حاصل کریں جن سے اپنی زندگی، کردار، نشاط و عمل اور نظریات کی اصلاح کا کام لیں، آج امت کو اسی بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو دین کے مطالبات کے مطابق ڈھالیں اور اپنے تمام معاملات کو قرآنی حقائق کے ذریعے حل کریں اور اپنی مشکلات ومسائل اور بیماریوں کا علاج ان ہدایات میں ڈھونڈیں جو ان کے خالق نے دے رکھی ہیں اور جن کی طرف ان کا نبی ﷺ رہنمائی کر گیا ہے۔

## (1) حج اور درس توحید:

دروس واسباق حج میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ یہ امت کو اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ وہ چیز جس کا سب سے زیادہ تحفظ واہتمام ہونا چاہیئے اور جسے اپنے نفوس میں جمالینا اور تمام اعمال وسرگرمیوں میں جسے پایا جانا چاہیئے وہ ہے: توحید باری تعالی اور اللہ عزوجل کے سامنے رخ وارادہ اور قصد وعمل ہر اعتبار سے مکمل طور پر خشوع وخضوع اور تذلل وانکساری کا مظاہرہ کرنا، چنانچہ تلبیۂ حج (لبّيك اللّهمّ لبّيك) حج کی رمز اور اس کی چابی ہے، سرورِ کونین امام الانبیاء ﷺ نے جب حج کا آغاز کیا تو اسی تلبیۂ توحید کے ساتھ اس کا آغاز فرمایا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے توحید کا نعرہ لگاتے ہوئے یہ تلبیہ کہنا شروع کیا (لبّيك اللّهمّ لبّيك، لبّيك لا شريك لبّيك، انّ الحمد و النّعمة لك و الملك، لا شريك لك) اس تلبیہ کے کلمات، عظیم معنی اور دقیق وباریک مدلول ومفہوم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جو کہ دین کی روح اور اس کی اصل وبنیاد ہیں اور وہ ہے:

"توحید الٰہی کا اقرار اور شرک کی تمام اقسام واشکال کلی سے اجتناب ونہی۔"

تمام افراد امت پر واجب ہے کہ وہ اس تلبیہ کے معنی ومفہوم کو یاد رکھیں، اس میں جو دلائل پائے جاتے انھیں سمجھیں اور ہر مسلمان اپنی زندگی میں اس معنی کے بارے میں بخوبی درایت حاصل کرے اور زندگی کے ہر لمحے میں اور اس کے ہر شعبے میں اس کا خیال رکھے۔ کبھی بھی اللہ کے سوا کسی سے نہ مانگے۔ جب بھی مدد طلب کرے تو صرف اللہ سے کرے، جب بھی توکل وبھروسہ کرے تو صرف اللہ پر کرے اور مدد ونصرت مانگے تو صرف اللہ سے مانگے اور دل میں اس بات کا محکم یقین ہو کہ ہر بھلائی صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور تمام امور ومعاملات بالآخر اسی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ وہ جسے دے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا،

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: "تلبیہ کے کلمات عظیم قواعد اور جلیل القدر فوائد پر مشتمل ہیں، اور پھر ان فوائد کو ایک ایک کر کے شمار کرتے ہوئے لکھا ہے: اور انہی فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تلبیۂ دوام عبودیت کے التزام پر مشتمل ہے۔ اور اسی کے لئے کہا گیا ہے کہ یہ تلبیہ استقامت کا اقرار ہے کہ اے اللہ! تیری اطاعت پر قائم ہوں۔ اور اس کے فوائد میں سے ہی ایک یہ ہے کہ یہ خضوع وخشوع اور تذلل وانکساری پر مشتمل ہے، اور اس کے فوائد میں سے ہی یہ بھی ہے کہ وہ تلبیہ اخلاص للہ پر مشتمل ہے۔"

مسلمان کو ان تمام مفاہیم ومعانی کا اہتمام کرنا چاہیئے اور انھیں اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ظاہر کرنا اور اپنانا چاہیے، اور جب امت اسلامیہ کے افراد کے لئے معاملہ یہ ہے تو خود امت کو من حیث القوم حج سے یہ درس واسباق اور عبرتیں حاصل کرنی چاہیں اور اسے معلوم ہونا چاہیے اس کی زندگی میں استقرار اور امن صرف تمام معاملات میں توحید باری تعالی کو اپنانے سے ہی ممکن ہے اور وہ یوں کہ زندگی کے ہر شعبے اور

ہر کام میں صرف اللہ تعالی کے سامنے خضوع وخشوع اختیار کریں اور صرف اسی کے سامنے جھکیں اور اپنی واقعی زندگی میں صحیح عقیدہ کو راسخ کریں اور دلوں میں اسے جڑیں گاڑنے دیں ورنہ پھر اس عقیدہ توحید میں رسوخ کے بغیر تو خواہشات نفس اور اندیشہ ہائے دور دراز اسے اچک کر لے جائیں گے اور ہواؤں کی طرح اسے دور لے جا پٹکیں گے۔

کیا امت اپنی پوری زندگی اور تمام سرگرمیوں کو عقیدہ صحیحہ اور توحید خالص کے رنگ میں رنگنے پر آمادہ ہے کہ وہ کوئی قدم نہ اٹھائے اور کوئی حرکت تک نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ قرآنی تعلیمات اور آئینہ سنت کے ساتھ ساتھ رضائے الہی کے عین مطابق ہو، ارشاد الہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن اور جمیت خاطر ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الانعام:82)

## (2) حج اور درس اتباع سنت:

اللہ کے بندوں! دروس حج میں سے ہی یہ بھی ہے کہ امت اس بات کو سمجھے، یاد کرے، اس کا شعور کرلے اور اس بات کا یقین کرلے کہ اس دنیا کی زندگی میں توفیق و درستگی، نجاح وفلاح، اور سعادت وخوش نصیبی صرف نبی اکرم ﷺ کی اتباع و اطاعت کرنے، آپ ﷺ کے منہج وطریقہ کو اپنانے اور اخلاق وکردار، فیصلے کرنے، معاملات پیش کرنے، اور عقائد واعمال جیسے تمام امور میں نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے جادۂ حق پر چلنے میں مضمر ہے، اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے تمام مسائل حج اور اس کے اعمال کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: "مجھ سے حج کے احکام و مسائل سیکھ لو۔"

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مقصد کو کیسے پایا اس کا اندازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد سے ہوجاتا ہے کہ جس میں وہ فرماتے ہیں:

"تم اسی طرح حج کرو جس طرح نبی اکرم ﷺ نے حج کیا اور یہ نہ کہو کہ یہ سنت ہے اور یہ فرض ہے۔"

حج کے اہداف ومقاصد میں سے عظیم ترین ہدف ومقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کو یاد رکھا جائے اور آپ ﷺ کے طریقے کو لازم پکڑا جائے اور اس میں کسی افراط وتفریط (کمی وبیشی)، غلو وزیادہ اور جفاء وکوتاہی کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" (صحیح بخاری)

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا، وہ عمل مردود ونا مقبول ہے۔"[1]

## (3) حج اور درس توسط اور اعتدال:

حج کے عظیم دروس میں سے ہی تمام امور واعمال میں توسط واعتدال کی اہمیت کا نمایاں ہونا بھی ہے۔ اسی طرح حج افراط وتفریط اور غلو وجفاء سے اجتناب کا بھی درس دیتا ہے، مسند احمد وغیرہ میں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ، وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ: الْقُطْ لِي حَصًى،

1) صحیح بخاری، حدیث:7350۔

فَلَقَطْتُ لَهُ سَبْعَ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ، فَجَعَلَ يَنْفُضُهُنَّ فِي كَفِّهِ وَيَقُولُ: أَمْثَالَ هَؤُلَاءِ فَارْمُوا، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمی جمرہ عقبہ (10 ذوالحج) کے دن حکم فرمایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹی پر سوار تھے: "میرے لئے کنکریاں چن کر لاؤ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سات کنکریاں چنیں جو کہ انگلیوں سے پھینکنے والی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے دست مبارک میں لے کر پھونکیں مارنا اور جھاڑنا شروع کیا اور فرمایا: "اتنی اتنی ہی کنکریاں مارو۔" پھر ارشاد فرمایا: "لوگوں! دین میں غلو وزیادتی کرنے سے بچ جاؤ۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو کرنے نے ہی ہلاک کر دیا تھا۔"[1]

غرض تمام امور میں اعتدال ومیانہ روی اور غلو و جفاء سے دوری ہی وہ صحیح منہج اور صراط مستقیم ہے جس پر تمام مؤمنوں کو چلنا چاہیے اور یہ تبھی ہوگا جب قرآن، حدود وقیود، سنت کے قواعد وضوابط کو اپنائیں گے اور اس میں وارد شدہ ہدایت بیان کو اختیار کریں گے۔

حج کی یہ مبارک تقریب جس میں لاکھوں مسلمانوں اس عظیم عبادت کی ادائیگی کے لیے یکجا جمع ہوتے ہیں جو کہ دین کے عظیم شعائر ومعالم میں سے ہے۔ یہ حج ایسا درس ثابت ہونا چاہیے جس میں مسلمان اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں، اپنے حالات کا بغور جائزہ لیں تاکہ انھیں اس منہج حق اور اس صراط مستقیم پر استوار کرسکیں جو کہ صاف شفاف اور میٹھے سر چشمے سے نکلے ہیں اور وہ سرچشمہ ہے اللہ کی کتاب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔ اور امت کو چاہیئے کہ وہ غلو کی تمام انواع واقسام سے ہر طرح کے حالات میں دور رہیں۔

## (4) حج بے مثال سالانہ عالمی کانفرس:

حج تمام مسلمانوں کو یکجا کرنے والی ایک کانفرس اور انھیں اکٹھا کرنے کا موقعۂ اعظم ہے، یہ ایسی کانفرس واجتماع ہے کہ جس میں مسلمان اپنی اصل اور قدامت کو پاتے ہیں، جو کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے عہد سے لے کر ہر زمانے کی گہرائیوں میں چلی آرہی ہے وہ اپنے محور و مرکز کو پاتے ہیں جو انھیں اپنی طرف کھینچتا ہے اور وہ محور ومرکز یہ قبلہ وکعبہ ہے جس کی طرف تمام مسلمان رخ کرتے اور اسی کے گرد سب گومتے (طواف کرتے) ہیں، اور وہ اپنے اس جھنڈے کو پاتے ہیں جس کے سائے میں سب چلتے ہیں اور وہ جھنڈا ایک ہی عقیدہ اسلامیہ کا جھنڈا ہے جس کے سائے میں آجانے سے رنگ ونسل اور وطن کی تمام عصبیتیں مٹ کر رہ جاتی ہیں۔ اس موقع پر مسلمان اپنی قوت کو پاتے ہیں جسے کہ کبھی وہ بھلا بیٹھتے ہیں اور وہ قوت ہے اتحاد ووحدت کی قوت جو کہ ملینز (لاکھوں) لوگوں کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہوتی ہے اور یہ اتنی بڑی قوت ہے کہ اگر ایک جھنڈے کے نیچے یکجا ہو جائے تو دنیا کی دوسری کوئی قوت اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتی، آج جبکہ مسلمان فتنوں کے ٹھاٹھیں مارتے دریا میں بہہ رہے ہیں اور انہیں ظلم وسرکشی کی قوتیں چیلنج کر رہی ہیں، ان حالات میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے مواقع کو باہمی تعارف ومشاورت پروگراموں میں نظم ونسق پیدا کرنے، قوتوں کو یکجا کرنے، فوائد ومنافع کے ساتھ ساتھ علوم ومعارف اور تجارت میں تبادلے کی ایک کانفرس واجتماع اور باہمی تعاون کی میٹنگ بنالیں۔

کافر دنیا چاہے کتنی بھی کوششیں کرلے، جتنے بھی منصوبے بنالے اور جتنے بھی پروگرام مرتب کرلے وہ کبھی بھی حج جیسا اجتماع اور خلق کثیر یکجا

1) ابن ماجہ، حدیث: 3029۔

جمع نہیں کر سکتے ۔ یہ ہر سال پورے عالم اسلام کی ایک عظیم کانفرس ہوتی ہے جو ہر اعتبار سے کامل و مکمل ہوتی ہے ۔اللہ کے زیر سایہ اور اس کے گھر (قبلہ وکعبہ شریف) کے قریب ہی اس کا انعقاد ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اطاعتوں کے ساتھ ہوتا ہے اور بہترین ماحول، مناسب جگہ اور اعلی مقام پر نئی و پرانی یادیں تازہ کی جاتی ہیں ۔

امت کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ اگر چہ ان کے مختلف مسالک و مشارب ہیں، طرح طرح کی شکلیں اور صورتیں ہیں لیکن ان کے مابین سب سے مضبوط رشتہ وتعلق صرف رابطۂ توحید ہے اور سب سے مضبوط نسب صرف دینی نسبت ہے لہذا یہی رنگ تمام دوسرے رنگوں پر غالب ہونا چاہیئے اور اس دینی تعلق ورنگ کے سوا باقی تمام جاہلانہ عصبیتوں اور فخر ومباہات کو دل و دماغ سے نکال پھینکنا چاہیے ۔اللہ تعالی نے ان عصبیتوں کی تردید کرتے ہوئے اور فخر ومباہات کے جھوٹے سہاروں کو ردّ کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾

”پھر تم بھی وہیں سے ہو کر لوٹو جہاں سے ہو کر سب لوگ لوٹتے ہیں۔“ (البقرہ:199)

امت کو چاہیئے کہ وہ اس عظیم موقع سے فائدہ اٹھائے اور اسے غنیمت جانتے ہوئے عام نفع اور امور طے معاملات کو حل کرے اور پھر اہم مسائل پر نظر دوڑا کر ان کا حل تلاش کیا جائے ۔

برادران اسلام! یہ حج پوری انسانیت کے لئے انتہائی اعلی اغراض و مقاصد پر مشتمل کانفرس و اجتماع عام ہے ۔ایسی کانفرس جو کہ اللہ کی اطاعت بجالاتی ہے، ایسی کانفرس جو انسانیت کو امن وسلامتی اور حیات طیبہ کی بنیادوں پر تربیت کرتی ہے اور انھیں اس بات کی طرف دعوت دیتی ہے کہ دوسروں کی عزتوں حرمتوں، املاک، جانوں اور مالوں سب کو اپنے لئے حرام مانو ۔اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾

”یہ ہے، اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں (مناسک حج) کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس خیر و بھلائی ہے۔“ (الحج:30)

یہ ایک ایسی کانفرس ہے جو دلوں میں اس زندگی کا بیج بوتی ہے جس میں اللہ کی حرمتوں کی رعایت کی جاتی ہے تاکہ زمین میں ایسی زندگی قائم ہو جس میں انسان کی بغاوت وسرکشی اور ظلم وزیادتی کا خوف نہ رکھے، ایسی زندگی قائم ہو جو امن وسلامتی کا گہوارہ ہو، سکون وسلامتی کا گلستان ہو اور دنیا راحت و اطمینان کا گلزار بن جائے ۔سرور کائنات آقاء دو جہان امام الموحدین نبینا محمد ﷺ نے اپنے حج (حجۃ الوداع) کے خطبہ میں کھلے عام اور علی وجہ الخلائق صریح و واضح اعلان فرمایا تھا:"فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا"

”بیشک تمہارے خون (جانین) مال اموال، اور عزت وآبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح حرام ہیں اور عزت وحرمت والے ہیں جس طرح کہ آج کا یہ دن، تمہارے یہ شہر مکہ یہ ماہ ذوالحج عزت وحرمت والے ہیں۔“[1] (ترمذی)

## عشرہ ذوالحج کی فضیلت:

1) ترمذی، حدیث:3087۔

مسلمانوں! امت اسلامیہ آج کل ان دنوں سے گزر رہی ہے جن کی انتہائی فضیلت اور بہت ہی مقام ومرتبہ ہے اور یہ دن ہیں ماہ ذوالحج کے پہلے دس دن، اس کا فضل واضح کرنے اور ان میں کیئے گئے عمل پر اجر عظیم ملنے کا پتہ دینے کے لئے اللہ تعالی نے ان دنوں کی قسمیں کھائی ہیں ۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالْفَجْرِ [1] وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔" (الفجر:1-2)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ" (صحیح بخاری)

"ایسا دوسرا کوئی دن نہیں جس میں کیا گیا عمل اللہ کو اتنا محبوب ہو جتنا کہ ان ایام یعنی عشرۂ ذوالحج میں کیا گیا عمل پیارا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی راہ جہاد کرنا بھی نہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال دونوں لے کر میدان جہاد میں اترا اور ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آیا۔" [1]

## ایک بہترین عمل:

اے اللہ کے بندوں! عمل صالح ہر خیر و بھلائی اور بر و نیکی کے کام کو شامل ہے اور وہ قول و عمل اور کردار ہر چیز کو حاوی ہے اور ان نیک کاموں اور اعمال صالحہ میں سے ہی ایک بہترین عمل یہ بھی ہے کہ دنیا کے کونے کونے پر موجود مسلمانوں کے مسائل ومعاملات اور ان کے حالات پر غور کیا جائے اور انہیں حل کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے۔ ان کے مصائب ومشکلات کو کم کرنے کی چارہ جوئی کی جائے۔ ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کے لئے خلوص دل سے دعائیں کی جائیں کہ اللہ ان کے حالات ساز گار کرے، ان کی مشکلات ومصائب کو دور کرے اور دشمنوں کے خلاف انہیں مدد ونصرت عطا فرمائے۔

**فضیلت ذکر:** حاجی اور غیر حاجی ہر شخص کے لیے مشروع ہے کہ وہ ان فضیلت والے دس دنوں میں بکثرت ذکر الہی کرے۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ اجر کس حاجی کو ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والے کو۔" (مسند احمد)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ [27] لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾

"اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں آپ کے پاس لوگ پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے، اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں۔" (الحج:27-28)

اس آیت میں مقررہ دنوں سے تمام (جمہور) اہل علم کے نزدیک ذوالحج کے پہلے دس دن ہی مراد ہیں اور اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے کہ ایام حج میں اس کا بکثرت ذکر کیا جائے جیسا کہ اس بات پر سورہ اور سورہ الحج کی کئی آیات دلالت کرتی ہیں۔

1) صحیح بخاری، حدیث:969۔

بکثرت ذکر الٰہی کا حکم غیر حاجی کو بھی شامل ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”ان دنوں میں بکثرت تسبیح (سبحان اللہ)، تہلیل (لا الہ الا اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تحمید (الحمد للہ) کہو۔ (مسند احمد)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت بیان کی ہے کہ: "كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا"

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بازار کی طرف نکل جاتے اور بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے اور ان کی تکبیریں سن کر لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیریں کہنا شروع کر دیتے۔[1] (صحیح بخاری)

## تکبیرات عیدین:

فقہاء تابعین ان دس دنوں میں جو تکبیرات کہا کرتے تھے ان کے الفاظ تھے: ”اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد" مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ بازاروں، گھروں، گلی کوچوں اور مسجدوں میں بلند آواز سے تکبیریں پڑھیں۔

## قربانی دینے والے کے لیے ہدایات:

جو شخص قربانی کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماہ ذوالحج کے داخل ہوتے (چاند نظر آتے) ہی اپنے ناخن بال اور جسم سے چمڑی کا کوئی بھی حصہ کاٹنا تراشنا اور نوچنا بند کر دے یہاں تک کہ وہ اپنے قربانی ذبح نہ کر لے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ"

”جب تم ماہ ذوالحج کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ قربانی ذبح کر لینے تک اپنے بالوں اور ناخنوں سے رک جائے۔“

اور ایک روایت میں ہے: ”وہ اپنے بالوں اور چمڑے میں سے کچھ بھی نہ کاٹے۔“[2] (صحیح مسلم)

یہ ممانعت اس لئے ہے جو قربانی دے اور اس کے گھر والے جن کی طرف سے بھی وہ قربانی دیتا ہے، وہ اس ممانعت میں شامل نہیں ہیں اگرچہ قربانی دینے والے صاحب خانہ نے انھیں بھی اپنی قربانی میں شریک کیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے ڈریں اس کا خوف کھائیں اور تقوی اختیار کریں۔ اس کے شعائر کی تعظیم کریں فوز وفلاح پا جائیں گے اور دنیا و آخرت کی سعادت وخوشحالی آپ کا مقدر ہو گی۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 969۔

2) صحیح مسلم، حدیث: 1977۔

# اسلام میں مفہوم عبادت کی وسعتیں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

13/12/1423ھ، 14/2/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو سوائے اس کے کہ تم مسلمان (دین اسلام پر) ہو۔" (آل عمران:102)

## اللہ بے نیاز ہے:

اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے، وہ تمام مخلوقات کی عبادتوں اور اطاعتوں سے بھی بے نیاز ہے۔ اطاعت کرنے والوں کی اطاعت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نافرمانی کرنے والے کی معصیت و نافرمانی اس کا کوئی نقصان نہیں کرتی۔ اور انسان عبودیت و بندگی کے وصف سے کبھی بھی آزاد نہیں ہوسکتا۔ وہ اللہ کا بندہ ہوگا ورنہ پھر کسی غیر اللہ کا بندہ وغلام بن کر رہے گا۔ وہ اس غیر اللہ کی بندگی کرنے کی ذلت اٹھائے گا اور اس کا معبود اگر اللہ نہ ہوا تو پھر مال یا جاہ وحشمت ہوں گے۔ یعنی اگر وہ اللہ کا بندہ بننے پر رضامند نہ ہوا تو پھر اس کی ضروریات وحاجات، اس کا لالچ وطمع، اس کے نفس کی خواہشات اور جن وانس کے طاغوت ومعبودان باطلہ اسے اپنا غلام بنالیں گے اور بندہ ان سب چیزوں کا غلام بن کر رہ جائے گا جنہیں یہ سب طواغیت بناسنوار کر اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

## اللہ کی عبودیت اور تمام غلامیوں سے نجات:

اس سے معلوم ہوا کہ بندے کا اپنے رب کی عبودیت و بندگی کرنا اور اپنے مالک کی غلامی کو قبول کرلینا اسے تمام دوسری بندگیوں اور غلامیوں سے آزاد کروادیتا ہے۔ انھیں اس بات کا شعور ہو یا نہ ہو اور وہ اس پر خوش ہوں یا ناراض۔

## حقیقی خوشی عبادت میں:

دل نہ تو درست رہتا ہے نہ فلاح پاتا ہے، نہ ناز ونعمت محسوس کرتا ہے، نہ خوش ہوتا ہے، نہ لذت پاتا ہے، نہ اسے کچھ اچھا لگتا ہے اور نہ ہی وہ آرام وسکون پاتا ہے سوائے اس کے کہ جب وہ اللہ کی عبادت میں مصروف ہو اور اسی کی طرف اس کا رجوع ہو، اسے اگر دنیا بھر کی لذتیں حاصل ہو جائیں پھر بھی وہ سکون نہیں پائے گا اور نہ ہی ان پر وہ مطمئن ہوگا کیونکہ اس کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف فقر ومحتاج ہے۔ کیونکہ اللہ ہی اس کا معبود ومحبوب اور وہی اس کا مطلوب ومقصود ہے اور اسے پا کر ہی اسے فرحت وسرور، لذت ونعمت اور سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ حصول فرحت وسرور اسے صرف اللہ تعالی کی مدد وتعاون سے ہی ممکن ہوتا ہے کیونکہ بذاتہ وہ اس سرور وسکون کو حاصل

کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، وہ ہمیشہ اسی حقیقت کو پانے کا محتاج ہے جو اللہ نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔" (الفاتحہ:5)

اگر بندہ اپنی محبوب و مطلوب اور پسندیدہ چیزوں کو پالینے کی مدد پالے لیکن اسے عبادت الٰہی حاصل نہ ہو پائے تو اسے یہ چیزیں رنج و الم، حسرت و عذاب کی صورت میں ملیں گی اور وہ دنیا کی تکلیفوں اور اس زندگی کی خرابیوں سے خلاصی صرف تبھی پائے گا جب وہ اپنی تمام محبتوں کا مرکز و محور صرف اللہ تعالیٰ کو بنالے گا کیونکہ اللہ ہی اس کی مرادوں کی انتہاء اور اس کے مطلوب و مقصود کی آخری کڑی ہے اور وہی اس کا محبوب حقیقی ہے اور اس کے سوا جتنی بھی چیزیں ہیں انہیں وہ صرف اسی کی خاطر پیار کرتا ہے اور بذاتہ صرف اللہ ہی سے محبت کرتا ہے اور جب تک یہ کیفیت نہ ہوگی۔ تب تک وہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت کو نہیں پا سکتا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص ہمیشہ کی سعادت و خوشی پانا چاہتا ہے وہ اپنے معبود کی چوکھٹ کو لازم پکڑے رکھے اور مصروف عبادت رہا کرے۔"

اور بعض نے کہا ہے: "اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریبی راستہ اس کی عبادت ہے۔" (مدارج السالکین: علامہ ابن القیم: 1/ 431)

## آسان عبادات:

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو انتہائی آسان کر دیا ہوا ہے، اور خیر و بھلائی کے کئی دروازے کھول رکھے ہیں جن میں سے جو چاہے داخل ہو جائے اور خیر کو حاصل کرلے نماز بہت ہی کم محنت سے ادا کی جا سکتی ہے اور اس کا اجر و ثواب بہت ہی بڑا ہے۔ ادائیگی میں صرف پانچ اور اجر و ثواب کے میزان میں پچاس کے برابر اور اس کی ادائیگی کے اوقات بھی متفرق ہیں اور انتہائی مناسب اوقات رکھے گئے تاکہ کمزور دل کہیں اس سے اکتا نہ جائیں۔

## طہارت و نماز:

باجماعت نماز کا ثواب اکیلے نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔ فرائض کے ساتھ جو بارہ رکعتیں نوافل (سنن مؤکدہ) ہیں۔ جو شخص پابندی سے انھیں ادا کرتا رہے گا۔ اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ ، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ" (ترمذی)

انسان جب وضوء کرے اور خوب اچھی طرح کرے اور پھر یہ کہے: "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، اللهم اجعلني من التوابين و اجعلني من المتطهرين" "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول

ہیں۔اے اللہ! مجھے تو بہت تائب ہونے والوں اور طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں سے بنا دے۔" (جس نے یہ کہہ لیا) اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔[1]

## صدقات و خیرات:

یہ صدقات و خیرات اگر خالص رضاء الٰہی کی نیت سے ہوں اور مال حلال سے دیئے جائیں تو اللہ انہیں اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور انھیں اپنے دینے والے اس بندے کے لیے بڑھاتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک دانہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا پہاڑ ہو۔یہ کتنا ہی اجر عظیم ہے۔

## مفہوم عبادت کی وسعتیں:

حجاج بیت اللہ! یہ اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ رحمت ہی ہے کہ اس نے عبادت و تقرب کے وسیع دروازے کھول رکھے ہیں اور عبادات میں سے ہی تلاوت قرآنی، ذکر الٰہی، روزے اور صدقہ و خیرات ہیں۔انھیں دیکھ کر مسلمان کو شعور حاصل ہو جاتا ہے کہ خیر و بھلائی اور نیکی کے دروازے بہت ہی وسیع ہیں اور بر و احسان کے میدان چند عبادات و اطاعات میں ہی منحصر نہیں ہیں، غرض اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت ہی وسیع ہے اور وہ عبادات کی حدود سے تجاوز کر کے آگے نکل جاتا ہے اور عبادت عام اعمال اور روزمرہ کے افعال کو بھی شامل ہو جاتی ہے بشرطیکہ ان کی ادائیگی میں نیت خالص رضائے الٰہی کے حصول کی ہو اور اللہ کے منع کردہ امور و افعال سے اجتناب کیا جاتا رہے۔

مفہوم عبادت کی وسعتیں یہ تقاضا کرتی ہیں کہ لوگوں کی خیر و بر اور نیکی کے اعمال کی طرف راہنمائی کی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے تعاون سے سعادت و خوشی حاصل کریں اگر صرف عبادت ہی اجر و ثواب حاصل کرنے کا اکیلا راستہ ہوتی تو لوگ عمل کرنے سے تھک کر بیٹھ جاتے اور خیر و بھلائی کے دوسرے کام چھوڑ دیتے۔

## ہر کام عبادت جب...

ہر وہ اجتماعی و سماجی کام جو لوگوں کے لیے عموماً مفید ہو اسے اسلام افضل عبادت شمار کرتا ہے بشرطیکہ اس کام کو کرنے والے کی نیت نیک و صحیح ہو، وہ لوگوں کی مدح و ثناء اور جھوٹی شہرت کا طلبگار نہ ہو۔عبادت صرف یہ ہی نہیں کہ زندگی کی ہمہ ہمی کو چھوڑ کر یکسو ہو جائیں اور مساجد میں ڈیرے ڈال لیں بلکہ اسلام میں عبادت کی مشروعیت اس لیے کی گئی تاکہ اس کے ذریعے عقیدہ کی اصلاح ہو اور یہ عبادت اس عقیدے کا ہی عمل کردار کی صورت میں پھل ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عبادت کے مفہوم کو صرف ان مناسک و عبادات تک ہی محدود نہیں رہنے دیا گیا جو مخصوص مقامات (مساجد) میں ادا کی جاتی ہیں۔ان کی ادائیگی کی ایک خاص شکل و صورت ہوتی ہے اور ان کے لئے ایک خاص جہت و سمت کی طرف متوجہ ہوا جاتا ہے بلکہ عبادت زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ

---

1) ترمذی، حدیث: 55۔

وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ﴾

”نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور نبیوں (پیغمبروں) پر ایمان لائیں، اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں خرچ کریں۔“ (البقرہ:177)

## ساری زندگی عبادت مگر...

ہماری ساری زندگی ہی عبادت ہے، انسان جب گھر سے نکلتا ہے تا کہ کوئی کام کرے اور کچھ کما کر اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور ان کے مسائل حل کرے تو یہ بھی ایک عبادت ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً"

”مسلمان جب اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور اس میں اللہ سے اجر کی امید رکھے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوگا۔“[1] (بخاری، مسلم)

## علم کا حصول: عبادت:

علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے بلکہ یہ ایک فریضہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

## والدین سے حسن سلوک:

والدین کے ساتھ نیکی و حسن سلوک بھی عبادت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا جو نبی ﷺ کی خدمت میں ہجرت و جہاد پر بیعت کرنے کے لیے آیا تھا: "فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا" (صحیح مسلم)

”کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔“ اس نے عرض کیا: جی ہاں دونوں ہی زندہ ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اللہ سے اجر حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے ماں باپ کی خدمت میں لوٹ جاؤ اور ان سے حسن سلوک کرو۔“[2]

## صلہ رحمی:

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا عبادت ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ"

”رحم نے عرش کے ساتھ چمٹ کر کہا: جس نے مجھے ملایا (صلہ رحمی کی) اسے اللہ (اپنی رحمتوں سے) ملائے گا، اور جس نے مجھے توڑا (قطع رحمی

1) صحیح مسلم، حدیث:1002۔

2) صحیح مسلم، حدیث:2549۔

کی) اسے اللہ (اپنی رحمتوں سے) توڑے گا۔"[1] (صحیح مسلم)

## کانٹے وغیرہ ہٹانا:

راستے سے کانٹے وغیرہ اذیت رساں چیزوں کا ہٹانا بھی عبادت ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ"

"راستے پر ایک درخت کی ٹہنی لٹکی ہوئی تھی جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اسے ایک آدمی نے وہاں سے ہٹا (کر راستہ صاف کر) دیا۔ اسی کے نتیجہ میں وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔"[2]

## خندہ پیشانی سے ملنا:

اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی عبادت ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ"

"کسی بھی نیکی کو حقیر و معمولی نہ سمجھو اگر وہ تمہارا اپنے بھائی کو خندہ روی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔"[3] (صحیح مسلم)

امام نووی فرماتے ہیں: "اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ محض مباح کام کو اگر نیت صادقہ اور اللہ کی رضاء کے لیے کیا جائے تو اطاعات و نیکی بن جاتے ہیں۔" (شرح صحیح مسلم: 7/92)

## عبادت: ایک مکمل نظام:

برادران اسلام! عبادت ایک مکمل نظام ہے جو ساری زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے اور عبادت کی کسی ایک جانب کو لے لینا اور دوسری جوانب کو چھوڑ بیٹھنا حق وصواب سے دور کا فعل ہے اور یہ نبی ﷺ کے طریقہ و منہج کے بھی منافی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں سے کسی میں آئے اور نبی ﷺ کی عبادت کی بارے میں پوچھا۔ جب انھیں اس کی مقدار بتائی گئی تو انھوں نے اسے قلیل شمار کیا اور کہنے لگے: کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ جبکہ آپ ﷺ کو تو آپ کے پہلے پچھلے تمام گناہ معاف کئے جا چکے ہیں، اس میں سے ایک نے کہا: میں تو آج سے ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہا کروں گا، دوسرے نے کہا: میں تو آج سے ہمیشہ روزہ رکھتا چلا جاؤں گا، کبھی افطار نہ کروں گا۔ (یعنی نہ چھوڑوں گا) اور تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا، نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ

---

1) صحیح مسلم، حدیث: 2555۔
2) صحیح مسلم، حدیث: 1914۔
3) صحیح مسلم، حدیث: 2626۔

مِنِّي"

"تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ یہ عہد کیا ہے، جبکہ اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ کا خوف کھانے اور اس کا تقوی رکھنے والا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے کئی عورتوں سے شادی کر رکھی ہے جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

## قبولیت عمل وتوبہ کی علامت:

اللہ کے بندو! جو خیر و بھلائی اور نیکی تم نے کی ہے اور جو فضل و کرم تم نے پایا ہے اسے عمل صالح کے دوام و تسلسل سے محفوظ کئے رہو، بندے کی توبہ اور اعمال کی قبولیت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ کسی نیک عمل کے بعد دوسرے نیک عمل کی توفیق بھی حاصل ہو جائے، بعض سلف صالحین نے کہا ہے: "نیکی کی جزاء یہ ہے کہ اس کے بعد بھی نیکی کی توفیق مل جائے اور برائی کی جزاء یہ ہے کہ اس کے بعد وہ برائی کا ہی ارتکاب کرے۔"

نیک اعمال ایک دوسرے کو کھینچ کر لاتے ہیں اور برے اعمال بھی ایک دوسرے کو گھسیٹ لاتے ہیں۔ بعض سلف امت نے کہا ہے:
"جس نے اپنے کسی عمل کا فوری پھل پالیا، یہ اس کے اس عمل کی بالآخر قبولیت کی علامت ہے۔"

## نیکی پر دوام و ہمیشگی:

برادران اسلام! اعمال صالحہ پر دوام و ہمیشگی اس بندے کے دل کے اپنے رب کے ساتھ تعلقات استوار ہونے کی دلیل ہے اور یہ چیز اسے قوت و ثبات اور تعلق باللہ کے قائم رہنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے، اور بعض اہل علم نے اس قول کو ان حکمتوں میں سے شمار کیا ہے جن کی خاطر مطلق اور بعض مقید اذکار مشروع کئے گئے ہیں۔

نیک اعمال پر دوام و ہمیشگی اللہ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے جیسا کہ ایک قدسی حدیث میں ہے: "وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ"

"بندہ میری طرف تقرب حاصل کرنے کے لیے کوئی ایسا عمل سر انجام نہیں دیتا جو مجھے میرے عائد کردہ فرائض سے زیادہ محبوب ہو، اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں مسلسل کوشاں رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔"[2] (بخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نیک عمل کرتے تو پھر دوام و ہمیشگی فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: "وَكَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا، وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً"

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی عمل سر انجام دیتے تو پھر اس پر ثابت قدم رہتے (اس پر دوام کرتے) اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو (تہجد سے

---

1) صحیح بخاری، حدیث: 5063۔
2) صحیح بخاری، حدیث: 6502۔

سوئے رہ جاتے یا بیمار ہو جانے کی وجہ سے رات کو نہ پڑھ پاتے تو دن کو بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔"[1] (صحیح مسلم)

(سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

1) صحیح مسلم، حدیث: 746۔

# ذکرودعاء

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
1423ھ/12/20، 2003/2/21

حمد وثناء کے بعد!

## تخلیق وتدبیر کائنات:

مسلمانو! زمین وآسمان میں کوئی بھی کام اللہ کی قضاء وقدر اور منشاء ومرضی کے بغیر سرانجام نہیں ہوپاتا اور نہ ہی کوئی اچھا و پسندیدہ یا برا ناپسندیدہ وقوع پذیر ہوتا ہے سوائے اللہ کی مشیت ومرضی کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ [49] وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾

”ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم تو پلک جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔“ (القمر:49-50)

اللہ ہی تمام امور کی تدبیر وانتظام کرتا ہے اور وہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ﴾

”اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اتنا اونچا بنایا، پھر عرش پر جلوہ نما و رونق افروز ہوا اور سورج و چاند کو کام میں لگا یا ہر ایک، ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے، (اس طرح) وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے روبرو جانے کا یقین کرو۔“ (الرعد:2)

## اسباب سعادت وشقاوت:

اللہ نے سعادت وخوشی کے لیے کچھ اسباب متعین فرمائے اور شقاوت و بدبختی کے بھی اسباب و ذرائع مقرر فرمائے اور مسببات کو اسباب پر مرتب فرمایا، اسی نے اسباب پیدا کئے اور اسی نے ہی اسباب کے آثار کی تخلیق فرمائی، اس کی مشیت وارادے کو دوسری کوئی چیز مجبور نہیں کر سکتی. وہ چاہے تو کسی چیز کو بلا سبب بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ﴾

”وہ جو کچھ چاہے کرتا ہے۔“ (البروج:16)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

”دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی ہی برکتوں والا ہے۔“ (الاعراف:54)

## اللہ کے یہاں معزز:

دعاء اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے۔ اللہ نے یہ خیر وبھلائی کے حصول اور شر و برائی کے دفعیہ کے لیے مشروع فرمائی

ہے۔دعاءخیرات وبرکات کے حصول کا عظیم ذریعہ اور مصائب ومشکلات کے دفعیہ کا ایک بڑا سبب ہے۔حدیث شریف میں ہے:''لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ'' (ترمذی)

''تقدیر سے کوئی احتیاط وتدبیر نجات نہیں دے سکتی البتہ دعاء وہ ہتھیار ہے جو ان مصائب کے لیے بھی مفید ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان بلاؤں کے لیے فائدہ مند ہے جو ابھی نازل نہیں ہوئیں۔''[1]

## جالب خیر اور دافع شر:

دعاء خود تقدیر میں سے ہے اور یہ ان اسباب میں سے ہے جو ہر خیر کو لانے والی اور ہر شر کو بھگانے والی ہیں اور اللہ تعالی نے بکثرت آیات میں اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ وہ دعاء کریں۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

''اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر کنی کتراتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (المومن:60)

## حقیقت دعاء:

اور دعاء کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا وآخرت کی تمام ضرورتوں کو پورا کروانے کے لیے اللہ تعالی کی طرف رغبت کی جائے،اسی طرح مصائب و مشکلات کے دور کرنے اور دنیوی واخروی شرور ومکروہات کو ہٹانے کے لیے صرف اللہ کی طرف رجوع ورغبت کی جائے۔اور دعاء کے ذریعے اللہ رب العالمین کی عبادت بھی ہوتی ہے کیونکہ دعاء اللہ کے ساتھ قلبی تعلق اور اسی کی خالص رضاء جوئی واخلاص کو شامل ہوتی ہے اور اس میں کسی غیر اللہ کی طرف التفات وتوجہ نہ دینا بھی شامل ہوتا ہے کہ کوئی بھی نفع حاصل کرنے یا نقصان وضرر کو دور کرنے کے لیے صرف اسی کی چوکھٹ پر سر رکھا جائے اور کسی دوسرے کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا جائے۔

دعاء اس بات کے یقین کو بھی شامل ہوتی ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ بہت ہی علم والا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے،وہ بڑا مہربان،نہایت رحم کرنے والا،زندہ قائم ودائم سخی وکریم،احسان کرنے والا اور سدا نوازنے والا ہے۔اس کے جود وکرم کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی اس کا احسان ونوازشیں کبھی ختم ہونے والی ہیں۔ان اور ایسی ہی دیگر عظیم صفات کی وجہ سے صرف اللہ تعالی ہی سے امیدیں باندھی جاتی ہیں،اسے ہی پکارا جاتا ہے اور زمین وآسمان کی تمام مخلوقات چاہے ان کی کتنی زبانیں ہیں وہ سب اسی سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔

## دعاء:ایک عبادت:

دعاء میں بندے کا اپنے رب کے دوازے کا فقیر ہونا اور اپنے رب کی طرف مجبور ہونا بھی شامل ہوتا ہے اور یہ سب دراصل عبادت ہیں۔

---

1) ترمذی،حدیث:2139۔

دعاء کی شان بہت بلند ہے اور اس کے آثار بہت عظیم القدر ہیں، یہی وجہ ہے کہ دعاء کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد وترمذی میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ"

"دعاء عبادت ہے۔"[1] (ابو داؤد، ترمذی۔ حسن صحیح)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ"

"دعاء عبادت کا مغز (اصل) ہے۔"[2] (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعاء ایک عبادت ہے تو یہ صرف اللہ تعالی سے ہی ہونی چاہیئے۔ اللہ کے سوا کسی مقرب فرشتے، کسی مرسل نبی، کسی ولی اور کسی جن کو نہیں پکارا جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔" (الجن:18)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ﴾

"اور وہ (بھی اللہ کے بندے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔" (الفرقان:68)

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوقات میں سے کسی نبی، فرشتے، ولی، جن، صاحب مزار، کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو پکارا وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گیا۔

ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾

"جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کافر فلاح واستکاری نہیں پائیں گے۔" (المومنون:117)

اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ[106] وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

"اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اسی کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم سے کوئی بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (یونس:106-107)

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ[40] قَالُوا

---

1) ترمذی، حدیث:3372۔

2) ترمذی، حدیث:3371۔

سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾

"اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتے سے فرمائے گا: کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا اولی دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کی عبادت کیا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔" (سبا:40-41)

## ہر وقت، ہر چیز کے لیے دعاء:

اللہ والو! بندہ ہر وقت اور ہر گھڑی دعاء کرنے پر مجبور ہے تا کہ وہ اس خیر کو پاسکے جو اسے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے اور اس شر و مکروہ چیز کو دور کر سکے جو دنیا و آخرت میں اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ جو شخص دعاء کرنے کی توفیق پا گیا اس کے لیے، اللہ نے عظیم خیر و بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ پس اسے چاہیے کہ وہ دعاء کرنے کو لازم پکڑ لے، اور مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے رب سے وہ ہر چھوٹی و بڑی چیز مانگے جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ"

"تم میں سے ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنے رب سے اپنی ہر حاجت طلب کرے حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ بھی اسی سے مانگے۔"[1] (ترمذی)

اگر مسلمان اللہ کی ہر نعمت اور چھوٹی بڑی ہر چیز پر غور و فکر کرے تو اسے یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ ان چیزوں کو ایجاد کرنے کی اس میں کوئی طاقت نہیں تھی اور اگر اللہ تعالی اسے یہ نعمتیں اپنے فضل و کرم سے عطا نہ کرتا تو اس میں انہیں پانے اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوئی طاقت نہ تھی۔

جس نے دعاء کو معمولی سمجھا اور اس کی قدر نہ کی اس نے خیر عظیم سے اپنے حصے کو بہت ہی کم کر لیا اور جس قدر بھی اس نے دعاء کم کی اسی قدر زیادہ اسے شر پہنچنے لگے گا۔

## دعاء اور اس کی قبولیت:

اے مسلمان! یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ دعاء کے ساتھ ہی اس کی قبولیت بھی جڑی ہوئی ہے، چاہے وہ اسی وقت قبول ہو جائے یا کچھ عرصہ کے بعد قبول ہو لیکن وہ رائیگاں نہیں جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے دعاء کی فکر ہے، میں اس کی قبولیت کی فکر نہیں کرتا، جب مجھے دعاء کرنا ہو تو اس کی قبولیت بھی ہو جائے گی۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللهَ تَعَالَى بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ". فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُكْثِرُ. قَالَ: اللهُ أَكْثَرُ"

"اس روئے زمین پر جو بھی مسلمان ہے وہ جو بھی دعاء کرے اللہ اسے اس کی حاجت مہیا کر دیتا ہے یا اس کی دعاء کے بقدر اس سے کوئی شر و برائی دور کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: تب تو ہم بکثرت دعائیں کریں گے،

---

1) ترمذی، حدیث: 3604۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تو اس سے بھی زیادہ سننے ماننے اور دینے والا ہے۔“[1] (ترمذی حسن صحیح)

امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ اضافی کلمات بھی روایت کیے ہیں:

”یا پھر اللہ اس دعاء کرنے والے بندے کے لیے اس کی دعاء کے بقدر اجر و ثواب لکھ دیتا ہے۔“ (یعنی آخرت میں)

## دعاء اور تعلق باللہ:

اے مسلمان! ہمیشہ دعاء کرتے رہیں۔ اللہ کے ساتھ اپنے دل کے ناطے جوڑیں رکھیں اور اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع و رغبت رکھیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اگر کوئی کام کرنا چاہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے اور اسے اپنی قدرت و مشیت سے پیدا فرما دیتا ہے۔

## اسلام و اہل اسلام کے لیے دعائیں:

اور اپنی دعاؤں میں اسلام اور مسلمانوں کو بھی شامل کریں مسلمانوں کے آئمہ و قائدین اور عوام الناس کے لیے بھی دعائیں کریں اور یہ دعائیں کریں کہ اللہ اسلام کو عزت سے نوازے اور دنیا میں کہیں بھی بسنے والے اہل اسلام مسلمانوں کو عزت بخشے اور اللہ تعالی اسلام اور اہل اسلام کو ہر جگہ پر محفوظ رکھے اور دشمنان اسلام کو ذلیل و رسوا کرے، ان کے شر کو رد کر کے اور ان کی سازشوں کا قلع قمع کرے اور ان کے مکرو فریب کے بچھائے ہوئے جالوں کا ستیاناس کرے۔ ایسی دعائیں آج کے دور میں خاص طور پر کرنی چاہیں کیونکہ دور حاضر میں مسلمانوں کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا ہے، ان کے غم اور پریشانی بہت بڑھ چکی ہیں اور وہ ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں جس سے انہیں اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دلاسکتا۔ نبی ﷺ کے اسوہ کے مطابق دعائیں کرنی چاہیں کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم فرمایا تھا: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

”پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی بخشش طلب کرو۔“ (محمد:19)

اور حدیث شریف میں ہے: ”جو مسلمانون کے حالات میں دلچسپی نہیں لیتا اور انہیں سنوارنے کا اہتمام نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں ہے۔“

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [55] وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”(لوگو) اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کھاتے ہوئے اور اس سے امیدیں رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔“ (الاعراف:55-56)

1) ترمذی، حدیث:3573۔

## اخلاص و دلی توجہ سے دعاء:

اللہ کے بندو! بندے کا اخلاص اور دلی توجہ کے ساتھ دعاء کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:
﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

”اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دیں کہ میں تو تمہارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں تو انہیں چاہیئے کہ حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔“ (البقرہ:186)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾
”اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر براہی مانیں۔“ (المومن:14)

## جامع دعائیں:

مسلمان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ایسی دعائیں اختیار کرے جو جامع قسم کی ہوں۔ حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوَى ذَلِكَ.
”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع قسم کی دعائیں اختیار فرمایا کرتے تھے اور ان کے سوا جو دعائیں ہوتیں انہیں چھوڑ دیا کرتے تھے۔“[1] (ابوداؤد)

## مسنون دعائیں:

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماثور و مسنون دعائیں حسب استطاعت زبانی یاد کرلیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر حال اور ہر حاجت کی دعاء اور ذکر مروی ہے۔

## پہلے عمل صالح پھر دعاء:

دعاء سے پہلے مستحب یہ ہے کہ بندہ کوئی عمل صالح پیش کرے اور اللہ کی ان کلمات سے حمد ثناء بیان کرے جن سے خود اس نے اپنی حمد و ثناء بیان فرمائی ہے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور اس کے بعد دعاء کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے تک دعاء زمین و آسمان کے مابین لٹکتی رہتی ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

## اسماء حسنیٰ سے توسل:

دعاء میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے توسل کرے خصوصا اسماء حسنیٰ میں سے وہ نام لے جو بندے کی حاجت کے مناسب حال ہو جیسا کہ اس کا

---

1) ابوداؤد:1482۔

طریقہ سکھلاتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ﴾

"اور (اللہ سے یہ کہتے ہوئے) دعاء کرو کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو نہایت رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔" (المومنون:118)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور ہمیں رزق عطا فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔" (سورہ مائدہ:114)

## اوقات قبولیت دعاء:

اور یہ بھی مستحب ہے کہ بندہ دعاء کے لیے ان اوقات کو تلاش کرے جن میں دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ رات کا آخری تہائی حصہ، آذان و اقامت کا درمیانی وقت، بارش نازل ہونے کے دوران، نمازوں کے آخر میں، بیت اللہ شریف کو دیکھنے پر اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑی وغیرہ میں دعائیں کریں۔

(سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين)

# اخلاق حسنہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ علی عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ
27/12/1423ھ 28/2/2003ء

حمد وثناء کے بعد!

## اسلام کی بنیادی غرض وغایت:

مسلمانو! یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہیئے کہ اسلام ایک عظیم مقصد اور انتہائی اعلٰی غرض وغایت کے لیے آیا ہے، اور وہ اغراض ومقاصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کا قیام ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾

"اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسائیوں، رفقاءِ پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں)، مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضہ (غلامی) میں ہوں، ان سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبّر وفخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" (سورہ النساء:36)

اور اس غرض وغایت کے علاوہ جتنے بھی اغراض ومقاصد ہیں مثلاً زمین کی آبادی، حدودِ الٰہیہ کا قیام اور ظلم کی روک تھام وغیرہ، یہ سب اس بڑی غرض وغایت کے تابع آجاتے ہیں جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا قیام ہیں اور یہ اس عظیم مقصد کو پانے کا وسیلہ اور اس کی تمہید اور راہ ہموار کرنے کا ذریعہ ہیں۔

## اخلاقِ حسنہ:

اخلاقِ حسنہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قیام کی اساس وبنیاد ہیں اور ایمان کے ساتھ ساتھ اخلاقِ حسنہ کا اپنانا حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ وفا کرنے کی اصل ہیں، اسی کے ذریعے درجات بلند ہوتے اور گناہ جھڑتے ہیں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ" (أبو داوٗد)

"مومن اپنے حسنِ اخلاق کے ذریعے راتوں کو قیام کرنے اور دنوں کو روزہ رکھنے والے شخص کا مقام پالیتا ہے۔"[1]

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ" (ترمذی شریف، حدیث حسن صحیح)

"قیامت کے دن مومن بندے کے میزانِ حسنات کے پلڑے میں حسنِ اخلاق سے بھاری کوئی عمل نہیں ہوگا، اور اللہ تعالی فحش گو بدزبان

1) ابو داؤد، حدیث:4798۔

شخص کو ناپسند کرتا ہے۔"[1]

گویا اخلاقِ حسنہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، اور شرعِ قویم وعقلِ سلیم میں ہر اچھی صفت کو اخلاقِ حسنہ کہا جاتا ہے، بعض اہلِ علم نے کہا ہے: " بھلائی کرنا اور برائی سے بچنا ہی اخلاقِ حسنہ ہے۔"

اور کہاوت ہے کہ: " لوگوں سے خیر وبھلائی کا معاملہ کرنا اور انہیں اذیتوں سے بچانا ہی حسن اخلاق ہے۔"

اور اخلاقِ حسنہ کی جامع ترین تعریف یہ ہے کہ: " وہ کام کرنا جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اس فعل سے باز رہنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔"

یہی اخلاق حسنہ ہیں، جیسے اللہ کا تقویٰ و ڈر، اخلاص للہ، صبر، حلم و بردباری، وقار وتحمّل، شرم وحیاء، عفت و پاکدامنی، غیرت وحمّیت، والدین سے حسن سلوک، قرابت داروں سے تعلقات قائم رکھنا، رحم وکرم، مظلوم ومحتاج کی مدد وتعاون، شجاعت و بہادری، کرم وسخاوت، صدق وصفائی، صاف دلی، نرمی، وفاء، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، حقوقِ ہمسائیگی کا خیال رکھنا، تواضع وانکساری، تحمل و برداشت، فراخ دلی، مکر وفریب سے گریز، خیانت وغداری سے اجتناب، دھوکہ دہی سے پرہیز، فحش کاموں اور منکر و ناجائز افعال سے بچنا، اکل وشرب کی خبیث وحرام اشیاء سے پہلوتہی، جھوٹ سے نفرت، بہتان تراشی سے بچنا، لالچ، بخل، بزدلی، ریاکاری، فخر وتکبر سے دست کشی، ظلم وزیادتی، حسد وبغض، حقد وکینہ اور تہمت طرازی سے بچتے رہنا وغیرہ، یہ سب اخلاقِ حسنہ کا حصہ ہیں۔

## مسلم وکافر اور اخلاقِ حسنہ:

اخلاقِ حسنہ مومن کو دنیا وآخرت دونوں ہی جہانوں میں نفع پہنچاتے ہیں اللہ کے ہاں اس کے درجات بلند کرتے ہیں، اور اس کے حسنِ اخلاق سے نیک وبد سبھی استفادہ کرتے ہیں، البتہ کافر شخص دنیا میں اپنے حسنِ اخلاق سے استفادہ کرتا ہے، اللہ اسے اسی دنیا میں اس کا بدلہ چکا دیتا ہے لیکن آخرت میں اسے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عبداللہ بن جدعان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ مہمان نوازی کرتا تھا، ناداروں کو کپڑا دیتا تھا، اور مصیبت زدہ محتاجوں کی مدد کیا کرتا تھا، اس کے یہ اعمال کیا قیامت کے دن اسے کوئی فائدہ دیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس نے عمر بھر کبھی اور کسی دن بھی یہ نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔"

## قرآن کریم میں اخلاقِ حسنہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عظیم میں تمام اخلاقِ کریمانہ وحسنہ کا حکم فرمایا ہے اور تمام اخلاقِ لئیمانہ اور عاداتِ قبیحہ ومذمومہ سے منع فرمایا ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں بھی تمام صفاتِ حمیدہ اور اوصافِ حسنہ کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر خبیث بری خصلت وحرکت سے منع کیا گیا ہے، اس موضوع کی آیات تو بہت ہیں جن میں سے ہم چند آیات پر ہی اکتفا کر رہے ہیں، اور یہی کافی بھی ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

1) ترمذی، حدیث: 2002۔

"بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ، چاہے ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔" (سورہ الأنعام:101)

اور ارشاد ہے :﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور محسن وہ ہیں جو کہ آسودگی وخوشحالی اور تنگی وتنگ دستی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور غصے کو روکتے اور پی جاتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ محسنین (نیکو کاروں کو پسند فرماتا ہے)۔" (سورہ آل عمران:134)

اور ارشاد فرمایا ہے:﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾

"(اے نبی!) عفو و کرم (معافی تلافی) کا رویہ اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی کر لیں۔"

(سورہ الأعراف:199)

اور ایک جگہ فرمایا ہے:﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾

"اور صبر کریں اور آپ کا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے۔" (سورہ النحل:127)

اور فرمایا: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾

"اور بھلائی و برائی برابر نہیں ہو سکتیں، آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریقے سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے) کہ جس کے اور آپ کے مابین دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست بن جائے گا۔" (سورہ حم السجدہ:34)

اور ارشادِ باری تعالی ہے:﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

"اور جو مومن آپ کے پیروکار ہو گئے ہیں ان کے ساتھ تواضع وانکساری سے پیش آئیں۔" (سورہ الشعراء:215)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے :﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے وہ ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین (دنیا) میں ظلم وفساد کا پروگرام نہیں رکھتے، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔" (سورہ القصص:83)

اور فرمایا:﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا [63] وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا [64] وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا [65] إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا [66] وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا [67] وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن

﴿يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا [68] يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾

"اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی ونرمی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ ان سے (احمقانہ وجاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو انہیں سلام کہتے (ہوئے اپنی راہ لیتے) ہیں، اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدے کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر (قیام میں) راتیں بسر کرتے ہیں، اور وہ جو یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! دوزخ کا عذاب ہم سے دور رکھنا کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے، اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے، اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ ہی تنگی وبخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں، اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور جس جان کو اللہ نے (ناحق) قتل کرنا حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر حق (قصاص) کے ساتھ، اور زنا وبدکاری نہیں کرتے، اور جو یہ کچھ کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اسے دردناک عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔" (سورہ الفرقان:63-69)

اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾

"اے ایمان والو! اپنے اقراروں (عہدوں) کو پورا کرو۔" (سورہ المائدہ:1)

اور فرمایا ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ﴾

"اور جو چیز تمہیں پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز ہو۔" (سورہ الحشر:7)

## حدیثِ رسول ﷺ میں اخلاقِ حسنہ:

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ"

"میں اسے جنت کے اعلیٰ حصے کی ضمانت دیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں گے۔"[1] (أبو داود باسناد صحیح عن أبی أمامہ رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ أَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ" (ترمذی - حدیث حسن)

"کیا تمہیں اس آدمی کی خبر نہ دوں جو آگ پر حرام ہے، یا جس پر جہنم حرام ہے؟ ہر وہ شخص جو (افراط وتفریط کو چھوڑ کر) میانہ رو ہو، نرم خو ہو، اور سہل وخوش معاملہ ہو۔"[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ" (صحیح مسلم)

"رفق ونرمی جس میں بھی وہ اسے مزین کر دیتی ہے اور جو چیز بھی اس سے محروم ہو وہ بھدی ہو جاتی ہے۔"[3] حضرت

---

1) ابوداود، حدیث:4800۔
2) ترمذی، حدیث:2488۔
3) صحیح مسلم، حدیث:2594۔

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ" (صحیح مسلم)

"نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ فعل ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں لوگوں کو اسکا پتہ نہ چل جائے۔" [1]

## اخلاقِ حسنہ کے فوائد:

اخلاقِ حسنہ صاحب اخلاق کے لیے بھی خیر و برکت کا باعث ہیں اور اس کے معاشرے کے لیے بھی، اور یہ عند اللہ بھی بھلائی، نیکیوں میں اضافے اور بلندئ درجات کا باعث ہیں، اور حسنِ اخلاق سے لوگوں میں عزت اور ان کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، دلوں میں اطمینان و سرور اور سینوں میں انشراح وٹھنڈک کا موجب ہے، اس سے معاملات میں آسانیاں، دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔

## بداخلاقی کے نقصانات:

جبکہ بداخلاقی نحوست و بے برکتی لاتی ہے، لوگوں کے دلوں میں نفرتیں اور بغض و غصے کو جنم دیتی ہے، دلوں کو اندھیر نگری بناتی ہے، یہ دنیا میں بھی باعثِ شقاوت و بدبختی ہے اور آخرت میں بھی یہ شر و برائی لاتی ہے۔

مسلمانو! اپنے سلف صالحین کو اپنا نمونہ بناؤ، ان کے نقش قدم پر چلو جو کہ اخلاقِ حسنہ کی صفات سے متصف تھے اور ان کے اخلاقِ عالیہ کی شہادت تو خلّاق علیم (جلّ جلالہ) نے خود اپنے قرآن کریم میں دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے صحابہ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور اس کی رضاء کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں طور پر ہوتا ہے......) (سورہ الفتح:29)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔" (سورہ آل عمران:110)

یہ لوگ دوسروں کے لیے بہت ہی مفید و بھلے لوگ ہوتے ہیں، ایک جگہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

---

1) صحیح مسلم، حدیث:2553۔

"مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض موقع کے منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا نہیں بدلا۔" (سورہ الأحزاب:23)

## اخلاق نبوی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص مکارمِ اخلاق وحسنِ کردار سے مزین ہونے اور گھٹیا افعال سے دور ہونے کے اعتبار سے اپنی ذات میں پوری امت تھا، اور یہ بات ان کی تاریخ وسیرت اور حالات سے نمایاں نظر آتی ہے، ان میں سے ہر شخص کے لیے اخلاقیات میں آئیڈیل اور ہر اچھی صفت میں بہترین نمونہ سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ ہر معاملہ میں بہترین نمونہ تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"تم میں سے ہر وہ شخص جو اللہ کے سامنے جانے اور روزِ قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا ہے اس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بہترین نمونہ ہے۔" (سورہ الأحزاب:21)

اللہ رب العزت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تربیت فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اخلاق کو سنوارنے، اچھے اخلاق وصفات سکھلانے اور اچھے اعمال کی تربیت دینے پر بڑی توجہ فرمائی اور ان کی بہترین اخلاقی وعملی تربیت فرمائی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق

"اللہ نے مجھے اخلاقِ صالحہ وحسنہ کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔" (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے جو دنیا کی سماعت سے ٹکراتی ہے اور اسے ملأ اعلیٰ کی مخلوق (فرشتے)، اور جن وانس میں سے مومن لوگ تلاوت کرتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾

"اور آپ خلق عظیم کے مالک ہیں ہے۔" (سورہ القلم:4)

﴿وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ "اور (اظہارِ حق کے لیے) اللہ ہی کا گواہ ہونا کافی ہے۔" (سورہ الفتح:28)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بَلَى. قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ"

"آپ کا اخلاق قرآن کریم (کے عین مطابق) تھا۔"[1]

امام ابن کثیر اس مسئلہ میں لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے تمام اوامر ونواہی میں مکمل تعمیل و پیروی کرنے والے تھے، آپ نے اپنی فطری عادات واطوارِ عالیہ کے ساتھ ساتھ قرآنی اخلاقِ حسنہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔

قرآن کریم جس بات کا حکم دیتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے اور قرآن کریم نے جس کام سے روکا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب بھی نہ جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت وطبیعت میں شرم وحیاء، کرم وعطاء، شجاعت وبہادری، حلم وبردباری، اور معافی

1) صحیح مسلم حدیث: 746۔

تلافی جیسی تمام صفاتِ حسنہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، حتی کہ آپ کے دشمن بھی بہت تھے، انہیں آپ کی عیب چینی کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں تھا، اس کے باوجود انہیں نبی اکرم ﷺ کی بعثت و نبوت سے پہلے کے دور میں سے بھی کوئی ایسی چیز نہ ملی کہ وہ اس کا سہارا لے کر آپ کی مذمت کر سکیں، جب اچانک آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي" "مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے"، اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "كَلَّا، أَبْشِرْ، فَوَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، وَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ" "ہرگز نہ ڈریں، اللہ کی قسم ہے اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، صدق بیانی و سچائی سے کام لیتے ہیں، نادار کی مدد کرتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور محتاجوں کا تعاون کرتے ہیں۔"[1] (بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

یہ نبی اکرم ﷺ کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے کے بعض اخلاقِ عالیہ کی ایک معمولی سی جھلک ہے، اور بعثت و نبوت کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت اور اخلاقِ عالیہ کی تکمیل فرما دی تھی۔

مسلمانو! اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے، شریعتِ غرا پر عمل پیرا ہونے اور اخلاقِ کریمانہ سے متصف ہونے کی صفات کے سلسلہ میں اپنے نبی کو نمونہ بناؤ۔ جس قدر اللہ توفیق دے۔ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کو اپنانے کی کوشش کرو، پورے خلوص کے ساتھ آپ کے منہج پر عمل پیرا ہو جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرو، اپنی طرف سے بدعات ایجاد نہ کرو، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورہ آل عمران: 31)

## مدارات و مداہنت:

کسی کی خاطر و مدارات حسنِ اخلاق کا حصہ ہے جبکہ مداہنت ایک مذموم و ناپسندیدہ چیز ہے، اور مدارات یہ ہے کہ آدمی اچھی گفتگو اور اچھے فعل سے کسی کے شر کو دور کرے اور بہترین طریقہ سے حق کی تبلیغ و نشر و اشاعت کرے اور یہ بعض حالات میں ہو گا، جبکہ مداہنت یہ ہے کہ آدمی حق کہنے سے خاموشی اختیار کر لے یا برائی و گناہ کا کام ہوتے دیکھ کر اس پر رضامند رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! رکوع و سجود کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (سورہ الحج: 77)

## اخلاق حسنہ و سیئہ:

اللہ کا تقوی اختیار کرو جیسا کہ اس کا حکم ہے اور جن اشیاء و امور سے اس نے روکا اور منع کیا ہے ان سے باز رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے اس

1) صحیح مسلم، حدیث: 160۔

ارشاد میں حکم فرمایا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

"اللہ تمہیں یں عدل وانصاف اور نیکی و احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ میں مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی و برے کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے، اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔" (سورہ النحل:90)

یہ آیت تمام اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ مذمومہ کو شامل اور ان کی جامع ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اتَّقِ اللهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ" (ترمذی)

"تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اگر کبھی کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔"[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ: تَقْوَى اللهِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ. وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ: الْفَمُ وَالْفَرْجُ" (ترمذی۔ حدیث حسن صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا باعث بننے والی سب سے بڑی کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کا تقوی اور حسن اخلاق"، اور آپ سے پوچھا گیا: لوگوں کو جہنم میں لے جانے کا باعث بننے والی سب سے بڑی چیز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "زبان اور شرمگاہ۔"[2]

اپنے دین کے مطلوبہ اخلاقِ حسنہ پر عمل پیرا ہو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و اخلاق پر ڈٹے رہو، دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل کر لو گے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

1) ترمذی، حدیث:1987۔

2) ترمذی، حدیث:2004۔